

افغانستان  
میں  
اقبال شناسی  
کی روایت

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

# افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

پروفیسر ڈاکٹر بصیرہ عنبرین

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

حکومت پاکستان

قومی ورثہ وثقافت ڈویژن

چھٹی منزل، ایوان اقبال، ایگزٹن روڈ، لاہور

Tel: [+92-42] 36314510, 99203573

Fax: [+92-42] 36314496

Email: [info@iap.gov.pk](mailto:info@iap.gov.pk)

Website: [www.allamaiqbal.com](http://www.allamaiqbal.com)

ISBN: 978-969-416-569-1

طبع اول	:	۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۵۸۰ روپے
مطبع	:	ایچ آئی ٹریڈرز، لاہور

محل فروخت: گراؤنڈ فلور، ایوان اقبال، ایگزٹن روڈ، لاہور

## فہرست

۹	..... ابتدائیہ
۱۵	..... باب اول: اقبال کی افغان دوستی
۱۵	..... اقبال کی افغان دوستی
۱۵	..... (۱) افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ
۱۹	..... کلام اقبال میں مشاہیر افغانہ کا تذکرہ
۱۹	..... ۱- احمد شاہ ابدالی
۲۱	..... ۲- مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ
۲۶	..... ۳- سید جمال الدین افغانی
۲۷	..... ۴- حکیم سنائی
۳۰	..... ۵- خوشحال خان خٹک
۳۱	..... ۶- سلطان محمود غزنوی
۳۵	..... ۷- شیر شاہ سوری
۳۶	..... ۸- علی ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ
۳۹	..... ۹- امام فخر الدین رازی
۴۱	..... ۱۰- محمد نور الدین جامی
۴۲	..... کلام اقبال میں معاصر افغانی شخصیات کا تذکرہ
۴۲	..... ۱- غازی امان اللہ خان
۴۷	..... ۲- اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید
۵۱	..... ۳- اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ
۵۴	..... اقبال کے افغانوں سے وابستہ توقعات
۵۸	..... مکتوبات اقبال میں افغان، افغانستان اور پشتون زبان کا تذکرہ



- ۶۳..... مأخذات باب اول.....
- ۶۹..... باب دوم: افغانوں کی اقبال دوستی.....
- ۶۹..... اقبال سے افغانوں کے مراسم.....
- ۱۱۰..... علامہ اقبال کا سفر افغانستان.....
- ۱۱۱..... کابل میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت.....
- ۱۱۷..... ڈاکٹر اقبال کی روانگی کابل.....
- ۱۴۳..... افغانوں کی پذیرائی.....
- ۱۴۴..... مأخذات باب دوم.....
- ۱۵۱..... باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز.....
- ۱۵۱..... (الف) افغانستان کے پہلے اقبال شناس.....
- ۱۵۳..... (ب) افغانستان میں اقبال شناسی.....
- ۱۵۳..... از آغاز تا وفات اقبالؒ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء.....
- ۱۷۹..... (ج) افغانستان میں پہلا اقبال ڈے اور دیگر تقاریرِ اقبال.....
- ۱۸۲..... (د) افغانستان میں اقبال لیبی کتب کا مختصر تحقیقی جائزہ.....
- ۱۸۲..... ۱- پنبستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کیے۔ (پشتو) از عبداللہ بختانی خدمتگار.....
- ۱۸۲..... ۲- آثار اردوی اقبال (جلد اول فارسی) از عبدالبہادی داوئی.....
- ۲۱۰..... ۳- ”افغانستان و اقبال“.....
- ۲۱۳..... ۴- ”یار آشنا“.....
- ۲۱۵..... ۵- ”از سنائی تا مولانا و اقبال“.....
- ۲۱۵..... ۶- ”لالی ریختہ“.....
- ۲۱۸..... ۷- ”معنی عشق نزد اقبال“.....
- ۲۱۷..... ۸- افغانستان از زبان علامہ اقبال.....
- ۲۱۷..... ۹- علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان.....
- ۲۲۰..... ۱۰- اکسیر خودی—جوہر پیام علامہ اقبال.....

- (ب) افغانستان میں اقبال شناسی کے چند دیگر مصادر ..... ۲۲۵
- اقبال اور افغانستان ..... ۲۲۵
- سیر اقبال شناسی در افغانستان ..... ۲۲۶
- اقبال، افغان اور افغانستان (اردو، فارسی، پشتو، انگریزی) ..... ۲۲۸
- مآخذات باب سوم ..... ۲۳۲
- باب چہارم: افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقا** ..... ۲۳۷
- پہلا دور: ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء ..... ۲۳۷
- دوسرا دور: ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۷ء ..... ۲۵۲
- تیسرا دور: ۱۹۷۸ء تا ۲۰۱۰ء ..... ۲۷۷
- مآخذات باب چہارم ..... ۳۰۵
- باب پنجم: افغانستان کے پشتون اقبال شناس** ..... ۳۱۵
- احمد صمیم ..... ۳۱۵
- احمد علی خان درانی ..... ۳۱۸
- حبیب اللہ فرج ..... ۳۱۹
- خلیل اللہ خلیلی ..... ۳۲۲
- سرور خان گویا ..... ۳۴۱
- عبدالباری شہرت نگیال ..... ۳۴۶
- عبدالحی حبیبی ..... ۳۴۹
- عبدالرحمن پڑواک ..... ۳۶۴
- عبدالرؤف بیٹوا ..... ۳۶۷
- سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار ..... ۳۷۲
- عبدالہادی داوی پریشان ..... ۳۷۷
- عزیز الدین وکیلی پولزائی ..... ۳۸۱
- غلام دستگیر خان مہمند ..... ۳۸۲

- قیام الدین خادم ..... ۳۸۳
- گل باچا الفت ..... ۳۹۰
- محمد رحیم الہام ..... ۳۹۳
- ڈاکٹر محمد صادق فطرت ”ناشناس“ ..... ۳۹۷
- مآخذات باب پنجم ..... ۳۹۸
- باب ششم: افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس** ..... ۴۰۵
- ڈاکٹر اسد اللہ محقق ..... ۴۰۵
- آقائی حیدری وجودی ..... ۴۰۵
- رحمت اللہ منطقی ..... ۴۰۶
- ڈاکٹر سعید ..... ۴۰۷
- صلاح الدین سلجوقی ..... ۴۰۷
- صدیق رھپو ..... ۴۲۰
- صوفی عبدالحق بیتاب (ملک الشعرا) ..... ۴۲۱
- قاری عبد اللہ (ملک الشعرا) ..... ۴۲۴
- عزیز اللہ مجددی ..... ۴۳۰
- غلام جیلانی اعظمی ..... ۴۳۱
- پروفیسر غلام حسن مجددی ..... ۴۳۱
- غلام ربانی ادیب ..... ۴۳۲
- غلام رضامانکل ہروی ..... ۴۳۳
- محمد ابراہیم خلیل ..... ۴۳۶
- محمد قاسم رشتیا ..... ۴۴۰
- میر بہادر واصلی ..... ۴۴۱
- مآخذات باب ششم ..... ۴۴۳
- باب ہفتم: افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات** ..... ۴۴۷

۲۴۷	.....	مقالہ نمبر ۱: پیغام مشرق از عبد الہادی داوئی
۲۵۴	.....	مقالہ نمبر ۲: دکتور اقبال از سرور خان گویا
۲۵۶	.....	مقالہ نمبر ۳: علامہ اقبال از احمد علی خان درانی
۲۶۲	.....	مقالہ نمبر ۴: تنزل و انحطاط اسلام از محمد سکندر خان
۲۶۵	.....	مقالہ نمبر ۵: تقریظ بر مسافر از سرور خان گویا
۲۶۸	.....	مقالہ نمبر ۶: وفات اقبال شاعر و فیلسوف شہیر از سید قاسم رشتیآ
۲۶۸	.....	مقالہ نمبر ۷: اقبال و افغانستان از غلام جیلانی اعظمی
۲۷۲	.....	مقالہ نمبر ۸: اقبال (آریانا دائرۃ المعارف) از عبد الرزاق فراہی
۲۷۶	.....	مقالہ نمبر ۹: افغانستان و اقبال از سرور خان گویا
		مقالہ نمبر ۱۰: د خوشحال او اقبال د اشعار و حنی مشترکہ خواوی (خوشحال اور
۲۸۱	.....	اقبال کے اشعار کے چند مشترک پہلو) از عبد اللہ بختانی خد متگارا
۲۸۸	.....	مقالہ نمبر ۱۱: فلسفہ اقبال از پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددی
۲۹۲	.....	مقالہ نمبر ۱۲: د علامہ اقبال پہ باب از پروفیسر عبد الشکور رشاد
۲۹۶	.....	مقالہ نمبر ۱۳: د ختیخ ستر شاعر (مشرق کا عظیم شاعر) از سوہبن
۵۰۰	.....	مقالہ نمبر ۱۴: اقبال و افغانستان از دکتور حق شناس
۵۰۴	.....	مقالہ نمبر ۱۵: بزرگداشت اقبال بزرگ از دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیان
۵۰۹	.....	مقالہ نمبر ۱۶: امر و زدائی فردا از نائل لاجورد: منشہری
۵۱۳	.....	مقالہ نمبر ۱۷: افغانستان در آئینہ قرآن از احمد جان امینی
۵۱۶	.....	مقالہ نمبر ۱۸: ساعتی در خدمت علامہ اقبال از سید قاسم رشتیآ
۵۲۱	.....	مقالہ نمبر ۱۹: قلب آسیا گذر گاہ و نظر گاہ علامہ اقبال از سر محقق عبد اللہ بختانی خد متگار
۵۲۵	.....	مقالہ نمبر ۲۰: اقبال د خوشحال ربنستینی مینہ وال از محمد آصف صمیم
۵۳۰	.....	مآخذات باب ہفتم
۵۳۷	.....	کتابیات
۵۳۷	.....	(الف) اردو

- (ب) پشتو کتب ..... ۵۴۰
- (ج) فارسی کتب ..... ۵۴۴
- (د) رسائل، مجلات ..... ۵۴۷
- (و) اخبارات ..... ۵۵۲
- (ه) غیر مطبوعہ کتب ..... ۵۵۲
- (خ) غیر مطبوعہ مقالات ..... ۵۵۲
- (و) مکتوبات ..... ۵۵۳
- (ز) انٹرویو ..... ۵۵۳

### جدولات

- جدول نمبر ۱: حضرت علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان ادبا، شعر اور دانشور ..... ۵۵۵
- جدول نمبر ۲: اقبال سے ملاقات کرنے والے افغان خواص، زعماء، ارباب اختیار اور دیگر حضرات ..... ۵۵۷
- جدول نمبر ۳: افغانستان کے پشتون اقبال شناس ..... ۵۶۱
- جدول نمبر ۴: افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس ..... ۵۶۳
- جدول نمبر ۵: مجلہ کابل کی اقبالیاتی خدمات ..... ۵۶۶
- جدول نمبر ۶: دیگر مطبوعات کے اقبالیاتی خدمات (نثری) ..... ۵۷۰
- جدول نمبر ۷ (الف): افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (فارسی) ..... ۵۷۳
- جدول نمبر ۷ (ب): افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (پشتو) ..... ۵۷۵
- جدول نمبر ۸: علامہ کاسفر افغانستان ..... ۵۷۶
- جدول نمبر ۹ (الف): افغانستان میں اقبالیاتی کتب ..... ۵۷۹
- جدول نمبر ۹ (ب): افغانستان سے باہر افغانستان میں اقبال شناسی کے اہم مصادر ..... ۵۸۱

## ابتدائیہ

افغانستان سے متعلق حضرت علامہ کے گراں قدر منظوم افکار حصہ تاریخ بن چکے ہیں۔ یہ والہانہ اور عقیدت مندانہ افکار افغانستان اور افغانوں سے علامہ کی محبت اور توقع کے مظہر ہیں۔ انھی افکار اور خیالات کے جائزے سے متعلق افغانستان اور اقبال کے حوالے سے ارباب علم و دانش کی متعدد تحریریں موجود ہیں۔ جن میں سے درج ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

- ۱- ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہی“ (افغان اقبال کی نظر میں) از سر محقق عبداللہ بختانی مطبع دولتی کابل ۱۳۳۵ھ ش
  - ۲- ”اقبال افغانستان میں“ از ڈاکٹر محمد ریاض، ماہنامہ المعارف لاہور مئی ۱۹۷۷ء
  - ۳- ”اقبال و افغانستان“ غلام جیلانی اعظمی، مطبوعہ مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء
  - ۴- اقبال اور افغان از میر عبدالصمد، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور
  - ۵- *The Afghans* by Iqbal از ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، مقالہ پی ایچ ڈی ایریا سٹڈی سنٹر پشاور یونیورسٹی
  - ۶- ”اقبال اور افغانستان“ از اکرام اللہ شاہد، مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۸ء
  - ۷- ”پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات۔“ از عبدالروف رفیقی مقالہ ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۰۰ء
- البتہ افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے تحقیقات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس موضوع پر صرف ایک ہی مقالہ افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات اور

کتب (مطبوعہ اقبال ممدوح عالم، مرتبہ ڈاکٹر سلیم، اختر مطبوعہ بزم اقبال لاہور ۱۹۷۷ء) میں ڈاکٹر ریاض مرحوم نے بعض ابتدائی کام کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے علاوہ افغانستان میں صدیق رہسپو نے افغانستان و اقبال کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں افغانستان میں علامہ پر لکھی جانے والی بعض تحریرات کو یکجا کیا گیا ہے۔

اس وقت جب دنیا کے گوشے گوشے میں اقبال شناسی کے حوالے سے منظم تحقیقات ہو رہی ہیں اور اقبالیات ایک مستقل موضوع بن گئی ہے۔ تو گویا اقبال کے محبوب دیار اور ان کے باسیوں کے لیے اپنے اس مربی و محسن کی خدمات سے بے خبر ہونا کیسے ممکن تھا انھی نکات کو پیش نظر رکھتے ہوئے افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت پر اس مقالے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ افغانستان میں اقبال شناسی کی ابتدا احیاء اقبال ہی میں ہو چکی تھی۔ مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ گذشتہ ڈھائی دہائیوں کے دوران افغانستان میں مسلسل جنگ نے دیگر شعبوں کی طرح وہاں اقبال شناسی کو بھی کافی نقصان پہنچایا ہے۔ مقالے کے لکھنے کے دوران مجھے کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر الحمد للہ تقریباً پچانوے فیصد ماخذات میری ذاتی لائبریری میں موجود تھے بقیہ پانچ فیصد ماخذات کے حصول کے لیے میں جن صعوبتوں سے گزرا ہوں اس کا اندازہ تحقیق کے پڑیچہ راہوں سے آشنا رہا ہوں سے اسباب تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔

مقالے کا پہلا باب ”اقبال کی افغان دوستی“ کے حوالے سے ہے۔ اقبال کی افغان دوستی کے سلسلے میں پہلے افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر کلام اقبال میں مشاہیر افغانہ کے تذکرے پر تحقیق کی گئی ہے۔ ان مشاہیر میں احمد شاہ ابدالی، جلال الدین بلخی رومی، سید جمال الدین افغانی، حکیم سنائی غزنوی، خوشحال خان خٹک، سلطان محمود غزنوی، شیر شاہ سوری، علی ہجویری، فخر الدین رازی اور محمد نور الدین جامی شامل ہیں۔ اور ان کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ اس کے علاوہ معاصر افغان شخصیات میں غازی امان اللہ خان اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ اور التوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ پر کلام اقبال میں ان کے تذکرے کی روشنی میں تحقیق کی گئی ہے۔

باب دوم ”افغانوں کی اقبال دوستی“ میں حضرت علامہ سے افغانوں کے مراسم، علامہ کا سفر افغانستان اور افغانوں کی پذیرائی کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔

باب سوم میں افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کے آغاز پر تحقیق موجود ہے۔ اس باب کے ضمنی عنوانات کے تحت افغانستان کے ابتدائی اقبال شناسوں پر تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ افغانستان میں حضرت علامہ کی شخصیت، فکر اور فن کے حوالے سے لکھی جانے والی مطبوعہ کتابوں پر تحقیق کی گئی ہے۔

باب چہارم افغانستان میں اقبال شناسی کے ارتقا سے متعلق ہے۔ اس ارتقائی سفر کو مزید تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان ادوار کی تقسیم مختلف ترجیحات کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ جن میں پہلا دور بعد از وفات حضرت علامہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء ہے۔ دوسرا دور ۱۹۵۰ء تا ۱۹۷۷ء ہے جس میں علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات ہوئی تھیں۔ تیسرا دور ۱۹۷۸ء سے شروع ہو کر ۲۰۰۳ء (تادم تحقیق) پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۸ء میں افغانستان ایک خونیں انقلاب سے دوچار ہوتا ہے۔ مختلف جہادی تنظیمیں افغانستان میں روسی فوجوں کو پسپائی پر مجبور کر دیتی ہیں۔ قندھار و غزنی کے کوسہاروں اور بیابانوں سے بلند ہونے والی تکبیر کی ان صداؤں نے کریمیلن کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ وسطی ایشیائی ریاستوں کو اسی طفیل ایک بار پھر پروردگار نے نعمت آزادی سے سرفراز فرمایا۔ اس دوران افغان جہاد اور ان کے محرکات میں فکر اقبال کے اثرات پر بھی تحقیق کی گئی ہے۔

باب پنجم افغانستان میں پشتون اقبال شناسوں کے تعارف اور ان کی اقبالیاتی خدمات سے متعلق ہے جو حروف تجلی کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان میں سردار احمد علی خان درانی، حبیب اللہ رفیع، خلیل اللہ خلیلی، عبدالباری شہرت نگیال، علامہ عبدالحی حبیبی، عبدالرحمن پڑواک، عبدالروف بیٹوا، سر محقق عبداللہ بختانی، خدمتگار، عبدالہادی داوی پریشان، عزیز الدین وکیلی پوپلزئی، غلام دستگیر خان مہمند، قیام الدین خادم، گل باچا الفت، محمد رحیم الہام اور ڈاکٹر محمد صادق فطرت ناشناس شامل ہیں۔

باب ششم میں افغانستان کے فارسی گو اقبال شناسوں اور ان کی اقبالیاتی خدمات پر تحقیق پیش کی گئی ہے۔ یہاں بھی حروف تجلی کی ترتیب کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اور ان اقبال شناسوں میں سرور خان گویا، صلاح الدین سلجوتی، صدیق رہبہو، صوفی عبدالحق بیتاب ملک



الشعر، قاری عبد اللہ ملک الشعر، غلام جیلانی اعظمی، پروفیسر غلام حسن مجددی، غلام رضامائل ہروی، محمد ابراہیم خلیل اور سید محمد قاسم رشتی شامل ہیں۔

باب ہفتم افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات پر تحقیق کی گئی ہے۔ ان افغانستان میں حضرت علامہ کے فکر و فن اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق بیس منتخب مقالات کے مشمولات و مباحث پر تحقیق موجود ہے ان مقالات کا انتخاب ان کے معیار اور ان کے مباحث و مشمولات کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مقالے میں سات عدد جدول بھی دیے گئے ہیں جن میں جدید ترین سائنسی تحقیقی اصولوں کے تحت نہایت اختصار کے ساتھ مقالے کے مختلف ابواب کی سمری پیش کی گئی ہے۔

تحقیق کے آخر میں مقالے کے مختلف مشمولات سے منطوق نادر و نایاب ماخذات کے بعض متعلقہ حصہ جات کے عکوس بھی منسلک کیے گئے ہیں جن سے مقالے کے استنادی اہمیت میں اضافہ مقصود ہے۔

اب جبکہ اس تحقیق کی تکمیل ۲۰۰۳ء ہوئی تھی اور اشاعت ۲۰۲۱ء میں ہو رہی ہے جبکہ ۲۰۰۳ء تا ۲۰۱۰ء عرصہ سات سال کے دوران موضوع سے متعلق ہونے والے کام کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان سات سالوں میں اس موضوع سے متعلق درج ذیل کتب شائع ہوئی ہیں:

- اقبال اور افغانستان از اکرام اللہ شاہد ادارہ اشاعت مدارالعلوم مردان نومبر ۲۰۰۲ء
- سیر اقبال شناسی در افغانستان از ڈاکٹر عبدالروف رفیقی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۰۳ء
- اقبال افغان اور افغانستان از محمد اکرام چغتائی۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء
- علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان از دکتر اسد اللہ محقق مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۲۰۰۵ء

- یار آشنا پیوند علامہ اقبال با افغانستان از خلیل اللہ خلیلی پیش گفتار و حواشی عارف نوشاہی۔ کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انسٹیٹیوٹ شرق شناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمہوری تاجیکستان دوشنبہ ۲۰۱۰ء

- اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال از داکتر سعید انجمن حمایت از انکشافات اجتماعی۔ مطبوعہ فجر موسسہ نشراتی صبا کابل ۱۳۸۹ھ ش  
لہذا ان مصادر کو بھی بعد از تکمیل اس تحقیق میں شامل کیا ہے اور جہاں ضروری سمجھا گیا وہاں ان مصادر سے استفادہ کیا گیا تاکہ مقالہ اپ ڈیٹ رہے لہذا محققین اور ناقدین حضرات سے اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی استدعا ہے۔

تحقیقی مقالہ ”افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت“ کی تسوید کے دوران مختلف احباب نے علمی و تحقیقی تعاون فرمایا۔ جس کے لیے میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔ ان حضرات میں اسلام آباد، پشاور اور کراچی کے وہ کرم فرما شامل ہیں جن کو میں وقتاً فوقتاً علمی معاونت کی زحمت دیتا رہا۔ ان تمام حضرات نے تحقیق کی پُرچیچ راہوں کو مسلسل حوصلے اور رہنمائی سے میرے لیے سہل بنایا۔

ان کے علاوہ محمد ظاہر شرک قندھار، آصف صمیم ننگرہار جلال آباد، جناب ڈاکٹر عارف نوشاہی اسلام آباد، جناب اکرام اللہ شاہد مردان، جناب میاں وکیل شاہ فقیر خیل ساول ڈھیر مردان، غلام رسول بلوچ لاہور، گورنمنٹ کالج چمن، چودھری محمد طاہر چمن، جناب عیسیٰ کریخی ڈائریکٹر خانہ فرہنگ ایران کوئٹہ، نے وقتاً فوقتاً حصول مواد میں کافی مدد فرمائی ہے۔ اس کے لیے ان سب حضرات کا سپاس گزار ہوں۔ جناب حمد اللہ صحافت کا خاص طور پر تہہ دل سے مشکور ہوں جن کے غنی کتب خانے سے مجھے استفادہ کرنے کا موقع میسر ہوا۔

رفیقہ حیات رحمت اچکزئی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا تعاون اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں شامل رہا۔

پروردگار سے علمی دنیا کے لیے اس کاوش میں کمی بیشی و تقصیرات کے لیے عفو اور  
سعی کو مشکور فرمانے کا خواستگار ہوں۔

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

ادارہ تحقیقات ڈاکٹر رفیقی کاسی روڈ کوئٹہ

۸ ستمبر ۲۰۲۰ء

## اقبال کی افغان دوستی

### اقبال کی افغان دوستی

#### (۱) افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ

افغانستان ۲۹ درجے ۳۰ دقیقے اور ۳۸ درجے ۳۰ دقیقے طول البلد شمالی اور ۶۱ درجے اور ۷۵ درجے عرض البلد مشرق کے درمیان واقع ہے۔<sup>۱</sup>

افغانستان کا رقبہ آٹھ سو مربع کلومیٹر ہے۔ جو زیادہ تر کوہستانی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ معروف کوہستانی سلسلہ کوہ ہندوکش شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً چھ سو کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ اسی کوہستانی سلسلے کا عرض سو کلومیٹر تک پہنچتا ہے۔ افغانستان کے اکثر دریا اسی کوہستانی سلسلے سے نکلتے ہیں۔ افغانستان کے شمال میں وسطی ایشیائی مسلم ریاستیں۔ تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان جبکہ مغربی جانب ایران اور جنوب مشرق میں پاکستان واقع ہے۔ اسی طرح شمال مشرق کی طرف سے ایک پٹی واخان کے ذریعے چین اور پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے ملتی ہے۔

شمال مشرق تا جنوب مغرب رقبہ ۱۳۵۰ کلومیٹر جبکہ عرض شمال تا جنوب نو سو کلومیٹر بنتا ہے۔ افغانستان کی جنوبی سرحد بحیرہ عرب سے ۴۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔<sup>۲</sup>

افغانستان ایک قدیم تاریخی مملکت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ”قدیم وسط ایشیا سے ہندوستان آنے کا صرف ایک ہی زمینی راستہ تھا جو افغانستان کی شمال مغربی سرحدوں سے گزرتا ہے۔ عظیم ہمالیائی سلسلے کو پار کر کے اگرچہ چین کی حملہ آور فوجیں ضرور ہندوستان آئیں۔ کبھی کبھی ان غیر متعین اور دشوار گزار راہوں سے منگول اور تاتار نسلوں کے لوٹ

مار کرنے والے گروہ بھی ہندوستان کے علاقوں میں گھس آتے تھے اس کے باوجود یہ پہاڑی علاقے تاریخ میں کسی بھی مرحلے پر باہر سے آنے والوں کے لیے باقاعدہ اور مستقل گزرگاہ نہیں بن سکے۔<sup>۴</sup> عظیم ہمالیہ کے ان سلسلوں نے بہر حال مشرق کی طرف سے آنے والے تاتاری قبائل اور ان جیسے حملہ آوروں کو ہمیشہ ہندوستان میں آنے سے روک رکھا۔ عربوں کو چھوڑ کر جو سمندری راستوں سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ آریا، ترک، تاتار، منگول، افغان، ستھین (Scythian) ان سے ملتے جلتے گروہ اور ایران اور توران کے حکمران، خراسان، ہرات قندھار، بلخ، دریائے کابل کے ذریعے اور ان علاقوں سے جنھیں اب ہم برطانوی بلوچستان کہتے ہیں، ہندوستان آئے تھے۔<sup>۵</sup>

قدیم آریائی دور کا ایک اہم شہر بلخ جو ہزاروں سال قبل آریائی بادشاہوں کا مرکز تھا افغانستان میں واقع ہے۔ بلخ ہی اتنا متدن تھا جو بعد از اسلام ”ام البلاد“ مشہور ہوا۔<sup>۱</sup> یہ وہی بلخ ہے جس میں علامہ کے مرشد جلال الدین بلخی رومی پیدا ہوئے جو مرید ہندی کے روحانی مرشد ٹھہرے۔

بلخ پر کشتاسب کے حامیوں کے قبضے سے افغانستان میں زردشت دور کا آغاز ہوتا ہے۔ پانچ سو قبل از مسیح کی اس مذہبی تحریک نے عوام کے ذہنوں سے فرسودہ خیالات کا صفایا کیا۔ اس تبدیلی نے ان لوگوں کو نئی فکری روش سے آشنا کر دیا۔

آریانا (قدیم افغانستان کا نام) میں تہذیب اقوام کے آریائی وزردشتی دور کے بعد آسوریوں اور ہخامنشیوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ سیروس کبیر (۵۴۹ - ۵۲۹ ق م) اور داریوش (۵۲۲ - ۴۸۵ ق م) نے آریانا کی سرزمین کو دو حصوں قندھار اور باختر میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد یہ علاقہ سکندر اعظم کی یلغار کا شکار ہوا۔ یہ سرزمین یونانی تہذیب و زبان سے بھی آشنا ہوئی ہے۔ اشوکا مذہب بودھائی اکثر مشرقی علاقوں میں ترقی کرتا ہے۔<sup>۲</sup>

۱۲۰ قبل از مسیح میں کوشانیوں کے دوسرے دور کا عروج ہوتا ہے۔ کابینشا سلطنت آریا کے تخت و تاج کا وارث بنتا ہے۔ کاپیسایا موجودہ بگرام اس دور کے اہم تجارتی مراکز میں شمار ہوتا ہے۔ جو چین اور ہندوستان کے سنگم پر واقع ہے۔

بدھ مت مذہب کو ترقی ملتی ہے اور اس دور کے یادگار ۷۵۷ء فٹ اور ۱۱۵ فٹ بلند بودھائی مجسمے تعمیر ہوتے ہیں۔ جو تقریباً دو ہزار سال بعد ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں طالبان حکومت کے ہاتھوں مسمار ہوئے۔

بدھائی دور کے بعد افغانستان میں اسلامی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ روم و فارس کی فوجیں اسلامی جہادی لشکروں سے شکست کھاتی ہیں۔ نویں صدی عیسوی میں جنوبی ہندو کش کے راستے اسلام بڑی کامرانی سے افغانستان میں داخل ہوتا ہے اور افغانستان سے ہوتا ہوا ہندوستان کا رخ کرتا ہے۔ طاہر ہراتی اور یعقوب لیث صفاری زابل کے ذریعے ۸۷۱ء میں کابل اسلامی سلطنت کے زیرِ نگیں آتا ہے۔ طاہر ہراتی بغداد اور دیگر عربی خطوں کا رخ کرتا ہے اور خراسان اسلامی سلطنت کا مرکز بن جاتا ہے۔ ۲۰۶ھ میں طاہر افغانستان کو عباس خلیفہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہاں سے افغانستان میں سامانیوں کا دور شروع ہوتا ہے جس کے جد امجد کا نام سامان خدا تھا۔ اموی دور میں بلخ میں یہ حکمران رہا۔ خراسان میں ان کے بیٹوں نے فتنہ انگیزوں کی سرکوبی کر کے عباسی خلیفہ مامون کا اعتماد حاصل کیا۔ علمی خدمات انجام دینے والا یہ خاندان تقریباً ایک سو دو سال تک حکمران رہا۔<sup>۸</sup>

عباسی دور میں افغانستان میں زبردست ترقی ہوتی ہے۔ اقتصادیات، زراعت، صنعت، تجارت، مسکوکات، انتظامی امور، جدید انتظامی ڈھانچہ وجود پاتا ہے۔ جبکہ مساجد کی تعمیر علم و ادب، فکر و فرہنگ میں بھی اضافے ہوتے ہیں۔<sup>۹</sup>

اس کے بعد افغانستان میں غزنویوں کے درخشان اسلامی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ جو ۳۵۱ھ ق سے ۵۸۳ھ ق تک رہتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی خطبہ سے خلیفہ بغداد کا نام حذف کر کے اپنا نام شامل کرتا ہے۔ البیرونی، ابن سینا، ابوالفتح بستی، ثعالبی، عبد الجبار العتبی، ابونصر مشکان، ابوالفضل بیہقی، نصر اللہ صاحب کلیلہ و دمنہ اور عبدالحئی گردیزی وغیرہ، اس دور کے مشاہیر ارباب علم و ادب تھے اور ابوالحسن ہجویری غزنوی کی کشف المحجوب اس دور کی یادگار ہے۔<sup>۱۰</sup>

آریانا کی سرحدیں اصفہان و ہمدان کے علاوہ ہندوستان تک پھیلیں۔ محمود نے اسلام کے احیاء و سر بلندی کے لیے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ اس کے بعد آریانا میں غوریوں کے

اقتدار کا سورج طلوع ہوتا ہے۔ ۱۲۳۳ء میں افغانستان میں آخری غوری سلطان کی ہلاکت مغلوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ تیموریوں کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کے ادائل میں کابل میں بابر کی حکومت ہوئی ہے۔ ۹۳۲ھ میں بابر ہندوستان کا رخ کرتا ہے وہاں لودھی افغانوں کی سلطنت کو تاراج کر کے اپنی حکمرانی کا اعلان کرتا ہے۔ اس سلسلے کی کڑی شیر شاہ سوری کی سخت کوششوں اور کٹھن جدوجہد کے بعد دوبارہ ہندوستان میں افغان حکمرانی تک پہنچتی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ افغان کمزور ہوتے رہے اور صفویوں نے آریانا پر قبضہ جمایا۔ صفویوں کے مقابلے میں ایک مدبر افغان شخصیت میر ولیس خان نیکہ نیرد آزما ہوتا ہے۔ صفویوں کو شکست دے کر افغانستان میں ہونے والی حکومت کا دور شروع ہوتا ہے۔ نادر شاہ افشار کی ہلاکت کے بعد ۱۱۶۰ھ ق میں احمد شاہ درانی افغانستان کا بادشاہ بن جاتا ہے۔<sup>۱۱</sup>

احمد شاہ درانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی درخواست پر اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کے تعاون کے سلسلے میں ہندوستان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ قندھار سے ہوتے ہوئے لاہور تا دہلی افغان حکومت کی داغ بیل ڈالتا ہے۔ اس نکتے کی طرف حضرت علامہ نے یوں اشارہ کیا ہے:

جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے

آہ، اے اقبال! وہ بلبل بھی اب خاموش ہے۔<sup>۱۲</sup>

احمد شاہ ابدالی نے ۲۵ سال تک برسر اقتدار رہنے کے بعد زمام حکومت اپنے بیٹے تیمور شاہ درانی کے حوالے کر دی۔ احمد شاہ درانی کے گھرانے کے پاس تقریباً سو سال تک افغانستان کے تخت و تاج کا اختیار رہا۔ اس کے بعد محمد زئی خاندان کی حکمرانی شروع ہوئی۔ امیر دوست محمد خان، امیر شیر علی خان، امیر عبدالرحمن خان، امیر حبیب اللہ خان، امیر امان اللہ خان، اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید اور المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ افغانستان کے سربراہان حکومت رہے۔<sup>۱۳</sup>

افغانستان میں محمد زئی خاندان کا آخری حکمران سردار محمد داؤد خان تھا جو تادم مرگ مادر وطن کی نگہبانی کرتا رہا۔ ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو ان کی شہادت کے بعد روس نواز پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان نے نور محمد ترکئی کی سربراہی میں زمام حکومت سنبھالی۔<sup>۱۴</sup>

۸ / اور ۱۹ / اکتوبر ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب پولیٹیکل بیورو کے حکم سے نور محمد ترکئی ہلاک کر دیے گئے۔ ۱۶ / ستمبر ۱۹۷۹ء کو حفیظ اللہ امین برسر اقتدار آئے مگر ۲۷ / دسمبر ۱۹۷۹ء کو انھیں زخمی ہونے کے بعد پھانسی دی گئی۔ اس روز روس کے وفادار کمیونسٹ افغان رہنما ببرک کارمل کو اقتدار سونپا گیا۔ جن کے دور حکومت میں ۲۴ / اور ۲۷ / دسمبر ۱۹۷۹ء کے درمیانی عرصہ میں سوویت فوجی افغانستان میں داخل ہوئے۔<sup>۱۵</sup> روسیوں کے خلاف افغانستان میں جہاد کا اعلان کیا گیا۔ لاکھوں افغان مہاجر ہوئے۔ ہزاروں شہداء نے قربانیاں دیں۔ ببرک کارمل کے بعد ڈاکٹر نجیب اللہ برسر اقتدار آئے جنہیں ۱۹۹۸ء میں طالبان حکومت کے وجود میں آنے کے بعد کابل میں پھانسی دی گئی۔ چھ سال تک طالبان برسر اقتدار رہے۔ ۲۰۰۱ء میں یہاں ایک اور سپر پاور امریکہ نے روس کے انجام کے عبرت سے بے خبر ہو کر حملہ کیا۔ طالبان حکومت کے سقوط کے بعد اپنے من پسند حکومت کو تشکیل دیا جس کے سربراہ حامد کرزئی تھے۔

## کلام اقبال میں مشاہیر افغانہ کا تذکرہ

علامہ چونکہ افغان قوم سے خاصے متاثر تھے چنانچہ ان کے کلام میں جا بجا افغان مشاہیر کے لیے توصیفی و تعریفی نکات ملتے ہیں۔ ذیل میں حروفِ تنجی کی ترتیب سے ان مشاہیر افغانہ کا مختصر سوانحی تذکرہ اور ان سے منسوب پہلے اقبال کا اردو کلام اور بعد میں فارسی کلام درج کیا جاتا ہے۔

### ۱- احمد شاہ ابدالی

نام: احمد خان مشہور بہ احمد شاہ درانی ابدالی

ولدیت: زمان خان سدوزئی

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۱۳۵ھ ق / ۱۷۲۳ء ہرات / ملتان

وفات تاریخ و مقام: ۲۰ / رجب المرجب ۱۱۸۶ھ ق بمقام توبہ اچکزی درہ کوژک ضلع

قلعہ عبداللہ تدفین بمقام قندھار۔

دورانہ حکومت: ۲۵ سال و فاتح پانی پت



## آثار و تالیفات

(۱) دیوان احمد شاہ ابدالی (پشتو) مطبوعہ قندھار، کابل، پشاور، کوئٹہ۔

(۲) علم گنج (موضوع تصوف)۔

(۳) احمد شاہ بابا کے فارسی و عربی اشعار۔<sup>۱۷</sup>

## کلام اقبال میں تذکرہ احمد شاہ ابدالی

داد افغان را اساس ملتی	مرد ابدالی وجودش آیتی
آبروی ہند و چین و روم و شام	آن شہیدان محبت را امام
خاک قبرش از من و تو زنده تر	نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد	عشق رازی بود بر صحرا نہاد
فقر و سلطان وارث جذب حسین <sup>۱۷</sup>	از نگاہِ خواجہ بدر و حنین

باز در کوه و قفارِ خود رمید	آں جوان کو سلطنت ہا آفرید
خوش عیار آمد برون پایاک سوخت <sup>۱۸</sup>	آتشِ در کوه سارش بر فروخت

خاک را بیداری و خواب از دل است	در نہاد ماتب و تاب از دل است
در مساماتش عرق خون می شود	تن زمرگِ دل دگر گون می شود
دیدہ بردل بند و جز بردل بیچ	از فسادِ دل بدن بیچ است بیچ
ملتِ افغان در آن پیکر دل است	آسیا یک پیکر آب و گل است
در کشاد او کشادِ آسیا	از فسادِ او فسادِ آسیا
ورنہ کاہے در رہ باد است تن	تادل آزاد است آزاد است تن
مرده از کین زنده از دین است دل	ہچو تن پایند آئین است دل

توتِ دین از مقامِ وحدت است

وحدت از مشہود گردد ملت است<sup>۱۹</sup>

## بر مزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمۃ

### موسس ملتِ افغانیہ

تربتِ آل خسرو روشن ضمیر      از ضمیرش ملتی صورت پذیر  
 گنبدِ او را حرم داند سپہر      با فروغ از طوفِ او سیمائی مہر  
 مثل فاتحِ آن امیر صف شکن      سکہ زد ہم باقلیم سخن  
 ملتی را داد ذوقِ جستجو      قدسیاں تسبیحِ خوانِ بر خاکِ او  
 از دل و دست، کہر ریزی کہ داشت      سلطنت با بر دو بی پروا گذاشت  
 نکتہ سنج و عارف و شمشیر زن      روح پاکش با من آمد در سخن  
 گفت می دانم مقام تو کجاست      نغمہ تو خاکیاں را کمیاست  
 خشت و سنگ از فیض تو دارائے دل      روشن از گفتارِ تو سینایِ دل  
 پیشِ ما ای آشنایِ کوی دوست      یک نفس بشین کہ داری بوی دوست  
 اے خوش آل کو از خودی آئینہ ساخت      و ندر آن آئینہ عالم را شناخت  
 پیر گردید این زمین و این سپہر      ماہ کور از کور چشمیہائی مہر  
 گرمی ہنگامہ می بایدش      تا نخستین رنگ و بو باز آیدش  
 بندہٴ مومن سرافیلی کند      بانگِ او ہر کہنہ را بر ہم زند  
 اے ترا حق داد جانِ ناشکیب      تو ز سر ملک و دین داری نصیب

فاش گو باپورِ نادر فاش گوی  
 باطن خود را بہ ظاہر فاش گوے<sup>۲۰</sup>

از تو ای سرمایہٴ فتح و ظفر      تختِ احمد شاہ را شانی دگر<sup>۲۱</sup>

۲- مولانا جلال الدین بلخی رومی<sup>۲۲</sup>

نام: جلال الدین محمد، ترکی میں مولانا اور ایران میں مولوی سے مشہور ہیں۔<sup>۲۲</sup>

ولدیت: بہاؤ الدین سلطان العلماء

تاریخ و مقام پیدائش: ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء بمقام بلخ  
تاریخ و مقام وفات: ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ / ۱۷ ارد سمبر ۱۲۷۳ء بمقام قونیہ

### آثار و تالیفات

- (۱) دیوان، فارسی و ترکی اشعار غزلیات و رباعیات۔
- (۲) مثنوی معنوی۔ چھ دفاتر پر مشتمل اخلاقی منظوم تصنیف۔
- (۳) فیہ مافیہ۔ مولانا کے اقوال کا مجموعہ، عنوان ابن العربی کے ایک شعر سے ماخوذ۔
- (۴) مواعظ مجالس سبغہ۔ مولانا تک سے ان خود دور دور ذلتن احمد رمزی آتیوزق۔
- (۵) مکتوبات۔<sup>۲۳</sup>

### کلام اقبال میں علامہ کے روحانی مرشد رومی کا تذکرہ

جولان گہ سکندر رومی تھا ایشیا  
گردوں سے بھی بلندتر اس کا مقام تھا<sup>۲۴</sup>

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند  
می ندانی اول آں بنیاد را ویراں کنند<sup>۲۵</sup>  
نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے  
وہی آب و گل ایراں، وہی تمبریز ہے ساقی<sup>۲۶</sup>

اسی کشکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں  
کبھی سوز و ساز رومی، کبھی بیچ و تاب رازی<sup>۲۷</sup>

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا  
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں!<sup>۲۸</sup>

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش  
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف! <sup>۲۹</sup>

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو  
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی! <sup>۳۰</sup>

یا حیرتِ فارابی، یا تاب و تبِ رومی  
یا فکرِ حکیمانہ، یا جذبِ کلیمانہ <sup>۳۱</sup>

نے مہرہ باقی، نے مہرہ بازی  
جیتا ہے رومی، ہارا ہے رازی <sup>۳۲</sup>

ملتِ رومی نژاد کہنہ پرستی سے پیر  
لذتِ تجدید سے وہ بھی ہوئی پھر جواں <sup>۳۳</sup>

**بالِ جبریل کی نظم پیر و مرید میں مولانا رومی اور اقبال کا طویل مکالمہ <sup>۳۴</sup>**

ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار  
اک بحرِ پُر آشوب و پُر اسرار ہے رومی!

تو بھی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال!  
جس قافلہ شوق کا سالار ہے رومی

اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام؟  
کہتے ہیں چراغِ راہِ احرار ہے رومی <sup>۳۵</sup>

جبکہ فارسی کلام میں علامہ نے مولانا روم کو پیرِ روم، پیرِ حق سرشت، پیرِ یزدانی، پیرِ عجم، مرشدِ روم وغیرہ القابات سے یاد فرمایا ہے۔ ۷۶ صفحات پر کلیات اقبال فارسی میں مولانا کا تذکرہ آیا ہے۔ بعض درج ذیل ہیں:

پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد  
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد<sup>۳۶</sup>

ذره کشت و آفتاب انبار کرد  
خرمن از صد رومی و عطار کرد<sup>۳۷</sup>

مرشدِ رومی چہ خوش فرمودہ است  
آنکہ ہم در قطرہ اش آسودہ است<sup>۳۸</sup>

مرشدِ رومی حکیم پاک زاد  
سرّ مرگ و زندگی بر ما کشاد<sup>۳۹</sup>

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم  
دستِ رومی پردهٔ محمل گرفت

این فروتر رفت و تا گوہر رسید  
آں بگردا بے چو خس منزل گرفت

حق اگر سوزی ندارد حکمت است  
شعر میگردد چو سوز از دل گرفت<sup>۴۰</sup>

شراری جسٹہ گیر از درونم  
کہ من مانندِ رومی گرم خونم<sup>۴۱</sup>

رازِ معنیِ مرشدِ رومی کَشود  
فکرِ من بر آستانش در سجود<sup>۴۲</sup>

---

روحِ رومیّ پرده ہا را بر درید  
از پس کھ پارہ کی آمد پدید!<sup>۴۳</sup>

---

رومی آلِ عشق و محبت را دلیل  
تشنہ کاماں را کلامش سلسیل<sup>۴۴</sup>

---

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر  
کاروانِ عشق و مستی را امیر<sup>۴۵</sup>

---

نکتہ ہا از پیرِ رومِ آموختم  
خویش را در حرف او وا سوختم<sup>۴۶</sup>

---

عطا کن شورِ رومی ، سوزِ خسرو  
عطا کن صدق و اخلاصِ سنائی

---

چناں با بندگی در ساختم من  
نہ گیرم گر مرا بخشے خدائی<sup>۴۷</sup>

---

چورومی در حرمِ دادم اذال من  
از و آموختم اسرارِ جاں من

---

بہ دورِ فتنہٴ عصرِ کہن او  
بہ دورِ فتنہٴ عصرِ رواں من<sup>۴۸</sup>

### ۳- سید جمال الدین افغانی

نام: سید جمال الدین افغانی

ولدیت: سید صفدر

تاریخ و مقام پیدائش: اسعد آباد کٹر ننگر ہار افغانستان ۱۲۵۳ھ ق / ۱۸۳۹ء

تاریخ و مقام وفات: استنبول ترکی ۵ شوال ۱۳۱۴ھ ق / ۹ مارچ ۱۸۹۷ء

### آثار و تالیفات

- (۱) ”الرد علی الدھرین“ - محمد عبدہ نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔
- (۲) العروۃ الوثقیٰ - پیرس سے آپ کا جریدہ جس کے ۱۸ شمارے شائع ہوئے۔
- (۳) تتیمۃ البیان فی تاریخ الافغان
- (۴) ضیاء الخافقین - مقالات
- (۵) ”مصر“ اور التجارہ جرائد میں آپ کے مطبوعہ مقالات
- (۶) فرانس کے جریدے ”الذیبا“ میں آپ کا مقالہ
- (۷) مکتوبات وغیرہ<sup>۴۹</sup>

سید جمال الدین افغانی۔ پان اسلام ازم نظریے کا بانی، عالمگیر اسلامی سیاسی وحدت کا علم بردار، علامہ اقبال کا سیاسی پیشرو۔

### کلام اقبال میں سید جمال الدین افغانی کا تذکرہ

جاوید نامہ میں فلک عطار پر پیر رومی کی رہنمائی میں زیارت ارواح جمال الدین افغانی و سعید حلیم پاشا نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل اس پوری نظم کا حوالہ باعث طوالت ہو گا۔ البتہ چیدہ چیدہ اشعار درج ذیل ہیں:

مقتدی تاتار و افغانی امام	رفتم و دیدم دو مرد اندر قیام
طلعتش بر تافت از ذوق و سرور	پیر رومی ہر زمان اندر حضور
ناخن شان عقدہ ہائے ما کشاد	گفت ”مشرق زین دو کس بہتر نژاد
زندہ از گفتار او سنگ و سفال	سید السادات مولانا جمال

ترک سالار آل حلیم دردمند فکرِ او مثل مقام او بلند  
 با چنین مردان دو رکعت طاعت است  
 ورنہ آل کاری کہ مزدش جنت است“<sup>۵۱</sup>

زنده رود! از خاکدان ما بگوی از زمین و آسمان ما بگوی  
 خاکی و چون قدسیاں روشن بصر از مسلمانان بدہ ما را خبر<sup>۵۱</sup>

### افغانی (دین و وطن)

لُرِدِ مغرب آل سرایا مکر و فن او ب فکر مرکز و تو در نفاق  
 تو اگر داری تمیز خوب و زشت چیست دین برخاستن از روی خاک  
 می ننگبند آنکہ گفت اللہ هُو پر کہ از خاک و بر نیزد ز خاک  
 گر چه آدم بردمید از آب و گل حیف اگر در آب و گل غلطد مدام  
 حیف اگر برتر نپرد زین مقام گفت تن در شو بخاکِ رگبدر  
 جان ننگبند در جہات اے ہوشمند  
 حُر ز خاک تیرہ آید در خروش

زانکہ از بازاں نیاید کارموش<sup>۵۲</sup>

### ۳- حکیم سنائی

نام، کنیت و لقب: ابوالمجد مجرود بن آدم سنائی غزنوی

ولدیت: آدم سنائی غزنوی

تاریخ و مقام پیدائش: حدود ۴۶۳ھ ق / ۱۰۷۱ء غزنین



تاریخ و مقام وفات: حدود ۵۳۵ھ ق / ۱۱۵۰ء غزنین ۵۳

### آثار و تالیفات

- (۱) مثنوی حدیقة الحقیقه بالہی نامہ یا فخری نامہ۔
- (۲) دیوان حکیم سنائی - مشتمل قصائد، غزلیات، مقطعات، رباعیات وغیرہ۔
- (۳) سیرالعباد الی المعاد۔
- (۴) کارنامہ بلخ یا (مطائیہ نامہ)۔
- (۵) تحریمة القلم۔
- (۶) مجموعہ نامہ ہائی او۔

### سنائی سے منسوب آثار

- (۱) مثنوی بہرام و بھرور یا ارم نامہ۔
- (۲) مثنوی طریق التحقیق۔
- (۳) عشقنامہ۔
- (۴) مثنوی عقل نامہ۔
- (۵) مثنوی سنائی آباد۔ ۵۴

### کلام اقبال میں تذکرہ سنائی

اقبال نومبر ۱۹۳۳ء میں سفر غزنی کے دوران زیارت حکیم سنائی سے مستفیض ہوئے۔  
بال جبریل میں ان کے مشہور قصیدے کے تنبیح میں ایک طویل غزل لکھی ۵۵ جو سنائی سے  
عقیدت کی آئینہ دار ہے۔ سنائی کے اس قصیدے کا مطلع و مقطع درج ذیل ہے:

مکن در جسم و جان منزل کہ ایں دون است و آن ولا  
قدم زین ہہر دو بیرون نہ نہ ایجا باش و نی آنجا

بھر جہ از اولیا گورندار زفتی و و فقتنی  
پہجہ از انیسا گویند امنا و صدقتا ۵۶

اقبال کا مطلع و مقطع درج ذیل ہے:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا  
غلط تھا اے جنون شاید ترا اندازہ صحرا!

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ  
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا! ۵۷

### سفر بہ غزنی و زیارتِ مزار حکیم سنائی

آہ غزنی آلِ حریمِ علم و فن  
دولتِ محمود را زیبا عروس  
خفتہ در خاکش حکیم غزنوی  
آں ”حکیمِ غیب“ آن صاحبِ مقام  
من ز ”پیدا“ او ز ”پنہاں“ در سرور  
او نقاب از چہرہ ایمان کشود  
ہر دو را از حکمتِ قرآن سبق  
در فضای مرقدِ او سو ختم  
گفتم ای بیندہ اسرارِ جان  
عصر ما وارفتہ آب و گل است  
مومن از فرنگیان دید آنچه دید  
تا نگاہ او ادب از دل نخورد  
اے حکیمِ غیب امامِ عارفان

آنچہ اندر پردہٴ غیب است گوی

بو کہ آبِ رفتہ باز آید بجوی ۵۸

اس کے بعد ۳۰ ابیات میں حکیم سنائی کا جواب ”روح حکیم سنائی از بہشت بریں جواب می دہد“ زینتِ مثنوی مسافر ہے:

عطا کن شورِ روے، سوزِ خسرو  
چناں باندگی در ساختم من  
عطا کن صدق و اخلاص سنائی  
نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی<sup>۵۹</sup>

مئے روشن ز تاکِ من فرو ریخت  
نصیب از آتشِ دارم کہ اول  
خوشا مردی کہ در دامانم آویخت  
سنائی از دلِ رومی بر انگیخت<sup>۶۰</sup>

## ۵- خوشحال خان خٹک

نام: خوشحال خان خٹک

ولدیت: شہباز خان خٹک

تاریخ و مقام پیدائش: ربیع الثانی ۱۰۲۲ھ ق / می جون ۱۶۱۳ء اکوڑہ ضلع نوشہرہ

تاریخ و مقام وفات: ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۰۰ھ ق / فروری ۱۶۸۹ء ڈمبرہ تیراہ

## آثار و تالیفات

- (۱) دیوان خوشحال خان خٹک (پشتو و فارسی)۔
- (۲) باز نامہ۔ باز سے متعلق ان کی افزائش نسل، شکار، بیماریوں اور علاج سے متعلقہ۔
- (۳) ہدایہ۔ مشہور فقہی کتاب کا پشتو ترجمہ۔
- (۴) آئینہ۔ فقہی کتاب کا پشتو ترجمہ۔
- (۵) فضل نامہ۔ منظوم، فقہی و دیگر مذہبی امور۔
- (۶) سوات نامہ۔ سوات کی منظوم تاریخ۔
- (۷) طب نامہ۔ منظوم طبی اصول۔
- (۸) فرخانامہ۔ تلوار اور قلم کا مناظرہ۔
- (۹) فراق نامہ۔ قید کے زمانے کا منظوم اثر۔
- (۱۰) دستار نامہ۔ قبائلی سرداری اور رہبری کے اصولوں سے متعلق نثری اثر،

(۱۱) بیاض۔ منشور سوانحی و خاندانی تذکرہ۔

(۱۲) زنجیری۔ پشتو شارٹ ہینڈ<sup>۶۱</sup>۔

کلام اقبال میں تذکرہ خوشحال خان خٹک

### خوشحال خان کی وصیت

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم کہ ہو نام افغانیوں کا بلند  
 محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!  
 مغل سے کسی طرح کمتر نہیں کہستان کا یہ بچہ ارجمند  
 کہوں تجھ سے اے ہم نشین دل کی بات وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند  
 اڑ کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ  
 مغل شہسواروں کی گردِ سمند<sup>۶۲</sup>

خوش سرود آں شاعرِ افغان شناس آنکہ بیند، باز گوید بے ہراس!  
 آں حکیم ملتِ افغانیان آن طیبِ علتِ افغانیان!  
 رازِ قومی دید و بے باکانہ گفت حرفِ حق با شوخیِ رندانہ گفت!  
 ”اشترے یابد اگر افغانِ حُر  
 یا براق و ساز و با انبارِ دُر  
 ہمتِ دونش ازاں انبارِ دُر  
 می شود خوشنود بازنگِ شتر“<sup>۶۳</sup>

### ۶۔ سلطان محمود غزنوی

نام، لقب و کنیت: یحییٰ بن الدولہ امین الدولہ ابو القاسم محمود بن ابو منصور سبکتگین

غزنوی

ولدیت: ابو منصور سبکتگین غزنوی

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۰ محرم الحرام ۳۶۱ھ ق / ۲ نومبر ۹۷۱ء غزنہ

تاریخ و مقام وفات: ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ ق / ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء غزنہ<sup>۶۴</sup>  
وجہ شہرت: فاتح سومنات، ہندوستان پر سترہ حملے اور معروف مسلمان فرمانروا۔

### کلام اقبال میں تذکرہ سلطان محمود غزنوی

سن اے طلب گارِ درد پہلو! میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا  
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا<sup>۶۵</sup>

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز  
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز  
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!  
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!<sup>۶۶</sup>

درِ حکام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود  
پالسی بھی تری پیچیدہ تراز زلفِ ایاز<sup>۶۷</sup>

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز  
دیکھتی ہے حلقہ گردن میں سازِ دلبری<sup>۶۸</sup>

کوئی دیکھے تو میری نئے نوازی  
نفسِ ہندی، مقامِ نغمہ تازی!

نگہ آلودہ اندازِ افرنگ!  
طبیعتِ غزنوی قسمتِ ایازی!<sup>۶۹</sup>

کیا نہیں اور غزنوی کارگہ حیات میں  
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات! ۷۱

فرو فال محمود سے درگزر  
خودی کو نگہ رکھ، ایازی نہ کر ۷۲

وہ کچھ اور شے ہے، محبت نہیں ہے  
سکھاتی ہے جو غزنوی کو ایازی! ۷۳

چوں زیاں پیرایہ بندد سود را  
می کند مذموم ہر محمود را ۷۴

جملہ عالم ساجد و مسجود عشق  
سومنات عقل را محمود عشق ۷۵

مملکت را دین او معبود ساخت  
فکر او مذموم را محمود ساخت ۷۶

برہمنے بہ غزنوی گفت کرا تم نگر  
تو کہ صنم شکستہ بندہ شدی ایاز را ۷۷

بمبتاع خود چه نازی کہ بہ شہر درد مندان  
دل غزنوی نیرزد بہ تبسم ایازے ۷۸

محمود غزنوی کہ صنم خانہ ہا شکست  
زُناری بتان صنم خانہ دل است ۷۹

یکے کار فرما، یکے کار ساز  
نیاید ز محمود کارِ ایاز<sup>۷۹</sup>

---

ایں خرابات فرنگ است و ز تاثیر مَسْئِش  
آنچه مذموم شمارند نماید محمود<sup>۸۰</sup>

---

من بسیمائے غلامانِ فرِ سلطان دیدہ ام  
شعلہٴ محمود از خام ایاز آید بروں!<sup>۸۱</sup>

---

کسے این معنیٰ نازک نداند جز ایاز ایجا  
کہ مہر غزنوی افزوں کند دردِ ایازی را<sup>۸۲</sup>

---

کافری را پختہ تر سازد شکستِ سومنات  
گرمی بتخانہ ہنگامہٴ محمود نے<sup>۸۳</sup>

---

چہ گوئیمت کہ چہ بودی چہ کردئی چہ شدی  
کہ خوں کند جگرم را ایازی محمود<sup>۸۴</sup>

---

بطرزِ دیگر از مقصودِ گفتم  
جوابِ نامہٴ محمودِ گفتم<sup>۸۵</sup>

---

آہ غزنی آں حریمِ علم و فن  
مرغزایِ شیرِ مردانِ کہن

---

دولتِ محمود را زیبا عروس  
از حنا بندانِ او دانائے طوس<sup>۸۶</sup>

### بر مزارِ سلطان محمود علیہ الرحمۃ

خیزد از دل نالہ ہا بے اختیار  
 آں دیار و کاخ و کو ویرانہ ایست  
 گنبدے! در طوف او چرخ بریں  
 آنکہ چون کودک لب از کوشربشت  
 برق سوزاں تیغ بے زہارِ او  
 زیر گردوں آیت اللہ رائتس  
 شوخی فکرم مرا از من ربود  
 رخ نمود از سینہ ام آں آفتاب  
 مہر گردوں از جلالش در رکوع  
 وارہیدم از جہاں چشم و گوش  
 شہر غزنین! یک بہشت رنگ و بو  
 قصر ہائے او قطار اندر قطار  
 نکتہ سنج طوس را دیدم بہزم  
 آں ہمہ مشتاقی و سوز و سرور  
 تخم اٹکے اندراں ویرانہ کاشت

تانبودم بے خبر از رازِ او  
 سو ختم از گرمی آوازِ او<sup>۸۷</sup>

### ۷- شیرشاہ سوری

نام و لقب: فرید الدین خان شیرشاہ سوری  
 ولدیت: حسن خان

تاریخ و مقام پیدائش: بہار سہرام

تاریخ و مقام وفات: ۲۲ مئی ۱۵۳۵ء کانجر<sup>۸۸</sup>



وجہ شہرت: سوری افغان خاندان کا بانی، ہندوستان کا حکمران اور جدید موصلاتی نظام کا

بانی۔

### کلام اقبال میں تذکرہ شیرشاہ سوری

یہ نکتہ خوب کہا شیرشاہ سوری نے  
عزیز ہے انھیں نام وزیری و محمود  
کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری  
ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری  
ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی  
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری

وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات و منات

خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری! <sup>۸۹</sup>

یک زمان بارفتگان صحبت گزین	صنعتِ آزاد مرداں ہم بہ بین
خیز و کار ایک و سوری نگر	وانما چشمے اگر داری جگر
خویش را از خود بروں آورده اند	ایں چنین خود را تماشا کرده اند
سنگ ہا با سنگ ہا پیوستہ اند	روزگارے را بآنے بستہ اند
دیدن او پختہ تر سازد ترا	در جہاں دیگر اندازد ترا
نقش سوئے نقشگر می آورد	از ضمیر او خبر می آورد
ہمت مردانہ و طبع بلند	در دلِ سنگ ایں دو لعل ارجمند
سجدہ گاہ کیست ایں از من مپرس	بے خبر! رودادِ جاں از تن مپرس
وائے من از خویشتن اندر حجاب	از فراتِ زندگی ناخوردہ آب
وائے من از بیخ و بُن برکنده	از مقامِ خویش دور افکنده
محمی ہا از یقین محکم است	وائے من شاخِ یقینم بے نم است

در من آں نیروے الا اللہ نیست

سجدہ ام شایانِ این درگاہ نیست <sup>۹۰</sup>

۸- علی ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ

نام و کنیت: شیخ علی ہجویریؒ ابو الحسن الجلابی الغزنوی ثم البجویری

ولدیت: عثمان ابن علی یا ابو علی  
تاریخ و مقام پیدائش: حدود ۴۰۰ھ / ۱۰۱۰ء ہجویر غزنی  
تاریخ و مقام وفات: حدود ۴۵۶ھ یا ۴۶۴ھ لاہور

## آثار

- (۱) کشف المحجوب۔
- (۲) دیوان۔
- (۳) منہاج الدین۔
- (۴) اہل صفہ۔
- (۵) منصور حلاج۔
- (۶) رسالۃ اسرار الخرق والمؤنات۔
- (۷) کتاب فنا و بقا۔
- (۸) کتاب الا بیان لاہل العیان۔<sup>۹۱</sup>
- (۹) بحر القلوب۔
- (۱۰) الرعاۃ لحقوق اللہ۔

## کلام اقبال میں علی ہجویریؒ کا تذکرہ

حکایت نوجوانے از مرو کہ پیش حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ آمدہ از ستم اعدا  
فریاد کرد

مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم  
در زمین ہند تخمِ سجدہ ریخت  
حق ز حرف او بلند آوارہ شد  
از نگاہش خانہ باطل خراب  
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

سید ہجویرِ مخدوم اُم  
بند ہائے کوسار آساں گسیخت  
عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد  
پاسبانِ عزت اُم الکتاب  
خاکِ پنجاب از دم او زندہ گشت

از جبینش آشکار اسرارِ عشق  
گلشنے در غنچہ مضر کم  
واردِ لاہور شد از شہر مرو  
تار باید ظلمتش را آفتاب  
در میان سنگها میناسم  
زندگی کردی میان دشمنان  
بستہ بیانِ محبت با جلال  
غافل از انجام و آغاز حیات  
قوتِ خوابیدہ بیدار شو  
شیشہ گردید و شکنجہ پیشہ کرد  
نقد جانِ خویش با رہزن سپرد  
از گل خود شعلہ طور آفرین  
شکوہ سنج دشمنان بودن چرا  
ہستی او رونق بازار تست  
فضل حق داند اگر دشمن قوی است  
ممکناتش را بر انگیزد ز خواب  
قطع منزل امتحان تیغِ عزم  
گر بخود محکم نہ بودن چه سود  
تو اگر خواهی جہاں برہم کنی  
گر بقا خواهی بخود آباد شو  
تو چه پنداری فراق جان و تن؟  
از اسیری تا شہنشاہی خرام  
مردِ حق شو حاصلِ اسرار شو  
غنچہ از زورِ نفس و امی کنم

عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق  
داشته از کمالش سرکنم  
نوجوانے قاتش بالا چو سرو  
رفت پیشِ سید والا جناب  
گفت محصورِ صفِ اعدا تم  
با من آموزائے شہہ گردوں مکان  
پیرِ دانائے کہ در ذاتش جمال  
گفت اے نامحرم از راہ حیات  
فارغ از اندیشہ اغیار شو  
سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد  
نا تو ان خود را اگر رہرو شمرد  
تا کجا خود را شماری ماء و طین  
بہ عزیزان سرگرداں بودن چرا  
راست میگویم عدو ہم یار تست  
ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است  
کشتِ انسان را عدو باشد سحاب  
سنگ رہ گردد فسانِ تیغِ عزم  
مثل حیوان خوردن آسودن چه سود  
خویش را چوں از خودی محکم کنی  
گرفنا خواهی از خود آزاد شو  
چہیست مردن از خودی غافل شدن  
در خودی کن صورتِ یوسف مقام  
از خودی اندیش و مردِ کار شو  
شرحِ راز از داستانہا می کنم

”خوشتر آں باشد که سر دلبران  
گفته آید در حدیث دیگران“<sup>۹۲</sup>

## ۹- امام فخر الدین رازی

نام، کنیت و لقب: محمد ابو عبد اللہ ابو الفضل فخر الدین الرازی  
ولادت: ابو القاسم ضیاء الدین  
تاریخ و مقام پیدائش: ۲۵ رمضان ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ بمقام رے  
تاریخ و مقام وفات: ۶۰۶ھ ق بمقام ہرات<sup>۹۳</sup>

## آثار

- (۱) تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)۔
- (۲) اسرار التنزیل و انوار التاویل۔
- (۳) تفسیر سورة الفاتحة۔
- (۴) تفسیر سورة البقرہ۔
- (۵) تفسیر سورة الاخلاص۔
- (۶) لوامع البنات۔
- (۷) محصل۔
- (۸) معالج۔
- (۹) الاربعین فی اصول الدین۔
- (۱۰) الحمسین فی اصول الدین۔
- (۱۱) نہایة العقول۔
- (۱۲) کتاب القضاء والقدر۔
- (۱۳) اساس التقدیس۔
- (۱۴) الطائف الغیائیہ۔
- (۱۵) عصمة الانبیاء۔

(۱۶) مطالب العالیہ۔

(۱۷) رسالہ فی النبوت۔

(۱۸) الرياض المؤتقة

(۱۹) کتاب الملل و النحل۔

(۲۰) عقیل الحق۔

(۲۱) کتاب الزیدہ وغیرہ آثار کی تعداد ۸۰-۹۴

### کلام اقبال میں امام رازی کا تذکرہ

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں  
کبھی سوز و سازِ رومیؒ کبھی پیچ و تابِ رازی!ؒ<sup>۹۵</sup>

علاجِ ضعفِ یقین ان سے ہو نہیں سکتا  
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق!ؒ<sup>۹۶</sup>

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!ؒ<sup>۹۷</sup>

نے مہرہ باقی، نے مہرہ بازی جیتا ہے رومیؒ ہارا ہے رازیؒ!ؒ<sup>۹۸</sup>

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب  
گرہ کشا ہے نہ رازیؒ نہ صاحبِ کشاف!ؒ<sup>۹۹</sup>

جمالِ عشق و مستی نے نوازی جمالِ عشق و مستی بے نیازی  
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی!ؒ<sup>۱۰۰</sup>

ذوقِ جعفر، کاوشِ رازی نماوند آبروئے ملتِ تازی نماوند!ؒ<sup>۱۰۱</sup>

ز رازی معنیٰ قرآن چہ پرسی ضمیر ما بآیاتش دلیل است

خرد آتش فروزد، دل بسوزد  
ہمیں تفسیرِ نمرود خلیل است<sup>۱۰۲</sup>

بہر نرنے کہ این کالا بگیری سودمند افتد  
بزورِ بازوئے حیدرؑ بدہ ادراکِ رازئی<sup>۱۰۳</sup> رازئی

دراں عالم کہ جزو از کل فزون است  
قیاسِ رازئی و طوسی جنون است<sup>۱۰۴</sup>

ترسم کہ تو مے دانی ز ورقِ بسراب اندر  
زادی بہ حجابِ اندر میری بہ حجابِ اندر  
چوں سُرْمهٔ رازئی را از دیدہ فرو شستم  
تقدیرِ امم دیدم پنہاں بکتابِ اندر<sup>۱۰۵</sup>

ز رازی حکمتِ قرآنِ پیاموز  
ولے این نکتہ را از من فراگیر  
چراغے از چراغِ او بر افروز  
کہ نتوان ز یسین بے مستی و سوز<sup>۱۰۶</sup>

خرد بیگانہ ذوقِ یقین است  
دو صد بو حامد و رازی نیرزد  
تقار علم و حکمت بد نشین است  
بنادانے کہ چشمش راہ بین است<sup>۱۰۷</sup>

### ۱۰- محمد نور الدین جامی

نام: محمد نور الدین عبد الرحمن جامی

ولدیت: نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد

تاریخ و مقام پیدائش: ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ خرچرد جام (خراسان)

تاریخ و مقام وفات: ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ / ۹ نومبر ۱۴۹۲ء ہرات

### آثار

بہفت اورنگ جامی، شواہدِ نوبت، اشعة اللمعات، شرح فصوص  
الحکم، لوامع، لوائح، مناقب خواجہ عبد اللہ انصاری، شرح لا اِلهَ اِلاَّ اللہ،

تحفة الاحرار، سجة الاحرار، رساله كبير، نفعات الانس، وغیرہ۔ آثار کی تعداد ۳۹ بتائی جاتی ہے۔<sup>۱۰۸</sup>

### کلام اقبال میں تذکرہ مولانا جامی

نایاب نہیں متاعِ گفتار صد انوری و ہزار جامی<sup>۱۰۹</sup>

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است      اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است  
کشتہ انداز ملا جامیم      نظم و نثر او علاجِ خامیم  
شعر لب ریز معانیِ گفتہ است      در ثنائے خواجہ گوہر خفتہ است  
”نسخہ کونین را دیباچہ اوست  
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست“<sup>۱۱۰</sup>

گہے شعر عراقی را بخوانم      گہے جامی زند آتش بجانم  
ندانم گرچہ آہنگِ عرب را      شریکِ نغمہ ہاے ساربانم<sup>۱۱۱</sup>  
مرا از منطق آید بوے خای      دلیل او دلیلِ ناتمامی!  
برویم بستہ درہا را کشاید      دو بیت از پیرِ رومی یا ز جامی<sup>۱۱۲</sup>

### کلام اقبال میں معاصر افغانی شخصیات کا تذکرہ

#### ۱-غازی امان اللہ خان

نام: اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خان

ولدیت: امیر حبیب اللہ خان

تاریخ و مقام پیدائش: جمعرات ۵ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ق / ۱۸۹۱ء / ۱۳ دلو ۱۲۷۰ھ ش

پغمان<sup>۱۱۳</sup>

تاریخ و مقام وفات: سوموار ۱۳۸۰ھ ق / ۲۵ اپریل ۱۹۶۰ء / ۵ ثور ۱۳۳۹ھ ش  
زورخ اعلیٰ

وجہ شہرت: افغانستان کا فرمانروا اور استقلالِ افغانستان کا مؤسس

کلام اقبال میں تذکرہ غازی امان اللہ خان

پیشکش پیام مشرق

بخصوص اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان فرمانروائے دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ  
ملکہ واجلالہ۔

اے امیر کامگار اے شہریار	نوجوان و مثل پیراں پختہ کار
چشم تو از پردگہا محرم است	دل میان سینہ ات جام جم است
عزم تو پایندہ چون کہسارِ تو	حزم تو آساں کند دشوارِ تو
ہمت تو چون خیال من بلند	ملتِ صد یارہ را شیرازہ بند
ہدیہ از شاہنشہاں داری بے	لعل و یاقوتِ گراں داری بے

اے امیر، ابن امیر، ابن امیر

ہدیہ از بے نوائے ہم پذیر!

تا مرا رمز حیات آموختند	آتشی در پیکرم افروختند
یک نوائے سینہ تاب آورده ام	عشق را عہد شباب آورده ام
پیرِ مغرب شاعرِ المانوی	آں قتیلِ شیوہ ہائے پہلوی
بست نقش شاہدان شوخ و شنگ	دادِ مشرق را سلائے از فرنگ
در جوابش گفتم ام پیغامِ شرق	ماہ تا بے ریختم بر شامِ شرق
تا شناساے خودم، خود میں نیم	باتو گویم او کہ بود و من کیم
او ز افرنگی جواناں مثل برق	شعلہ من از دم پیرانِ شرق
او چمن زادے، چمن پروردہ	من دمیدم از زمینِ مردہ
او چو بلبل در چمن "فردوسِ گوش"	من بصرہا چوں جرس گرم خروش



ہر دو پیغامِ حیات اندر ممت  
 او برہنہ، من ہنوز اندر نیام  
 زادہ دریائے ناپیدا کنار  
 تا گریبانِ صدف را بر درید  
 در ضمیر بحر نایابم ہنوز  
 از نخستانم تہی پیمانہ رفت  
 تخت کسریٰ زیر پائے او نہم  
 رنگ و آب شاعری خواہد ز من  
 آشکارم دید و پنهانم ندید  
 صحبتِ خاشاک و آتش در گرفت  
 نقشِ غیر از پردہ چہتم ر بود  
 مصرعِ من قطرہ خونِ من است  
 در کمالِ این جنوں فرزانگیست  
 در دیارِ ہند خوارم کردہ اند  
 طارم در گلستانِ خود غریب!

ہر دو دانائے ضمیرِ کائنات  
 ہر دو خنجرِ صبحِ خند، آئینہ فام  
 ہر دو گوہرِ ارجمند و تاب دار  
 او ز شوخی در تہِ قلمز تمیید  
 من بہ آغوشِ صدف تاہم ہنوز  
 آشنائے من ز من بیگانہ رفت  
 من شکوہِ خسروی او را دہم  
 او حدیثِ دلبری خواہد ز من  
 کم نظر بیتابیِ جانم ندید  
 فطرتِ من عشقِ را در بر گرفت  
 حق رموزِ ملک و دین بر من کشود  
 برگ گل رنگین ز مضمونِ من است  
 تا نہ پنداری سخن دیوانگیست  
 از ہنر سرمایہ دارم کردہ اند  
 لالہ و گل از نوایم بے نصیب

بسکہ گردوں سفلہ و دوں پرور است

و اے بر مردے کہ صاحبِ جوہر است

آفتاب ما توارت بالحجاب!  
 از دم او سوزِ اِلَّا اللہ رفت  
 سست رگ تو رانیانِ ژندہ پیل  
 مشرق و مغرب زخونش لالہ زار  
 خاکِ ایراں ماند و ایرانی نماند  
 آل کهن آتشِ فسر د اندر دلش

دیدہ اے خسرو کیواں جناب  
 ابطحی در دشتِ خویش از راہ رفت  
 مصریاں افتادہ در گردابِ نیل  
 آلِ عثمان در شلنجِ روزگار  
 عشقِ را آئینِ سلمانی نماند  
 سوز و سازِ زندگی رفت از گلش

مسلم ہندی شکم را بندہ خود فروشے، دل زدیں برکنده  
 در مسلمان شان محبوبی نماند  
 خالد و فاروق و ابوبی نماند

اے ترا فطرتِ ضمیر پاک داد از غم دین سینہ صد چاک داد  
 تازہ کن آئین صدیق و عمر تازہ کن آوارہ کوه و دمن  
 ملت آوارہ کوه و دمن زیرک و رویں تن و روشن جبین  
 قسمت خود از جہاں نایافتہ در قہستان خلوتے ورزیدہ  
 در قہستان خلوتے ورزیدہ جان تو بر محنتِ پیہم صبور  
 کوش در تہذیب افغانِ غیور

تاز صدیقانِ این اُمت شوی

بہر دین سرمایہ قوت شوی

زندگی جہد است و استحقاق نیست جز بعلمِ انفس و آفاق نیست  
 گفت حکمت را خدا خیر کثیر ہر کجا این خیر را بینی بگیر  
 سید کل، صاحب ام الکتاب پردیگہا بر ضمیرش بے حجاب  
 گرچہ عین ذات را بے پردہ دید رب زذنی از زبان او چکید  
 علم اشیا علم الاساستے ہم عصا و ہم ید بیضاستے  
 علم اشیا داد مغرب را فروغ حکمت او ماست می بندد ز دوغ  
 جان ما را لذتِ احساس نیست خاک رہ جُز ریزہ الماس نیست  
 علم و دولت نظم کارِ ملت است علم و دولت اعتبارِ ملت است  
 آں یکے از سینہ احرار گیر واں دگر از سینہ کہسار گیر  
 دشمن زن در پیکرِ این کائنات در شکم دارد گہر چوں سومنات

لعل ناب اندر بدخشان تو هست

برق سینا در قہستان تو هست

کشورِ محکم اساسے بایدت؟  
 اے بسا آدم کہ ابلیسی کند  
 رنگ او نیرنگ و بود او نمود  
 پاکباز و کعبتین او دغل  
 درنگر اے خسرو صاحب نظر  
 مرشدِ رومی حکیم پاک زاد  
 دیدہ مردم شناسے بایدت  
 اے بسا شیطان کہ ادریسی کند  
 اندرونِ او چو داغِ لاله دود  
 ربین و غدر و نفاق اندر بغل  
 نیست ہر سنگے کہ می تابد گہر  
 بر مرگ و زندگی بر ما کشاد  
 ”ہر ہلاکِ امتِ پیش کہ بود

زانکہ بر جندل گماں بردند عود“

سروری دردین ما خدمت گری است  
 در ہجوم کار ہائے ملک و دیں  
 ہر کہ یک دم در کمین خود نشست  
 در قبائے خسروی درویش زی  
 قائدِ ملت شہنشاہِ مراد  
 ہم فقیرے، ہم شہہ گردوں فرے  
 غرق بودش در زہہ بالا و دوش  
 آہ مسلماناں کہ میری کردہ اند  
 در امارت فقر را افزودہ اند  
 حکمرانے بود و سامانے نہداشت  
 ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست  
 سوزِ صدیق و علیؑ از حق طلب  
 زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست  
 جلوہ بے پردہ او وا نمود  
 روح را جز عشقِ او آرام نیست  
 عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است  
 بادلِ خودیک نفسِ خلوت گزیں  
 ہیچ نخچیر از کمندِ او نجست  
 دیدہ بیدار و خدا اندیش زی  
 تیغ او را برق و تندر خانہ زاد  
 اردشیرے باروانِ بوذرتے  
 در میانِ سینہ دل موئینہ پوش  
 در شہنشاہی فقیری کر دہ اند  
 مثلِ سلمانؑ در مدائنِ بودہ اند  
 دستِ او جز تیغ و قرآنے نہداشت  
 بحر و بر در گوشہ دلمانِ اوست  
 ذرہٗ عشقِ نبیؐ از حق طلب  
 برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست  
 جوہرِ پنہاں کہ بود اندر وجود  
 عشقِ اوروزیست کُور را شام نیست

خیز و اندر گردش آور جام عشق  
در قہستان تازہ کن پیغامِ عشق<sup>۱۴</sup>

## ۲- اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید

نام: محمد نادر شاہ غازی

تاریخ و مقام پیدائش: ۲۱ حمل ۱۲۶۲ھ ش / ۹ اپریل ۱۸۸۳ء

تاریخ و مقام وفات: ۱۶ عقرب ۱۳۱۲ھ ش / باغِ دلکشاکابل

وجہ شہرت: ستوی انقلاب کے بعد افغانستان کا بادشاہ

مدت حکومت: چار سال ۲۳ دن۔<sup>۱۵</sup>

## کلام اقبال میں تذکرہ محمد نادر شاہ غازی

حضورِ حق سے چلا لے کے لولوے لالا  
وہ ابر جس سے رگِ گل ہے مثل تارِ نفس!  
بہشت راہ میں دیکھا تو ہو گیا بے تاب  
عجب مقام ہے جی چاہتا ہے جاؤں برس  
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا  
ہرات و کابل و غزنی کا سبزہ نوری!  
سر شکر دید نادر بہ داغِ لالہ فشاں  
چناں کہ آتش او را دگر فرو نہ نشان<sup>۱۶</sup>

(آں سوئے افلاک)

حرکت بہ کاخِ سلاطین مشرق

نادر، ابدالی، سلطان شہید

خسروانِ مشرق اندر انجمنِ سلطنتِ ایران و افغان و دکن  
نادر آل دانائے رمز اتحاد با مسلمان داد پیغام و داد<sup>۱۷</sup>

## نادر

خوش بیا اے نکتہ سنج خاوری  
محرم رازیم با ما راز گوے

اے کہ می زبید ترا حرفِ دری  
آنچه میدانی ز ایراں باز گوے<sup>۱۱۸</sup>

## ابدالی

آنچه بر تقدیر مشرق قادر است  
پہلوی آں وارثِ تحتِ قباد

عزم و حزم پہلوی و نادر است  
ناخن او عقدہ ایران کشاد

نادر آں سرمایہ درانیاں  
از غم دین و وطن زار و زبوں

ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر  
من فدائے آنکہ خود را دیدہ است

لشکرش از کوهسار آمد بروں  
باعد و فولاد و بایاران حریر!

عصر حاضر را نکو سنجیدہ است!

غریباں را شیوہ ہائے ساحری است

تکیہ جز بر خویش کردن کافر می است<sup>۱۱۹</sup>

فردوس بریں میں سلطان شہید اور زندہ رود کے طویل مکالمے کے بعد سلطان شہید کا پیغام ”بنام رود کا ویری حقیقت حیات و مرگ شہادت“ کے نام سے طویل نظم موجود ہے۔<sup>۱۲۰</sup> ۱۹۳۳ء میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر علامہ افغانستان تشریف لے گئے۔ وہاں کے تاثرات و کیفیات کو مثنوی مسافر میں بیان کیا جہاں جابجا نادر شاہ غازی کا تذکرہ ملتا ہے:

نادرِ افغان شہِ درویش خو  
کارِ ملت محکم از تدبیر او

رحمتِ حق بر روانِ پاکِ او  
حافظِ دین مبین شمشیر او

چوں ابوذر خود گداز اندر نماز  
عہدِ صدیق از جمالش تازہ شد!

ضربش ہنگام کیں خارا گداز!  
عہدِ فاروق از جلالش تازہ شد!

در شب خاور وجودِ او چراغ!  
از غم دین دردش چوں لالہ داغ

در نگاہش مستیِ اربابِ ذوق  
 خسروی شمشیر و درویشی نگہ  
 فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ ست  
 این دو قوت از وجودِ مومن است  
 فقر سوز و دردِ داغ و آرزوست  
 فقرِ نادرِ آخر اندرِ خونِ تمیید  
 اے صبا اے رہِ نورِ تیز گام  
 شاہ در خواب است یا آہستہ نہ  
 از حضورِ او مرا فرماں رسید  
 ”سو ختم از گرمیِ آوازِ تو  
 از غمِ تو ملتِ ما آشناست  
 اے با آغوشِ سحابِ ما چو برق  
 یک زماں در کویسارِ ما درخش  
 تا کجا در بند بندہ باشی اسیر  
 طے نمودم باغِ وراغ و دشت و در

مسافر وارد می شود بہ شہر کابل و حاضر می شود بحضورِ اعلیٰ حضرت شہیدؒ

شہر کابل! خطہٴ جنتِ نظیر  
آب حیواں از رگِ تا کش بگیر!

قصرِ سلطانی کہ نامش دلکشاست  
 شاہ را دیدم دراں کاخِ بلند  
 خُلُقِ او اقلیمِ دلہا را کشود  
 من حضورِ آں شہِ والا گہر  
 جانم از سوزِ کلامش در گداز  
 بادشاہے خوش کلام و سادہ پوش  
 زاراں را گردِ راہش کیمیاست  
 پیشِ سلطانے، فقیرے درد مند  
 رسمِ و آئینِ ملوکِ آنجا نہ بود  
 بے نوا مردے بدربارِ عمر  
 دستِ او بوسیدم از راہِ نیاز  
 سخت کوش و نرمِ خوے و گرمِ جوش

صدق و اخلاص از نگاہش آشکار  
 خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر  
 در نگاہش روزگار شرق و غرب  
 شہریارے چوں حکیمان نکتہ دان  
 پرده ہا از طلعت معنی کشود  
 گفت ازاں آتش کہ داری در بدن  
 ہر کہ اورا از محبت رنگ و بوست  
 در حضور آں مسلمان کریم  
 گفتم این سرمایہ اہل حق است  
 اندر و ہر ابتدا را انتہاست  
 نشہ حرقم بخون او دوید  
 گفت ”نادر در جہاں بے چارہ بود  
 کوہ و دشت از اضطرابم بے خبر  
 نالہ بابانگ ہزار آمیختم

دین و دولت از وجودش استوار  
 از مقام فقر و شاہی باخبر  
 حکمت او رازدارِ شرق و غرب  
 رازدانِ مدوجزرِ امتاں  
 نکتہ ہائے ملک و دین را وانمود  
 من ترا دانم عزیزِ خویشتن  
 در نگاہم ہاشم و محمود اوست  
 ہدیہ آوردم ز قرآنِ عظیم  
 در ضمیر او حیاتِ مطلق است  
 حیدر از نیروے او خیر کشاست  
 دانہ دانہ اشک از چشمش چکید  
 از غم دین و وطن آوارہ بود  
 از غمانِ بے حسابم بے خبر  
 اشک باجوے بہار آمیختم

غیر قرآن نمگسارِ من نہ بود  
 قولش ہر باب را بر من کشود“

گفتگو بے خسرو والا نژاد  
 وقتِ عصر آمد صدائے الصلوات  
 انتہائے عاشقان سوز و گداز  
 کردم اندر اقتدائے او نماز

راز ہائے آں قیام و آں سجود  
 جُز بزمِ محرماں نتواں کشود<sup>۱۲۲</sup>

بر مزارِ حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمۃ مؤسس ملت افغانیہ

فاش گو با پورِ نادر فاش گوے  
 باطن خود را بہ ظاہر فاش گوے<sup>۱۲۳</sup>

## ۳۔ اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ

نام و لقب: المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ

ولدیت: اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی

تاریخ و مقام ولادت: ۲۲ میزبان ۱۲۹۳ھ ش / ۱۹۱۴ء ۱۲۴

تاریخ وفات: ۲۳ جولائی ۲۰۰۷ء تدفین کابل

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی شہادت کے بعد افغانستان کے بادشاہ بنے اور تقریباً چالیس سال تک افغانستان کے فرمانروا رہے۔ روم میں کئی سال جلاوطنی کے بعد عازم وطن ہوئے۔

## کلام اقبال میں تذکرہ المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ

## خطاب بہ بادشاہ اسلام اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ ائیدہ اللہ بصرہ

اے قبائے یاد شاہی بر تو راست	سایہ تو خاک ما را کیمیاست
خسروی را از وجود تو عیار	سطوت تو ملک و دولت را حصار
از تو اے سرمایہ فتح و ظفر	تخت احمد شاہ را شانے دگر
سینہ ہا بے مہر تو ویرانہ بہ	از دل و از آرزو بیگانہ بہ
آبگوں تیغے کہ داری در کمر	نیم شب از تاب او گردد سحر
نیک می دانم کہ تیغ نادر است	من چه گویم باطن او ظاہر است

حرف شوق آورده ام از من پذیر

از فقیرے رمز سلطانی بگیر

اے نگاہ تو ز شاہیں تیز تر	گرد این ملک خدا دادے نگر
ایں کہ می نینیم از تقدیر کیست؟	چیست آل چیزے کہ می باست و نیست؟
روز و شب آئینہ تدبیر ماست	روز و شب آئینہ تقدیر ماست
باتو گویم اے جوان سخت کوش	چیست فردا؟ دختر امروز و دوش!
ہر کہ خود را صاحب امروز کرد	گرد او گردد سپہر گرد گرد
او جہان رنگ و بو را آبروست	دوش ازو، امروز ازو فردا ازوست



مردِ حق سرمایہ روز و شب است  
 بندہ صاحب نظر پیرِ ام  
 از نگاہش تیز تر شمشیر نیست  
 لرزد از اندیشہ آں پختہ کار  
 چوں پدر اہل ہنر را دوست دار  
 ہچو آں خلد آشیان بیدار زی  
 می شناسی معنی کرار چیست  
 امتاں را در جہان بے ثبات  
 سرگذشت آں عثمان را نگر  
 تا ز کراری نصیبی داشتند  
 مسلم ہندی چر امیدان گذاشت؟  
 مشتِ خاکش آنچنان گردیدہ سرد  
 ذکر و فکرِ نادری در خون تست  
 اے فروغِ دیدہ برنا و پیر  
 ہم ازاں مردے کہ اندر کوہِ دشت  
 روز با شب ہا تپیدن میتواں  
 صد جہاں باقی است در قرآں ہنوز  
 باز افغان را ازاں سوزے بدہ  
 ملتے گم گشتیہ کوہ و کمر  
 زانکہ بود اندر دل من سوز و درد  
 کاروبارش را نکو سنجیدہ ام  
 مردِ میداں زندہ از اللہ ہوست  
 بندہ کو دل بہ غیر اللہ نہ بست  
 او گلنجد در جہان چون و چند

زاں کہ او تقدیر خود را کو کب است  
 چشم او بینائے تقدیرِ ام  
 ماہمہ نخبیر! او نخبیر نیست  
 حادثات اندر بطونِ روزگار  
 بندہ صاحب نظر را دوست دار  
 سخت کوش و پردم و کرار زی  
 ایں مقامے از مقاماتِ علیؑ ست  
 نیست ممکن جز بکراری حیات  
 از فریب غریباں خونیں جگر  
 در جہاں دیگر علم افراشتند  
 ہمت او بوئے کراری نداشت!  
 گرمی آوازِ من کارے نکرد!  
 قاہری با دلبری در خونِ تست  
 سر کار از ہاشم و محمود گیر  
 حق ز تیغ او بلند آوازہ گشت  
 عصر دیگر آفریدن میتواں  
 اندر آیاتش یکے خود را بسوز  
 عصر او را صبح نو روزے بدہ  
 از جبینش دیدہ ام چیزے دگر  
 حق ز تقدیرش مرا آگاہ کرد  
 آنچہ پنہاں است پیدا دیدہ ام  
 زیر پایے او جہان چار سوست!  
 می توای سنگ از زجاج او شکست  
 تہمت ساحل بایں دریا بند

چوں زر وے خویش برگیرد حجاب  
او حساب است او ثواب است او عذاب!

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است  
آں فتوحاتِ جہانِ ذوق و شوق  
ہر دو انعامِ خدائے لایزال  
حکمتِ اشیا فرنگی زاد نیست  
نیک اگر بنی مسلمان زادہ است  
چوں عرب اندر اروپا پر کشاد  
دانہ آں صحرائِ شیناں کاشتند  
ایں پری از شمشیرِ اسلافِ ماست  
لیکن از تہذیبِ لا دینی گریز  
فتنہ ہا ایں فتنہ پرداز آورد  
از فسونش دیدہ دل نا بصیر  
لذتِ بیتانی از دل می برد

کہنہ دُز دے غارتِ او بر ملاست

لالہ می نالد کہ داغِ من کجاست!

حق نصیب تو کند ذوق حضور  
”مردان وہم زیستن اے نکتہ رس  
مردِ کر سوزِ نوا را مردہ  
پیشِ چنگے مست و مسرور است کور  
روح با حق زندہ و پایندہ است  
آنکہ حیّ لَا یَمُوت آمد حق است  
ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست  
باز گویم آنچه گفتیم در زبور  
ایں ہمہ از اعتبارات است و بس  
لذتِ صوت و صدا را مردہ  
پیشِ رنگے زندہ در گور است کور  
ورنہ ایں را مردہ آں را زندہ است  
زیستن با حق حیاتِ مطلق است  
گرچہ کس در ماتم او زار نیست“

در ضمیرش دیدہ ام آب حیات  
 می رساند بر مقام لَا تَخَفْ  
 بیت مردِ فقیر از لَا إِلَهَ  
 مَا سِوَا اللَّهِ رانثاں نگذاشتیم!  
 اے خنک مردے کہ در عصر من است  
 بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر!  
 شرح رمز صِبْغَةَ اللَّهِ گفته ام  
 کہنہ شانے را نے بخشیدہ ام  
 عقل از صہبائے من روشن ایام  
 با مسلماناں حرفِ پُر سوزے کہ گفت؟  
 تا مقام خویش بر من فاش گشت  
 آتش افسردہ باز افروختم  
 سطوتِ کوہے بکاہے دادہ اند  
 در شراب من سرورِ لَا إِلَهَ  
 جوئے ساحل ناپذیر از فیض اوست

برخور از قرآن اگر خواہی ثبات  
 می دہد ما را پیام لَا تَخَفْ  
 قوتِ سلطان و میر از لَا إِلَهَ  
 تادو تیغ لَا و إِلَّا داشتیم  
 خاوراں از شعلہ من روشن است  
 از تب و تاہم نصیب خود بگیر  
 گوہر دریائے قرآن سفتہ ام  
 با مسلماناں غے بخشیدہ ام  
 عشق من از زندگی دارد سراغ  
 نکتہ ہائے خاطر افروزے کہ گفت؟  
 ہچو نے نالیدم اندر کوہ و دشت  
 حرفِ شوق آموختم وا سوختم  
 با من آہ صبحگاہے دادہ اند  
 دارم اندر سینہ نورِ لَا إِلَهَ  
 فکرِ من گردوں مسیر از فیض اوست

پس بگیر از بادۂ من یک دو جام  
 تا در خشی مثل تیغ بے نیام! ۱۲۵

## اقبال کی افغانوں سے وابستہ توقعات

علامہ افغانوں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اس محبت کی وجہ افغانوں کی وہ سخت کوشی اور دین و مذہب سے وہ عشق ہے جو اقوام عالم میں نسبتاً کم قوموں کے حصے میں آیا ہے۔ مذہب سے اس عشق اور سماجی طور پر مضبوط و مستحکم قوم ہونے کی بنا پر علامہ کی افغانوں سے کئی توقعات وابستہ تھیں۔

چونکہ غلام ہندوستان اور عالم اسلام میں مسلمانوں کی ابتلا کے زمانے میں اقبال کو حریت، جرأت اور آزادی کی صورتیں افغانستان میں نظر آئیں لہذا اقبال نے افغانوں کی

تعریف کی۔ تاکہ افغانوں کی تقلید میں دوسرے مسلمانوں میں بھی حریت، جرأت اور آزادی کی تڑپ پیدا ہو۔ بقول میر عبد الصمد خان:

علامہ اقبال جیسے شاہانہ مزاج قلندر کو افغانوں کی یہی ادائیں پسند آئیں۔ اور انھوں نے ایک سچے دردمند مسلمان کی طرح ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کو اپنی آرزوؤں اور امنگوں میں شامل کر کے ان کا اظہار کیا۔ اور اس طرح افغان ملت کو اپنا ایک خاص موضوع بنا کر ابدیت بخشی۔<sup>۱۲۶</sup>

علامہ کو افغانوں کی نا اتفاقی کا بڑا صدمہ تھا۔ جا بجا اس صدمے کا اظہار کیا:

اقبال نے پیامِ مشرق، جاوید نامہ، بال جبریل، مثنوی مسافر اور ضربِ کلیم میں افغانوں کی خوب تہمت و توصیف کی ہے۔ ضربِ کلیم میں ”محراب گل افغان کے افکار“ کے عنوان کے تحت اقبال نے خوشحال خان خٹک کے ہی درس اتحاد کو دہرایا ہے۔ ملت افغانہ کا کل بھی اور آج بھی سب سے بڑا مسئلہ ان کا اندرونی اور باطنی عدم اتحاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال محراب گل افغان کے فرضی شاعرانہ کردار کے ذریعے افغانوں میں بیداری، اتحاد اور انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ”محراب گل افغان کے افکار“ میں افغانوں کی نسلی اور تاریخی روایات کی ترجمانی کے علاوہ افغانوں کی روحانی تمناؤں اور افغان قومیت کی اسلامی شناخت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔<sup>۱۲۷</sup>

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا  
عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے!

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری  
مری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے!<sup>۱۲۸</sup>

اقبال افغانوں کو بار بار وحدت، مرکزیت اور خودی کا سبق یاد دلاتے ہیں کہ یہی راز حیات و برگ و ساز کائنات ہے۔ وہ افغانوں کی پستی اور پسماندگی کا سبب ان کی حال پر قناعت اور مستقبل سے غفلت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کے لیے امید و آرزو اور ایک متفقہ نصب العین ضروری ہے۔

..... حضرت اقبال بعد از ۹۰۰ سال آنرا ترجمانی می نماید و جذبات و اشتعالاتی کہ در باره وطن محبوب مازوی در ہر وقت و ہر پیش آمدی مشاہدہ میشد فزون تر از آن است کہ دریں چند کلمہ ادا میشد۔ اور اپنہ دار و گفتار مخصوص درین بارہ بود مار بہ خودی مینخواند و بہ داشتن انگاہ بخود و اعتماد بہ نفس کہ جبلی افغانہاست تجہید میگفت۔ نگاہ عقابانِ مادر تنظرو ی نافذ تر و برندہ تر از شمشیر و خنجر ی نمود، عزم مارا محکم تر از کوسہار ما مینخواند و باشاہ مارا مرد پاک نہاد و صاحب نظر خطاب میکرد:

بیا بیا کہ بد امانِ نادر آویزم

کہ مرد پاک نہاد است و صاحب نظر است

و در حق ملت ما میگفت:

آسیا یک پیکر آب و گل است

ملت افغان در آں پیکر دل است

او فساد گتی را در فساد آسیا و فتور آسیا را در فسادِ دیار ما معانیہ میکرد و میگفت:

از فساد او فساد آسیا

در کشاد او کشاد آسیا

او معتقد بود تا فرزند ان افغان یعنی دل پیکر آسیا آزاد نباشد تن آزاد نگردد

تادل آزاد است آزاد است تن

ورنہ کاهی در رہ باد است تن<sup>۱۲۹</sup>

ان کی انھی توقعات کو ظاہر کرنے کے لیے مجلہ کابل کو ایک نظم اپنی تصویر کے

ساتھ ارسال کرتے ہیں۔ مجلہ کابل اس نظم کا عکس شائع کرتا ہے ”پیغام بہ ملت کو ہسار“۔

صبا بگویی بہ افغانِ کو ہسار از من

بمنزلی رسد ملتی کہ خود نگر است<sup>۱۳۰</sup>

افغانوں کو خود اعتمادی کا پیام دیتے ہوئے انھیں منزل مقصود کے کعبے تک پہنچنے کی نوید

عطا کرتے ہیں۔ بقولِ اکرام اللہ شاہد:

افغان حکمرانوں سے اقبال نے بڑی بڑی توقعات وابستہ کیں۔ ان کی خواہش تھی کہ افغانی

حکمران مختلف قبائل میں افہام و تفہیم کے ذریعے اتحاد پیدا کریں۔ اور ان کو مختلف قبائل

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

میں بٹے ہونے کے باوجود مرکز ملت پر اکٹھے کر کے افغانستان کو ایک عظیم اسلامی فلاحی مملکت میں ڈھال دیں۔ جس طرح کہ ماضی میں محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور پھر ماضی قریب میں احمد شاہ ابدالی نے کیا۔ ان تین عظیم حکمرانوں نے برصغیر میں اسلام کی قوت کو تقویت پہنچائی۔<sup>۱۳۱</sup>

اسی وجہ سے ہر اس افغان رہنما کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جس نے افغانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی۔

اقبال خوشحال خان خٹک اور احمد شاہ ابدالی سے لے کر امان اللہ خان اور نادر شاہ تک ہر اس شخص کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نے باہم متحارب قبائل کو متحد کر کے عظیم منظم افغان مملکت کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی۔<sup>۱۳۲</sup>

پیام مشرق کو اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خان کے نام منسوب کرنا انھی توقعات کا آئینہ دار ہے۔ اس طویل فارسی منظوم انتساب کے علاوہ پیام مشرق کا دیباچہ بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں افغانستان اور افغانوں سے وابستہ توقعات کے اشارے موجود ہیں: مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔ مگر اقوام شرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کی ضمیر میں منہج نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّا لِلّٰهِ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا اَمَّا بِانْفُسِهِمْ کے سادہ اور بلوغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی تصانیف میں صداقت کو مد نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافیائی حدود سے بالاتر کر کے ان میں ایک صحیح اور قومی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو قابل احترام ہے۔ اس بناء پر میں نے ان چند اوراق کو اعلیٰ حضرت فرمائزائے افغانستان کے نام نامی سے منسوب کیا ہے۔ کہ وہ اپنی فطری ذہانت و فطانت سے اس نکتے سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور افغانوں کی تربیت انھیں خاص طور پر مد نظر ہے اس عظیم الشان کام میں خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔<sup>۱۳۳</sup>

میر عبد الصمد کے خیال میں اقبال کا پیام مشرق کا انتساب غازی امان اللہ خان کے نام کرنے کی وجہ یہ تھی کہ:

افغانستان مسلمانوں کی ایک ایسی مملکت تھی جو بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اپنی قومی خود مختاری قائم رکھنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ نوجوان اور جو شیلا امیر امان اللہ خان خود مختاری و آزادی کا علم بلند کیے ہوئے تھے۔ اسی زمانے میں ہزاروں مسلمانوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہوئے افغانستان ہجرت کی۔ مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا محمود انصاری جیسے حریت پسند بزرگوں نے افغانستان جا کر ہندوستانی مسلمانوں کی آزادی کے لیے کام کیا۔ افغانوں کی مہمان نواز اور اسلام پسند قوم نے اپنی بے بضاعتی اور پسماندگی کے باوجود ان مہاجروں کو گلے لگایا اور حتی المقدور خاطر داری کی۔<sup>۱۳۴</sup>

اقبال جب اقوام سرحد سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ دراصل افغانوں سے خطاب کرتے ہیں۔ اقبال انھیں جھنجھوڑتے ہیں کہ اپنی عظمت رفتہ اور اپنی خودی کی بازیافت کریں اسلام میں تجاہل اور تغافل حرام ہے۔ خود آگاہی دین و زندگی کا پیام اور خود فراموشی موت کا نام ہے۔ خودی کی تعمیر کرتے ہوئے اپنی سر زمین کی خاک کو اکسیر بنا دیں اور ملت اسلامیہ کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کریں۔<sup>۱۳۵</sup>

اے زخود پوشیدہ خود را بازیاب  
در مسلمانی حرامست این حجاب!

تو خودی اندر بدن تعمیر کن  
مشتِ خاکِ خویش را اکسیر کن<sup>۱۳۶</sup>

### مکتوبات اقبال میں افغان، افغانستان اور پشتون زبان کا تذکرہ

ذیل میں صرف علامہ کے ان مکتوبات کو شامل کیا جا رہا ہے جن میں افغان، افغانستان یا پشتون زبان کا ذکر ہے۔ جبکہ افغان مشاہیر، زعماء، اہل قلم اور سفر افغانستان سے متعلق مکتوبات متعلقہ عنوانات کے تحت شامل تحقیق کیے گئے ہیں۔ اور یہ مکتوبات مع حواشی اور تحقیق اکرام چغتائی کی اقبال، افغان اور افغانستان سے لیے گئے ہیں۔

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

مکتوب اقبال بنام نجم الغنی رامپوری (بابت ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء)

’اخبار الصنادید‘ کی دو جلدوں کے لیے سراپاسپاس ہوں۔ میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے۔ قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے۔ کشامرہ غالباً افغنہ یعنی اسرائیلی الاصل ہیں۔ قاضی میر احمد شاہ رضوانی جو خود افغان ہیں، ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ ”فغ“ قدیم فارسی میں ”ہست“ آیا ہے اور افغان میں الف سالبہ ہے۔ چونکہ ایران میں بود و باش کے وقت افغان بت پرست نہ تھے، اس واسطے ایرانیوں نے انھیں افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

میرے خیال میں حال کی پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی اصل کے موجود ہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے، نہایت بار آور ہوگی۔

مکتوب اقبال بنام شیخ نور محمد (والد) (بابت ۱۲ مئی ۱۹۱۹ء)

چونکہ سرکار انگریزی کی جنگ افغانستان سے شروع ہو گئی ہے، اس واسطے خطوط کے ملنے میں دیر ہوئی۔ امید ہے کہ اس صورت حال کا خاتمہ جلد ہو جائے گا۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ گرما کے مہینوں کے لیے رخصت لے لیوں، مگر اب بوجہ جنگ چونکہ ان کا کام زیادہ ہو جائے گا، اس واسطے ان کو رخصت نہ مل سکے گی۔

[بحوالہ مکتوب اعجاز احمد بنام ڈاکٹر جاوید اقبال: اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطاء محمد کی سروس بک کے مطابق وہ پینشن پا کر ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ جب انگریزی حکومت کی افغانستان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی تو انھیں پھر ملازمت پر واپس بلا لیا گیا اور ڈیڑھ دو سال بعد غالباً ۱۹۱۹ء میں فارغ ہو کر گھر آئے۔ دیکھیے زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال]

مکتوب اقبال بنام گرامی (بابت ۱۲ جولائی ۱۹۲۰ء)

سندھی مہاجرین کا بل کا نظارہ بڑا رقت انگیز تھا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں سیٹھن پر ان کے استقبال کو حاضر تھے۔ اہل لاہور نے بڑے جوش سے ان کا خیر مقدم کیا۔

[جنگ عظیم اول کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں سے خلافت اور جزیرۃ العرب کے حوالے سے وعدہ خلافت کی، جس کے نتیجے میں تحریک ہجرت شروع ہوئی۔ جس کا مقصد دنیا پر یہ ظاہر



کرنا تھا کہ مسلمانان ہند برطانیہ سے اتنے بیزار ہیں کہ ملک چھوڑ کر جانے کو تیار ہو گئے ہیں۔ ہمسایہ ملک افغانستان نے مہاجرین کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ یہاں سے لوگ قافلہ در قافلہ جانے لگے۔ ان میں سے ایک بڑا قافلہ سندھی مہاجرین کا تھا، جس کے سالار مرحوم جان محمد جوئیجو بیرسٹر تھے۔ اقبال کے مکتوب میں اسی قافلہ مہاجرین کا ذکر ہے جو لاہور سے گذرا تھا۔ افغانستان کے وسائل اس زمانے میں ایسے نہ تھے کہ لامحدود مہاجرین کے لیے اسباب معیشت مہیا ہو جاتے، اس لیے مہاجرین کو روانہ کرنا پڑا۔]

مکتوب اقبال بنام محمد اکبر منیر (بابت ۳/ اگست ۱۹۲۰ء)  
ہندوستان اور بالخصوص پنجاب سے بے شمار لوگ (مسلمان) افغانستان کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ اس وقت تک پندرہ بیس ہزار آدمی (اور ممکن ہے کہ زیادہ) جا چکا ہو گا۔

مکتوب اقبال بنام عطا محمد (برادر کلاں) (بابت ۳/ اپریل ۱۹۲۱ء)  
شاید اب اس نے [چراغ دین] افغانستان جانا چھوڑ دیا ہے اور کپڑے کاروزگار شروع کر دیا ہے۔

مکتوب اقبال بنام شیخ عطا محمد (برادر کلاں) (بابت ۲۸/ ستمبر ۱۹۲۲ء)  
ایشیا میں ایک لیگ اقوام کی قائم ہونے والی ہے، جس کے متعلق افغانی اور روسی گورنمنٹ کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔ یہ سب اخباروں کی خبریں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ حقیقت اس سے بھی زیادہ ہے۔ غالباً اب مسلمانان ایشیا کا فرض ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں چندہ کر کے کابل اور قسطنطنیہ کو بذریعہ ریل ملا دیا جائے اور یہ ریل ان تمام اسلامی ریاستوں میں سے ہو کر گذرے جو روس کے انقلاب سے آزاد ہوئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجویز ضرور عمل میں آئے گی۔ (بحوالہ زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال)  
[ایسی ہی تجویز اقبال نے دورہ افغانستان کے دوران میں بھی پیش کی تھی]

مکتوب اقبال بنام خالد خلیل بے (بابت نومبر/ دسمبر ۱۹۲۳ء)  
میری رائے ہے کہ مثال کے طور پر افغانوں پر خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔

خطبہ اول:

افغان، افغانستان میں نسلوں کا خلط ملط۔ فارسی بولنے والے افغان اور پشتو بولنے والے افغان۔ کیا افغان اور پٹھان میں کوئی چیز ماہہ الاتیاز ہے؟ کیا افغان عبرانی ہیں؟ اپنی اصلیت کے متعلق ان کی اپنی روایات۔ کیا پشتو زبان میں عبرانی الفاظ ملتے ہیں؟ کیا وہ ان یہودیوں کے خلاف ہیں جن کو ایرانی کسریٰ نے اسیرین کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ جدید افغانستان کے بڑے بڑے قبائل، ان کی تخمینہ آبادی۔

خطبہ دوم:

افغانوں کے اسلام لانے کے زمانہ سے ان کی سیاسی تاریخ پر سرسری تبصرہ۔

خطبہ سوم:

افغانوں کو متحد کرنے کی جدوجہد

(الف) مذہبی۔ بیروشن اور ان کے اخلاف

(ب) سیاسی۔ مشہور افغان شیر شاہ سوری جس نے افغانان ہند کو متحد اور عارضی طور پر حکومت مغلیہ کو برطرف کر دیا تھا۔ اس کی تگ و دو کا صرف ہندوستان تک محدود ہونا۔

(ج) خوشحال خاں خٹک۔ سرحدی افغانوں کا زبردست سپاہی شاعر جس نے ہندوستان کے مغلوں کے خلاف افغان قبیلوں کو متحد کرنا چاہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ افغان عبرانی النسل تھے۔ اس نے آخر شہنشاہ اورنگ زیب سے شکست کھائی اور کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ افغانوں کا شاید اولین قومی شاعر تھا۔

(د) احمد شاہ ابدالی

(ه) مرحوم امیر عبدالرحمن خاں۔ موجودہ امیر اور افغانوں میں قومی تشخص پیدا کرنے کی جدوجہد۔

خطبہ چہارم:

موجودہ افغانی تمدن۔ ان کی قدیم اور جدید صنعت و صنعت۔ ان کی ادبیات ان کی آرزوؤں اور حوصلہ مندویوں کی ترجمان کی حیثیت سے۔

خطبہ پنجم:

افغانی نسل کا مستقبل۔“

مکتوب اقبال بنام چودھری محمد حسین (بابت ۱۵/ اگست ۱۹۲۵ء)  
 ”افغانستان کے متعلق اخباروں میں بھی کوئی ایسی خبر نہیں لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔“

مکتوب اقبال بنام چودھری محمد حسین (بابت ۲۵/ اگست ۱۹۲۵ء)  
 ”افغانستان کے متعلق پرسوں کے اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعویدار سلطنت کا پیدا ہوا ہے۔ غالباً وہاں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، جس کا منشا شاید یہ ہے کہ موجودہ نظام کو درہم برہم کر کے ملک کو اپنی پرانی حالت پر لوٹا دیا جائے، لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ افغانستان اور سرحدی اقوام ایشیا کا بلقان ہے۔“

مکتوب اقبال بنام صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (بابت ۳/ جون ۱۹۲۵ء)  
 ”میری رائے میں جدید اسلامی مملکتوں کے لیے جدید دینیاتی افکار کی توسیع اور ترویج ضروری ہے۔ قدیم اور جدید اصولات تعلیم کے مابین اور روحانی آزادی اور معبدی اقتدار کے مابین دنیائے اسلام میں ایک کشاکش شروع ہو گئی ہے۔ یہ روح انسانیت کی تحریک افغانستان جیسے ملک پر بھی اثر ڈال رہی ہے۔ آپ نے امیر افغانستان کی وہ تقریر پڑھی ہو گی، جس میں انھوں نے علما کے اختیارات کے حدود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔“

مکتوب اقبال بنام صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (بابت ۲/ ستمبر ۱۹۲۵ء)  
 ”میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے ”جو رس پروڈنس“ پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا مجدد ہو گا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہو گا۔ قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا تو انہیں اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران اور افغانستان کے) مگر ان ممالک میں بھی امر و زور فرادہ یہ سوال پیدا ہونے والا ہے۔“

مکتوب اقبال بنام سید سلیمان ندوی (بابت ۱۸/ مارچ ۱۹۲۶ء)  
 ”اسلام میں تحریک اصلاح دین“ ... عنقریب ایران اور افغانستان میں بھی اس کا ظہور ہو گا۔“

مکتوب اقبال بنام محمد عبدالجلیل بنگلوری (بابت ۴ نومبر ۱۹۲۹ء)  
 ”افغانستان کا استقلال و استحکام مسلمانان ہندوستان اور وسطی ایشیا کے لیے وجہ جمعیت و  
 تقویت ہے۔ بچہ سقہ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت قتل ہو چکا ہے اور نادر شاہ بادشاہ بتدریج  
 استحکام حاصل کر رہے ہیں۔“ ۱۳۷

## مأخذات باب اول

- ۱- دائرة المعارف اسلامیه، جلد ۲، ص ۹۳۹
- ۲- آریانا دائرۃ المعارف (پشتو) جلد ۳، ص ۳۴۷
- ۳- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ھ ش، ص ۷۱
- ۴- ایضاً، ص ۷۲
- ۵- افغانستان دارا سے امان اللہ تک، ص ۳۳-۳۴
- ۶- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ھ ش، ص ۷۲
- ۷- ایضاً، ص ۷۳
- ۸- ایضاً، ص ۸۲
- ۹- افغانستان بعد از اسلام، ص ۴۱۷
- ۱۰- تاریخ مختصر افغانستان، ص ۱۲۸
- ۱۱- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ھ ش، ص ۷۵
- ۱۲- بانگِ در، ص ۲۷۸
- ۱۳- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ھ ش، ص ۷۵
- ۱۴- فتح افغانستان، ص ۱۰۵
- ۱۵- ”اقبال اور افغانستان“، مقالہ اکرام اللہ شاہد، ص ۱۲۳ تا ۱۲۹
- ۱۶- پشتونوں کی فارسی شاعری، ص ۱۹-۲۰
- ۱۷- جاوید نامہ، ص ۱۷۲
- ۱۸- ایضاً، ص ۱۷۶
- ۱۹- ایضاً، ص ۱۷۷-۱۷۸

مثنوی مسافر، ص ۷۹ - ۸۰	۲۰
ایضاً، ص ۸۱	۲۱
مکتوبات و خطبات رومی، ص ۱	۲۲
دائرة المعارف اسلامیہ، جلد ۷، ص ۳۲۴ - ۳۲۷	۲۳
بانگِ درا، ص ۲۴۱	۲۴
ایضاً، ص ۲۶۴	۲۵
بالِ جبریل، ص ۱۱	۲۶
ایضاً، ص ۱۷	۲۷
ایضاً، ص ۲۸	۲۸
ایضاً، ص ۳۹	۲۹
ایضاً، ص ۵۶	۳۰
بالِ جبریل، ص ۶۷	۳۱
ایضاً، ص ۷۱	۳۲
ایضاً، ص ۹۹	۳۳
ایضاً، ص ۱۳۴ تا ۱۴۲	۳۴
ایضاً، ص ۱۴۸ تا ۱۴۹	۳۵
اسرارِ خودی، ص ۹	۳۶
ایضاً، ص ۱۱	۳۷
رموزِ بیخودی، ص ۱۳۱	۳۸
پیامِ مشرق، ص ۲۰	۳۹
ایضاً، ص ۱۰۶	۴۰
زبورِ عجم، ص ۱۷۵	۴۱
زبورِ عجم، ص ۱۸۵	۴۲
جاوید نامہ، ص ۱۹	۴۳
ایضاً، ص ۴۳	۴۴
مثنوی پس چہ باید کرد، اقوامِ شرق، ص ۷	۴۵

	۶۵
ایضاً، ص ۲۹	<u>۴۶</u>
ارمغانِ حجاز فارسی، ص ۱۵	<u>۴۷</u>
ایضاً، ص ۵۶	<u>۴۸</u>
د مشرقِ نابغہ، ص ۲۱۷ تا ۲۲۱	<u>۴۹</u>
جاوید نامہ، ص ۶۰	<u>۵۰</u>
ایضاً، ص ۶۱	<u>۵۱</u>
ایضاً، ص ۶۳	<u>۵۲</u>
دائرة المعارف اسلامیہ، جلد ۱۱، ص ۳۱۳ - ۳۱۷	<u>۵۳</u>
گزیدۂ اشعار سنائی، ص ۳۰ - ۳۱	<u>۵۴</u>
یادنامہٴ اقبال، ص ۷۵	<u>۵۵</u>
کلیات اشعار حکیم سنائی غزنوی، ص ۲۹۷ - ۲۹۹	<u>۵۶</u>
بالِ جبریل، ص ۲۲ - ۲۶	<u>۵۷</u>
مثنوی مسافر، ص ۶۶ - ۶۷	<u>۵۸</u>
ارمغانِ حجاز فارسی، ص ۱۵	<u>۵۹</u>
ایضاً، ص ۷۸	<u>۶۰</u>
د خوشحال خان خٹک کلیات، جلد اول، ص ۲۹ تا ۳۵	<u>۶۱</u>
بالِ جبریل، ص ۱۵۴	<u>۶۲</u>
جاوید نامہ، ص ۱۷۷	<u>۶۳</u>
سلطنتِ غزنویان، ص ۲۰ و ۱۱۷	<u>۶۴</u>
بانگِ دراء، ص ۱۲۹	<u>۶۵</u>
ایضاً، ص ۱۶۵	<u>۶۶</u>
ایضاً، ص ۱۷۶	<u>۶۷</u>
بانگِ دراء، ص ۲۶۱	<u>۶۸</u>
بالِ جبریل، ص ۸۲	<u>۶۹</u>
ایضاً، ص ۱۱۲	<u>۷۰</u>
ایضاً، ص ۱۲۸	<u>۷۱</u>

ایضاً، ص ۱۴۶	۷۲
اسرارِ خودی، ص ۳۷	۷۳
ایضاً، ص ۶۹	۷۴
رموزِ بیخودی، ص ۱۱۶	۷۵
پیامِ مشرق، ص ۱۴۹	۷۶
ایضاً، ص ۱۵۰	۷۷
ایضاً، ص ۱۷۲	۷۸
ایضاً، ص ۲۰۴	۷۹
ایضاً، ص ۲۱۳	۸۰
زبورِ عجم، ص ۷۳	۸۱
ایضاً، ص ۱۰۴	۸۲
ایضاً، ص ۱۱۰	۸۳
ایضاً، ص ۱۱۸	۸۴
ایضاً، ص ۱۴۵	۸۵
مثنوی مسافر، ص ۶۶	۸۶
ایضاً، ص ۷۱ - ۷۲	۸۷
دائرة المعارف اسلامیہ، جلد ۱، ص ۸۸۰ - ۸۸۱	۸۸
ضربِ کلیم، ص ۱۷۷	۸۹
زبورِ عجم، ص ۱۹۳ - ۱۹۴	۹۰
دائرة المعارف اسلامیہ، جلد ۹، ص ۹۱ تا ۹۶	۹۱
اسرارِ خودی، ص ۵۳ تا ۵۱	۹۲
حکمائے اسلام، جلد دوم، ص ۲۰۹ - ۲۱۳	۹۳
امامِ رازی، ص ۲۷ تا ۲۳	۹۴
بالِ جبریل، ص ۱۷	۹۵
ایضاً، ص ۳۴	۹۶
ایضاً، ص ۵۶	۹۷

	۶۷
ایضاً، ص ۷۱	۹۸
ایضاً، ص ۷۸	۹۹
ایضاً، ص ۸۳	۱۰۰
رموزِ بیخودی، ص ۱۲۵	۱۰۱
پیامِ مشرق، ص ۴۲	۱۰۲
زبورِ عجم، ص ۱۰۴	۱۰۳
ایضاً، ص ۱۵۶	۱۰۴
جاوید نامہ، ص ۴۲	۱۰۵
ارمغانِ حجاز فارسی، ص ۶۹	۱۰۶
ایضاً، ص ۱۳۷	۱۰۷
دائرة المعارف اسلامیہ، جلد ۷، ص ۶۱ تا ۵۸	۱۰۸
ضربِ کلیم، ص ۸۸	۱۰۹
اسرارِ خودی، ص ۲۱	۱۱۰
	۱۱۱
ارمغانِ حجاز فارسی، ص ۲۸	۱۱۲
ارمغانِ حجاز فارسی، ص ۱۳۲۰	۱۱۳
د افغانستان نومبالی، جلد ۳، ص ۴۷۸ - ۴۷۹	۱۱۴
پیامِ مشرق، ص ۲۱ تا ۱۵	۱۱۵
آریانا دائرة المعارف پشتو، جلد ۷، ص ۹۸۳ - ۹۸۴	۱۱۶
بالِ جبیریل، ص ۱۵۳	۱۱۷
جاوید نامہ، ص ۱۷۱ - ۱۷۲	۱۱۷
ایضاً، ص ۱۷۳	۱۱۸
ایضاً، ص ۱۸۰	۱۱۹
ایضاً، ص ۱۸۰ تا ۱۸۶	۱۲۰
مثنوی مسافر، ص ۵۵ - ۵۶	۱۲۱
ایضاً، ص ۶۱ تا ۶۳	۱۲۲
ایضاً، ص ۸۰	۱۲۳



آریانا دائرۃ المعارف، جلد ۷، ص ۹۷۹	<u>۱۲۴</u>
مثنوی مسافر، ص ۸۶ تا ۸۱	<u>۱۲۵</u>
اقبال اور افغان، ص ۹۴	<u>۱۲۶</u>
اقبال اور افغانستان، ص ۱۲۱	<u>۱۲۷</u>
ضربِ کلیم، ص ۱۶۵ - ۱۶۶	<u>۱۲۸</u>
مقالاتِ یومِ اقبال، ص ۲۸ - ۲۹	<u>۱۲۹</u>
مجلہ کابل، ۲۲ جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۰	<u>۱۳۰</u>
”اقبال اور افغانستان“، مقالہ اکرام اللہ شاہد، ص ۱۲۳	<u>۱۳۱</u>
”اقبال اور افغانستان“ (مقالہ)، فتح محمد ملک، ص ۷	<u>۱۳۲</u>
پیام مشرق، ص ۱۲ - ۱۳	<u>۱۳۳</u>
اقبال اور افغان، ص ۱۱۱	<u>۱۳۴</u>
”اقبال اور افغانستان“، مقالہ، اکرام اللہ شاہد، ص ۱۳۳	<u>۱۳۵</u>
مثنوی مسافر، ص ۵۸، ۶۰	<u>۱۳۶</u>
اقبال، افغان اور افغانستان ۲۱ تا ۱۷	<u>۱۳۷</u>

## افغانوں کی اقبال دوستی

### (۱) اقبال سے افغانوں کے مراسم

افغانوں کی اقبال دوستی کی تاریخ خاصی پرانی ہے۔ ان مراسم کا آغاز تحقیق طلب ہے۔ البتہ باقاعدہ شکل میں ان مراسم کا آغاز ۱۹۲۳ء سے کیا جاسکتا ہے کیونکہ اسی سال پیام مشرق شائع ہوتی ہے اور اس کا انتساب غازی امان اللہ خان فرمانروائے مملکت افغانستان کے نام کیا جاتا ہے۔ ۸۱ اشعار پر مشتمل یہ طویل منظوم فارسی انتساب علامہ کے غازی امان اللہ خان سے مراسم کا آئینہ دار ہے۔!

اس انتساب کا سب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے محفوظ کیا ہے:

ایک مرتبہ میں نے علامہ سے سوال کیا کہ آپ نے پیام مشرق کو امیر امان اللہ خان کے نام ہی کیوں معنون کیا ہے۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں اس کتاب کو کسی آزاد مسلمان کے نام معنون کرنا چاہتا تھا اور اس ضمن میں امیر امان اللہ سے زیادہ موزوں شخصیت کس کی ہو سکتی تھی؟ اس پر میں لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا کیونکہ پیام مشرق کے جذبے کو فعال بنانے کے لیے اس کا کسی مرد آزاد کے نام معنون ہونا نہایت ضروری تھا۔<sup>۲</sup>

چنانچہ افغانستان میں علامہ کی پیام مشرق کے نئے تقسیم ہوتے ہیں۔ علامہ کے افکار سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔ حافظ و بیدل کی شیدائی افغان قوم اقبال کی گرویدہ بن جاتی ہے اور بقول عبدالسلام ندوی:

اسلامی ممالک میں اقبال کی شاعری نے خاص طور پر شہرت حاصل کی۔ مئی ۱۹۲۴ء میں جبکہ افغانستان کے شاہ امان اللہ خان اپنی حکومت کے انتہائی عروج کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا کلام کا بل کی ایک عظیم الشان مجلس میں پڑھا گیا جس میں شاہ ممدوح، سفرائے

دل خارجہ، عمائدین شہر وزیر تعلیم اور دوسرے وزرا بھی شامل تھے۔ یہ جلسہ طلبہ کے تقسیم انعامات کا تھا۔ اس میں ہمارے ملک اشعر اہند کا مشہور قومی ترانہ ”مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا“ بچوں نے اپنے پیارے اور سادے لہجے میں سنایا۔ پھر جب فوجی بینڈ نے اسے دہرایا تو حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔<sup>۳</sup>

امیر امان اللہ خان جدید مترقی سوچ کے مالک تھے۔ تقلید مغرب کے سحر میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ یورپ کے طویل دورے کا پروگرام بنایا۔

وہ ۱۳/۱۴ دسمبر ۱۹۲۷ء کو براستہ چین پاکستان یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اور اس سفر سے واپسی پر ایران، ہرات، قندھار اور غزنی سے ہوتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۲۸ء کو واپس کابل پہنچے۔ اس سفر میں امیر امان اللہ خان مغربی دنیا کی حیرت انگیز مادی ترقی سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور اصلاحات کا خاکہ بنایا۔ انھوں نے اس حقیقت کو پیش نظر نہ رکھا کہ افغان قوم پسماندہ اور انتہائی قدامت پرست قوم ہے اور صدیوں سے جن عقائد اور اعمال پر جمی ہوئی ہے ان سے باآسانی اسے ہٹایا نہیں جاسکتا۔ امیر امان اللہ نے ملک میں جدید اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ علما ابتدائی زمانے سے افغان معاشرہ پر پوری گرفت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی مقبولیت سے کام لے کر عوام کو امیر امان اللہ کے خلاف برا بھینٹہ کر دیا۔..... انگریزوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے بحالت مجبوری افغانستان کی آزادی تسلیم کی تھی۔ اور ان کے سیاسی مقاصد کے لیے ضروری تھا کہ افغانستان آزاد اور خود مختار مملکت نہ رہے۔ اور اس ملک میں امن و سکون قائم نہ ہو سکے۔ انگریزوں نے ایک سازش کے ذریعے ملکہ ثریا کی ہزاروں نیم برہنہ تصاویر افغانستان میں تقسیم کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جاہل عوام یہ خیال کرنے لگے کہ امیر امان اللہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ علمائے امان اللہ خان کے خلاف فتویٰ دے کر جلتی پرتیل کا کام کیا ان حالات کی تاب نہ لا کر امان اللہ خان اپنے خاندان سمیت ۲۲ جون ۱۹۲۹ء کو یورپ چلے گئے۔ اور افغانستان ایک غیر معروف شخص امیر حبیب اللہ المعروف بے بچہ ستھ کے ہاتھ میں آ گیا۔<sup>۴</sup>

علامہ ان حالات میں اپنے محبوب رہنما غازی امان اللہ خان اور آزاد افغانستان میں جاری اضطراب سے کیسے بے خبر رہ سکتے تھے اور نہ ہی ہندوستان کے بیدار مسلمان اس

حقیقت سے بے خبر رہ سکتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ افغانستان میں جاری حالات کا تقاضا ہے کہ شہر یار غازی کی مالی اعانت کی جائے۔ اس سلسلے میں علامہ ہی اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ چنانچہ پروفیسر سید عبدالقادر شاہ کا ایک مکتوب روزنامہ انقلاب کے ایڈیٹر کے نام ۲۳ فروری کو انقلاب میں شائع ہوا۔ اس مکتوب میں انھی نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار انقلاب السلام علیکم۔

آپ کے اخبار میں شہر یار غازی کی مالی امداد کے متعلق مولانا قرشی صاحب کا مضمون ابھی نظر سے گذرا۔ تجویز نہایت اہم ہے میرے خیال میں اس کو عملی جامہ پہنانے کی فوراً کوشش ہونی چاہیے۔

شہر یار غازی کی جلالت شان

شہر یار خان غازی نہایت روشن دماغ اور روشن ضمیر تاج دار ہیں۔ اور ہم مسلمان جس قدر بھی ان کی ذات بابرکات پر فخر اور ناز کریں کم ہے۔ غازی نے افغانستان کی مدتوں کی چھنی ہوئی آزادی کو انگریزوں جیسی قوم سے چند ماہ کے اندر واپس لے لیا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہے۔ اس کے شکر یہ میں مسلمان شہر یار غازی کی جس قدر بھی عزت و توقیر کریں بجا ہے۔ شہر یار غازی نے ایک گم نام ملک کو اقصادی عالم میں مشہور کر دیا اور افغانوں کی قومی خودداری اور تدبیر کی دھاک اقوام یورپ کے دل پر بٹھادی۔ شنوار یوں کی کافر نصستی

خدائے تعالیٰ نے پورے ڈیڑھ دو سو سال کے بعد افغانوں کو ایک نعمت عطا کی تھی لیکن افسوس کہ ناشکر گزار اور تیرہ بخت شنوار یوں نے اس نعمت کی کوئی قدر نہ کی۔ اگر اس وقت پٹھانوں نے آنکھیں نہ کھولیں اور اپنی خوفناک غلطی کا ازالہ نہ کیا تو اس کا وبال تمام قوم پر پڑے گا۔ اور افغانستان کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہو گا جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مسلمانان ہند سے گزارش

آخر میں مسلمانان ہند سے گزارش ہے کہ اگر وہ افغانستان کو آزاد اور متحد دیکھنے کے آرزو مند ہیں اگر وہ نہیں چاہتے کہ کابل و قندھار کی گلیوں میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہیں اگر وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان اغیار کی ایک معمولی سی باج گزار ریاست بن جائے اور اس کے

زن و فرزند کی عزت و ناموس کسی غیر قوم کے رحم پر ہو تو انھیں اس وقت ہمت سے کام لینا ہو گا اور دل کھول کر شہر یار غازی کی امداد کرنی ہوگی۔

علامہ اقبال کام سنبھالیں

میرے خیال میں مولانا شوکت علی مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خاں بعض وجوہ سے چندہ جمع کرنے کا کام اپنے ذمہ لینا نہیں چاہتے۔ اس لیے علامہ اقبال اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں تو بہتر ہے۔ پہلا جلسہ بھی علامہ موصوف کے دولت کدہ پر ہونا چاہیے اور وہیں مجلس انتظامیہ کے ارکان کا انتخاب کر کے فوراً کام شروع کر دینا چاہیے جیسا کہ جناب قرشی صاحب نے تجویز فرمایا ہے میں اس کام میں ہر قسم کی امداد بسر و چشم دینے کے لیے حاضر ہوں۔  
والسلام<sup>۵</sup>

سید عبدالقادر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

[انقلاب، جلد ۳- نمبر ۲۰۵، شنبہ ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء]

۱۴ نومبر ۱۹۲۸ء کو افغانستان میں بغاوت کی ابتدا ہوئی۔ انگریزوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے تحت باغیوں کی مدد کی اور ۱۷ جنوری کو بچہ سقہ نے کابل کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا اس ڈاکو کے دور حکومت میں افغانوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔<sup>۱</sup>

اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے غازی امان اللہ خاں کی امداد کے لیے ۲۴ فروری ۱۹۲۹ء کو لاہور میں مسلم اکابرین کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی روداد انقلاب اخبار نے یوں شائع کی ہے۔

غازی امان اللہ خاں کی امداد کے لیے سرگرمیاں

اکابر مسلمین کا ایک اجتماع

لاہور۔ ۲۴ فروری: آج شام چار بجے اکابر مسلمین کا ایک اجتماع برکت علی مسلم ہال میں ہوا۔ اکابرین میں سے سر شفیق، علامہ اقبال اور شیخ حسن صاحب امر تشریحی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سر شفیق اس جلسہ کے اعلان کردہ صدر تھے۔ لیکن جلسے کے باقاعدہ آغاز سے پیشتر صورت حال پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ بعد ازاں سر شفیق نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ افغانستان کے موجودہ حالات کا ہر مسلمان کو درد ہے اور ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ اس وقت ہر ممکن مدد انجام دے۔ خیال یہ تھا کہ تمام مسلمان جماعتوں اور طبقوں کے اتحاد سے

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

ایک کمیٹی بنائی جائے۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ کل ہمارے بعض معزز بھائیوں کی ایک کمیٹی بن چکی ہے [زمیندار اور مسلم آؤٹ لک نے سرمایہ امان اللہ فنڈ کا اعلان کر دیا تھا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی] اگر مزید مشورہ و غور کیے بغیر آج ایک نئی کمیٹی کا اعلان کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ تفرقہ پیدا ہو جائے گا۔ افغانستان جیسے معاملے میں تفرقہ بہت برا ہے۔ کم از کم میں تو یہ کہہ دیتا ہوں کہ میں کسی تفرقہ میں شریک نہ ہوں گا۔ بہر حال مشورے سے یہ قرار پایا کہ جو کمیٹی بن چکی ہے اس سے تبادلہ خیال کیا جائے کہ وہ کس حد تک کام کر سکتی ہے اور کیا کرنا چاہیے۔ لہذا اس جلسے کا ملٹوی ہونا تجویز ہوا ہے۔ شیخ صادق حسن نے ایک مختصر سی تجویز میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی۔ اور آخری تجویز پیش کی اس جلسے کی طرف سے جنرل نادر خاں کو تار دیا جائے کہ وہ غازی امان اللہ کی امداد کریں۔ (جنرل نادر خاں نے ۲۴ فروری ۱۹۲۹ء کو اخباری نمائندوں سے فرمایا کہ افغانستان روپیہ بھیجتا درست نہیں۔ اس سے غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف دعائے خیر ہی کریں۔ انقلاب جلد ۴ نمبر ۷۰۷ء سہ شنبہ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء)

شیخ محمد صادق، مولانا قرشی، ڈاکٹر مرزا یعقوب اور بعض دوسرے اصحاب نے بھی تقریریں کیں۔ آخر ایک کمیٹی بنادی گئی تاکہ وہ اس معاملے کے متعلق غور و فکر اور بحث و مشورہ سے ایک نتیجے پر پہنچیں۔ اس سلسلے میں مرتبہ کمیٹی سے بھی مل کر مشورہ کرے۔ مندرجہ ذیل اصحاب اس کمیٹی کے ارکان منتخب ہوئے:

(۱) سر محمد شفیع (۲) علامہ اقبال (۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب (۴) شیخ صادق حسن (۵) سید حبیب شاہ (۶) حاجی میر شمس الدین (۷) مولانا غلام مرشد۔  
شیخ صادق حسن کی تجویز (جنرل نادر خاں کو تار بھیجا جائے) کی ڈاکٹر مرزا یعقوب نے تائید کی اور صدر جلسہ نے اس کے متعلق حاضرین سے پوچھا تو سب نے بالاتفاق اس کی تائید کی۔ سوا پانچ بجے کے قریب جلسہ ختم ہو گیا۔

(انقلاب جلد ۳ نمبر ۷۰۷ء سہ شنبہ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء) ۷

۲۶ فروری ۱۹۲۹ء کو اخبار ”ٹریبیون“ کے نمائندے نے افغانستان کے حالات کے بارے میں علامہ سے ملاقات کی۔ اور علامہ نے اس بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

اہل ہند افغانستان کی آزادی اور اس کے اتحاد اور استحکام کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ عرب اور وسط ایشیا کا سیاسی انحطاط ہندوستان اور چین کی ترقی پر رجعت پسندانہ اثر کرے گا اس لیے اب ان ممالک کے سیاستدانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ سیاسی نصب العین کی تنگ نظری کو ترک کر کے معاملات کو زیادہ وسیع نگاہ سے دیکھیں اور اپنی حکمت عملی کی تشکیل اس کے مطابق کریں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ صرف افغانستان کے مفاد بلکہ ایشیا کے وسیع تر مقاصد کے لحاظ سے ضروری ہے۔ شاہ امان اللہ خان کی حکومت بحال رکھی جائے لیکن اس معاملے کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنا بے انتہا مشکل ہے کہ موجودہ حالات کے رونما ہونے کے اسباب و وجوہ کیا ہیں جو کچھ ہم اخبارات میں دیکھتے ہیں میرے خیال میں اس کا بڑا حصہ قابل اعتماد نہیں اور نہ ہی میں ان اصلاحات پر کوئی اعتماد ہی رکھتا ہوں جو کابل سے آنے والے اشخاص کی زبانی ہم تک پہنچتی ہیں۔

شاہ امان اللہ کے متعلق یہ کہنا ناممکن ہے کہ اس وقت قندھار میں ان کی اصل پوزیشن کیا ہے۔ یا ان کے ہرات تشریف لے جانے کی اطلاعات کہاں تک درست ہیں۔<sup>۸</sup>

یہ دریافت کرنے پر کہ آپ کے خیال میں اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ کی ناکامی کے اسباب کیا ہیں؟ علامہ نے فرمایا:

جو کچھ میں نے اوپر ظاہر کیا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کاشانی جو اب دینا ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر یار غازی کی ناکامی کا سبب بڑی حد تک یہ ہے کہ انھوں نے اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت اور فوج کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا ہے اور ملاؤں کے نظریہ کے خلاف ملک کی حقیقی ترقی میں گہری دلچسپی لی۔ اس سے بلاشبہ افغانستان کے چند علما ناراض ہو گئے لیکن اس بات کی اطلاع بھی موصول ہوئی کہ وہی ملا صاحب شور بازار جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اس شورش کے سرغنہ ہیں انھوں نے اصلاحات کے اعلان پر جن کو ”نظام نامہ“ کہا جاتا ہے خود بھی دستخط کیے تھے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون سے اسباب ایسے پیدا ہوئے جن کے باعث ملا صاحب مذکور نے اپنی رائے بدل کر اصلاحات کی مخالفت شروع کر دی۔ مشکل یہ ہے کہ وہ تمام حالات جو افغانستان کی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے سامنے نہیں ہیں اور ایسے حالات کے متعلق قیاس کی بنا پر کوئی نتیجہ نکالنا بالکل لا حاصل ہے۔<sup>۹</sup>

حضرت علامہ نے مزید فرمایا:

اس امر کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ عالم اسلام میں قدامت پسندانہ جذبات اور لبرل خیالات میں جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اغلب ہے کہ قدامت پرست اسلام بغیر جدوجہد کے سر تسلیم خم نہیں کرے گا۔ اس لیے ہر ایک ملک کے مسلم مصلحین کو چاہیے کہ نہ صرف اسلام کی حقیقی روایات کو غور کی نگاہ سے دیکھیں بلکہ جدید تہذیب کی صحیح اندرونی تصویر کا بھی احتیاط سے مطالعہ کریں۔ جو بے شمار حالتوں میں اسلامی تہذیب کی مزید ترقی کا درجہ رکھتی ہے۔ جو چیزیں غیر ضروری ہیں۔ ان کو ملتوی کر دینا چاہیے کیونکہ صرف ضروری چیزیں فی الحقیقت قدامت پسندانہ طاقتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ انسانی زندگی اپنی اصلی روایات کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر منزل ارتقا طے کرتی ہے۔ انسان نے اپنی معاشرتی تہذیب کو تشکیل دینے کا سبق حال ہی میں سیکھا ہے۔ اس لیے جائز حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔<sup>۱۰</sup>

علامہ نے امیر امان اللہ غازی سے سلسلہ مراسم آخر وقت تک جاری رکھا۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں لندن میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے علامہ ۸ ستمبر کو لاہور سے نکلے۔ دہلی بمبئی سے ہوتے ہوئے ۱۲ ستمبر کو بحری جہاز سے یورپ روانہ ہوئے اور ۱۷ ستمبر کو انگلستان پہنچ گئے۔ گول میز کانفرنس کے علاوہ کئی اہم علمی مجالس میں بھی اقبال شریک رہے۔

۱۶ اکتوبر کی شام کو افغان قونصل خانہ میں سردار احمد علی خان وزیر مختار دولت افغانستان کی طرف سے محمد نادر شاہ غازی کی تاج پوشی کی سا لگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر خصوصی اجتماع ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے۔ اقبال، مہر، مولانا شفیق داؤدی، سردار اقبال علی شاہ، مولانا عبد المجیب، آغا خان مع اہلیہ، نواب احمد سعید خان چغتاری، مانگل روڈائز، لارڈ ہیڈلے، سر ہنری میک موہن، حافظہ وہبہ سفیر دولت نجد و حجاز، معتمد قونصل خانہ ایران اور مولانا شوکت علی وغیرہ۔<sup>۱۱</sup>

۲۱ نومبر کو علامہ اقبال اطالوی (اطلی) حکومت کی دعوت پر روم تشریف لے گئے جہاں انھوں نے مسولین کے علاوہ امیر امان اللہ غازی سے بھی ملاقات کی۔ حمزہ فاروقی لکھتے ہیں:



۲۴ نومبر کو دوپہر کے وقت معلوم ہوا کہ امان اللہ خان سابق شاہ افغانستان روم میں تھے مولانا مہر نے ٹیلی فون کر کے ملاقات کی اجازت چاہی۔ تھوڑی دیر بعد جواب ملا کہ اقبال اور مہر ۲۵ نومبر کو ساڑھے تین بجے مل سکتے ہیں۔ اور شاہ موصوف اس ملاقات سے بھی بہت خوش ہوں گے.....

۲۵ نومبر کو تین بجے بعد دوپہر اقبال اور مہر سابق شاہ افغانستان امان اللہ خان سے ملاقات کے لیے ان کے مکان پر گئے۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ آدھ گھنٹے میں ملاقات کر کے واپس آجائیں گے۔ لیکن شاہ موصوف نے خواہش ظاہر کی کہ اگر کوئی کام نہ ہو تو مزید ٹھہریں۔ چنانچہ ملاقات تین گھنٹے جاری رہی۔ امان اللہ خان بہت محبت سے پیش آئے۔ زیادہ تر بات چیت انقلاب افغانستان کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ”جب میں یہ دیکھتا تھا کہ جو بندوقیں، توپیں اور کارٹوس میں نے اعدائے اسلام و افغانستان کے لیے جمع کیے تھے وہ خود افغانوں کے ہاتھوں افغانوں پر استعمال ہو رہے تھے تو میرا کلیجہ کلڑے کلڑے ہو جاتا تھا۔ میں یہ برداشت نہ کر سکا کہ اپنے تاج و تخت کی خاطر افغانوں کو باہمی جنگ میں الجھاؤں لہذا میں باہر چلا آیا۔“

گفتگو کے دوران شاہ نے بتایا کہ انھوں نے اپنی سوانح کا ایک حصہ مکمل کر لیا اور پوری کتاب تین حصوں پر مشتمل ہوگی۔ شاہ امان اللہ خان کی قیام گاہ پر سردار عنایت اللہ خان سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ اپنے بھائی امان اللہ خان سے ملنے ایران سے تشریف لائے تھے۔ سردار محمود طرازی کے چھوٹے صاحبزادے عبدالوہاب طرازی بھی شاہ موصوف کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ بہت ذکی اور فہیم تھے۔ ۲۷ نومبر کو آپ شاہ امان اللہ خان کی طرف سے ملاقات باز دید کے لیے اقبال اور مہر کی قیام گاہ پر آئے اور دو گھنٹے تک مختلف مسائل پر باتیں کرتے رہے۔ رخصت کے وقت اقبال نے ان سے کہا شاہ امان اللہ کو میرا یہ پیغام دے دیجیے:

پیر ماگفت جہاں بر روشے محکم نیست

از خوش و ناخوش او قطع نظر باید کرد<sup>۳</sup>

افغان سیاسی شخصیات میں غازی امان اللہ خان کے بعد دوسری شخصیت اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی ہیں جن سے علامہ کی پہلی باقاعدہ ملاقات کا پتا تو نہیں چل سکا البتہ علامہ سے

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

جزل نادر خاں کی پہلی ملاقات میں ایک دلچسپ لطیفہ بھی ہوا۔ جسے ڈاکٹر سعید اللہ نے ملفوظات اقبال میں اقبال کی زبانی محفوظ کیا ہے:

نادر خان سے جب اول مرتبہ ملاقات ہوئی تو وہ کامل جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہر گئے تھے۔ اور وہ میری صورت دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہنے لگے: آپ اقبال ہیں میں تو سمجھتا تھا کہ آپ لمبی داڑھی والے بزرگ صورت ہوں گے۔ میں نے کہا: آپ سے زیادہ مجھے حیرانی ہے آپ تو جرنیل ہیں میں سمجھتا تھا آپ دیو ہیکل ہوں گے مگر آپ میں جرنیلی کی کوئی شان نہیں۔ اس قدر دبلے پتلے۔<sup>۱۳</sup>

علامہ کی نادر خاں سے ایک ملاقات ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء میں ہوئی جس کا حوالہ علامہ کے ایک مکتوب بنام چودھری محمد حسین (بابت ۱۶ جولائی ۱۹۲۴ء) میں موجود ہے:

جزل نادر خاں صاحب نے لاہور میں ایک روز قیام کیا۔ وہ اردو بہت اچھی بولتے ہیں اور نہایت بے تکلف اور سادہ آدمی ہیں۔ کل شام میں نیڈو ہوٹل میں ان سے ملا۔ وہ خود ہی میرے مکان پر آنے والے تھے۔ چٹھی میرے نام کی لکھ کر بھیجنے والے تھے کہ میں خود وہاں جا پہنچا۔ ان کی دعوت چائے کی تھی اور مجھے بھی میزبان نے مدعو کیا تھا۔ نہایت اخلاص اور محبت سے ملے اور جب میں نے ان کی عسکری قابلیت کی تعریف کی تو کہا آپ نے جو کچھ لکھا ہے، دنیا کی کوئی توپ اور بندوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایک ایک لفظ ایک ایک بیڑی کا حکم رکھتا ہے۔ وہ پیرس میں سال یا دو سال رہیں گے۔ اپنے چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہوگی۔ سنا ہے، وزیر خاں کی مسجد میں انھوں نے کوئی تقریر بھی کی ہے۔ عصر کی نماز انھوں نے وہاں ادا کی تھی۔ کل شام ساڑھے سات بجے وہ گاڑی سے بمبئی تشریف لے گئے۔

ان کا خیال ہے کہ تمام ممالک کے مسلمانوں کو ایک خاص جگہ جمع ہو کر اپنے لیے ایک مشترک پروگرام تجویز کرنا چاہیے جس پر تمام ممالک اسلامیہ عمل کریں۔ باقی مقامی اور خاص حالات کے لیے ہر ملک اپنا اپنا پروگرام تجویز کرے جو ان کے مناسب حال ہو۔ غرض کہ چند منٹ ان سے خوب صحبت رہی۔ ان کو وزیر خاں کی مسجد میں جانے اور لوگوں سے ملنے کے لیے جو ان کا دیر سے انتظار کر رہے تھے، جلدی تھی، اس واسطے وہ ہم سے بادل نخواستہ رخصت ہو گئے۔<sup>۱۴</sup>

ان سے ایک ملاقات علامہ نے فروری ۱۹۲۹ء میں لاہور ریلوے سٹیشن پر کی تھی۔

بقول فقیر سید وحید الدین:

ڈاکٹر صاحب تنگدستی کے باوجود اپنی ساری پونجی کئی سو روپوں کی صورت میں لے کر نادر خان سے ملے اور کہا ”آپ جس نیک مقصد کے لیے جا رہے ہیں اس کے لیے روپے کی اشد ضرورت ہوگی۔ اس لیے میرا یہ ہدیہ قبول فرمائیے۔ نادر خان اس پیشکش پر حیران رہ گیا۔“<sup>۱۵</sup>

ڈاکٹر ظہیر الدین یہی رقم کئی سو کے بجائے پانچ ہزار بتاتے ہیں:

گاڑی کے روانہ ہونے سے کچھ دیر پہلے اقبال نے ان سے تخلیہ میں کہا تم ایک بڑی مہم پر جا رہے ہو۔ میں ایک فقیر آدمی ہوں نیک تمناؤں سے ہی تمہاری خدمت کر سکتا ہوں۔ اتفاق سے پانچ ہزار کی رقم میرے ساتھ ہے اگر یہ تمہارے کام آسکے تو مجھ کو بڑی خوشی ہوگی۔ نادر خان نے جو چشم پُر آشوب تھا فقیر کی اس دین کو بڑا ہی نیک شگون سمجھا اور بڑے احترام سے اس ہدیہ کو قبول کر لیا۔“<sup>۱۶</sup>

نادر خان لاہور سے پشاور چلے گئے جہاں سے وہ گرم ایجنسی سے نکل کر علی خیل میں اپنے سیاسی امور چلاتے رہے۔ اس دوران نادر شاہ اور حضرت علامہ میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ بقول اللہ بخش یوسفی ”دورانِ علی خیل نادر خان اور علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال میں خفیہ نوعیت کی خط کتابت جاری رہی۔ علی خیل سے ان کے خطوط ایم اے حکیم تک پہنچائے جاتے تھے وہاں سے لاہور پہنچانا میرا کام تھا۔ اور اس کام میں میرے دوست عبدالجید سالک میرے مدد و معاون تھے..... علی خیل سے نادر خان نے سائیکلو اسٹائل پر اصلاح نامی اخبار بھی جاری کیا تھا۔ اس کا پہلا پرچہ جب میں نے علامہ اقبال کی خدمت میں پیش کیا تو اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے نادر خان کامیاب ہے۔“<sup>۱۷</sup>

علامہ اور نادر خان کے درمیان یہ خطوط ممکن ہے کہ آج بھی انڈیا آفس لاہور میں محفوظ ہوں کیونکہ یہ خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ آگئے تھے۔ علامہ کے عزیز خالد نظیر صوفی نے یہ اکتشاف یوں کیا:

علامہ اقبال اور شاہ افغانستان نادر شاہ کے مابین خط کتابت تھی مگر یہ خطوط ایک معتد نے چوری کر کے برطانوی گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر دیے۔“<sup>۱۸</sup>

ان خطوط میں ایک خط انقلاب میں اشاعت کی بہ دولت محفوظ ہو گیا ہے۔ یہ خط جنرل نادر خان نے علی خیل سے ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا تھا:

”هو الله“

تحریر روز شنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مقام علی خیل  
جناب فاضل محترم ایم اے۔ پی ایچ ڈی بیرسٹریٹ لا محمد اقبال صاحب  
افغانستان نزدیک تباہی و ملت بیچارہ اش دو چار تہلکہ بزرگ است و خیلی احتیاج بہ ہر گونہ  
معاونت برادرانہ ہمدردان و برادران ہندی خود دارد۔ اقدامات خیر خواہانہ جناب شادریں  
وقت خیلی بجا معاونت می نماید۔ خصوصی مسئلہ اعانت مالی کہ آنرا بیشتر ذریعہ اصلاح ہم بہ  
برادران ہندی خود اشاعہ کروم امید آست کہ آن فاضل محترم کہ بایں مصیبت افغانستان  
روا شریکت دارند از حدیث خویش دریں موقعہ کار گرفتہ ملت متالم افغانستان را مشکور و  
ممنون ابدی فرمائید۔

محمد نادر خان

ترجمہ: جناب فاضل محترم سر محمد اقبال صاحب

آپ نے اپنے ان عالی جذبات ہمدردانہ سے جو آپ افغانستان کی موجودہ تباہ حالی کے متعلق  
رکھتے ہیں مجھے اور افغانستان کے عام بہی خواہوں اور فداکاروں کو ممنون و مشکور بنا دیا ہے۔  
افغانستان تباہی کے نزدیک ہے اس کی بے چارہ ملت کو بہت بڑے تہلکہ کا سامنا ہے  
افغانستان اپنے بھائیوں کی امداد و اعانت کا محتاج ہے آپ ایسے وقت میں جو خیر خواہانہ قدم  
اٹھا رہے ہیں۔ وہ ہمارے لیے ڈھارس کا موجب ہے۔ خصوصاً مالی امداد کا مسئلہ جس کے  
متعلق اخبار اصلاح کے ذریعے اپنے ہندی بھائیوں کے لیے شائع کر چکا ہوں بہت حوصلہ  
افزایا ہے۔ امید ہے کہ جناب فاضل محترم پر ”روحا“ افغانستان کی موجودہ مصیبت میں شریک  
ہیں اس موقع پر انھی مساعی سے کام لے کر افغانستان کی رنج زدہ قوم کو ہمیشہ کے لیے ممنون و  
مشکور فرمائیں گے۔

با احترامات لائقہ

محمد نادر خان<sup>۱۹</sup>

جس وقت جنرل نادر خان بچہ ستھ کے خلاف مصروف جہاد تھے مسلمانان ہند نے ان کو مالی امداد بہم پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا۔

جنرل نادر خان کی امداد کے حصول کے لیے حضرت علامہ پیش پیش رہے۔ چنانچہ یکم ستمبر ۱۹۲۹ء کو روزنامہ انقلاب لاہور میں درج ذیل خبر شائع ہوئی۔

جنرل نادر خان کی امداد

مندرجہ ذیل دور تئیں جرنیل نادر خان غازی کی امداد کے سرمائے میں موصول ہوئی ہیں:

(۱) حافظ عبدالجبار محمد صابر، صدر بازار ہر دوی

(معرفت علامہ اقبال مدظلہ العالی)

سولہ روپے بارہ آنے

(۲) عبدالرب صاحب، نمبر ۶- نخاص کہنہ، الہ آباد

(معرفت دفتر انقلاب) دو روپے

کل اٹھارہ روپے بارہ آنے

دونوں معظیوں اور دیگر مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ عنقریب لاہور میں نادر خان غازی کی امداد کے لیے ایک مجلس مرتب ہونے والی ہے۔ یہ قوم اس مجلس کے سپرد کر دی جائیں گی۔ آئندہ کوئی صاحب اس قسم کاروپہ کسی فرد کے نام یا کسی اخبار کے دفتر ارسال نہ فرمائیں۔

(انقلاب - جلد ۳ - نمبر ۸۱ - پمبشنبہ - ۱ ستمبر ۱۹۲۹ء)

جناب غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب نے افغانستان میں بچہ ستھ کی جانب سے غیر یقینی صورت حال اور لاہور کے بادر مسلمانوں کی فکر مندی اور علمی امداد اور معاملے کی غرض و غایت پر تفصیلی روشنی روزنامہ انقلاب لاہور میں ڈالی ملاحظہ ہو:

جرنیل نادر خان غازی کی امداد کا کام

اکابر لاہور کی خاموش کوشش

جرنیل نادر خان غازی کی امداد و اعانت کا اکثر اکابر لاہور کو پہلے ہی خاص احساس تھا۔ جب غازی موصوف کی طرف سے ان کے معزز جریدے اصلاح میں اپیل شائع ہوئی تو مذکورہ

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

احساس نے فوراً عملی شکل اختیار کر لی۔ مختلف حلقوں میں مختلف تجویزیں ہونے لگیں کہ مالی امداد کو موثر و وسیع بنانے کے لیے کیا طریق اختیار کیا جائے۔ حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی اس باب میں خاص طور پر کوشاں تھے۔ اس سلسلے میں منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ پیش ہو چکی تھی کہ محفوظ سرمایہ تنظیم کی جو رقم حضرت قرشی کی تحویل میں ہے، اسے معطیان سرمایہ مذکور کی اجازت سے غازی موصوف کی خدمت میں پیش کر دیا جائے (۴)۔ اس خیال سے کہ موجودہ حالات میں ایک معتد بہ اور گراں قدر رقم جمع کرنا قدرے دقت طلب ہے اور جرنیل نادر خاں کے حالات فوری امداد کے متقاضی ہیں، محفوظ سرمایہ تنظیم کو فی الفور غازی موصوف کی خدمت میں ارسال کرنے کی تجویز تو جہات خصوصی کا مرکز بن گئی۔ حضرت علامہ اقبال نے سب سے پہلے مقامی اسلامی اخبارات سے اس معاملے کے متعلق استصواب کی ضرورت محسوس کی اور مولانا ظفر علی خاں صاحب، مولانا سید حبیب شاہ صاحب، ملک عبد الحمید صاحب (ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک) کو اور خاکسار کو اپنے دولت کدے پر بلایا، ساتھ ہی چند اور اصحاب کو دعوت بھیج دی، جن میں سے پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب ایم اے، مولانا احمد علی صاحب ناظم خدام الدین اور مولانا غلام مرشد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب اور مولانا غلام مرشد صاحب اس وقت لاہور سے باہر تھے، اس لیے شوریٰ میں شریک نہ ہو سکے۔ باقی اصحاب کے علاوہ حضرت قرشی اور ملک لال دین قیصر بھی تشریف لے آئے۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کے ساتھ کامل اتفاق کا اظہار کیا۔

چند روز بعد اکابر لاہور کا ایک جلسہ برکت علی محمدن ہال میں منعقد ہوا، جس میں حضرت علامہ اقبال، حضرت قرشی، حاجی میر شمس الدین صاحب، مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری، مسٹر محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول، شیخ عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ، ڈاکٹر محمد سلطان صاحب، سید محسن شاہ صاحب، مولانا سید حبیب شاہ، مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب، مولانا سید عنایت شاہ صاحب، میاں فیروز الدین احمد صاحب، مولانا نورالحق صاحب مالک مسلم آؤٹ لک، ملک عبد الحمید صاحب اور بعض دوسرے اصحاب شریک تھے۔ اس میں بھی تمام اصحاب نے مذکورہ بالا تجویز سے کامل اتفاق کا اظہار کیا اور قرار پایا کہ سب کی طرف سے ایک اپیل محفوظ سرمایہ تنظیم کے معطیوں سے کی جائے کہ وہ اس روپے

کو جو بہ حالت موجودہ غیر مستعمل پڑا ہے، ایک اسلامی سلطنت کے جہاد امن و استقلال میں صرف کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ عام رائے یہ تھی کہ محفوظ سرمایہ تنظیم کو مالی امداد کی پہلی قسط کے طور پر بھیج دیا جائے اور ساتھ ہی فراہمی سرمایہ اعانت کا کام پورے زور کے ساتھ شروع کر دیا جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ محفوظ سرمایہ تنظیم کے لیے اکابر کی اپیل کل یا پرسوں شائع کی جائے گی۔ تمام غیرت مند مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جرنیل نادر خاں کے لیے فراہمی زر اعانت کا کام فی الفور شروع کر دیں۔ مذکورہ بالا اپیل کے ساتھ ہی خدا کے فضل سے ایک مختصر سی کمیٹی بن جائے گی جو بلا تامل کام شروع کر دے گی اور امید واثق ہے کہ تمام اسلامی اخبار اتحاد و اتفاق کامل کے ساتھ اس تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔ والا مرید اللہ تعالیٰ۔

نیا زمند

مہر

(انقلاب، جلد ۴-۳، نمبر ۸۶-۸۷، چہار شنبہ۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء)

انگل روز پھر روزنامہ انقلاب میں ایک اور خبر ”جرنیل نادر خاں کی مالی امداد اور محفوظ سرمایہ تنظیم معطلی حضرات سے ایک ضروری التماس“ کے عنوان سے شائع ہوتی ہے:

برادران اسلام کو معلوم ہے کہ جرنیل نادر خاں بہ نفس نفیس دو مرتبہ اہل ہند سے امداد کی اپیل کر چکے ہیں اور اگر انھیں حسب ضرورت مالی امداد مل جائے تو امید واثق ہے کہ افغانستان کے اضطراب انگیز حالات کا عقدہ احسن طریق پر حل ہو جائے گا اور اس کے امن اور استقلال کو اس وقت جو خطرات درپیش ہیں، وہ رفع ہو جائیں گے۔ ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ اپنی اسلامی سلطنتوں کی حفاظت کے لیے گراں بہا خدمات انجام دیتے رہتے ہیں۔ ان کی ہمسایہ اسلامی سلطنت افغانستان ان خدمات کی بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ ہماری ناچیز رائے میں ضرورت ہے کہ افغانستان کے موجودہ مصائب میں مسلمان اپنی ملی و مذہبی غیرت و حمیت کا بیش از پیش ثبوت دیں۔ اس وقت محفوظ سرمایہ تنظیم کی معتد بہ رقم بیکوں میں غیر مستعمل پڑی ہے، چونکہ جرنیل نادر خاں کو فوری امداد کی ضرورت ہے اور مسلمانانہ ہند کی طرف سے جلد سے جلد ایک معتد بہ رقم کا ان کی خدمت میں پہنچ جانا، ان کی مجاہدانہ کوششوں کے لیے خاص تقویت کا سامان بن سکتا ہے، اس لیے ہمیں یقین ہے کہ محفوظ

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

سرمایہ تنظیم کے معظیوں کو یہ رقم بلا تامل جرنیل ممدوح کی خدمت میں ارسال کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ تنظیم مساجد کا کام بلاشبہ ضروری ہے، لیکن اس کے مقابلے میں ایک ترقی پذیر اسلامی سلطنت کی حفاظت بہت زیادہ ضروری ہے، لیکن اس کے مقابلے میں ایک ترقی پذیر اسلامی سلطنت کی حفاظت بہت ضروری اور اہم واقعہ ہے اور مسلمان اس کام سے فارغ ہو کر تنظیم مساجد کے لیے از سر نو مناسب رقم کی فراہمی کا انتظام کر سکتے ہیں (۵)۔ اس کے ساتھ ہی ہم عام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں جرنیل نادر خاں کی مالی امداد کا کام پورے زور کے ساتھ شروع کر دیں۔ محفوظ سرمایہ تنظیم کے معظیوں میں سے اگر خدا نخواستہ کسی صاحب کو ہماری محولہ بالا تجویز سے اختلاف ہو (جس کے وجود کا ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی خیال نہیں آسکتا، اس لیے کہ افغانستان کے امن و استقلال کی حفاظت کا مسئلہ ہر حال میں تنظیم مساجد سے بدرجہا زیادہ اہم ہے) تو براہ کرم اس کی صراحت فرمادیں۔ آٹھ روز تک اگر کسی صاحب کی طرف سے کسی اختلاف کا اظہار نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ سب کو اس سے اتفاق ہے۔ اس کے بعد محفوظ سرمایہ تنظیم کا روپیہ جنرل نادر خاں کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ مزید سرمایہ کی فراہمی کا کام بلا تامل شروع ہو جانا چاہیے۔

یہ اعلان برکت علی محمدن ہال کے ایک جلسہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کیا جاتا ہے جس میں ہم سب شامل تھے:

(ڈاکٹر سر) محمد اقبال (پی ایچ۔ ڈی، بیرسٹر ایٹ لا)، (حاجی میر) شمس الدین، (سید) عبدالقادر شاہ (پروفیسر اسلامیہ کالج)، (مولوی) غلام محی الدین ایڈووکیٹ، (شیخ) عظیم اللہ ایڈووکیٹ، (سید) محسن شاہ ایڈووکیٹ، (مولانا) نورالحق (مالک مسلم آؤٹ لک)، (مولانا) غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب، (مولانا سید) حبیب آف سیاست، (مولانا سید) عنایت شاہ منبر سیاست، (مولوی) محمد دین ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول شیراں والا دروازہ، (میاں) فیروز الدین موچی دروازہ، (مولانا) عبدالجید قرشی، (شیخ) گلاب دین ایڈووکیٹ، (چودھری) معراج دین، (میاں) فضل دین کنٹرکٹور، (ڈاکٹر) سلطان احمد، (مولوی) فضل دین وکیل، (آقائے) مرتضیٰ احمد خاں ایڈیٹر افغانستان۔

(انقلاب، جلد ۴- نمبر ۸۷- پمبشہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۹ء)۔ ۲۰



اسی مقصد کے لیے ۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو علامہ اقبال کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔<sup>۱۲</sup> اس جلسے میں جو لاہور میں خان سعادت خان کے مکان پر ہوا تھا باہمی مشورہ سے باتفاق رائے یہ طے پایا کہ امداد مہیا کرنے کے لیے نادر خان ہلالِ احمر فنڈ قائم کیا جائے۔ سرمایہ کی فراہمی کے لیے ایک مجلس عاملہ بنائی گئی اور اس طرح افغانستان کی تعمیر نو کے لیے لاہور میں جرنیل نادر خاں کی مالی امداد کا کام باقاعدگی سے شروع ہوا۔ ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کے ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کا بیان جس میں اجلاس اور اس میں بنائی گئی کمیٹی کے عہدیداروں اور ان سے جمع شدہ رقم کی تفصیلات درج ہیں:

لاہور میں جرنیل نادر خاں کی مالی امداد کا کام شروع ہو گیا

نادر خاں ہلالِ احمر فنڈ کا افتتاح، فراہمی سرمایہ کے لیے کمیٹی کا قیام

لاہور۔ ۳ اکتوبر۔ چند دنوں سے لاہور کے سرکردہ اصحاب میں سپہ سالار غازی جنرل نادر خاں کی مالی امداد کے لیے عملی قدم اٹھانے کے موضوع پر بڑا سرگرم چرچا ہو رہا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے چند سرکردہ اکابر شہر نے قوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ محفوظ سرمایہ تنظیم جو مولانا قمر شہ صاحب کی تحویل میں بنکوں میں پڑا ہے، وقت اور موقع کی نزاکت اور کام کی اہمیت کے پیش نظر معطلی حضرات سے استصواب کر کے سپہ سالار غازی کی خدمت میں مجاہدین کی امداد کے لیے بھیج دیا جائے۔ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ یہ تحریک بھی بار آور ہو رہی ہے اور معطلی حضرات بہ کمال خوشی اس تجویز پر پسندیدگی اور رضامندی کا اظہار کر رہے ہیں۔

ابھی مزید سرمایہ کی فراہمی کے لیے کمیٹی بنانے کے مسئلہ پر غور کیا جا رہا تھا کہ خان عبدالغفار خاں اتمان زئی رئیس افغان ریلیف کمیٹی پشاور یہاں پہنچ گئے اور فیصلہ ہوا کہ ان کی موجودگی ہی میں کمیٹی بنا دی جائے اور سرمایہ کھول دیا جائے۔

چنانچہ آج شام کے ساڑھے چار بجے خان سعادت علی خاں کے دولت کدہ پر شہر کے عمائد و اکابر کا جلسہ علامہ سر محمد اقبال کے زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ مولوی غلام محی الدین خاں، خان عبدالغفار خاں، سید محسن شاہ، خان سعادت علی خاں، مولانا غلام رسول مہر، مولانا سید حبیب شاہ مالک اخبار سیاست، حاجی شمس الدین، مولانا قاضی عبدالحمید قرشی، خواجہ

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

فیروز الدین، مسٹر فرخ، مولانا محمد دین، سید عنایت شاہ اور راقم الحروف (۸) کے علاوہ اکثر دیگر اصحاب بھی شریک ہوئے۔

کمیٹی کا قیام

باہمی مشورہ کے بعد اتفاق آرا سے قرار پایا کہ جنرل نادر خاں کی امداد کے لیے فی الفور "نادر خاں ہلال احمر فنڈ" کے نام سے ایک سرمایہ کھول دیا جائے اور اس سرمایہ کی فراہمی کے لیے حسب ذیل اصحاب کی ایک مجلس عاملہ بنادی جائے، جو پیش نظر مقصد کے لیے ضروری انتظامات اور اقدامات کرے۔ مجوزہ کمیٹی کے ارکان اور عہدیداروں کے اسما حسب ذیل ہیں:

علامہ سر محمد اقبال۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ رکن کونسل پنجاب صدر

مولانا قاضی عبدالجید قرشی سکریٹری

خان سعادت علی خاں، رئیس اعظم لاہور فنانشل سکریٹری

مسلم بینک آف انڈیا لمیٹڈ خازن

ارکان: مولوی غلام محی الدین خاں ایڈووکیٹ، سید محسن شاہ ایڈووکیٹ، سید عبدالقادر شاہ ایم اے، حاجی شمس الدین، مولانا احمد علی، مولانا غلام مرشد، ملک میراں بخش خاں صاحب، مولوی محمد دین، حافظ حسین بخش، مولوی صدر الدین۔

اس کے بعد کام کی تفصیلات کے متعلق گفتگو ہوئی اور آخر میں مولانا سید حبیب کی تحریک پر حسب ذیل رقوم چندہ کی جمع ہوئیں:

۱۰۱	روپیہ	علامہ سر محمد اقبال
۲۰۱	روپیہ	خان سعادت علی خاں
۲۵	روپیہ	سید محسن شاہ
۱۱	روپیہ	سید حبیب شاہ
۱۰	روپیہ	سید عنایت شاہ
۱۰	روپیہ	حاجی شمس الدین
۵	روپیہ	جناب نازش رضوی
۱	روپیہ	خان نور احمد خاں

مولانا غلام رسول مہرنے مبلغ ۹۰ روپے ۱۲ آنے کی رقم جو علامہ سر اقبال اور اخبار انقلاب کی وساطت سے فراہم ہو چکی تھی، خان سعادت علی خاں فنانشل سکریٹری کو پیش کر دی۔ جلسہ صاحب صدر اور خان سعادت علی خاں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد درخواست ہو گیا۔

(مر تفضیٰ احمد خاں)

(انقلاب۔ جلد ۳۔ نمبر ۹۵۔ شنبہ۔ ۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

۸ اکتوبر کو ایک اور اجلاس ہونا قرار پایا جس کی اطلاعی رپورٹ بھی انقلاب لاہور

نے شائع کی:

ایک ضروری مشورت۔ مسلم میونسپل کمشنران و ممبران

انجمن ہلال احمر، لاہور

۸ اکتوبر کو بروز منگل بعد نماز مغرب ”نادر خان ہلال احمر فنڈ“ کے ممبران کا ایک اہم جلسہ برکت علی محمدن ہال میں منعقد ہو گا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اور خان سعادت علی خاں کی طرف سے بعض نہایت ہی اہم اور ضروری امور پر مشورہ کرنے کے لیے مقامی میونسپل کمشنروں کو اس جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ تمام ممبران اور میونسپل کمشنر صاحبان سے یہ ادب استدعا ہے کہ اس ضروری جلسے کے لیے ضرور تھوڑی سی فرصت نکالیں اور وقت مقررہ پر تشریف لا کر مشکور فرمائیں۔

(عبدالحمید قرشی)

(انقلاب، جلد ۳۔ نمبر ۹۸۔ چہار شنبہ۔ ۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء) ۲۲

علامہ اقبال نے ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو قوم سے حسب ذیل اپیل کی:

برادرانِ ملت و جوانانِ اسلام۔

افغانستان کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔ اس وقت اسلام کی ہزار ہا مربع سر زمین اور لاکھوں فرزندانِ اسلام کی زندگی اور ہستی خطرے میں ہے۔ اور ایک ہمدرد اور غیور ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے مسلمانانِ ہند پر ہی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ افغانستان کو بادِ فنا کے آخری طمانچے سے بچانے کے لیے جس قدر دلیرانہ کوشش بھی ممکن ہو کر گزریں۔

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

لاہور میں جنرل نادر خان اور افغانستان کے زخمی سپاہیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد و اعانت کے لیے ”نادر خان ہلالِ احمر سوسائٹی“ قائم ہو چکی ہے جس کا دفتر بالعموم صبح ۶ بجے سے لے کر دس بجے رات تک برکت علی اسلامیہ ہال میں کھلا رہتا ہے۔

حالات کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں لاہور اور ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کے لیے اپنی قوت و کوشش صرف کر دے۔ اس غرض کے لیے ایسے ایثار پیشہ کار کونوں کی ضرورت ہے جو رضا کارانہ حیثیت سے مقررہ وقت پر اور منظم طریق سے لاہور میں کام کریں۔

اس کے علاوہ دفتر کو تمام ملک سے خط کتابت کرنا ہے ہزاروں ایبلیں بھیجنی ہیں سیکڑوں اخبارات اور ہر ایک شہر کے رؤسا، امر اور اسلامی انجمنوں کو خطوط لکھنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر وسیع کار جو لاہور کے ہر ایک گلی کوچہ پر مسلط ہو اور دوسری طرف تمام ملکی اخبارات اور تمام اسلامی انجمنوں اور بستوں پر محیط ہو مستقل مزاج، سنجیدہ، درد مند، ذی عزم اور با احساس کار کونوں کی امداد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جنرل نادر خان کی امداد کو اس کی حقیقی اہمیت کے مطابق وسعت دینے کے لیے ایسے جواں ہمت کار کونوں کی ضرورت ہے جو مقامی طور پر وارڈ وار پبلک جلسوں کے انعقاد اور ملکی اخبارات، انجمنوں اور قومی کار کونوں اور تمام فیاض اور ذی استطاعت اصحاب سے خط و کتابت کرنے میں انجمن کو امداد دیں۔

میں اپنے تمام سنجیدہ اور مخلص عزیزوں سے جن کے دل میں اسلام کا درد ہے جو آزاد اور متحد افغانستان کی اہمیت کو سمجھتے ہیں ان تمام مقامی انجمنوں کے اراکین سے جو ”نادر خان ہلالِ احمر سوسائٹی“ سے تعاون و اشتراکِ عمل کے لیے آمادہ ہوں بڑے زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برکت علی اسلامیہ ہال میں قریشی صاحب سے ملیں اور اپنے وقت کا کچھ حصہ معمولی تقریب یا کم ضروری مشاغل سے بچا کر انجمن ہلالِ احمر کے کام میں صرف کریں اور یقین کریں کہ یہاں لاہور میں آپ کا ایسا کرنا وہاں افغانستان میں پہنچ کر نادر خان صاحب کی امداد کرنے کے مترادف ہو گا۔“<sup>۲۳</sup>

۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو لاہور کے انقلاب اخبار میں اس فنڈ اور جنرل نادر خان کے

حوالے سے ایک اور خبر شائع ہوتی ہے:

محفوظ سرمایہ تنظیم اور جنرل نادر خاں - عالم بالا کی سخن فہمی

۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے زمیندار اور انقلاب میں قرشی صاحب کے نام ایک اعلان نکلا ہے۔ اس اعلان کا عنوان دونوں پرچوں میں مختلف ہے۔ مگر عبارت ایک ہی ہے اور مولانا محمد عبد اللہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ "خاکسار کے استفسار پر مولانا نے فرمایا:۔۔۔" میری اپنے محترم دوست سید غلام بھیک صاحب نیرنگ سے بھی یہی استدعا ہے کہ وقت کی تنگی اور حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں تاخیر و التوا پر زور دینا مناسب نہیں۔" چونکہ یہ مولانا محمد عبد اللہ کا کوئی دستخطی بیان نہیں اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس اعلان کا ہر لفظ انھی کا ہے یا نہیں، اس لیے میں حیران ہوں کہ سخن فہمی عالم بالا کی شکایت کروں تو کس کی نسبت کروں۔ میں نے تاخیر و التوا پر کب زور دیا اور میرا مقصد تاخیر و التوا کب تھا؟ میں نے تو صرف یہ کہا کہ معظیوں کو کافی نوٹس دینا ضروری ہے اور اپنے اس خیال کے بعض وجوہ بھی اجمال و اختصار کے ساتھ لکھ دیے۔ مفصل وجوہ ایک نچ کے خط میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کو لکھ بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ جن جن حضرات نے اعلان پر دستخط کیے تھے، میرے خط کو ان کی خدمت میں گشت کرادیں۔ میں قرشی صاحب، مولانا محمد عبد اللہ صاحب، مولانا ظفر علی خاں صاحب اور مولانا غلام رسول مہر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس خط کو ڈاکٹر سر محمد اقبال سے لے کر ملاحظہ فرمائیں۔ اس خط سے خاص طور پر معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف التوا و تاخیر کی کوشش کو منسوب کرنا سخت بے انصافی ہے۔

آخر میں امکانی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے میں ان جملہ حضرات اور تمام مسلم پبلک کی خدمت میں صاف صاف عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں جنرل نادر خاں کی امداد کا پورے طور سے حامی ہوں اور ہر گز ہر گز ایک لمحے کے لیے مخالف نہیں ہوں۔ میرا مقصد تاخیر و التوا نہیں ہے، بلکہ اصول امانت کی پابندی اور قومی اتحاد کا تحفظ ہے۔

(سید غلام بھیک نیرنگ - معتمد عمومی جمعیت مرکزی تبلیغ الاسلام - انبالہ شہر۔)

(انقلاب - جلد ۳ - نمبر ۱۰۴ - چار شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء) <sup>۲۴</sup>

بچہ سقہ کی فوجوں کو شکست ہوئی اور اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی ۲۳ میز ان ۱۳۰۸ھ

ش برما بقی ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء افغانستان کے بادشاہ بن گئے۔ <sup>۲۵</sup>

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

اس کے ساتھ ہی محمد نادر شاہ غازی پر اعتماد کے اظہار اور ان کی بادشاہت کو تسلیم کروانے کی خبریں شائع ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اس میں بھی حضرت علامہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو انقلاب لاہور کے ۲۰ اکتوبر سنڈے ایڈیشن کی یہ خصوصی رپورٹ:

اعلیٰ حضرت نادر خاں غازی پر پورا اعتماد۔ لاہور کے مقتدر مسلمان رہنماؤں کا اعلان مدیر ”انقلاب“ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ جنرل نادر خاں کے بادشاہ افغانستان منتخب ہوجانے کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ہمیں نادر خاں غازی کی ذات پر کامل اعتماد ہے اور ہم تمام مسلمانوں کی خدمت میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی اس غیور محب وطن پر پورا اعتماد رکھیں۔ اس وقت اس کے کسی فعل پر ایک لمحہ کے لیے بھی عدم اعتماد کا اظہار خطرناک ہو گا اور خدا نخواستہ از سر نو خانہ جنگی میں الجھادے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام مسلمان اس موقع پر بے حد حزم و احتیاط سے کام لیں گے۔

دستخط: (۱) محمد شفیع (۲) محمد اقبال (۳) سید محسن شاہ (۴) ملک محمد حسین (۵) ملک برکت علی (۶) سعادت علی خاں (۷) خواجہ فیروز الدین بیرسٹر ایٹ لا (۸) ڈاکٹر غلام محمد (۹) (مولوی) غلام محی الدین۔

(نوٹ)

سرشام اس اعلان کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، لہذا محض متذکرہ صدر اصحاب کے دستخط حاصل کیے جاسکے۔ مسلمانوں کے تمام مقتدر رہنماؤں کی رائے یہی ہے، جو اوپر ظاہر کی گئی ہے۔ نادر شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا جائے

علامہ سر محمد اقبال صدر اور خان سعادت علی خاں سیکریٹری نادر خان ہلال احمد سوسائٹی اخبارات اور اہل ہند سے پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ ”جنرل نادر خاں کی، جن کو افغانستان کے قومی جرگے نے بالاتفاق بادشاہ منتخب کر لیا ہے، پوری حمایت کریں۔ ہمارے خیال میں یہ انتخاب افغانستان اور ایشیا کے بہترین مفاد کا حامل ہے۔ نیز ہم حکومت برطانیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جنرل نادر خاں کو فی الفور افغانستان کا بادشاہ تسلیم کر لے تاکہ ہمسایہ ملک میں مزید بد امنی کے انتظامات کا خاتمہ ہو جائے۔“

(انقلاب۔ جلد ۳۔ نمبر ۱۰۷۔ یکشنبہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ سنڈے ایڈیشن)

سبحان اللہ کتنی درد مندی ہے خطے کی ایک آزاد اسلامی مملکت کے لیے جن سے علامہ کی کئی توقعات وابستہ تھیں تاکہ یہ مملکت مزید خونریزی، فساد اور تباہی و بربادی سے بچ سکے۔ اگر ایک طرف انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے افغانستان میں بچہ ستھ کا انقلاب غازی امان اللہ خاں کے خلاف کامیاب ہو گیا تھا تو دوسری طرف افغانوں کی ملی غیرت اور وطن و دین پرستی کی بنیاد پر اس قوم نے یکسر انگریزوں کے اس مہرے حبیب اللہ کلکانی بچہ ستھ کی نہ صرف حکومت ختم کی بلکہ ان کو نشانِ عبرت بنا کر تاریخ میں غدار کی کی علامت بنا دیا۔

علامہ اور ہندوستان کے مسلمان زعماء کو حالات کی نزاکت کا پورا ادراک تھا۔ چنانچہ دوسرے روز ہی روزنامہ انقلاب میں خبر شائع ہوئی کہ:

افغانستان ہلالِ احمر فنڈ۔ ایک ضروری استدعا

..... درد مند مسلمان ایک منٹ ضائع کرنے کے بغیر اپنے اپنے دیہات، قصبات، شہروں اور محلوں میں روپوں کی فراہمی کا کام شروع کر دیں۔ لاہور میں اس کام کا افتتاح ہو چکا ہے۔ آج ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، حاجی شمس الدین صاحب، خان بہادر شیخ امیر علی صاحب اور دیگر اصحاب نے طے کیا ہے کہ وہ بصورتِ وفد روزانہ شہر کا دورہ کریں گے.....

”لاہور ہلالِ احمر“ آج مقامی معززین کی خدمت میں حاضر ہوا، جنہوں نے کمال فیاضی سے وفد کی استدعا کو شرف قبول بخشا۔ محترم میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لا سے بسم اللہ کی گئی۔ جناب نے کمال مہربانی سے ایک صد روپیہ نقد، مولوی فیروز الدین صاحب مالک فیروز پرنٹنگ پریس نے ۵۰ روپیہ عطا فرمائے۔ جناب میاں نظام الدین صاحب مدظلہ العالی نے پانصد کا وعدہ فرمایا.....

روپے	آنے	پائی	
۱۰۱۴	۱۱	۰	میزان

تمام رقوم مسلم بینک لاہور اور اس کی شاخوں میں "ہلالِ احمر فنڈ" کی صراحت میں بھیجی جائیں۔

خان سعادت علی خاں، سکریٹری ہلالِ احمر سوسائٹی لاہور۔  
(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۰۸۔ سہ شنبہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

۲۲ اکتوبر تک درج ذیل رقوم جمع ہوئی تھیں

۲۰ اکتوبر کو چندہ جمع ہوا	۶۵۰ روپے
۲۱ اکتوبر کو چندہ جمع ہوا	۳۵۵ روپے
۲۲ اکتوبر کو چندہ جمع ہوا	۳۱۰ روپے
خاں سعادت علی خاں کے پاس جمع شدہ سرمایہ	۱۱۱۰-۱۱۲۰

(انقلاب جلد ۴ نمبر ۱۰-۲۴ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

یہاں اگر ایک طرف افغانستان کی تعمیر نو کے لیے چندہ اکٹھا کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف افغانستان کے سیاسی مستقبل سے متعلق بھی مسلم زعماء فکر مند تھے اور برطانیہ پر نادر شاہ کی بادشاہت تسلیم کروانے کے لیے زور دیا جاتا رہا:

افغانستان اور حکومت برطانیہ کا اولین فرض۔ اعلیٰ حضرت نادر خاں کو بادشاہ تسلیم کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ اکابر پنجاب کا اعلان

۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء ملک کے طول و عرض میں یہ مسرت انگیز اعلان شائع ہو چکا ہے کہ افغانستان کے قومی جرگہ نے بطل حریت غازی محمد نادر خاں کو ان کے عدیم المثال ایثار اور قربانی کی بنا پر افغانستان کا بادشاہ انتخاب کر لیا ہے۔ ہم اس انتخاب کو اسلام اور افغانستان کے لیے صد ہزار برکات و حسنات کا موجب خیال کرتے ہیں اور سپہ سالار غازی کی خدمت میں تہ دل سے مبارک باد عرض کرتے ہیں کہ خداوند پاک نے اپنی ذرہ نوازی سے ان کے وجود باجود کو نجات دہندہ افغانستان کی حیثیت سے قبول فرمایا۔

سپہ سالار غازی کا سیاسی اور مذہبی رسوخ ان کی عدیم النظیر شجاعت و کار دانی اور فقید المثال خدمت و بے نفسی ہمارے سامنے موجود ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام ہندوستانی جنہیں آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کا احساس ہے، اس اعلان میں ہمارے ہم آہنگ ہیں کہ موجودہ حالات میں قیام امن و انتظام اور اصلاح احوال ملت افغان کے لیے اس سے بہتر انتخاب ممکن نہیں ہے۔

ہم افغانستان کے قومی جرگہ کی دانائی اور مال اندیشی اور بیدار مغزی کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جن کی نگہ انتخاب نے جزل نادر خاں جیسے رجل عظیم، جن کی دین داری، وطن دوستی، تدبیر و صالحیت ہر قسم کے اشتباہ سے بالاتر ہے، افغانستان کے تحت حکومت کے لیے چنا



ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ قابل احترام انتخاب، جس طرح ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسرت و شادمانی عام کا داعی بن رہا ہے، اسی طرح افغانستان کے جملہ قبائل و ملوک، خوانین اور علمائے اسلام کو بھی ایک نقطہ پر جمع کر دے گا۔

ہم اس موقع پر افغانستان کے سرداران قبائل، علمائے اسلام اور خوانین عظام کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے جسور و غیور ملت افغانیہ کو اندرونی تفرقہ پردازیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں۔

بچہ سقہ کی تباہی اور سپہ سالار غازی کے اعلان بادشاہت کے بعد حکومت انگریزی کا فرض بالکل واضح ہے۔ ہمارے قریب ترین ہمسایہ ملک میں جو ایک سال سے جنگ و جدل کا بازار گرم ہے، اس سے ہندوستان اور افغانستان یکساں طور پر نقصان اٹھا رہے ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا فرض ہے کہ ہندوستان اور افغانستان کے باشندوں کی متحدہ خواہشات کے مطابق سپہ سالار غازی جنرل محمد نادر خاں کو افغانستان کا جائز بادشاہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کی تاخیر والتوا کو راہ نہ دے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں۔ اے خدا! افغانستان کی مشکلات کو آسان کر دے اور سپہ سالار غازی کو توفیق دے کہ ان کی ہمت و کوشش سے ملت افغان اپنے اسلامی شرف و اقارب کو دنیا میں قائم رکھ سکیں۔

دستخط

سر میاں محمد شفیع۔ سر علامہ محمد اقبال۔ خان سعادت علی خاں۔ خلیفہ شجاع الدین۔ خواجہ فیروز الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا۔ میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لا۔ مولانا غلام رسول مہر۔ مولانا عبدالجید سالک۔ سید حبیب آف ”سیاست“۔ ملک لال دین قیصر۔ حاجی بخش الدین۔ ملک برکت علی ایم اے۔ پروفیسر عبدالقادر شاہ ایم اے۔ مولوی غلام محی الدین خان۔ ملک میراں بخش (سوداگر چوب)۔ چودھری دین محمد (رئیس اعظم)۔ چودھری عبدالکریم (میونسپل کمشنر)۔ چودھری فتح شیر (میونسپل کمشنر)۔ مولوی فیروز الدین مالک فیروز پرنٹنگ پریس۔ سید محسن شاہ۔

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۰۹۔ چہار شنبہ۔ ۲۳/اکتوبر ۱۹۲۹ء)

افغانستان ہلالِ احمر فنڈ

سوداگران چرم لاہور

..... آج کا وفد جو ڈاکٹر سر محمد اقبال، خان سعادت علی خاں، میاں عبدالعزیز اور حاجی شمس الدین پر مشتمل تھا، لاہور کے سوداگرانِ چرم کی خدمت حاضر ہوا.....

پائی آنے روپے

..... آج تک کی صحیح میزان۔ ۰۔۔۔۔۱۱۔۔۔۔۱۸۴۵ ہے۔ درد مند مسلمان تمام رقوم ”مسلم بینک لاہور“ اور اس کی شاخوں میں جمع کروائیں۔

(عبدالحمید قرشی، سکرٹری)

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۱۵۔ چہار شنبہ۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء) ۲۱

نادر خان ہلالِ احمر فنڈ کے لیے محمد جمیل صاحب سے دس روپے کا چندہ ملتا ہے۔ علامہ شکرینے کے طور پر انھیں ۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو انگریزی میں مکتوب بھیجے ہیں۔ ترجمہ درج ذیل ہے:

ہلالِ احمر فنڈ کے لیے دس روپے کے عطیے کا شکریہ۔ مجھے امید ہے احباب بنگلور جن سے میں نے اس سلسلے میں اعانت کی درخواست کی ہے فراخ دلی سے چندہ دیں گے۔ ہمارے انک پار کے بھائیوں کی طرف سے جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے وہ ان حضرات کو یاد دلائیے۔ افغانستان کا استحکام مسلمانانِ ہندوستان اور وسطی ایشیا کے لیے وجہ جمعیت و تقویت ہے۔ بچہ سقہ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت قتل ہو چکا ہے اور نادر خان بادشاہ بترتج استحکام حاصل کر رہے ہیں۔ میرے خطبات مکمل ہو چکے ہیں۔ ۲۷

یاد رہے کہ اس مکتوب کی تحریر سے ایک روز پیشتر ۳ نومبر ۱۹۲۹ء بمطابق ۱۱ عقرب

۱۳۰۸ھ ش کو بچہ سقہ اور ان کے درج ذیل ساتھیوں کو پھانسی دی گئی:

۱- حمید اللہ (بچہ سقہ حبیب اللہ کا بھائی)

۲- سید حسین وزیر جنگ

۳- ملک محسن گورنر کابل

۴- شیر جان وزیر دربار

۵- محمد صدیق فرقہ مشر (فوجی سربراہ)

۶- محمد محفوظ قوماندان امنیہ

۷- قلعہ بیگی وغیرہ<sup>۲۸</sup>

افغانستان میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے برسر اقتدار آنے کے بعد کابل میں مجلس امدادیہ ملی کا قیام عمل میں آتا ہے۔ حکومت کی یہ خبر ۹ نومبر ۱۹۲۹ء کے اخبارات کی زینت بنتی ہے:

کابل میں مجلس امدادیہ ملی کا قیام۔ حکومت کے استحکام کے لیے فراہمی سرمایہ (کابل سے انقلاب کے لیے خاص برقی پیغام)

کابل، ۷ نومبر۔ مولانا عزیز ہندی سکریٹری مجلس امدادیہ ملی کابل سے بذریعہ برقی پیغام رقم طراز ہیں:

نوجوان افغانوں نے افغانستان کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے کابل میں مجلس امدادیہ ملی قائم کی ہے۔ مجلس مذکورہ برادران ہند کی گراں بہا اور بروقت امداد کا اعتراف اور ان تمام حضرات کا بے حد شکریہ ادا کرتی ہے، جن کی سرگرمیاں اس نازک حالت میں حکومت افغانستان اور قوم افغان کی بہبود کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ مجلس مذکور کی طرف سے میں استدعا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

”انقلاب“۔ اس مضمون کا ایک تار جناب علامہ اقبال (صدر مجلس ہلال احمر لاہور) کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔ یہ بے انتہا مسرت کا مقام ہے کہ کابل کے نوجوان افغانوں نے اپنی حکومت کی مشکلات محسوس کر کے فراہمی سرمایہ کا کام شروع کر دیا ہے۔ ہم خواجہ غلام محمد عزیز ہندی امرتسری کو یقین دلاتے ہیں کہ تمام یہی خواہان افغانستان اس سعی میں ان کے ہم قدم ہوں گے.....

(انقلاب، جلد ۴- نمبر ۱۲۳- شنبہ۔ ۹ نومبر ۱۹۲۹ء)

چنانچہ مخیر حضرات کی طرف سے دل کھول کر نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں عطیات جمع ہوتے ہیں:

نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں سات ہزار سے زیادہ روپیہ فراہم ہو گیا۔ محفوظ سرمایہ تنظیم کی باضابطہ وصولی

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

.....راقم الحروف نے محفوظ سرمایہء تنظیم کے معاونین کرام کی مخصوص اجازت کے مطابق تمام جمع شدہ روپیہ افغانستان ہلال احمر سوسائٹی لاہور کے نام منتقل کر دیا تھا تاکہ اسے غازی محمد نادر خاں کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ آج مسلم بینک امرتسر نے ۵۴۶ روپے ۴ آنے ۵ پائی کی رقم باضابطہ طور پر نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں منتقل کر دی ہے۔ دلی امرتسر سنٹرل کو آپریٹو بینک امرتسر سے خط و کتابت ہو رہی ہے.....

کل میزان ۷، ۷۷، ۳ روپیہ ۱۱ (آنے) ۵ پائی۔

تمام رقم مسلم بینک لاہور اور اس کی شاخوں میں بھیجی جائیں۔ (عبدالحمید قرشی، سکریٹری افغانستان ہلال احمر سوسائٹی، لاہور)

(انقلاب، جلد ۴، نمبر ۱۲۸، جمعہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

برطانیہ عظمیٰ مجبور ہو جاتی ہے کہ جدید افغانستان کو تسلیم کرے چنانچہ وزیر خارجہ کابل کے نام برطانیہ عظمیٰ کا پیغام جاری ہوتا ہے جس کی کاپیاں وزیر خارجہ کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ اقبال اور دیگر اہل درد حضرات کو بھی ملتے ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ نے جدید حکومت افغانستان کو تسلیم کر لیا۔

مسٹر ہینڈرسن کا پیغام وزیر خارجہ کابل کے نام

.....رنگی ۱۵ نومبر۔ مسٹر آرتھر ہینڈرسن وزیر خارجہ برطانیہ نے وزیر خارجہ کابل کے نام

حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا ہے:

”میں ہنر میجسٹری کی گورنمنٹ یعنی دولت متحدہ اور حکمت ہند کی طرف سے اور ہنر میجسٹری کی حکومتوں یعنی کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی کامن ویلتھ، جنوبی افریقہ کی یونین اور آئر لینڈ کی آزاد حکومت کے ایماسے یورپیلیسیٹنس کو مطلع کرتا ہوں کہ مذکورہ حکومتیں اس حکومت کے بادشاہ محمد نادر شاہ کو جو بادشاہ محمد نادر شاہ نے افغانستان میں قائم کی ہے، تسلیم کرتی ہوئی اس مخلصانہ امید کا اظہار کرتی ہیں کہ پہلے کی طرح جدید حکومت کے ساتھ بھی مجانبہ تعلقات جاری رہیں گے۔“

پیغامات تبریک و تہنیت

بخدمت جلالت مآب وزیر خارجہ افغانستان

”بیرونی حکومتوں اور علی الخصوص برطانیہ کی طرف سے تسلیم حکومت پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مخلصانہ مبارک باد عرض کر دیجیے۔“

مندرجہ صدر مضمون کے برقی پیغامات آج حضرت علامہ اقبال، حضرت سعادت علی خاں صاحب، حاجی میر شمس الدین صاحب، افغانستان ہلال احمر اور ادارہ ”انقلاب“ کی طرف سے وزیر خارجہ افغانستان کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۳۱۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء)

۲۸ نومبر ۱۹۲۹ء انقلاب جلد نمبر ۱۳۹ پینچشنبہ کی خبر:

لاہور سے کل رقم افغانوں کی امداد کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ۵۔ ۱۱۔ ۸۱۱۲ روپے۔

نادر خاں فنڈ کابل پہنچ جاتا ہے اور وہاں سے مجلس امدادیہ ملی کی جانب سے علامہ کے نام خط آتا ہے:

نادر خاں ہلال احمر فنڈ۔ آٹھ ہزار روپیہ کابل پہنچ گیا۔ مجلس امدادیہ ملی کا خط علامہ اقبال کے نام قارئین کرام کو یاد ہو گا کہ لاہور میں نادر خاں ہلال احمر فنڈ کے نام سے ایک سرمایہ جمع کیا گیا تھا۔ ہلال احمر فنڈ کی مجلس نے اس سرمایہ کے متعلق ارباب حکومت افغانستان اور مجلس امدادیہ ملی کابل سے خط و کتابت کی اور بالآخر آٹھ ہزار روپیہ خواجہ ہدایت اللہ خاں صاحب جنرل قونصل افغانی (مقیم شملہ) کی وساطت سے افغانستان بھیج دیا گیا۔ حال ہی میں جناب محمد ابراہیم صاحب رئیس مجلس امدادیہ ملی اور جناب محمد اسلم صاحب بلوچ ناظم مجلس کی جانب سے حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی کی خدمت میں ایک مکتوب موصول ہوا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مبلغ آٹھ ہزار روپیہ وزارت خارجہ افغانستان سے مجلس کو وصول ہو چکا ہے۔ اعلیٰ حضرت غازی اور ملت افغانستان برادران ہند کی اس ہمدردی کی بہت قدر کرتے ہیں۔

اس مکتوب میں ان دونوں حضرات نے علامہ اقبال کی اس تعلیم کو بے انتہا سراہا ہے کہ مسلمانوں کو وطنیت و قومیت کے جال میں نہ پھنسا چاہیے، بلکہ اول و آخر مسلمان ہی رہنا چاہیے۔ آخر میں لکھا ہے کہ افغانستان کے باشندے آپ کی (علامہ اقبال کی) زیارت کا بے انتہا اشتیاق رکھتے ہیں اور اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو حکومت و ملت دونوں کی طرف سے آپ کی نہایت مخلصانہ عزت و پذیرائی کی جائے گی۔

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۴۸۔ پینچشنبہ۔ یکم اگست ۱۹۳۰ء)

اس دوران افغانستان کے سفیر اعلیٰ لاہور تشریف لاتے ہیں اور حضرت علامہ ان کی خدمت میں ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کی خبر:

افغانستان کے سفیر اعلیٰ کی تشریف آوری

لاہور ۲۸ جنوری۔ آج صبح آٹھ بجے افغانستان کے سفیر اعلیٰ جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب دہلی سے لاہور تشریف لائے۔ قونصل خانہ افغانستان کے میر منشی جناب محمد فاضل ساتھ تھے۔ جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب قبل ازیں روس، ترکی اور ایران میں رہ چکے ہیں۔ دور انقلاب میں جلالت مآب نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے جو فداکاریاں کیں، وہ فداکاران افغانستان کی تاریخ کا نہایت شان دار باب ہیں۔ جلالت مآب نے ہزارہ قبائل میں نہایت شان دار کام کیا اور آخر تک بچہ ستھ کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ بچہ ستھ نے ان کی گرفتاری کے لیے ایک لاکھ روپے کا انعام مقرر کیا، بعد ازاں حکم دے دیا کہ انھیں جس طرح بھی ہو، شہید کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ جلالت مآب کا حامی و ناصر تھا اور آپ بالکل محفوظ رہے۔ جلالت مآب دو تین روز لاہور میں قیام فرمائیں گے۔ اس وقت سٹٹلز ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آج شام کو حضرت علامہ اقبال کے یہاں دعوت طعام ہے۔ کل چار بجے سر شفیع کے یہاں دعوت چائے ہوگی، غالباً کل شام کو مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری کے ہاں کھانا ہوگا۔ کل ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بعض اخبارات کے نمائندوں کو انٹرویو کے لیے وقت دیا گیا ہے۔

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۸۹۔ پنج شنبہ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء۔)

لاہور میں افغانستان کے قونصل جنرل کے مصر و فیتوں کے رپورٹس مسلسل اخبارات میں شائع ہوتے رہیں۔ اس دوران حضرت علامہ کی ان پروگراموں میں شمولیت اور ان کی کردار کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے۔

لاہور میں قونصل جنرل افغانستان کی مصر و فیتیں

لاہور ۲۸ جنوری۔ آج جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب قونصل جنرل افغانستان نے بعض مقامی معزز احباب سے ملاقات فرمائی اور شام کو حضرت علامہ اقبال کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ اس مختصر صحبت ضیافت میں جلالت مآب اور ان کے سکریٹری منشی محمد فاضل صاحب، مولانا شوکت علی صاحب، چودھری محمد حسین صاحب، مدیران انقلاب اور مسٹر شمس

الدین حسن مدیر خاور شریک تھے۔ مسائل مہمہ پر مذکرے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا اور سب احباب تو نصل جزل صاحب کی فراست و دانش مندی اور خیر خواہی سے بہت متاثر ہوئے.....

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۹۰۔ جمعہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء۔)

جناب تو نصل جزل کی مصروفیتیں

لاہور ۳۰ جنوری۔ جلالت مآب تو نصل جزل افغانستان نے آج بھی بعض سے فرداً فرداً ملاقات فرمائی۔ پانچ بجے سٹٹلز ہوٹل میں مجلس خلافت پنجاب کی طرف سے آپ کو دعوت چائے دی گئی جس میں علامہ اقبال، سر محمد شفیع، میاں عبدالعزیز صدر بلدیہ لاہور، مولانا شوکت علی اور دیگر معززین و اکابر کے علاوہ مالک و مدیر مسلم آؤٹ لک مولانا سالک، مولانا سید حبیب اور تمام کارکنان خلافت بھی موجود تھے.....

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۹۱۔ شنبہ۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء) ۲۹

۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو ایک بار پھر محمد جمیل سے ایک اور مکتوب میں افغانستان میں امن و امان اور محمد نادر شاہ سے متعلق خوش بینی کا اظہاریوں کرتے ہیں:

..... افغانستان میں دوبارہ امن قائم ہوتا جاتا ہے نادر خان ملک کو شاہراہ ترقی پر ڈالنے کی بے حد کوشش فرما رہے ہیں۔ وہ افغانوں کے محبوب ہیں۔ اور نیم پنجابی بھی۔ ان کی والدہ لاہور میں پیدا ہوئیں اور یہیں پرورش پائی۔ ۳۰

نادر خان غازی علامہ سے دیرینہ رفاقت کا حق ادا کرتے ہوئے انھیں افغانستان آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جس کی تفصیلات پر علامہ کے سفر افغانستان کے عنوان میں تحقیق کی جائے گی۔ بدھ ۸ نومبر ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۶ عقرب ۱۳۱۲ھ ش کابل کے دلکشا میں اعلیٰ حضرت محمد نادر خان کو شہید کر دیا جاتا ہے اور حضرت علامہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ شہید کے جانشین محمد ظاہر شاہ اور وزیر اعظم افغانستان کو تعزیتی خطوط بھجواتے ہیں۔ محمد ظاہر شاہ کے نام علامہ کے مکتوب کا تذکرہ ان کے عنوان کے تحت کیا جائے گا البتہ نادر شاہ کی شہادت پر افغانستان کے وزیر اعظم کے نام علامہ کے تعزیتی مکتوب کا متن درج ذیل ہے:

## باب اول: اقبال کی افغان دوستی

میں نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے غدارانہ قتل کی خبر سے نہایت شدید رنج و اندوہ محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت شہید کی روح کو خلعتِ مغفرت عطا فرمائے۔ آپ نجات دہندہ افغانستان اور زمانہ حاضر کے جلیل ترین حکمرانوں میں سے تھے اور آپ کے انتقال کا نقصان تمام دنیائے اسلام میں محسوس کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت شہید کی ذاتی شجاعت، ذاتی تقویٰ اور اسلام اور افغانستان سے محبت آئندہ نسلوں کے لیے بہت بڑی ہمت افزائی اور تحریک عمل کا باعث ہوگی۔ ازراہ نوازش میری طرف سے دلی ہمدردی کا اظہار اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ، سردار شاہ محمود خان اور دیگر افراد خاندان شاہی کی خدمت میں پہنچا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس صدمے میں صبر و ثبات کی توفیق عطا فرمائے۔<sup>۳۱</sup>

۱۹۳۲ء میں جمال الدین احمد (بی اے آنرز) اور محمد عبدالعزیز نے افغانستان پر انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ مقدمہ لکھنے کے لیے ان کی نگاہ انتخاب علامہ اقبال پر پڑی۔ علامہ نے اس کتاب کا دیباچہ تحریر کیا۔ جس کے فارسی ترجمے کو بعد میں مجلہ کابل نے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں بھی اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کا تذکرہ موجود ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

از من خواہش شد دوسہ سطر ی بہ عنوان مقدمہ در اطراف این کتاب گراں قیمت کہ راجع بہ افغانستان نگارش یافتہ بہ نو سیم این تکلیف را بنظر رضا و استحسان می گنم زیرا اسرور و علاقہ ام با افغانستان نہ تھا از جہتی است کہ من افغانہارا دایما یک ملت غیور و دارای قوہ خستہ گی ناپذیر در زندگی میدانم بلکہ شرفیای بحضور اعلیٰ حضرت شہید محمد نادر شاہ غازی آن پادشاہ صاحب شمشیر و تدبیر پیشتر مرا قانع نموده کہ نبوع او در پیکر ملت افغان تازہ دمید و چشم ملت را بمنظر عالم امروزہ باز نموده۔<sup>۳۲</sup>

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا ہے کہ افغانستان پر اس نفیس کتاب کے پیش گفتار کے طور پر چند سطریں لکھ دوں۔ مجھے اس فرمائش کے پورا کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے نہ صرف اس لیے کہ میں افغانوں کا ایک جفاکش اور سخت کوش جاندار قوم کی حیثیت سے احترام کرتا ہوں بلکہ اس لیے بھی کہ مرحوم نادر شاہ کو شخصی طور سے جاننے کی عزت بھی مجھے حاصل ہے۔ وہ مجاہد سیاست دان جسکی شخصیت نے اس کی قوم میں ایک نئی جان ڈال دی اور جدید دنیا کو سمجھنے کے لیے نئی نظر بخشی۔<sup>۳۳</sup>



علامہ سے نادر شاہ کے قریبی مراسم اور نادر شاہ سے اقبال کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جاوید منزل میں علامہ کی خواگاہ میں علامہ کے سرہانے اپنی بڑی سازگی تصویر کے علاوہ دائیں جانب محمد نادر شاہ غازی اور بائیں جانب سر راس مسعود کے نسبتاً چھوٹے سازگی تصاویر رکھی تھیں جو آج تک اسی حالت میں محفوظ ہیں۔

اعلیٰ حضرت نادر شاہ کے بعد افغانستان میں سیاسی حوالے سے علامہ کے قریبی مراسم ان کے جانشین المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ سے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ سے علامہ کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب اعلیٰ حضرت کی عمر ابھی صرف تقریباً دس سال ہی تھی۔ جولائی ۱۹۲۳ء میں جب اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں پیرس جا رہے تھے اور لاہور میں ایک روز کا قیام کیا تھا علامہ نے ان سے ملاقات کی تھی اور اس ملاقات میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ اپنے والد کے ساتھ تھے۔ اس ملاقات کا تذکرہ علامہ کے ایک مکتوب بنام چودھری محمد حسین بابت ۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء میں موجود ہے:

جنرل نادر خاں صاحب نے لاہور میں ایک روز قیام کیا۔ وہ اردو بہت اچھی بولتے ہیں اور نہایت بے تکلف اور سادہ آدمی ہیں۔ کل شام میں نیڈو ہوٹل میں ان سے ملا۔ وہ خود ہی میرے مکان پر آنے والے تھے۔ چٹھی میرے نام کی لکھ کر بھیجنے والے تھے کہ میں خود وہاں جا پہنچا۔ ان کی دعوت چائے کی تھی اور مجھے بھی میزبان نے مدعو کیا تھا۔ نہایت اخلاص اور محبت سے ملے اور جب میں نے ان کی عسکری قابلیت کی تعریف کی تو کہا آپ نے جو کچھ لکھا ہے، دنیا کی کوئی توپ اور بندوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایک ایک لفظ ایک ایک بیڑی کا حکم رکھتا ہے۔ وہ پیرس میں سال یا دو سال رہیں گے۔ اپنے چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہوگی.....<sup>۳۲</sup>

جب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی افغانستان کے حکمران بنے اور اس دوران میں محمد ظاہر خان جب بھی ہندوستان کا سفر کرتے افغان سفارت خانہ میں ان کی آمد اور دیگر مصروفیات کا برقی تار دیگر محکمہ جات کے علاوہ حضرت علامہ کو بھی ارسال کیا جاتا۔ اس حوالے سے ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کی چند خبریں:

محمد نادر شاہ غازی کے جگر بند کا نزول اجلال۔ والا حضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

افغان قونصل جنرل ہندوستان دہلی کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے شہزادہ عالی قدر ہزہائی نس محمد ظاہر خاں ۸ اکتوبر کو (فرانس سے) بمبئی تشریف لارہے ہیں۔ افغانستان تشریف لے جاتے ہوئے ہزہائی نس جب دہلی سے روانہ ہوں تو آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

اس مضمون کا ایک تار حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔  
(انقلاب، جلد ۵- نمبر ۹- پنجشنبہ- ۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء) ۳۵

شہزادہ محمد ظاہر خاں کا بمبئی میں نزول اجلال۔ ۹ اکتوبر کو لاہور سے گذریں گے  
بمبئی۔ ۵ اکتوبر۔ ہدایت اللہ خاں قونصل جنرل افغانستان متعینہ دہلی، حسب ذیل برقی پیغام ارسال فرماتے ہیں۔

ہزہائی نس شہزادہ محمد ظاہر خاں فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت شہریار محمد نادر شاہ غازی ۸ اکتوبر کو فرنیئر میل میں بمبئی سے روانہ ہوں گے۔ شدت گرما کے باعث سیدھے پشاور تشریف لے جائیں گے اور ۹ اکتوبر کو شام کے وقت لاہور میں نزول اجلال فرمائیں گے۔  
اس مضمون کا ایک برقی پیغام علامہ سر محمد اقبال کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔  
(انقلاب۔ جلد ۵- نمبر ۱۰۰- سہ شنبہ۔ ۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

والا حضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں کی تشریف آوری  
لاہور ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں کا ہجوم۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی زندہ باد کے نعرے  
لاہور۔ ۹ اکتوبر۔ آج ساڑھے نو بجے (شب) فرنیئر میل سے والا حضرت شہزادہ محمد ظاہر  
خاں اطال اللہ عمرہ، لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ ہزار ہا مسلمان آپ کی زیارت کے لیے  
دیوانہ وار ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

خان سعادت علی خاں صاحب سکرپٹری انجمن اسلامیہ پنجاب اور حضرت محمد اقبال مدظلہ  
تعالیٰ کی دعوت پر شہر کے متعدد اکابر بھی موجود تھے، جن میں خاں صاحب موصوف اور  
حضرت علامہ کے علاوہ چودھری دین محمد صاحب، چودھری فتح محمد صاحب، چودھری  
عبدالکریم صاحب، خاں بشیر حسین خاں صاحب، میر سردار حسین صاحب، حکیم سید  
ظفریاب علی صاحب، میاں محمد دین (حزب الاحناف) سید عنایت علی شاہ صاحب، مولانا  
غلام مرشد، مولانا نجم الدین اور دیگر علمائے کرام، شہزادہ احمد علی درانی، شہزادہ صالح محمد

خال، شہزادہ محمد یوسف جان، سردار عبدالرحمن محمد زائی اور دیگر شہزادگان و معززین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قونصل جنرل صاحب دہلی اور قونصل جنرل صاحب بمبئی منشی محمد فاضل صاحب اور دیگر حکام افغانی والا حضرت کے ہم رکاب تھے۔ مولانا سید حبیب نے شہزادہ صاحب اور ان کے رفقا کے لیے نہایت پُر تکلف کھانے کا انتظام کیا تھا۔

تمام معززین و احباب مخلصین نے شہزادہ صاحب کو پھولوں کے بے شمار ہار پہنائے اور مسلمانوں کے پے درپے نعروں سے اسٹیشن گونج اٹھا۔ والا حضرت نے حضرت علامہ اقبال، خان سعادت علی خاں، مولانا سالک، مولانا مہر، میر حبیب اللہ (صاحب زادہ حاجی شمس الدین صاحب) اور دیگر اصحاب سے نہایت پر تپاک ملاقات فرمائی اور آخر میں مولانا سالک سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے سب مسلمانوں کی اس تکلیف فرمائی اور محبت کا شکریہ ادا کر دیجیے۔ چنانچہ مولانا سالک نے حکم کی تعمیل میں والا حضرت کی طرف سے مسلمانوں کا دلی شکریہ ادا کیا۔

والا حضرت نے عام مسلمانوں سے نہایت بردارانہ تپاک اور مخلصانہ گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور چند ہی لمبے میں ہر شخص کو اپنے اخلاق عالیہ کا گرویدہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ والا حضرت کو صاحب عمر و اقبال کرے اور ان کی ذات کو افغانستان اور عالم اسلام کے لیے باعث برکات بنائے۔

(نامہ نگار)

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۱۰۴۔ شنبہ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

مثنوی مسافر میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کو ”پادشاہِ اسلام“ کا خطاب دیا گیا ہے اور ان کے نام ایک طویل فارسی نظم موجود ہے۔<sup>۳۶</sup>

نومبر ۱۹۳۳ء میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی شہادت سے اقبال انتہائی رنجیدہ ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کے نام اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں شہید موصوف سے اپنے تعلق اور محمد ظاہر شاہ سے اظہارِ ہمدردی یوں کرتے ہیں:

۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے قتل کی خبر سے مجھے ذاتی حیثیت سے بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ اعلیٰ حضرت شہید کی خدمت میں گذشتہ کئی سال سے مجھے نیاز حاصل تھا اور میں ان کی شفقت اور

## باب اول: اقبال کی افغان دوستی

محبت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شہید کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے لیے اس جلیل القدر شہید کی یاد موجب رہنمائی ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو افغانستان کی خدمت کے لیے مدت دراز تک زندہ رکھے۔ ملت افغانی نے اتفاق آرا سے آپ کے حضور میں اطاعت کر کے جس دانشمندی اور جذباتِ تشکر کا ثبوت دیا ہے اس کی تحسین میں ساری دنیا ہم زبان و ہم آہنگ رہے گی۔<sup>۳۷</sup>

اور اقبال کی یہ دعا قبول ہوئی اور الحمد للہ آج تک اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے افغانستان کی خدمت کے لیے دراز عمر پائی ہے۔ موصوف نے اپنے والد کی شہادت پر حضرت علامہ کے تعزیتی مکتوب کا جواب یوں ارسال کیا:

کابل ۲۳ نومبر

از اظہار تعزیت و تالم شہادہ نسبت شہادت دردناک اعلیٰ حضرت محبوب افغانستان محمد نادر شاہ غازی تشکر م۔

محمد ظاہر خان<sup>۳۸</sup>

علامہ کے نام اعلیٰ حضرت کے اس تار کی خبر کو روزنامہ انقلاب نے مکمل کو رتیج دی ہے۔

اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کا تار۔

حضرت علامہ اقبال کے پیغام تعزیت کا جواب

حضرت علامہ اقبال کے برقیہ تعزیت کے جواب میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے مندرجہ ذیل تار بزبان فارسی بھیجا ہے:

(فارسی ورژن اوپر درج کیا گیا)

اردو ترجمہ ذیل ہے:

آپ نے اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ محبوب افغانستان کی شہادت پر جو اظہار رنج و افسوس کیا ہے، اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۶۵- چہار شنبہ۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء)

شہر یار افغانستان اور صدر اعظم کے تار۔ حضرت علامہ اقبال کے نام

حضرت علامہ اقبال کے نام اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کا جو تار اشاعتِ دیروزہ میں شائع ہو چکا ہے، وہ پرائیوٹ تھا، مندرجہ ذیل تار ”دارالتحریر شاہی کابل“ کی طرف سے موصول ہوا ہے، جسے اعلیٰ حضرت کا سرکاری جواب سمجھنا چاہیے۔

”اعلیٰ حضرت ہمایونی از ہمدردی و تعزیت شاہ بہ نسبت شہادتِ مونسہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی و حسن عقیدتِ تاں بہ نسبت جلوں شاہانہ شاں ممنونیت و قدردانی فرمودند۔“

ترجمہ: اعلیٰ حضرت ہمایونی اس ہمدردی و تعزیت پر جو آپ نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی الم انگیز شہادت پر ظاہر کی ہے اور اس حسن عقیدت پر جس کا اظہار آپ نے جلوں شاہانہ پر فرمایا ہے، ممنون ہیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

صدر اعظم کا تار

صدر اعظم والا حضرت ہاشم خاں کا جواب درج ذیل ہے:

از اظہاراتِ تعزیت و ہمدردی صمیمانہ ثنا نسبت بہ شہادتِ بادشاہِ نامدار و محبوب افغانستان ذاتِ شاہانہ و خدام و وزیر صاحبِ حربیہ و تمامی فیملی شاہی تشکر و قدردانی می نماید۔

ترجمہ: آپ نے افغانستان کے نام دار و محبوب بادشاہ کی شہادت پر تعزیت و ہمدردی کے جن مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا ہے، ان کے لیے اعلیٰ حضرت بادشاہ سلامت، خدام حضور، وزیر صاحبِ حربیہ (شاہ محمود خاں) و سارا خاندان شاہی تشکر و قدردانی کا اظہار کرتا ہے۔

صدر اعظم صاحب کا تار کابل سے آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کابل پہنچ چکے ہیں۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۶۶- پنجشنبہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء) ۳۹

مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ کی رفیقہ حیات کی وفات پر اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کی ہمدردی و تعزیت کا مکتوب بھی حصہ تاریخ بن چکا ہے۔ ہندوستان میں مملکتِ افغانستان کے قونصل خانہ کے قونصل سردار صلاح الدین سلجوقی کو ہدایت کی کہ وہ بذاتِ خود علامہ کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے تعزیتی پیغام پہنچائے۔

علامہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کے ایک مکتوب میں سید راس مسعود سے اس تعزیتی تار کا

تذکرہ یوں کرتے ہیں:

کل اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ کا تار اور تعزیتی خط آیا تھا۔ اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰ حضرت کا زبانی پیغام لائے ہیں۔ بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن پیغام ہے۔<sup>۴۰</sup>

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ کی وفات پر ۲۴ اپریل ہی کو سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان کا تعزیتی تار روزنامہ انقلاب لاہور کے مدیر کو ارسال ہوتا ہے:

لاہور ۲۴ اپریل: عالی قدر جلالت مآب حضرت انجم سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان نے مدیر روزنامہ انقلاب کے نام حسب ذیل تار ارسال فرمایا ہے:

علامہ اقبال کے انتقال سے متعلق آپ کا تار موصول ہوا، جس سے بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم کے پیسماندوں سے میری طرف سے ہمدردی اور افسوس کا اظہار کیجیے اور انہیں تسلی دیجیے۔ مغفور کے فرزند ارجمند کے نام علیحدہ تار بھی ارسال کیا گیا ہے۔

(انقلاب، جلد ۱۳-نمبر ۷-۳-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے اپنی تعزیت کا اظہار کیا۔

ہندوستان کے مایہ ناز فرزند حکیم مشرق علامہ اقبال کی وفات حسرت آیت کی اطلاع اعلیٰ حضرت تک پہنچائی گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اس خبر کو سن کر بے حد تالم و تاسف کا اظہار کیا۔<sup>۴۲</sup>

(انقلاب، جلد ۱۳-نمبر ۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے اپنی تعزیت کا اظہار کیا:

لاہور یکم مئی: عالی قدر جلالت مآب محمد نوروز خاں سرمنشی اعلیٰ حضرت ہمایونی افغانستان نے کابل سے مدیر انقلاب کے نام حسب ذیل تار ارسال کیا ہے۔

(مندرجہ بالا)

(انقلاب، جلد ۱۳-نمبر ۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰)

۱۹۶۷ء میں اقبال کو نسل کراچی کے زیر اہتمام یوم اقبال کے سلسلے میں منعقدہ سیمینار کے لیے اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے خصوصی پیغام ارسال کیا تھا جو سیمینار میں پڑھ کر سنایا گیا:

On the occasion of the Iqbal day celebration I wish to express my own and that of the Afghan Nation

appreciation of the personality of Iqbal Lahori who was an admirer of Maulana Jalal-ud-Din Balkhi Roomi and Syed Jamal-ud-Din Afghani.

Iqbal during his life time carried on a struggle for the awakening of the nation of the east and the Muslims.

The Muslims of the world him as one of the wise leaders of Islam and a man of graceful personality.

Allama Iqbal loved Afghanistan and its people and as such he will eternally live in the memory and hearts of the people of this country.

They consider themselves as participants in the meeting commemorating the memory of Allama Iqbal and pray for his soul.

Muhammad Zahir Shah

The King of Afghanistan<sup>۴۴</sup>

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے بھائی سردار شاہ ولی خان نے جب ستوی انقلاب کے خلاف لڑتے ہوئے کابل کو فتح کیا تو انھیں فاتح کابل کے خطاب سے نوازا گیا۔ دسمبر ۱۹۲۹ء کو جب وہ بمبئی سے لاہور تشریف لائے تو اقبال کی اپیل پر بے شمار لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ ہزبائی نس شاہ ولی خان کی لاہور آمد اور حضرت علامہ کے رول کی مکمل کوریج روزنامہ انقلاب میں ملاحظہ ہو:

ڈاکٹر اقبال کا تار ہزبائی نس شاہ ولی خان کے نام

”ازراہ نوازش تار کے ذریعے اطلاع دیجیے کہ آپ کس وقت لاہور پہنچیں گے۔ انجمن ہلال احمر کی طرف سے دعوت چائے قبول کر کے ہمیں منتظر و ممتاز فرمائیے۔

ہزبائی نس کے سکریٹری کا جواب

پشاور شہر۔ ”آپ کا پیغام برقی موصول ہوا۔ سردار شاہ ولی خان لاہور میں قیام نہیں فرمائیں گے اس لیے آپ ریلوے اسٹیشن لاہور پر تشریف لا کر سردار صاحب کو ممنون و مسرور فرمائیے۔ پشاور سے جمعہ کے دن پونے آٹھ بجے روانہ ہوں گے۔

(ذوالفقار)

(انقلاب، جلد ۴- نمبر ۱۴۶- شنبہ ۷ دسمبر ۱۹۲۹ء)

فاتح کابل لاہور میں

آج بروز جمعہ شام کے ۸ بجے بمبئی میل پر فاتح کابل ہزبائی نس سردار شاہ ولی خاں لاہور تشریف لائیں گے۔ مسلمانان لاہور کا فرض ہے کہ اسٹیشن پر سردار موصوف کا خیر مقدم کریں۔ خطیب حضرات سے درخواست ہے کہ نماز جمعہ کے بعد مساجد میں اس امر کا اعلان کریں۔

(سکرٹری افغانستان ہلال احمر کمیٹی)

(انقلاب، جلد ۴- نمبر ۱۴۶- شنبہ- ۷/ دسمبر ۱۹۲۹ء)

ہزبائی نس سردار شاہ ولی خاں کا ورود لاہور۔ اسٹیشن پر مشتاقان زیارت کا جہوم۔

”ہم افغانستان کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ خواہ اس میں ہمیں کتنی قربانیاں کرنی پڑیں۔“

لاہور۔ ۶/ دسمبر آج ۸ بج کر ۱۰ منٹ پر ہزبائی نس سردار شاہ ولی خاں فاتح کابل و سفیر افغانی متعینہ لندن، بمبئی میل میں لاہور پہنچے۔ گاڑی کے آنے سے پہلے ہی اسٹیشن پر مشتاقان زیارت کا جم غفیر پہنچ گیا تھا اور پلیٹ فارم کچھ کھج بھرا ہوا تھا۔ سرکردہ اصحاب میں سے علامہ سر محمد اقبال، حاجی شمس الدین، مولوی نجف علی معلم، امان اللہ خاں، سردار گل محمد خاں، شہزادہ صالح محمد خاں، شہزادہ محمد یوسف جان، مولانا اسماعیل غزنوی، شہزادہ احمد علی خان درانی، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبد المجید سالک، سید عنایت شاہ، آقائے مرتضیٰ احمد خاں وغیرہ بے شمار حضرات موجود تھے۔ گاڑی کے آنے پر تمام لوگ قطار بنا کر کھڑے ہو گئے اور جو نہی گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہوئی، لوگوں نے پائندہ باد استقلال افغانستان، زندہ باد نادر شاہ غازی، زندہ باد سردار شاہ ولی خاں کے پُر جوش نعروں سے گاڑی کا استقبال کیا۔ گاڑی کھڑی ہوئی تو مشتاقان زیارت اس ڈبے کی طرف لپکے جس میں ہزبائی نس شاہ ولی خاں سوار تھے.....

شہزادہ اسد اللہ خاں کی عیادت سے فارغ ہونے کے بعد سردار مدوح پھر اسٹیشن پر واپس تشریف لائے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی علامہ سر محمد اقبال، حاجی میر شمس الدین، سردار گل محمد خاں، ہزکسی لینسی احمد علی خاں، ضیا ہمایوں، ڈاکٹر محمد یعقوب، مولوی نورالحق، سید حبیب اور چند دیگر حضرات ان کی گاڑی میں جا بیٹھے۔ واپسی پر سردار مدوح نے سب کے ساتھ معانقہ کیا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ ملے۔ مولانا غلام رسول مہر اور عبد المجید



سالک نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ سردار ممدوح نے انھیں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی، سردار محمد ہاشم خاں اور سردار محمود جان کی طرف سے پیغامات محبت دیے۔۔۔۔

(انقلاب، جلد ۴- نمبر ۱۳۷- یکشنبہ۔ ۸ دسمبر ۱۹۲۹ء- سنڈے ایڈیشن) <sup>۲۵</sup>

سیاسی شخصیات کے علاوہ افغانستان کی ادبی شخصیات سے بھی علامہ کے گہرے ذاتی مراسم تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم لکھتے ہیں:

(افغانستان) کے فضلا کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوتی اور سرور خان گویا ان کے خاص احباب میں شامل تھے۔ اور ان دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد رہا۔ اس کے علاوہ افغانستان کے سفر (اکتوبر، نومبر ۱۹۳۳ء) کے دوران اقبال نے متعدد افغانی فضلا ادا کو اپنے افکار اور تصانیف سے روشناس کروادیا تھا۔ <sup>۲۶</sup>

جناب صلاح الدین سلجوتی کا نام اقبال کے کئی مکتوبات میں مذکور ہے۔ افغان قونصل خانے میں اقبال کا قیام سلجوتی سے قریبی مراسم کا آئینہ دار ہے۔ ان زعماء کے علاوہ عبدالحی حبیبی، سید قاسم رشتیا، استاد خلیل اللہ خلیلی وغیرہ سے علامہ کے ذاتی مراسم تھے جو ان تمام حضرات کے سوانحی تذکروں کے تحت شامل تحقیق ہیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ عبدالبہادی داوی اور سرور خان گویا کا شمار افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ لیکن سرور خان گویا نے ایران میں بھی اقبال شناسی کے سلسلے میں نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ گویا کی اقبال شناسی پر تو اس کے سوانحی تذکرے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہاں صرف ایران میں اقبال شناسی کے حوالے سے ان کے کردار کی نشاندہی کرنی ہے جس کا اعتراف خود ایران کی معروف علمی شخصیت سید محمد محیط طباطبائی نے کیا ہے:

اقبال کی تصانیف چہار گانہ یعنی اسرار خودی، رموز بے خودی، زبور عجم و پیام مشرق کی ایران میں موجودگی اور اقبال کی فارسی شاعری اور ان کی شخصیت کے بارے میں داعی الاسلام مرحوم کے مقالے کے باوجود اقبال ہنوز ایران کے علمی و ادبی حلقوں میں زیادہ معروف نہ تھے۔ ایک رات رسالہ ”مہر“ کے دفتر میں جہاں ایران کے مشہور و معروف

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

شاعر و ادیب جمع تھے مشہور افغانی شاعر سرور خان گویا مرحوم نے جو جشن فردوس میں شرکت کی غرض سے تہران آئے ہوئے تھے اقبال کا ذکر چھیڑ دیا۔ مرحوم کے استفسار کے جواب میں ملک الشعرا بہار مرحوم نے اقبال کی صرف ایک تصنیف کی طرف اشارہ کیا جس کے حسن کتابت نے شاعر کے کلام کی معنوی خوبیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ ایک اور شخص جس نے مسلمانان ہند کے قومی شاعر اور روحانی پیشوا اور ”راحتہ الصدور راوندی“ کے ناشر ڈاکٹر محمد اقبال کو ایک ہی آدمی سمجھ رکھا تھا۔ ”راحتہ الصدور“ کے حسن طباعت کا ذکر چھیڑ دیا۔ ان جوابات نے گویا مرحوم کی آتش امید پر پانی چھڑک دیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس ادبی نشست میں صرف ایک ہی شخص تھا جسے اس پاکستانی شاعر کے فارسی کلام سے ایک گونہ تعلق خاطر تھا اور ایرانیوں کی اقبال سے اس بے اعتنائی پر افغان شاعر کی آزرده خاطرگی سے وہی ایک شخص متاثر ہوا اور محفل برخواست ہونے کے بعد اس کو دلاسہ دیا کہ ایران کے کونوں کھدروں میں کچھ لوگ موجود ہیں جو کلام اقبال سے عقیدت رکھتے ہیں۔<sup>۳۷</sup>

ایرانی اس لیے بھی اقبال سے پوری طرح واقف نہیں تھے کہ ان کے خیال میں اقبال ایک افغانی شاعر تھے۔ استاد محترم ڈاکٹر محمد صدیق شبلی لکھتے ہیں:

ایرانیوں نے سب سے پہلے اقبال کی چند نظمیں افغانی مجلات سے اپنے رسائل میں نقل کر کے شائع کیں اور وہ اقبال کو افغانی شاعر ہی سمجھتے رہے۔<sup>۳۸</sup>

اس حقیقت کا اظہار ڈاکٹر سلیم اختر نے بھی کیا ہے:

افغانستان کے ایک شاعر سرور خان گویا نے علامہ سے خصوصی اثرات قبول کیے چنانچہ ان ہی کی زبانی سید محیط طباطبائی نے ذکر اقبال سنا۔ لطیفہ یہ ہے کہ کافی عرصہ تک علامہ اقبال کو افغانستان کا شاعر سمجھا جاتا رہا۔ افغانستان میں چند ادبی مجلات تھے (جن میں کابل سرفہرست ہے) ان میں علامہ اقبال کا کلام چھپتا رہا۔ شاید اس لیے ۱۹۳۸ء میں علامہ کے انتقال کی خبر کے ساتھ ان کا جو ایک فارسی قطعہ شائع ہوا وہ مجلہ کابل سے لیا گیا تھا۔<sup>۳۹</sup>

مشہور ایرانی ادیب سید محیط طباطبائی نے سرور خان گویا ہی کی روایت سے اپنے رسالے عقیدہ دینی فردوسی کے ترجمے کا ذکر کیا ہے جو بقول ان کے علامہ نے اردو میں کیا تھا۔ اقتباس یوں ہے:

البتہ معاصر افغان شاعر ادیب سرور خان گویا کے ذریعے جس نے اقبال کو افغانستان میں نزدیک سے دیکھا تھا ہم ان سے ان کے اوصاف حمیدہ اور افکار کے بارے میں پوچھتے رہے اور جناب گویا کی گفتگو سے معلومات افزا مسرت ملتی رہی۔ ۱۹۳۴ء کے موسم سرما میں، میں نے سرور خان گویا صاحب سے سنا کہ اقبال نے راقم الحروف کے رسالہ عقیدہ دینی فردوسی کو اردو میں ترجمہ کیا اور ایک مقدمہ لکھ کر اسے لاہور سے شائع کر دیا ہے مگر اب مجھے ترجمہ شدہ کتاب نہ ملی کہ اس کے بارے میں عرض کرتا۔<sup>۵۱</sup>

علامہ کے آثار میں اس سے پہلے کہیں بھی اس ترجمے کا ذکر نہیں ہے۔

### علامہ اقبال کا سفر افغانستان

حضرت علامہ نے اگرچہ باقاعدہ طور پر سفر افغانستان اکتوبر ۱۹۳۳ء میں کیا لیکن اعلیٰ حضرت جنرل محمد نادر شاہ غازی سے دیرینہ تعلقات اور افغانستان سے قلبی و روحانی تعلق و عقیدت کی بنیاد پر بہت پہلے اس پروگرام کے بارے میں سوچتے رہے۔ اس شدید خواہش کا اظہار ان کے ایک مکتوب بنام مولوی صالح محمد محررہ ۴ اگست ۱۹۳۰ء میں ملتا ہے:

..... کابل جانے کا امکان ہے جشن استقلال وسط اگست میں ہے لیکن وسط اگست میں، میں آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے لکھنؤ جا رہا ہوں اگر اس موقع پر کابل نہ جا سکے تو کسی اور موقع پر ان شاء اللہ ضرور جاؤں گا۔<sup>۵۱</sup>

علامہ کی افغانستان روانگی سے قبل کئی مکتوبات میں اس سفر سے متعلق تذکرہ موجود ہے۔

مشہور ایرانی سکا لرسعید نفیسی کے نام ایک مکتوب محررہ ۴ نومبر ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

یہ پڑھ کر کہ پیام مشرق اور زبور عجم آپ کو پسند آئی ہیں اور ان کی فارسی بھی معیاری ہے مجھے فخر محسوس ہوا ہے جس طرح ایران کے دانشمند نیاز مند کے دیدار کے خواہش مند ہیں۔ اس طرح مجھے بھی ان سے ملنے اور ایران پہنچنے کی آرزو ہے لیکن کمزوری اور پریشانی سدّ راہ ہے تھوڑے عرصے بعد افغانستان کا سفر درپیش ہے۔ آرزو ہے کہ ایران کو بھی دیکھوں اور آپ کا دیدار بھی خدا نصیب کرے۔<sup>۵۲</sup>

چنانچہ علامہ جب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی جانب سے افغانستان آنے کا باقاعدہ دعوت نامہ وصول کرتے ہیں تو اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

از حضور او مرا فرماں رسید  
”سو ختیم از گرمی آواز تو  
از غم تو ملت ما آشناست  
اے بانغوشِ سحاب ما چو برق  
یک زمان در کوهسار ما درخش  
تا کجا در بندہا باشی اسیر  
طے نمودم باغ و راغ و دشت و در  
پنجشنبه ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء لاہور کے روزنامہ انقلاب میں حضرت علامہ کی سفر

افغانستان کی دعوت نامہ سے متعلق خبر:

کابل میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت

علامہ اقبال، سر سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو دعوت

افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی نے حضرت علامہ سر محمد اقبال، ڈاکٹر سر سید راس مسعود و انس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور علامہ سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ کو کابل کا دورہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان کے دورے کا مقصد یہ ہو گا کہ وہ وزیر تعلیم افغانستان کو کابل میں مجوزہ یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں مدد دیں اور انھیں اپنے مشوروں سے نوازیں۔ افغانستان میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ چند ثانوی اسکول موجود ہیں، جن میں اساتذہ طلبہ کو فرانسیسی، انگریزی، جرمن اور امریکی یونیورسٹیوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ موجودہ حکومت افغانستان کابل میں یونیورسٹی کے قیام پر غور کر رہی ہے، لیکن دشواری یہ ہے کہ اس یونیورسٹی میں مذہبی تعلیم اور موجودہ سائنس کی تعلیم دینے پر قدامت پسند علماء کی جانب سے شدید مخالفت کی جا رہی ہے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۳- پنجشنبه ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء) ۵۳

علامہ نے اس سفر کے اپنے ہمراہ مولانا سید سلیمان ندوی کو سفر سے متعلق کئی مکتوبات لکھے موضوع کی مناسبت سے ان مکتوبات کا یہاں اندراج ناگزیر ہے:

۱- لاہور

۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولانا السلام علیکم

ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہے۔ اس عریضے میں یہ دریافت کرنا بھول گیا کہ ملا محب اللہ بہاری کی کتاب جو بہر الفرد کہاں سے ملے گی؟ شاہ افغانستان آپ سے تعلیم مذہبی کے بارے میں مشورہ چاہتے ہیں شاید اسی ماہ ستمبر میں آپ کو کابل سے دعوت آئے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جانے کے لیے تیار ہوں گے؟ ممکن ہے کہ سید راس مسعود اور اقبال بھی آپ کے ہمراہ ہوں۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

جواب کا انتظار ہے۔

محمد اقبال، لاہور ۵۵

۲- لاہور

۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جو ہم نے قونصل جنرل صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ سید راس مسعود صاحب کی طرف سے ابھی تک جواب نہیں ہوا ہے..... والسلام

مخلص محمد اقبال ۵۶

۳- لاہور ۵ / اکتوبر ۱۹۳۳ء

”دولت نامہ جو قونصل کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے۔ تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کر دوں گا کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لیے کچھ دن لگیں گے۔ آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لیے درخواست کر دیں۔ اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہ افغانستان نے تعلیمی امور میں مشورہ کرنے کے لیے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے گا۔“ ۵۷

۴- لاہور

۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء

جناب مولانا السلام علیکم

میں نے آپ کی خدمت میں دعوت نامہ افغانستان ارسال کیا تھا مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ امید ہے کہ آپ نے پاسپورٹ کے لیے اپنے ضلع میں درخواست دائر کر دی ہوگی۔ اگر کوئی ملازم آپ کے ہمراہ ہو جائے تو اس کے لیے علیحدہ درخواست پاسپورٹ کے لیے دینی ہوگی۔ جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو مہربانی کر کے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیے۔ پاسپورٹ کی درخواست ایک خاص فارم پر دی جاتی ہے ساتھ نوٹو بھی دینا پڑتا ہے اگر کوئی اور امر دریافت طلب ہو تو قونصل جنرل افغانستان ۳- ہیلی روڈ نیو دہلی سے دریافت کریں۔ آپ کے مصارف افغان گورنمنٹ ادا کرے گی۔ پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے۔

جواب جلد دیں۔

والسلام

مخلص محمد اقبال، لاہور ۵۸

۵- لاہور

۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

پاسپورٹ مل جائے تو فوراً مجھے تار دے تاکہ تاریخ روانگی مقرر کی جائے۔ سردی کے موسم کے لیے موزوں بستر اور پہننے کے لیے کپڑے ساتھ لے جانے چاہئیں۔ پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے وہاں آٹھ دس روز سے زیادہ ٹھہرنے کی شاید ضرورت نہ ہوگی۔ ۵۹

۶- لاہور

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سیدراس مسعود اصرار کرتے ہیں کہ لاہور سے ۲۰ اکتوبر کی صبح چل کر شام کو پشاور پہنچیں۔ رات پھر وہاں ٹھہر کر ۲۱ کی صبح کو کابل روانہ ہو جائیں۔ آپ ایسا انتظام کریں کہ یا تو ۲۰ کی صبح یا ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اور ہم ۲۱ کی صبح کو پشاور میں مل جائیں۔ ۶۰

۷- ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

اگر آپ کو پاسپورٹ لے کر مل جائے تو قونصل جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں اور لاہور ۱۹ کی شام کو پہنچ جائیں۔<sup>۱۱</sup>

علامہ کے اس مکتوب بنام سید سلیمان ندوی بابت ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے مشمولات اقبال، افغان اور افغانستان میں یوں آئے ہیں:

اس سے پہلے ایک کارڈ آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں اور ایک ملفوف خط بھی لکھ چکا ہوں۔ پاسپورٹ ۱۹ اکتوبر سے ہم سب کو مل جائیں گے۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ ہم ۲۰ اکتوبر کو لاہور سے صبح کی ٹرین سے پشاور کو روانہ ہوں۔ جلدی اس واسطے ہے کہ نومبر میں وہاں سردی ہو جاتی ہے۔ سید راس مسعود ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں گے۔ آپ بھی مہربانی فرما کر ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں یا ۲۰ کی صبح کو ایسے وقت پہنچنے کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ کی صبح کی میل ٹرین میں سوار ہو سکیں۔ قونصل خانے سے جو آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا، وہ بھی لاہور ہی سے ساتھ ہو گا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جب ملاقات ہوگی تو مفصل عرض کروں گا۔ اس انتظام کے لیے قونصل جنرل صاحب کو اطلاع دے دی ہے۔<sup>۱۲</sup>

۸- مخدومی جناب مولانا السلام علیکم

دعوت نامہ جو قونصل صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے۔ تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کروں گا۔ کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لیے ابھی کچھ دن لگیں گے امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لیے خط لکھ رہا ہوں ان کا جواب آنے پر پھر خط لکھوں گا۔ آپ پاسپورٹ کے لیے درخواست کر دیں اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہ افغانستان نے تعلیمی امور میں مشورے کے لیے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے۔

والسلام

مخلص محمد اقبال، لاہور<sup>۱۳</sup>

۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

۹- ۱۸/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سید راس مسعود اور میں ۲۰ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوں گے۔ ڈین ہوٹل میں رات بسر ہوگی۔ اگر آپ ۲۱ کی صبح تک بھی پشاور پہنچ سکیں تو خوب ہے۔<sup>۱۴</sup>

اس مکتوب کا مفصل متن یوں ہے:

”آپ کا تار کل ملا، جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷ اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا۔ ممکن ہے ۱۸ یا ۱۹ تک مل جائے۔ ہم یعنی سید اس مسعود اور میں ۲۰ کی صبح کولہور سے روانہ ہوں گے۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ۲۱ کی صبح تک پشاور پہنچ سکیں تو خوب ہے۔ ڈین ہوٹل میں رات بسر ہوگی۔ یہ ہوٹل پشاور چھاؤنی کے سٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ آپ وہیں کے پتے پر ہم کو تار دے دیں۔ ہم آپ کی گاڑی کا انتظار کریں گے اور سٹیشن پر آپ کے لیے آدمی بھیج دیا جائے گا۔ آپ کی معیت سے ہم سب مستفید ہوں گے۔“<sup>۱۵</sup>

سفر افغانستان سے متعلق علامہ کے مکتوبات میں علامہ کے ایک اور ہمرکاب سر اس مسعود کے نام بھی علامہ کا ایک مکتوب محفوظ ہے:

مکتوب اقبال بنام سر اس مسعود (بابت ستمبر ۱۹۳۳ء)

”افغانی قنصل سے جو دعوت نامہ ابھی ابھی ملا ہے، وہ روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے ایم۔ سلیمان ندوی کو تاریخ وغیرہ کی بابت لکھا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے لیے کونسی تاریخ مناسب رہے گی، لیکن پاسپورٹ مل جانے کے بعد ہی تاریخ کا تعین کیا جائے گا۔ قنصل کو پاسپورٹ کے بارے میں تحقیقات کے لیے لکھ رہا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں پاسپورٹ کے لیے برٹش حکام کو (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) درخواست دینا ہوگی۔ قنصل کا ایک نمائندہ ہمارے ساتھ ہو گا۔“<sup>۱۶</sup>

۱۷ اکتوبر کو پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کے نام ایک اور مکتوب میں بھی سفر

افغانستان کا تذکرہ ہے:

میں کل کابل جا رہا ہوں اس واسطے فرصت نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس خط کا جواب راقم کو دے دیں۔ ان کو یہ بھی لکھ دیں کہ میں کابل جا رہا ہوں۔ اس واسطے خود جواب نہ لکھ سکا۔<sup>۱۷</sup>

چنانچہ ۱۹ اکتوبر ہی کو علامہ کا سفر افغانستان سے متعلق درج ذیل اخباری بیان شائع ہوا:

تعلیم یافتہ افغانستان ہندوستان کا بہترین دوست ہو گا کابل میں ایک نئی یونیورسٹی کا قیام اور ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں اسلامیہ کالج پشاور کو ایک دوسری یونیورسٹی میں تبدیل



کرنے کی سکیم ہندوستان اور افغانستان کے درمیانی علاقہ میں بسنے والے ہوشیار افغان قبیلوں کو سدھارنے میں بہت زیادہ مدد ثابت ہوگی۔

شاہ افغانستان نے ہمیں اس لیے دعوت دی تھی کہ ہم وہاں وزیر تعلیم کو کابل میں یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں مشورہ دیں۔ اعلیٰ حضرت کی دعوت کو قبول کرنا ہم نے اپنا فرض سمجھا۔ کابل سے شائع ہونے والے مختلف جراند سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کانوجوان طبقہ نئے علوم کی تحصیل اور انھیں اپنے مذہب اور تمدن کے سانچے میں ڈھالنے کا بے حد خواہش مند ہے۔ افغان لوگ بہت خلیق ہوتے ہیں اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کی زیادہ سے زیادہ امداد کریں۔ اب یہ امر بالکل واضح ہے کہ افغان لوگوں میں ایک نئی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور ہمیں اُمید واثق ہے کہ ہندوستان کے اندر تعلیمی تجربہ کی روشنی میں ہم انھیں تعلیمی مسائل میں مفید مشورہ دے سکیں گے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ خالص دنیوی تعلیم سے اچھے نتائج پیدا نہیں ہوئے اور خصوصاً اسلامی ممالک میں مزید برآں کسی طریقہ تعلیم کو قطعی اور آخری نہیں کہا جاسکتا ہر ملک کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اور کسی ملک کو تعلیمی مسائل کے متعلق فیصلہ کرنے میں اس ملک کی خصوصی ضروریات کو خاص طور پر مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔<sup>۶۸</sup>

جمعہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء روزنامہ انقلاب لاہور

لاہور۔ ۱۸ اکتوبر۔ حضرت علامہ اقبال نے کابل روانہ ہونے سے قبل اپنے دورے کے

بارے میں مندرجہ ذیل بیان دیا ہے:

کابل میں یونیورسٹی اور علامہ اقبال

میری رائے میں یہی مناسب ہے کہ عازم افغانستان ہوتے وقت ایک نہایت ہی مختصر بیان دیا جائے اور اپنے اہل ملک کو افغانستان کی ہمسایہ حکومت کے متعلق بالکل مجمل طور پر کچھ بتا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی نے ہمیں تعلیمی معاملات میں وزیر تعلیم کی رہنمائی اور کابل میں مجوزہ یونیورسٹی کے قیام کے متعلق دعوت دی ہے۔ ہم اس دعوت کی قبولیت کو اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔ کابل کی متعدد مطبوعات اور خاص کر ماہوار رسالہ کابل کے مضامین سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان کانوجوان طبقہ علوم حاضرہ کے حصول اور ان کی اپنے مذہب و کلچر کے ساتھ مطابقت کے لیے بے حد آرزو مند ہے۔ افغان ایک دل چسپ

قوم ہے اور ایک ہندوستانی کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بقدر استطاعت ان کی ہر ممکن امداد کریں۔

اس قوم میں ایک جدید احساس کے ارتقا و احیاء کی علامات بالکل نمایاں طور پر نظر آرہی ہیں اور ہم توقع کرتے ہیں کہ ہم اپنے ہندوستانی تجربات کی روشنی میں ان کی رہنمائی کر سکیں گے۔ ذاتی طور پر میری یہ رائے ہے کہ تعلیم کو مکمل طور پر دنیوی بنا دینے سے کسی جگہ بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور اسلامی ممالک کی تو بالخصوص یہی کیفیت ہے کہ وہاں تعلیم کا کوئی خاص سسٹم بھی موجود نہیں۔ ہر ملک کی ضروریات جداگانہ ہیں، لہذا ان کے تعلیمی مسائل پر بھی ان ضروریات کی روشنی میں بحث کی جانی چاہیے۔ کابل میں ایک جدید یونیورسٹی کے قیام اور اسلامیہ کالج پشاور کو ایک یونیورسٹی بنا دینے سے افغانستان اور ہندوستان کی سرحدوں کے درمیان ذکی اور ذہین افغان آبادی کو بے انتہا فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۲۳- جمعہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء) ۱۹

یہاں یہ توضیح ضروری ہے جس کو محمد اکرام چغتائی نے قلم زد کیا ہے۔ یہ بیان

*Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, edited by L. A.

Sherwani, p. 238 میں موجود ہے۔ اس کے انگریزی متن اور اردو ترجمے میں اختلاف

ہے۔ یہاں کی ترتیب بھی مختلف ہے۔ انقلاب میں مکمل بیان ترجمہ ہو کر شائع ہوا جب کہ

انگریزی اخبارات میں کچھ تبدیلی کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

علامہ ۲۰ اکتوبر کو لاہور سے پشاور روانہ ہوئے علامہ کے ساتھ پروفیسر ہادی حسن (جو نواب محسن الملک کے بھتیجے تھے، انھوں نے لندن یونیورسٹی سے فارسی میں ڈاکٹریٹ کی تھی۔ اس زمانے میں آپ علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ فارسی سے وابستہ تھے)۔ سر راس مسعود کے ہمراہ بیرسٹر غلام رسول خاں (جو ۱۹۰۹ء میں امیر حبیب اللہ خاں کے دور میں چند سال افغانستان کے شعبہ تعلیمات میں رہ چکے تھے) تھے۔

## ڈاکٹر اقبال کی روانگی کابل

لاہور۔ ۲۰ اکتوبر۔ آج صبح فرنٹیر میل سے ڈاکٹر سر محمد اقبال اور سید راس مسعود لاہور سے

بزم کابل پشاور روانہ ہو گئے۔ سر محمد اقبال، سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو شاہ

افغانستان نے کابل کی مجوزہ یونیورسٹی سے متعلق مشورہ کرنے کی غرض سے مدعو کیا ہے۔ یہ صاحبان غالباً دو ہفتے تک افغانستان میں قیام کریں گے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۳۵- یکشنبہ- ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

یہ لوگ اس شام پشاور پہنچے۔ (سید سلیمان ندوی اس وقت ساتھ نہ تھے کیونکہ انہیں حکومت ہند کی طرف سے پاسپورٹ ملنے میں دیر ہو گئی تھی اس لیے وہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء لکھنؤ سے پشاور کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو کابل پہنچے)

اسی شام سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں، علامہ اقبال اور ڈاکٹر راس مسعود کو پشاور میں دعوت چائے دی۔ اس دعوت چائے کا ذکر انقلاب اخبار کے علاوہ کہیں بھی نہیں ہے:

علامہ اقبال اور ڈاکٹر راس مسعود

پشاور میں دعوت چائے

پشاور۔ ۲۱ اکتوبر۔ لاہور سے فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال، سید راس مسعود اور ان کے رفقا کابل جانے کے لیے کل شام پشاور پہنچے اور صاحبزادہ سر عبدالقیوم وزیر صوبہ سرحد کے دولت کدہ پر قیام فرما ہوئے۔ اسلامیہ کالج پشاور میں ممدوحین کو دعوت چائے دی جا رہی ہے۔ یہ حضرات کابل یونیورسٹی کے سلسلے میں مدعو کیے گئے ہیں۔ غالباً وہ دو ہفتے وہاں قیام کریں گے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۴۲- سہ شنبہ- ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء) ۱۷

ڈین ہوٹل پشاور میں رات بسر کرنے کے بعد علامہ ۲۱ اکتوبر کی صبح حکومت افغانستان کی طرف سے فراہم کردہ خصوصی موٹر کار میں پشاور سے کابل کے لیے روانہ ہوئے۔ پشاور سے نکل کر درہ خیبر سے گزرے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم:

وہ جب درہ خیبر سے گزرتے ہیں تو یہاں سے گزرنے والے مردانِ حق اور تاریخ کے صد ہزار افسانے یاد آجاتے ہیں۔ وہ بے سبزہ کوہساروں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ کہ ان کے سینوں سے رنگ و بو کی نزاکت نہیں آتی۔ جہاں کامور بھی شاہی مزاج اور آہو شیر ان شکار ہوتا ہے۔ لیکن لامرکزیت نے ان بہادروں کو آشفقتہ روز اور بے نظام و ناتمام و نیم سوز بنا دیا ہے اور ان کے پتھروں سے خود ان کے مینائے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے۔ ۱۷

یہاں سے گزرتے ہوئے علامہ کی خیبر سے متعلق تخلیقات مثنوی مسافر میں شائع ہوئی ہیں۔ رات جلال آباد میں بسر کی اگلے روز ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جلال آباد سے روانہ ہو کر شام کو کابل پہنچے۔ ابھی کابل آٹھ میل دور تھا کہ حکومت افغانستان کے ایک وزیر احمد شاہ خان نے وفد کی پذیرائی کی اور انھیں شاہی مہمان کی حیثیت سے دارالامان میں رکھا گیا۔<sup>۳۷</sup>

شہر کابل خطہ جنت نظیر  
چشم صائب از سوادش سرمہ چین  
در ظلام شب سمن زارش نگر  
آں دیار خوش سواد آں پاک بوم  
آب او براق و خاکش تابناک  
ناید اندر حرف و صوت اسرار او  
ساکنانش سیر چشم و خوش گہر  
قصر سلطانی کہ نامش دلکشاست  
آب حیواں از رگِ تاش بگیر!  
روشن و یاسندہ باد آں سرزمین  
بر بساطِ سبزہ می غلطد سحر!  
باد او خوشتر ز بادِ شام و روم  
زنده از موج نسیمش مردہ خاک  
آفتاباں خفتہ در کہسار او  
مثل تیغ از جوہر خود بے خبر!  
زاران را گردِ راہش کیمیاست<sup>۳۸</sup>

علامہ کی کابل آمد اور وہاں ان کے پر جوش استقبال کی خبریں ہندوستانی اخبارات کی زینت بنیں۔ ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کی خبر:

علامہ اقبال اور سید راس مسعود کابل میں وزارتوں کی طرف سے شاندار استقبال کابل (بذریعہ ڈاک) کل شام حضرت اقبال، ڈاکٹر سید راس مسعود، پروفیسر ہادی حسن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور غلام رسول بیرسٹریٹ لاکابل تشریف لائے۔ بگرام میں وزارت تعلیم، وزارت خارجہ اور کابل کارپوریشن کے نمائندوں نے آپ حضرات کا خیر مقدم کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ چائے پینے کے بعد مہمانان گرامی شاہی مہمان خانہ ”دارالامان“ تشریف لے گئے۔ بوائے اسکاؤٹس نے افغان کالجیٹ اتھلیٹک ایسوسی ایشن کلب کے باہر چمن حضوری کے سامنے مہمانوں کو گارڈ آف آنر کی سلامی دی۔

آج کابل کارپوریشن اہالیان شہر کی طرف سے آپ حضرات کا استقبال کرے گی۔ جس یونیورسٹی کمیشن نے مدعو کیا ہے، اس کا اجلاس ۲۲ اکتوبر سے شروع ہو گیا۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۵۵- پمبشنبہ- ۳ نومبر ۱۹۳۳ء)<sup>۳۹</sup>

۲۲/ اکتوبر تا ۲۶/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا بل میں علامہ اور ان کے ہمسفروں کے ساتھ تعلیمی مشاورت کے لیے چند اجلاس ہوئے جس میں حکومت افغانستان کے بعض سرکردہ افراد نے شرکت کی۔ ان اجلاسوں میں کارروائی سرراس مسعود نے نوٹ کی۔ ان میں سے ایک اجلاس کی خبر روزنامہ انقلاب لاہور نے شائع کی ہے:

افغانستان میں ترقی تعلیم کے لیے مساعی جمیلہ

حضرت علامہ اقبال اور سیدراس مسعود کا بل میں۔ تعلیمی امور کے تصفیہ کے لیے کانفرنس کا بل ۲۲/ اکتوبر۔ ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے نامہ نگار کی وساطت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علامہ اقبال، سرراس مسعود، سردار فیض محمد خان اور افغانستان کے بورڈ آف ایجوکیشن کے دیگر ارکان کے درمیان پانچ گھنٹے تک افغانستان میں تعلیم کے موضوع سے متعلق کانفرنس ہوتی رہی۔ کل پھر اجلاس ہوگا، جس میں یونیورسٹی کی تعلیم کے متعلق بحث ہوگی۔ حضرت علامہ اقبال اور سیدراس مسعود مقامی اداروں کا معائنہ بھی فرمائیں گے۔ کل وزیر اعظم افغانستان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نادر شاہ پنج شنبہ کو مہمانوں سے ملیں گے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۵۰- شنبہ۔ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۳۰ء) <sup>۷۱</sup>

نیز علامہ اور راس مسعود کی ملاقات ۲۶/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ سے بھی ہوئی۔ اس ملاقات میں علامہ کے مطابق عصر کی نماز انھوں نے نادر شاہ کی اقتدا میں پڑھی۔ بقول علامہ:

وقتِ عصر آمد صدائے الصلوات

آں کہ مومن را کند پاک از جہات

انتہائے عاشقانِ سوز و گداز

کردم اندر اقتدائے او نماز <sup>۷۲</sup>

جبکہ ڈاکٹر ظہور الدین اسے مغرب کا وقت قرار دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

پہلی ملاقات میں مغرب کی نماز کے موقع پر نادر شاہ نے اقبال سے امامت کی درخواست کی۔ اقبال نے کہا نادر! میں نے اپنی عمر کسی شاہ عادل کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تمنا میں گزار دی ہے۔ اب جب کہ خدا نے فقیر کی اس مراد کو پورا کرنے کے اسباب مہیا کر دیے ہیں تو کیا تو

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

مجھے اس نعمت سے محروم کرنا چاہتا ہے! آج میں تیری اقتدا میں نماز پڑھوں گا۔ امامت تجھ کو کرنی ہوگی۔<sup>۷۸</sup>

اکرام اللہ شاہد نے علامہ کے سفر افغانستان سے متعلق کچھ نئی تحقیقات کیں جن میں روزنامہ مشرق پشاور کیم / فروری ۱۹۷۷ء کے حوالے سے افغانستان کے ایک صحافی مقبول احمد کا ایک مضمون کا حوالہ ہے جو لکھتے ہیں:

راقم الحروف اس وقت کابل میں تھا اور اسے حضرت علامہ کے اس دورے میں کئی دفعہ شرف ملاقات بھی حاصل ہوا۔ علامہ اقبال نے کابل پہنچنے کے بعد ملتِ افغانیہ کے نام ایک پیغام روزنامہ اصلاح میں شائع کرایا تھا۔ جو ایک قطعہ تک محدود تھا لیکن وہ ادبی لحاظ سے بہت سی صفات کا مجموعہ تھا۔ کابل کے شعر اور ادبا اس سے بڑے متاثر ہوئے تھے۔ میں اس وقت اصلاح ہی میں کام کرتا تھا۔ میں نے اپنے حافظے پر دباؤ ڈالا مگر افسوس یہ قطعہ میری یاد سے محو ہو چکا ہے اور میں اسے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔<sup>۷۹</sup>

علامہ کے دوران سفر افغانوں کے ساتھ گفتگو کی زبان کا مسئلہ بھی مقبول احمد نے حل کیا ہے۔ اس لیے کہ علامہ فارسی روانی سے نہیں بول سکتے تھے اور پشتو جانتے نہیں تھے جبکہ افغانوں کے عمومی طبقے میں انگریزی تک رسائی بہت محدود تھی لہذا جناب مقبول احمد تحریر کرتے ہیں:

کابل میں بہت سے وفدوں نے حضرت علامہ سے ملاقات کی تھی جن میں اساتذہ، تجار، علماء، شعراء، ادبا اور صحافیوں کے وفد شامل تھے۔ شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں کے وفد میں انجمن ادبی کے ارکان مجلہ کابل (انجمن ادبی کا ماہوار رسالہ) کے رکن روزنامہ اصلاح ہفتہ وار انیس پانزدہ روزہ اقتصاد، جمعیت العلماء کے ہفتہ وار اخبارِ علمی الفلاح کے ایڈیٹر اور کارکن صحافی شامل تھے۔ یہ وفد کوئی پینتیس چالیس ارکان پر مشتمل تھا۔ وفد کے ارکان فارسی میں اظہار خیال کرتے تھے۔ اور علامہ اقبال سر اس مسعود اور غلام رسول بیر سٹر انگریزی میں جواب دے رہے تھے۔ ترجمانی کے فرائض راقم الحروف ادا کر رہا تھا۔ تبادلہ خیال کے دوران سرور خان گویا، سرور جو یا اور مستغنی نے علامہ اقبال کو مخاطب کر کے کہا ”آپ فارسی نثر ہی میں نہیں بلکہ فارسی نظم میں بھی یدِ طولی رکھتے ہیں۔ ہم آپ کی خداداد

ذہانت اور قابلیت کے معترف ہیں۔ طویل عرصے سے ہماری دلی خواہش تھی کہ آپ سے ہم کلام ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ اگر بے ادبی پر محمول نہ ہو تو ہمیں یہ سوال کرنے کی اجازت دیں کہ آپ اتنی علمی و ادبی استطاعت رکھنے کے باوجود فارسی میں ہمارے سوالوں کا جواب کیوں نہیں دیتے اور انگریزی بولنے کا تکلف کیوں روا رکھتے ہیں؟ حضرت علامہ نے قہقہہ لگایا اور کہا میں فارسی لکھ سکتا ہوں مگر روانی کے ساتھ بول نہیں سکتا لہذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں انگریزی میں جواب دیتا رہوں۔ اس جگہ یہ ذکر کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ راقم الحروف علامہ اقبال کی انگریزی ہی کا ترجمہ کر رہا تھا۔ وفد کے ارکان فارسی میں جو کچھ کہہ رہے تھے علامہ اقبال اسے بخوبی سمجھ رہے تھے۔<sup>۸۰</sup>

ملاقات میں علامہ نے جنرل نادر خان کو خود قرآن کریم کا ایک نسخہ پیش کیا:

در حضور آں مسلمان کریم	ہدیہ آوردم ز قرآن کریم
گفتم ایں سرمایہ اہل حق است	در ضمیر او حیاتِ مطلق است
اندر و ہر ابتدا را انتہاست	حیدر از نیروے او خمیر کشاست <sup>۸۱</sup>

اس نسخے کی عطا یگی پر جنرل نادر خان نے علامہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ خود علامہ

سے سنئے:

کوہ و دشت از اضطرابم بے خبر	از غمانِ بے حسابم بے خبر
نالہ بابانگِ ہزار آمیختم	اشک با جوئے بہار آمیختم
غیر قرآن آن غمگسارِ من نہ بود	قوتش ہر باب را بر من کشود <sup>۸۲</sup>

اس لمحے کی روداد کو صاحب مکالمات اقبال نے یوں محفوظ کیا ہے:

علامہ: اہل حق کی یہی دولت و ثروت ہے اس کی بدولت باطن میں حیاتِ مطلق کے چشمے بہتے ہیں یہ ہر ابتدا کی انتہا اور ہر آغاز کی تکمیل ہے۔ اسی کی بدولت مومن خمیر شکن بنتا ہے میرے کلام میں تاثیر اور میرے دل کا سوز و گداز سب اسی کا فیضان ہے۔

نادر شاہ: جب میں جلاوطن تھا اور کوہ و صحرا میں غم زدہ وقت کاٹ رہا تھا جب میرے پاس زندگی کے وسائل کی کمی تھی اور مادی طاقت کا فقدان تھا جب کوئی ساتھی اور غم خوار نہ تھا تو یہی کتاب میری رفیق اور رہنما اور ہمدرد و غمگسار تھی۔<sup>۸۳</sup>

اعلیٰ حضرت نادر شاہ سے اقبال کئی مرتبہ ملے تھے۔ اغلب ہے کہ اقبال نے قرآن کریم کا نسخہ پہلی ملاقات میں پیش کیا ہو گا جو ۲۶ اکتوبر کو قصر دلکشا میں ہوئی تھی۔<sup>۸۴</sup>

سید سلیمان ندوی کو پاسپورٹ دیر سے ملا۔ چنانچہ وہ ۲۳ اکتوبر کو پشاور، ۲۵ اکتوبر کو جلال آباد اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو کابل پہنچے۔ ندوی صاحب کو پروٹوکول آفیسر جناب سرور خان گویا نے خوش آمدید کہا اور انھیں حلقہ یاراں میں شامل کیا۔ اس رات مہمانوں کے اعزاز میں صدر اعظم سردار محمد ہاشم خان نے ضیافت کا اہتمام کیا۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

اس رات نوبے شب کو سردار ہاشم خان صدر اعظم کے ہاں مہمانوں کی دعوت تھی ان کا ٹیلیفون آیا کہ ”نووارد مہمان“ بھی شریک دعوت ہوں اور لوگ تیار ہو چکے تھے اس لیے تاخیر کے خیال سے میں بھی اسی حالت میں بلا تبدیل لباس ساتھ ہو گیا۔ ہم لوگ دو موٹروں میں روانہ ہوئے۔ ایک میں ڈاکٹر اقبال، میں اور سرور خان گویا اور دوسرے میں سرور اس مسعود، پروفیسر ہادی اور غلام رسول خان۔ تھوڑی دیر میں صدر اعظم صاحب کے محل تک پہنچے۔ محل میں ہر جگہ بجلی کی روشنی تھی۔ جگہ جگہ سپاہیوں کے پہرے تھے۔ ایک دروازہ پر پہنچ کر آڑے۔ دوسرے مہمان سب پہنچ چکے تھے۔ سب سے آخر میں ہم لوگ پہنچے تھے۔ محل میں ہر چیز یورپین طریق و قاعدہ سے تھی۔ ایک گیلری سے ہو کر اندر وسیع دالان میں پہنچے۔ سب سے تعارف و ملاقات ہوئی۔<sup>۸۵</sup>

سردار ہاشم سے مہمانوں کا تعارف سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ نے کرایا۔ اس کے بعد سردار ہاشم خان مہمانوں کو لے کر کھانے کے کمرے میں گئے۔ کھانا میزوں پر تھا اور ہر چیز پورے طریقے کے مطابق آراستہ تھی۔ کھانا کھلانے کا طریقہ اور ملازمین کا سلیقہ ہر چیز یورپ کے تمدن جدید کے مطابق تھی۔<sup>۸۶</sup> سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ افغانستان کے بارے میں پتا چلا کہ انھوں نے علامہ کے اردو کلام کے بعض حصوں کا منظوم فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس بات کا انکشاف پروفیسر خاطر غزنوی نے کیا جن کے ساتھ میں نے ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو صبح ساڑھے گیارہ بجے پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے سربراہ ڈاکٹر صابر کلوروی کے دفتر میں انٹرویو کیا تھا۔ یہ نمونے خاطر غزنوی کے پاس محفوظ ہیں۔<sup>۸۷</sup>



کھانے کے میز پر تبادلہ خیال شروع ہوا۔ سید سلیمان ندوی نے افغانستان میں اشاعت اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔ اس مسعود نے اپنے سفر جاپان کے پُر لطف تاثرات و واقعات بیان کیے اور علامہ نے فلسفہ و سیاست کے بعض نکات آسان اور دوستانہ انداز میں واضح کیے۔<sup>۸۸</sup>

جمعہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

بادشاہ شہر کی مختلف مسجدوں میں باری باری جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ اس روز شہر کی سب سے بڑی مسجد ”پل خشتی“ میں نماز پڑھنے والے تھے۔ علامہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کرنے مسجد پل خشتی گئے۔ مسجد میں بادشاہ کے لیے مقصورہ بنا ہوا تھا۔ مہمانوں کو بھی مقصورہ میں جگہ دی گئی۔ نماز جمعہ سے واپسی پر علامہ اور سید صاحب کے ساتھ ایک ذمہ دار شخص بھی تھے۔ ان سے چینی ترکستان کے واقعات کی نسبت گفتگو ہوتی رہی۔ علامہ نے دوران گفتگو فرمایا:

یورپ نے اپنی اس نئی ترقی میں سارا زور بحری طاقت پر صرف کیا۔ اور ہر قسم کی تجارتی آمد و رفت اور سیر و سیاحت کے راستے دریائی رکھے اور اپنے انھی جہازوں کے ذریعے سے مشرق کو مغرب سے ملا دیا۔ لیکن اب یہ نظر آرہا ہے کہ ان بحری راستوں کی یہ حیثیت جلد فنا ہو جائے گی۔ لیکن آئندہ مشرق وسطیٰ کا راستہ مشرق و مغرب کو ملائے گا۔ اور تری کی بجائے خشکی کا راستہ اہمیت حاصل کرے گا۔ تجارتی قافلے اب موٹروں، لاریوں، ہوائی جہازوں اور ریلوں کے ذریعے مشرق و مغرب میں آئیں جائیں گے۔ اور چونکہ یہ پورا راستہ اسلامی ملکوں سے ہو کر گزرے گا۔ اس لیے اس انقلاب سے ان اسلامی ملکوں میں عظیم الشان اقتصادی و سیاسی انقلاب رونما ہو گا۔<sup>۸۹</sup>

سید سلیمان ندوی علامہ کے اس نظریے کو بالکل درست تسلیم کرتے ہوئے ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں:

پشاور سے کابل کو، چمن سے قندھار کو، کابل سے مزار شریف اور ہرات کو قندھار سے ہرات کو موٹریں اور لاریاں چل رہی ہیں۔ اُدھر راستہ یا بخارا ہو کر یا ایران ہو کر طے کیجیے۔ پہلے مشرق وسطیٰ کے لوگ خشکی کی راہ سے حج کو جاتے تھے اکبر کے زمانہ سے ہندوستان کی بندرگاہوں سے جانے لگے۔ اور انگریزوں کے عہد میں افغانستان اور ترکستان بلکہ اکثر مشرقی ملکوں کے مسلمان ہندوستان ہو کر بحری راستہ سے مکہ معظمہ جانے لگے۔ اگر خشکی کا

راستہ زردار دست ہو جائے۔ تو یقین کیجیے کہ ان حاجیوں کو پھر بدستور سابق خشکی کا راستہ پسند آنے لگے گا۔ اور پھر افغانستان یا بلوچستان ہو کر ایران، ایران سے عراق، عراق سے نجد اور نجد سے حجاز کا راستہ کھل جائے گا۔ یہی وہ راستہ تھا جو خلفا اور شاہان اسلام کے زمانے میں مستعمل تھا۔<sup>۹۰</sup>

اس دن چین ترکستان کے وفد سے ملاقات کے بعد علامہ اور ان کے ساتھیوں نے ”دارالامان“ میں سردار فیض محمد خان، اللہ نواز خان اور سرور خان گویا کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس روز شام کو علامہ نورالمشاخ سے ملاقات کرنے کے لیے سید سلیمان ندوی کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ علامہ ان سے پہلے لاہور میں بھی مل چکے تھے۔ برصغیر کے حالات اور افغانستان میں بچہ ستھ حبیب اللہ کلکانی کے دور حکومت پر بحث ہوتی رہی۔

اس روز شام کو افغانستان میں مقیم برصغیر کے باشندوں نے اپنے ہم وطن دانشوروں کے اکرام میں کھانے کا انتظام کیا۔ اللہ نواز خان کے ہاں دعوت کا اہتمام تھا۔ مدعوئین میں سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ، مولانا سیف الرحمان، مولانا محمد میاں منصور انصاری (مؤلف علمائے ہند کا شاندار ماضی) و سیکرٹری جمعیت علمائے ہند اور مولانا محمد شبیر (صدر جماعت مجاہدین جن کامرکز سمرقند تھا) نمایاں تھے۔<sup>۹۱</sup>

سردار محمد ہاشم خان صدر اعظم افغانستان ملاقات کے لیے ان کی قیام گاہ آئے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس مسعود نے ملک میں معدنیات کی ترقی اور سڑکوں کی تعمیر پر زور دیا۔ جبکہ سردار صاحب نے ترقیاتی پروگراموں پر روشنی ڈالی۔ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا کر تین بجے رخصت ہوئے۔ چار بجے شام وزیر جنگ شاہ محمود خان کے ہاں چائے کی دعوت تھی جس میں چیدہ افراد نے شرکت کی۔ سات بجے تک اسی دعوت میں وقت گزرا اور افغانستان کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ساڑھے سات بجے شب انجمن ادبی کابل کی طرف سے دعوتِ شب (ڈنر) طے تھی۔ کابل ہوٹل میں انجمن سے منسلک ادیب جمع ہوئے۔<sup>۹۲</sup>

انجمن ادبی کابل کی اس ضیافت پر تفصیلی تحقیق ”افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقا“

کے باب میں شامل ہے۔

اتوار ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

سردار احمد خان وزیر دربار کی دعوت پر شام تین بجے پغمان جانے کا پروگرام تھا۔ علامہ کو نادر شاہ سے آخری ملاقات بھی کرنا تھا۔ اس لیے پغمان جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ وہ شام کو وزیر خارجہ سردار فیض محمد خان کے ساتھ شاہ سے ملنے اُن کی رہائش گاہ ”دلکشیا“ گئے۔ رات مختلف حضرات ملاقات کی غرض سے آئے۔ مولوی محمد بشیر صاحب صدر جمعیت مجاہدین، مولانا محمد میاں، منشی میر شمس الدین (سابق ناظم انجمن حمایت اسلام لاہور) ان میں ممتاز تھے۔<sup>۹۳</sup>

جبکہ علامہ کے ہمراہ علامہ کی ان مختلف مصروفیات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کابل کے مختلف مقامات کی سیر کے لیے گئے، جن میں مکتب صنائع نفیسہ، سرکاری موٹر خانہ، ہوائی اڈہ، بالاحصار کا مکتب حربی، صحابیوں کے مزارات، دارالعلوم عربی، جدید مدارس اور سرکاری مطبع عمومی وغیرہ شامل ہیں۔<sup>۹۴</sup>

آج کے پروگرام میں ایک خاص پروگرام مزارِ بابر پر حاضری تھی۔ بابر مغل بادشاہوں میں اس لحاظ سے ایک منفرد شخصیت کا ملک تھا کہ رزم و بزم دونوں میں گہری دلچسپی لیتا تھا۔ رزم میں خارشنگانی سے کام لیتا تھا اور جب بزم میں آتا تھا تو زندگی کی ایک ایک رگ کو خوشیوں سے بھر دیتا تھا۔ یہاں فضا کا تقاضا یہ تھا کہ علامہ عقیدتمندانہ سنجیدگی کے دائرے سے باہر نکل کر سراسر خوشی کا مظاہرہ کریں۔ اور اس کے لیے بہترین طریقہ غزل گوئی کو سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ علامہ ایک ایسی غزل سناتے ہیں جو بلند آہنگ بھی ہے اور جس کے ایک ایک لفظ میں اندرونی جوش رواں دواں ہے۔ ردیف اور قافیہ قاری کے دل میں ایک گونج کی سی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔<sup>۹۵</sup>

درونِ پردہ او نعمت نیست، فریاد است	بیا کہ سازِ فرنگ از نوابر افتاد است
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است	زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آر است
چہ گوئمت کہ بہ تیموریاں چہ افتاد است!	درفش ملت عثمانیاں دوبارہ بلند
کہ ایں زمین ز طلسمِ فرنگ آزاد است!	خوشا نصیب کہ خاکِ تو آرا امید اینجا
مکہ آں عجزہ عروسِ ہزار داماد است!	ہزار مرتبہ کابلِ نکوتر از دلی است

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

درون دیدہ نگہ دارم اشکِ خونین را کہ من فقیرم و ایں دولت خدا داد است!  
 اگرچہ پیرِ حرم وردِ لاِ اِلہ دارد کجا نگاہ کہ برنہ تر ز پولاد است<sup>۹۶</sup>  
 سرور خان گویا اس موقع پر موجود تھے اور علامہ کی کیفیت کا حوالہ یوں دیتے ہیں:  
 ہنگامیکہ بر تربت بادشاہ زندہ دل مغل بابر رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ میخواند اشک میریخت و رواں  
 بادشاہ مغل برابر انیکہ پیکرش در آغوش قلل سنگینی کا بل آرامیدہ مسعود و خوش نصیب می  
 دانست۔<sup>۹۷</sup>

ترجمہ: جس موقع پر وہ زندہ دل مغل بادشاہ بابر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے پر فاتحہ پڑھ رہے  
 تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری تھے۔ وہ مغل بادشاہ کی روح کو باوجود یہ کہ ان  
 کا جسم کابل میں یہاں کے پہاڑوں کی بھاری چوٹیوں کی آغوش میں آرام فرما رہا تھا۔ خوش  
 نصیب اور مسعود سمجھتا تھا۔

علامہ کی اس کیفیت کی گواہی افغان صحافی مقبول احمد یوں دیتے ہیں:  
 علامہ اور ان کی پارٹی کے دوسرے زعماء جب باغ تشریف لے جا رہے تھے فیض محمد خان وزیر  
 خارجہ، شاہی خاندان کے بعض ارکان، شعراء، ادباء، اور چند صحافی بھی ان کی معیت میں تھے۔  
 مجھے یاد ہے کہ علامہ اقبال شہنشاہ ظہیر الدین بابر کی قبر پر فاتحہ پڑھتے پڑھتے زار و قطار رو  
 رہے تھے۔ ان کے آنکھوں سے ان کا رومال بالکل تر ہو گیا تھا۔<sup>۹۸</sup>

آج کابل میں علامہ کی آخری رات تھی۔ علامہ کی دیگر مصروفیات کے علاوہ ایک نئی  
 بات یہ سامنے آتی ہے کہ علامہ نے کابل میں قیام کے دوران نامور روحانی پیشوا اور جنگ  
 آزادی کے رہنما مولانا فضل واحد المعروف بہ حاجی صاحب ترنگزئی سے بھی ملاقات کی تھی۔  
 اکرام اللہ شاہد عزیز جاوید کی کتاب برصغیر میں تحریک آزادی کا ایک عظیم مجاہد حاجی صاحب  
 ترنگزئی میں درج ترنگزئی حاجی صاحب کے بیٹے بادشاہ گل پیر افضل اکبر شاہ کی زبانی  
 لکھتے ہیں:

اقبال جب افغانستان میں آئے تو اس وقت ہم بھی باباجی کے ساتھ کابل میں مقیم تھے۔ علامہ  
 اقبال نے باباجی صاحب کے ساتھ تنہائی میں ملاقاتیں کیں۔ وہ باباجی کا نہایت احترام کرتے  
 تھے اور جب وہ باباجی صاحب سے ملنے آئے تھے باباجی کے پاس بیٹھنے سے پہلے جوتے اتار کر

نہایت مؤدب ہو کر باباجی کے پاس بیٹھے تھے۔ جب دونوں محو گفتگو ہوتے تو وہاں سے باقی تمام لوگوں کو اور ہمیں باہر نکال دیا جاتا۔<sup>۹۹</sup>

کابل میں حاجی صاحب ترنگزئی سے حضرت علامہ کی اس ملاقات کا حوالہ اس کے علاوہ کہیں اور نہیں ملا اور نہ اس سے پہلے اس ملاقات کا ذکر کہیں کیا گیا ہے۔

سوموار ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

علامہ اور ان کے ساتھی صبح آٹھ بجے کابل سے غزنی روانہ ہوئے۔ حکومت افغانستان نے مہمانوں کے باسہولت سفر کا پورا اہتمام کیا تھا۔ متوقع قیام گاہوں میں پہلے سے پیغام بھجوادیے گئے تھے۔ اور بطور میزبان سرور خان گویا ساتھ تھے۔ سواری اور بار برداری کے لیے دو موٹریں اور دو لاریاں دی گئیں تھیں۔ ایک موٹر میں علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور بیرسٹر غلام رسول تھے۔ اور دوسری میں پروفیسر ہادی حسن، سرور خان گویا اور عبدالمجید (نمائندہ سفارت خانہ افغانستان دہلی) تھے۔ ایک لاری کھانے کے سامان اور کھانا پکانے اور کھلانے والے ملازمین کے لیے تھی۔ دوسری لاری پر مہمانوں کا سامان لدا تھا۔ اس قافلے میں اعزازی حفاظت کی غرض سے دس بارہ سپاہیوں کا دستہ بھی شامل تھا۔<sup>۱۰۰</sup>

کابل سے غزنی ۸۲ میل ہے۔ موٹریں دشت و جبل اور نشیب و فراز کو لمحہ بہ لمحہ طے کرتی ہوئی اور خاک اڑاتی ہوئی رواں دواں تھیں۔ تقریباً ایک بجے غزنی پہنچے۔ یہاں مہمان سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرائے گئے۔ بازار کی مختصر سیر کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا۔<sup>۱۰۱</sup>

غزنی کے آثارِ قدیمہ کی سیر کے لیے آفیسر مہمان دار سرور خان گویا نے ایک پیر فرقت ”ملا قربان“ کو بلایا۔ یہ صاحب نوے سال کی عمر میں تھے۔ اور غزنی کے گوشے گوشے سے آگاہ تھے۔ موجودہ شہر سے کئی میل ہٹ کر قدیم شہر کے نشانات ہیں جو سلاطین غزنیوں کا پایہ تخت تھا۔ اس مقام کے مخالف سمت شہر کی دوسری طرف پرانا قبرستان ہے جہاں بیسیوں عہد ساز ہستیاں محو خواب ہیں۔<sup>۱۰۲</sup>

ان ہستیوں میں اگر ایک طرف جہان معنوی کے سلطان حکیم سنائی غزنوی کا ذکر آتا ہے تو دوسری طرف فاتح سومنات محمود غزنوی کا نام نامی آتا ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

حکیم و شاعر اقبال کو حکیم شاعر سنائی کے مزار دیکھنے کا سب سے زیادہ اشتیاق تھا۔ خانہ سے نکل کر پیادہ ہم حکیم موصوف کے مزار کی طرف چلے..... حکیم سنائی کی جلالتِ شان سے کون مہمان واقف نہیں ہم سب اسی منظر سے متاثر تھے۔ مگر ہم میں سب سے زیادہ اثر ڈاکٹر اقبال پر تھا۔ وہ حکیم ممدوح کے سرہانے کھڑے ہو کر بے اختیار ہو گئے اور دیر تک زور زور سے روتے رہے۔<sup>۱۰۳</sup>

جناب سرور خان گویا اس لمحے کی یادداشت کو یوں محفوظ کرتے ہیں:

ترتیب حکیم سنائی را چند ان از اشک گلگون نمود کہ سنگ را بروی رقت آمد۔<sup>۱۰۴</sup>

ترجمہ: حکیم سنائی کی قبر پر اس نے اتنے آنسوؤں کا پانی چھڑکا کہ وہاں کے پتھر بھی موم ہو گئے۔

مفکر عصر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے علامہ کے حکیم سنائی کے مزار کی حاضری کو ایک اور نگاہ سے دیکھا ہے:

وہ حکیم سنائی کے مزار پر بھی گئے۔ اقبال سنائی کو رومی کے بعد شعر و حکمت میں اپنا دوسرا استاد مانتے تھے۔ اس نادر اور زریں موقع نے ان کی طبیعت پر مہمیز کا کام کیا۔ وہاں انھوں نے جو شعر کہے ہیں وہ ندرت اور معنویت کے ساتھ ان کے ذوق و شوق، حسرتوں اور امیدوں کی سچی تصویر ہیں۔ ان نظموں میں انھوں نے اپنے عہد پر ایک فلسفی شاعر اور انقلابی مسلمان کی طرح نظر ڈالی ہے۔ اور اپنی زیارت کو تاریخی حیثیت دے دی ہے۔<sup>۱۰۵</sup>

حکیم سنائی سے متعلق علامہ کے توصیفی و تعریفی افکار اردو فارسی میں ”باب اول کے ضمنی عنوان ”کلام اقبال میں مشاہیر افغانہ کا تذکرہ“ کے تحت شامل تحقیق کیے گئے ہیں۔ البتہ یہاں علامہ کی وہ یادداشت نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انھوں نے بال جبریل میں ”افکار پریشان“ سے پہلے درج کی ہے اور حکیم سنائی غزنوی کی زیارت کا تذکرہ کیا ہے:

اعلیٰ حضرت شہید امیر المؤمنین نادر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و کرم سے نومبر ۱۹۳۳ء میں مصنف کو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ بہ چند افکار پریشان جن میں حکیم ہی کے ایک مشہور قصیدے کی پیروی کی گئی ہے اس روز سعید کی یادگار میں سپرد قلم کیے گئے ہیں۔ ما از پئے سنائی و عطار آمدیم۔<sup>۱۰۶</sup>

خاکِ اولیا غزنی میں مردِ قلندر علامہ محمد اقبال کے ایک ایک لمحے کی تاریخ محفوظ ہے۔ مرزا ادیب حکیم سنائی کی زیارت کے بعد کا حال لکھتے ہیں:

حکیم سنائی کے مزار سے نکل کر علامہ سلطان محمود کے مرقد پر جاتے ہیں۔ گویا ایک صاحب دل سے رخصت ہو کر ایک صاحب شمشیر کے ہاں پہنچے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں علامہ نے سلطان محمود کو بھی اپنی ہیر و گردانا ہے شاید اس موقع پر سوال کیا جائے کہ سلطان تو محض ایک حکمران تھا جس نے اپنی تیغ جوہر دار سے دشت و در کو لرزادیا تھا۔ اور جس کے ہندوستان پر سترہ حملے ایک تاریخی حقیقت کو محیط ہیں۔ علامہ کی نظر میں کیا ایک فاتح ہی ہیر و بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یا یہ مقام و شرف حاصل کرنے کے لیے فاتح کے علاوہ اسے کچھ اور بھی بننا چاہیے؟ علامہ فقط اس شخصیت کو اپنا ہیر و مانتے ہیں جو صاحب شمشیر ہو تو ساتھ ہی صاحب دل بھی ہو۔ سلطان محمود فاتح ہوں، اور نگزیب عالمگیر ہوں، نادر شاہ ہوں یا سلطان محمود غزنوی یہ شہسوار تو تھے ہی مگر شہسواری کے ساتھ ساتھ صاحب خلق عظیم اور صاحب صدق و یقین بھی تھے ان کی بادشاہی میں فقر تھا۔<sup>۱۰۷</sup>

محمود غزنوی کی زیارت میں علامہ کی کیفیات کا حال جاننے کے لیے ہم پھر ان کے افغان دوست سرور خان گویا سے رجوع کرتے ہیں:

در پیش گاہِ روضہ شہنشاہ بزرگ ماسلطان محمود غزنوی سراج احترام فرود آورد۔<sup>۱۰۸</sup>  
ترجمہ: ہمارے عظیم شہنشاہ محمود غزنوی کے روضے کی ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنا سرفرطِ احترام سے جھکا لیا۔

کلامِ اقبال میں جا بجا محمود غزنوی کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ غزنی میں ان کے مرقد پر علامہ کے کہے گئے اشعار باب اول کے ضمنی عنوان ”کلامِ اقبال میں مشاہیر افغانہ کا تذکرہ“ کے تحت شامل تحقیق ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کے مزار پر حاضری کے بعد علامہ کی اگلی روحانی منزل کا حال سید سلیمان ندوی صاحب لکھتے ہیں:

ان شاہی مزارات سے لوٹے تو ڈاکٹر اقبال صاحب کو لاہور کی مناسبت سے حضرت داتا گنج بخش جن کا مزار لاہور میں ہے، کے والد ماجد کے مزار کی تلاش ہوئی۔ ملا قربان نے کہا میں

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

وہ مزار جانتا ہوں چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق موٹرنے پرانے غزنین کے ویران سنسان میدان کو طے کرنا شروع کیا۔ اور آخر ایک مقام پر لے جا کر توقف کیا۔ آگے موٹر کا راستہ نہ تھا چنانچہ ملا صاحب بچ ڈاکٹر صاحب وغیرہ اتر کر پیادہ گئے اور زیارت کر کے واپس آئے۔ میں دروسینہ کی شکایت کے سبب نہ جا سکا۔<sup>۱۰۹</sup>

مزار کے احاطے میں علامہ کی کیفیت کا حال کیا تھا۔ سرور خان گویا لکھتے ہیں:

وہ تھے کہ مابین امکان مقدس و پر از جلال و حشمت می رسیدم یاد عامی نمودیم ولی شاعر اسلام رامی دیدیم کہ مثل تصویر بی جان استادہ و سیلاب اشک از چشمائش جارحیت حتی از دیدن او حال مادر گوں میشد۔<sup>۱۱۰</sup>

ترجمہ: جب ہم ان مقدس اور پر جلال مقامات پر پہنچے ہیں تو ہم تو دعایاں میں مشغول تھے لیکن شاعر اسلام کو ہم نے وہاں دیکھا کہ وہ ایک بے جان تصویر کی طرح کھڑا ہے اور آنسوؤں کا دریا اس کی آنکھوں سے اُڈ رہا ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ہم میں بھی پارائے ضبط نہ رہا۔ حکیم سنائی کی شخصیت میں تبدیلی لانے اور معنویت کی طرف میلان کا باعث بننے والے فقیر ”لئے خوار“ کے مزار پر بھی علامہ نے حاضری دی۔ سبیر افغانستان میں ہے: حکیم سنائی کی توبہ کی حکایت کے سلسلہ میں ایک مجذوب فقیر لائے خوار کا ذکر آتا ہے جس نے کہا تھا: ”مکوری سنائی می خورم“ کہ سنائی سے بڑھ کر بے وقوف کون ہو گا جو اپنے ہی جیسے انسانوں کی مدح و ستائش میں خرافات نظم کرتا ہے اور ان کو جا کر سناتا ہے۔ حکیم پر اس مجذوب کے اس فقرہ کا اثر ہوا اور توبہ کی۔ ملا قربان موجودہ غزنین کے بازار سے گزرتے ہوئے ایک گلی سے ایک مسجد کے اندر لے گئے اور بتایا کہ یہ اس لائے خوار کا مزار ہے۔<sup>۱۱۱</sup>

منگل ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

شب غزنین میں گزارنے کے بعد صبح آٹھ بجے روانہ ہوئے۔ گیارہ بجے دوپہر مقرر پہنچے۔ راستہ بہت صاف اور ہموار تھا۔ مقرر میں سرکاری آفیسروں کو مہمانوں کے آنے کی اطلاع تھی جیسے ہی موٹریں آکر رکیں گاڑ ڈ آف آنرز نے سلامی دی۔ ایک دو منزلہ عمارت میں قیام و طعام تھا۔<sup>۱۱۲</sup>

مقرر یعنی پرانا بہیق ایک پرانے تاریخی شہر کا نام ہے۔ جہاں سے بڑے بڑے ائمہ حدیث، مؤرخین اور اہل ادب و انشا پیدا ہوئے ہیں..... اس کا فارسی تلفظ بہیق ہے مگر عربوں نے



اپنے قاعدہ سے اس کو بیہق بنا دیا اور وہی مشہور ہو گیا۔ ابو بکر احمد بن حسین مشہور بہ امام بیہقی شافعی سنن بیہقی اور دلائل النبوة جن کی مشہور کتابیں ہیں، ہمیں کے تھے..... نوجوان افغانوں کا دعویٰ ہے کہ پرانا بیہقی یہی ہے چنانچہ ہمارے فاضل افغان رفیق سفر سرور خان گویا نے بڑے وثوق کے ساتھ مجھے اس کا یقین دلایا۔ مقرر کے قریب دو قبروں کے روضے دکھائی دیئے۔ فاضل مذکور نے بتایا کہ ان میں سے ایک ابو الفضل بیہقی کی قبر ہے اور دوسری ابو النصر مشکانی کی۔ ابو الفضل بیہقی غزنوی خاندان کا مشہور مؤرخ ہے۔ ۷۰ھ میں وفات پائی ہے۔ ابو النصر مشکانی بھی اسی عہد کا ادیب و مؤرخ ہے جس کی تصنیف مقامات پچھلے مصنفین کا مأخذ ہے۔<sup>۱۱۳</sup>

دوپہر کا کھانا مقرر میں کھا کر مقرر سے ایک بجے چل کر ۴ بجے شام قلات غلزی پہنچے۔ کابل سے دو ہزار فٹ اور غزنین سے ایک ہزار فٹ کی بلندی کی وجہ سے قلات میں ٹھنڈک تھی۔ رات قلات میں بسر کی۔ جہاں رات کو رفقائے سفر پروفیسر ہادی اور سرور خان گویا میں ایرانی اور افغان فارسی کی باہمی فضیلت پر ایک دلچسپ گفتگو ہوئی۔

بدھ یکم نومبر ۱۹۳۳ء:

صبح قلات غلزی سے بھی آٹھ بجے صبح روانگی ممکن ہوئی۔ قلات سے قندھار تک پرانی منزلیں حسب ذیل تھیں:

۱- قلعہ قلات سے تیر انداز تک 'جو تر تک' نام ایک ندی کے کنارے آباد ہے اور جہاں درانی قوم کا مسکن شروع ہو جاتا ہے۔

۲- قلعہ تیر انداز سے شہر صفا تک اس شہر کو تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی کے مدار الملہام قاضی فیض اللہ خان نے آباد کیا تھا۔

۳- شہر صفا سے کاریز ملہدو تک یہ ایک چشمہ ہے۔

۴- کاریز ملہدو سے شہر قندھار تک۔

راستہ کی خرابی کے باوجود قلات سے ۸ بجے چل کر ۱۲ بجے چار گھنٹوں میں قندھار پہنچ گئے۔<sup>۱۱۴</sup> جی ہائے قندھار سے متعلق علامہ کے درج ذیل ابیات امر ہو گئے ہیں:

قندھار آں کشورِ مینو سواد      اہل دل را خاکِ او خاکِ مراد  
رنگِ با بو با آبِ با      آبِ با تابندہ چوں سیمابِ با

لالہ ہا در خلوت کہسار ہا      نار ہا تیخ بستہ اندر نار ہا  
کوئے آل شہر است مارا کوئے دوست!      سارباں بر بند محمل سوئے دوست  
می سرایم دیگر از یارانِ حجد      از نوای ناقہ را آرام بوجد! ۱۱۵

قندھار میں شاہی مہمان خانے میں ٹھہرنے کا پروگرام تھا۔ جہاں مہمانوں کی آمد پر شہر کے ممتاز افراد ملاقات کے لیے آئے۔ جن میں وزارتِ خارجہ افغانستان کا نمائندہ متعینہ قندھار اور یہاں کی ادبی انجمن کے ناظم عبدالحی حبیبی بھی شامل تھے۔ (عبدالحی حبیبی سے ملاقات کا احوال ان کی سوانح میں ملاحظہ ہو) ابھی علامہ عبدالحی خان سے باتیں کر رہے تھے کہ قندھار کے گورنر تشریف لے آئے۔ ان سے بھی کچھ دیر باہم دلچسپی کی گفتگو رہی۔

مہمان خانے کے قریب ہی خرقة شریف کی زیارت اور احمد شاہ درانی کا مقبرہ تھا۔ ان مقامات کی زیارت کے لیے علامہ اور دوسرے افراد پیدل روانہ ہوئے۔ البتہ واپسی کے لیے موٹروں کو مقبرے کے دروازے پر پہنچ جانے کا حکم دیا گیا۔ پہلے خرقة شریف کی زیارت کی۔ مشہور ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا ملبوسِ اقدس ہے۔ ۱۱۶

زیارتِ خرقة مقدسہ کے دوران علامہ کی معنوی کیفیات و اسرار خود علامہ صاحب نے مثنوی مسافر میں بیان فرمائی ہیں:

خرقة آل ”برزخ“ لَا یُبْغِیَانِ      دیدمش در نکتہ ”لِیْ خَرَ قَاتَانِ“  
دین او آئین او تفسیر کل      در جبین او خطِ تقدیرِ کل  
عقل را او صاحبِ اسرار کرد      عشق را او تیغِ جوہر دار کرد  
کاروانِ شوق را او منزل است      ماہمہ یک مشت خاکیم او دل است  
آشکارا دیدنش ’اسراے‘ ماست      در ضمیرش مسجدِ اقصائے ماست  
آمد از پیراہن او بوے او      داد ما را نعرۃ اللہ ہُو  
بادلِ من شوق بے پرواچہ کرد!      بادۂ پُرزور با میناچہ کرد!  
رقصد اندر سینہ از زورِ جنوں      تا زِ راہ دیدہ می آید بروں!  
گفت ’من جبریلیم و نورِ مبین‘      پیش ازیں او را ندیدم ایں چنین!  
شعر رومی خواند و خندید و گریست      یا رب ایں دیوانہ فرزانه کیست

در حرم با من سخن رندانہ گفت  
گفتش ایں حرف بیباکانہ چہیست  
من زخونِ خویش پروردم ترا  
بازیاب این نکتہ را اے نکتہ رس  
گفت عقل و ہوش آزارِ دل است!  
نعر ہا زد تا فقاد اندر سجود  
از مے و مُغ زادہ و پیمانہ گفت!  
لب فرو بند این مقامِ خامشی است  
صاحبِ آہِ سحر کردم ترا  
عشق مرداں ضبطِ احوال است و بس  
مستی و وارفتگی کارِ دل است!  
شعلہٴ آوازِ او بود، او نبود! <sup>۱۷</sup>

زیارتِ خرقہ مقدسہ کے دوران علامہ کی قلبی کیفیات کا جائزہ مرزا ادیب نے یوں پیش

کیا ہے:

زیارتِ خرقہ مبارک رضی اللہ عنہ نے شاعر کے دل و دماغ پر ایک وجد کا ساعلم طاری کر دیا ہے اور اس کی ہونٹوں پر اس کے قلبی تاثرات ایک مترنم غزل کی صورت میں بکھر جاتے ہیں۔ اس غزل کی فضا میں جذب و مستی سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہاں شوق فراواں کا کیف ہوش اُلگن پھیلا ہوا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں سوز و ساز و درد و داغ کی ایک دنیا آباد لگتا ہے۔ عشق صادق حسن کی بارگاہ میں سجدہ ہائے شوق لٹا رہا ہے اور اس کی رگ رگ ایک پُر اسرار نشتے سے سرشار ہو گئی ہے۔ شاعر کا جذبہ بے اختیار غزل میں تڑپتا ہوا، مچلتا ہوا، رقص کنناں جب خرقہ مبارک رضی اللہ عنہ کے قریب آتا ہے توفی الفور سراپا عقیدت بن جاتا ہے۔ <sup>۱۸</sup>

خرقہ شریف کی زیارت کے بعد معرکہ پانی پت کے فاتح احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری دی۔ اس موقع کی مناسبت سے علامہ کے اشعار باب اول کے ضمنی عنوان ”کلام اقبال میں مشاہیر افغانہ کا تذکرہ“ کے عنوان سے شامل تحقیق ہیں۔

احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری کے بعد علامہ اور ان کے شرکائے سفر قندھار کے سب سے خوبصورت اور دلکش طبعی منظر ارغنداب کے سفر کو روانہ ہوئے۔

ارغنداب کی سیر کرتے ہوئے بابا ولی قندھاری کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ واپسی پر چہل زینہ گئے یہ ایک پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر بابا نے اپنی ہندی فتوحات کا کتبہ لگایا ہے۔ پہاڑی کے دامن سے اوپر تک پتھر کاٹ کر زینے بنائے گئے ہیں۔ جن کی تعداد چالیس مشہور ہے۔

اس لیے اس پہاڑی کا نام چہل زینہ پڑ گیا ہے۔ علامہ پہاڑی پر نہ چڑھے البتہ سید صاحب اور پروفیسر ہادی نے اپنے تاریخی ذوق کی تسکین کے لیے پہاڑی سر کی۔<sup>۱۱۹</sup>

جمعرات ۲ نومبر ۱۹۳۳ء:

صبح آٹھ بجے چائے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر نوبتے قندھار سے روانہ ہوئے۔ گورنر قندھار نے مہمانوں کو کچھ خشک میوے اور قندھاری اناروں کے دو ٹوکے تحفہ بھیجے اور قافلہ چل پڑا اور بارہ بجے قلعہ جدید پہنچ گیا۔ یہ افغانستان کی آخری چوکی تھی۔ یہاں گویا اور دوسرے شاہی ملازمین نے علامہ اور ان کے ساتھیوں کو الوداع کیا۔

چمن شہر کے دروازے پر مسلمانان شہر نے استقبال کیا۔ اور ایک رستوران میں چائے کا اہتمام کیا۔ اہالیان شہر کی خواہش تھی کہ علامہ اور سید صاحب اپنے سفر ملتوی کر کے یہاں کے مسلمانوں کے سامنے تقاریر کریں مگر ہر دو حضرات نے معذرت کر دی۔ رستوران میں مختلف خیال کے مسلمان جمع ہو گئے تھے جو سیاسیات کی مختلف راہوں سے آشنا تھے۔ علامہ اور سید صاحب سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ علامہ کے سکول کے زمانے کے ہندو دوست جو چمن میں مطب کرتے تھے، ملنے آئے۔<sup>۱۲۰</sup>

چمن میں علامہ کی آمد کے موقع پر جن لوگوں نے علامہ سے ملاقاتیں کی تھیں ان میں چودھری نور الہی قریشی، ملا احمد جان قریشی اور حاجی خوشی محمد وغیرہ شامل تھے۔ حاجی خوشی محمد کے نام سے چمن میں ایک روڈ بھی منسوب ہے۔ نسلاً زدران پٹھان تھے مگر ثقافتی اعتبار سے ٹھیسٹ پنجابی تھے۔ ان کے گھر سے علامہ کے لیے حقہ بھی لے جایا گیا تھا۔<sup>۱۲۱</sup>

علامہ کے ہندو کلاس فیلو سے متعلق معلوم ہوا کہ وہ موجودہ رام چند بازار میں سادھو رام کی موجودہ کوٹھی کے بالمقابل ٹریج روڈ سے ۵ نمبر دکان واقع مغربی جانب میں مطب کرتے تھے۔ یہ دکان فی الحال حاجی تیمور ملیزی کا کلاتھ ہاؤس ہے۔ اہالیان چمن ان سے علاج کراتے تھے۔ نام کا پتا تو نہیں چل سکا البتہ خوبصورت شاہت اور سرخ رنگت کی بنیاد پر مقامی لوگ انھیں ”مُرکئی“ ہندو کہتے تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے مطب چلاتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے ایک مسلمان شاگرد ملا عبد الرحمن غبیبی اچکڑی کچھ عرصے تک

یہ مطب چلاتے رہے جن کا ایک بیٹا عبدالمالک کسٹم میں انسپکٹر ہے۔ ان کے والد راقم الحروف کے پھوپھاتھے۔

علامہ ۲ نومبر کو بعد از ظہر چمن سے روانہ ہو کر شام کو سٹہ پہنچے۔ علامہ کی کوئٹہ آمد کی خبر روزنامہ انقلاب لاہور میں بھی شائع ہوئی ہے:

حضرت علامہ اقبال کی تشریف آوری

ابھی اطلاع ملی ہے کہ حضرت علامہ اقبال کابل سے قندھار گئے تھے اور وہاں سے چمن اور کوئٹہ کے راستے واپس تشریف لائے۔ ۳ نومبر کو ۶ بجے شام کراچی میں سے لاہور تشریف لائیں گے۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۵۷- شنبہ- ۵ نومبر ۱۹۳۳ء)

چنانچہ علامہ کی لاہور آمد پر ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کی یہ خبر:

علامہ اقبال کی افغانستان سے مراجعت

لاہور اسٹیشن پر استقبال

لاہور- ۶ نومبر۔ حضرت علامہ اقبال جنھیں اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی بادشاہ افغانستان نے یونیورسٹی کے قیام کے لیے مشورے کے لیے کابل بلایا تھا، آج کراچی میں سے واپس تشریف لائے۔ دوہفتہ قبل آپ سرراس مسعود کے ہمراہ کابل تشریف لے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نادر شاہ سے آپ نے ملاقات کی اور انھیں یونیورسٹی کے قیام سے متعلق مشورے دیے۔ افغانستان سے واپسی پر آپ قندھار سے بذریعہ موٹر کار چمن پہنچے اور وہاں سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔ کوئٹہ سے کراچی میں کے ذریعے آج شام ساڑھے چھ بجے لاہور واپس تشریف لائے۔ آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر آپ کے رفقا اور عزیز موجود تھے۔ ان میں قابل ذکر مہر، سالک، شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ، چودھری محمد حسین اور ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے نمائندے سید نور احمد قابل ذکر ہیں۔

(انقلاب، جلد ۸- نمبر ۱۵۸- سہ شنبہ- ۷ نومبر ۱۹۳۳ء)

سفر افغانستان سے واپسی پر اس سفر کے شرکا کے تاثرات اخبارات نے تفصیل کے ساتھ شائع کیے:

افغانستان کے متعلق علامہ اقبال، سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کے تاثرات افغانی ملّا اور نوجوان دوش بدوش میدان عمل میں۔ جدید سڑکوں کی تعمیر، تعلیمی اور اقتصادی پروگرام

لاہور۔ ۶ نومبر۔ حضرت علامہ اقبال، سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی نے افغانستان سے واپسی پر، افغانستان کی موجودہ صورت حال کے بارے میں ایٹوسی ایٹڈ پریس کو مندرجہ ذیل بیان دیا:

ہمارا خیال ہے کہ افغانستان میں اپنے دس روزہ قیام کے بعد ہم وہاں کے موجودہ حالات کے متعلق جو تاثرات لے کر واپس ہوئے ہیں، ان کو اپنے ہندوستانی اہالی وطن کے روبرو پیش کرنا خالی ازدچسپی نہ ہوگا۔

خوش قسمتی سے اپنے دوران قیام میں تمام وزرا اور اعلیٰ عہدے داروں سے جو نظم و نسق حکومت کے ذمہ دار ہیں، ملاقات کا موقع ملا۔ ہم نے وزرا سے تعلیمی مسائل پر طویل بحث و تحقیق کی۔ اس بحث و مباحثہ کے دوران میں افغانستان کی اقتصادی ترقی کے متعلق ہمیں اس لائحہ عمل کی نوعیت بھی معلوم ہوئی، جس میں وزراے موصوف آج کل ہمہ تن مصروف ہیں۔

(انقلاب، جلد ۸۔ نمبر ۱۵۹۔ چہار شنبہ، ۸ نومبر ۱۹۳۳ء) ۱۲

علامہ نے ۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو اپنے ہم سفروں کے ایما پر اپنے دورہ افغانستان کے بارے میں درج ذیل اخباری بیان جاری کیا:

سب سے پہلے جو قابل ذکر چیز ہمیں نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ افغانستان میں لوگوں کے جان و مال بالکل محفوظ ہیں۔ یہ ایک ایسی حکومت کے لیے بذات خود ایک بہت بڑی کامیابی ہے جسے صرف چار سال پیشتر ملک میں عام بغاوت کو فرو کرنا پڑا ہو۔ دوسری بات جس سے ہم متاثر ہوئے وہ وہاں کے وزرا کی نیک نیتی اور اخلاص ہے جس سے وہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سخت قسم کے قدامت پسند لوگ بھی ان وزرا کے حامی ہیں اور نتیجتاً جیسا کہ ہمارے سامنے ایک مقتدر افغان عالم نے کہا کہ آج کے افغانستان میں ملاؤں اور نوجوانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

حکومت افغانستان کا ارادہ ہے کہ سارے محکمہ تعلیم کو جدید طریقوں پر از سر نو ترتیب دیا جائے اور ساتھ ساتھ افغانستان اور ہمسایہ ممالک کے درمیان والی سڑکوں کی مرمت کی جائے۔ نئی یونیورسٹی بتدریج ترقی کر رہی ہے اور اس کے لیے پہلے ہی ایک خوبصورت اور وسیع محل مخصوص کر دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے شعبہ طب قائم کیا گیا ہے اور اس میں اعلیٰ تعلیم شروع ہو گئی ہے۔ دوسرا شعبہ جس کا قیام زیر غور ہے وہ سول انجینئرنگ کا ہو گا۔ رہا سڑکوں کا سوال تو کابل کو پشاور سے ملانے والی ایک نئی سڑک آئندہ دو سال کے عرصہ میں تعمیر ہو جائے گی۔ اور یہ سڑک اس لیے بہت اہم ہے کہ یہ وسطی ایشیا کو وسطی یورپ سے قریب کر دیتی ہے۔

اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان نے ہمیں شرف بازیابی بخشا اور کافی طویل گفتگو ہوتی رہی۔ اعلیٰ حضرت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ان کا ملک پھلے پھولے اور اپنے ہمسایہ ممالک سے صلح اور آشتی قائم رکھے۔ افغانستان آج ایک متحد ملک ہے جہاں ہر طرف بیداری کے آثار پائے جاتے ہیں اور حکام کافی سوچ بچار کے بعد نئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ افغانستان سے ہم اس یقین کے ساتھ واپس لوٹے ہیں کہ اگر موجودہ حکام کو دس سال تک اپنا کام جاری رکھنے کا موقع مل جائے تو بلاشبک و شبہ افغانستان کا مستقبل شاندار ہو گا۔<sup>۱۳۳</sup>

حضرت علامہ کا سفر افغانستان کے دوران شاہ افغانستان کو قرآن کریم کا ہدیہ دینے پر روزنامہ انقلاب نے ایک اہم ادارہ لکھا ہے جس میں افغانستان میں علامہ کی پذیرائی اور اس دورے کے مضمرات پر بحث کی گئی ہے:

شاہ افغانستان کی بارگاہ میں قرآن حکیم کا ہدیہ۔ اقوام شرق و غرب کی تقدیروں کا آئینہ روزنامہ اصلاح کابل کی تازہ اشاعت میں حضرت علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور نواب مسعود جنگ بہادر سید راہ مسعود کے چند روزہ قیام کابل کی مصروفیتوں کا تذکرہ شائع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی علمی صحبتوں سے ہمارے افغان بھائی بے حد متاثر ہوئے۔ والا حضرت سردار ہاشم خاں صدرا عظیم، والا حضرت سردار شاہ محمود خان وزیر جنگ، سردار احمد شاہ خان وزیر دربار و ریاست، بلدیہ، کابل اور انجمن ادبی کابل کی طرف سے ہمارے بزرگوں کو عظیم الشان پارٹیاں دی گئیں۔ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی کی بارگاہ میں بھی ان بزرگوں کو شرف بازیابی حاصل ہوا۔ یہ تمام تفصیلات ہمارے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے جس قدر دل خوش کن ہو سکتی ہیں، اس کے اظہار کی ضرورت نہیں، لیکن جس چیز سے ہم

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

بدرجہ غایت متاثر ہوئے، وہ حضرت علامہ اقبال کا پیام ہے جو روزنامہ اصلاح کی وساطت سے ملت غیور افغان کو دیا گیا ہے اور جو جریدہ مذکور کی تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

حضرت علامہ فرماتے ہیں:

الحمد للہ کہ میں نے یہ اسلامی سر زمین دیکھی اور بادشاہ غازی کی بارگاہ میں حاضری سے بھی مشرف ہوا، جس کے ہر کام کی بنیاد و اساس ”بندگی خدا“ اور ”عشق وطن“ ہے، یعنی وہ بادشاہ جو شاہی قبا کے نیچے خرقتہ درویشی پہنے ہوئے ہے اور خداے بزرگ و برتر نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی روحانیت کے طفیل اس کی درویشی کو شرف قبولیت بخشا۔

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی یہ کتنی صحیح تصویر ہے اور اس مختصر سی تحریر میں اسلامی حکمرانی کے بہترین اصول کتنے عمدہ اور جامع الفاظ میں پیش کیے گئے ہیں۔ اول خداے بزرگ و برتر کی عبادت، دوم وطن کی محبت یعنی جس خطہ ارض پر اختیار و اقتدار حاصل ہو، اس کی فلاح و بہبود اور بہتری و برتری کے لیے ہر ممکن سعی و کوشش جاری رکھنا اور بادشاہی کو نفس پروری یا غرض پرستی کا ذریعہ نہ بنانا۔

حضرت علامہ نے پیام مشرق کو شاہ امان اللہ خان کے نام پر معنون کرتے ہوئے ایک مثنوی لکھی تھی جو زریں نصاب سے لبریز تھی۔ اس میں یہ اشعار بھی تھے:

سروری در دین ما خدمت گری است	عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است
در ہجوم کار ہائے ملک و دیں	با دلِ خود یک نفس خلوت گزین
ہر کہ دم در کمین خود نشست	ہیچ نخچیر از کمند او نجست
در قبائے خسروی درویش زی	دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قائدِ ملت شہنشاہِ مراد	تبخ او را برق و تندر خانہ زاد
ہم فقیرے، ہم شہ گروں فرے	ارد شیرے باروانِ بوذرٹے
غرق بودش در زره بالا و دوش	در میانِ سینہ دل موئینہ پوش
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند	در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزودہ اند	مثلِ سلمان در مدائنِ بودہ اند
حکمرانے بود و سامانے نہ داشت	دست او جز تبخ و قرآنے نہ داشت



ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار میں بادشاہی کا جو تصور حضرت علامہ کے سامنے تھا، اس کی عملی جھلک محمد نادر شاہ غازی کی ذات میں انھیں نظر آگئی اور اسی سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے مندرجہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔

فرماتے ہیں کہ میں بادشاہ غازی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو ”شاہ غازی حریف نے گفت کہ سینہ من بیفر وخت و جان مرا سوخت۔ اے برادر افغان ہمیں یک حرفے را بہ تو می رسانم کہ درآں بہ سوزی و سرمایہ دین و دنیا را زان بیندوزی۔“

ترجمہ: شاہ غازی نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی جس سے میرا سینہ روشن ہو گیا۔ افغان بھائیو! میں وہی بات آپ تک پہنچاتا ہوں تاکہ آپ بھی اپنی جانوں کو اس حرارت سے گرمائیں اور دین و دنیا کا سرمایہ اس سے حاصل کریں۔

وہ بات کیا تھی؟ حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ خسروی میں قرآن حکیم کا ایک نسخہ بہ طور ہدیہ پیش کیا تھا اور ایک درویش کی طرف سے درویش منش بادشاہ کی خدمت میں اس سے بہتر ہدیہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں نے قرآن پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

ایں کتابے ہست کہ تقدیر ہاے اقوام شرق و غرب در بطون آل آشکاری بینم۔

(یہ ایسی کتاب ہے جس میں اقوام مشرق و مغرب کی تقدیریں صاف نظر آرہی ہیں)۔

محمد نادر غازی نے فرمایا:

”آیات بینات او پناہ گاہ من است“

(اس کی آیات بینات میری پناہ گاہ ہیں)

یہ الفاظ شاہ غازی کی زبان پر جاری تھے اور آنکھیں پُر نم تھیں۔

حضرت علامہ اقبال اپنے پیام کے آخر میں لکھتے ہیں کہ افغان بھائیو! آپ کو بھی چاہیے کہ اپنے بادشاہ کی طرح آپ قرآن عظیم کو اپنی پناہ گاہ بنائیں تاکہ خدائے بزرگ و برتر ملت غیور افغانہ کو اس مقام پر پہنچائے جو اس کے علم میں ملت مذکورہ کے لیے مقدر و مقرر ہے:

پیش نگر کہ زندگی راہ بہ عالمے برد از سر آنچه بود و رفت در گذر، انتہا طلب  
از خلش کرشمہ کار نمی شود تمام عقل و دل و نگاہ را جلوہ جدا جدا طلب

باب اول: اقبال کی افغان دوستی

ابھی علامہ سفر افغانستان سے لاہور لوٹے ہی تھے کہ کابل میں اعلیٰ حضرت کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آیا۔ علامہ سفر افغانستان کی خوشگوار یادوں اور نادر شاہ غازی کی الم ناک شہادت سے رنجیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت علامہ کے دو مکتوبات بنام راعب احسن اس اضطراب کے آئینہ دار ہیں:

مکتوب اقبال بنام راعب احسن (بابت ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

میں گذشتہ اتوار کابل سے براہ غزنی و قندھار واپس آیا... امیر نادر شاہ کی شہادت کی خبر ایک ناقابل برداشت صدمہ میرے لیے ہے اور یقیناً ساری دنیائے اسلام کے لیے۔ یہ بڑا دیندار اور خدا پرست بادشاہ تھا۔ کابل میں اس کے متعلق ایسی حکایات مشہور ہیں کہ ان کو سن کر صدیقؑ اور فاروقؓ یاد آتے ہیں۔ جمعہ کی نماز میں نے ان کے ساتھ کابل کی جامع مسجد میں ادا کی۔ ان کے محل میں ایک روز عصر کی نماز ان کی امامت میں ادا کی۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔

مجھے امید ہے کہ افغانستان دوبارہ کسی انقلاب میں مبتلا نہ ہو گا۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں، بادشاہ کی شہادت پر ایسویٹ عداوت و رقابت کا نتیجہ ہے اور غالباً جہز غلام نبی خاں کے قتل سے اس کا تعلق ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ لوگ امان اللہ خان کی واپسی چاہتے ہیں، غلط ہے۔ واللہ اعلم۔ دوران قیام افغانستان میں وہاں کے نوجوانوں میں اسلامی خیالات اور افکار کی اچھی تخم ریزی ہوئی۔ زیادہ گفتگو اس امر کے متعلق پھر کہی ہوگی۔“

مکتوب اقبال بنام راعب احسن (بابت ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

افغانستان میں امن و امان ہے۔ افغان پارلیمنٹ نے قرآنی الفاظ میں امان اللہ خان کے خلاف یہ ریزولوشن پاس کیا۔ ”انہ لیس من اہلک“۔ پنجاب کے اخبار محض اس وجہ سے امان اللہ خان کے حق میں بڑا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ موجودہ حکومت نے ان کی ان تمام درخواستوں کو رد کر دیا جو انھوں نے روپے کے واسطے کی تھیں۔ مجھے اس کا ذاتی علم ہے اور میں نے وہ درخواستیں خود پڑھی ہیں...

آج جو اصلاح کابل سے آیا ہے، اس میں سردار محمد ہاشم کی ایک تقریر ہے، جو نہایت درد ناک ہے۔ مجھے اس تقریر نے بہت رلایا۔“ ۱۲۵

سفر افغانستان ۱۹۳۳ء کے بعد سے لے کر ۱۹۳۶ء تک علامہ کے مختلف مکتوبات میں سفر افغانستان اور مثنوی مسافر کا تذکرہ ملتا ہے۔

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۶/ اگست ۱۹۳۴ء)

مسافر (سیاحت افغانستان) کا تب کو دے دی ہے۔

[مکتوب الیہ یعنی سید نذیر نیازی مرحوم لکھتے ہیں کہ ”... آخر ستمبر [آخری عشرہ اکتوبر] میں جب وہ افغانستان تشریف لے گئے تو گو اُن کا ارادہ تھا کہ اس سفر میں ذکر صاحب اور مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کریں لیکن کچھ وقت کی تنگی اور سفر کی فوری تیاری کے باعث اور کچھ اس لیے کہ انھیں ٹھیک معلوم نہیں تھا میں ہوں کہاں، مجھے اطلاع نہ کر سکے۔“ (مکتوب اقبال از سید نذیر نیازی، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۸)]

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۱۶/ اگست ۱۹۳۴ء)

”فی الحال مسافر (سیاحت چند روزہ افغانستان) کی کتابت شروع ہے جو غالباً کل یا پرسوں ختم ہو جائے۔“

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۲۲/ اگست ۱۹۳۴ء)

”... پہلے خط سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر [انصاری] صاحب مسافر کے متعلق کیا چاہتے ہیں۔ کمیشن پر رعایت مقصود ہے یا کچھ اور۔ یہ میں سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کیجیے۔“

مسافر صرف ایک ہزار یا زیادہ سے زیادہ پندرہ سو کا پی چھاپنے کا ارادہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لیجیے۔ اگر وہ زیادہ چاہیں تو زیادہ بھی چھپ سکتی ہیں۔ قریباً ایک سو کا پی کا بل جائیں گی۔ چند کا پیاں جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی، خاص کاغذ پر چھپیں گی۔“

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۹/ ستمبر ۱۹۳۴ء)

”سفر نامہ افغانستان کی کتابت ختم ہو گئی ہے۔ دو چار روز میں طباعت شروع ہوگی۔“

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۳/ مارچ ۱۹۳۶ء)

”افغانستان والے معاملے کو بھی pursue کرنا چاہیے۔“<sup>۱۲۶</sup>

علامہ کے لیے سفر افغانستان کی یادیں نشاطِ روح کا سامان فراہم کرتی رہیں۔ اس سفر کی یاد میں مثنوی مسافر ترتیب دی۔ اور افغانستان کے مناظرِ فطرت سے دل کھول کر لطف اٹھایا۔ جمال الدین احمد اور محمد عبدالعزیز کی تالیف افغانستان کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

جب افغانستان کے بارے میں سوچتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو میرے سامنے افغانوں کے دیس کی وہ تصویر گھومنے لگتی ہے جو میں نے پچھلے موسم خزاں میں دیکھی تھی۔ میں ایک سادے سے آرام دہ کمرے میں بیٹھا ہوا ہوں۔ آس پاس باغ ہے۔ باغ سے پرے زمین کا ایک ٹکڑا۔ آہستہ آہستہ اوپر کو ابھرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑی سلسلے میں جا ملتا ہے۔ اس کے پیچھے بلند ہوتی ہوئی پہاڑی کی ایک قطار ہے۔ یہاں تک کہ یہ بلندیاں ہندوکش کے سلسلے تک بلند ہوتی ہوئی پہاڑیوں تک جا پہنچتی ہیں۔ دور تک پھیلے ہوئے میدانوں کے اس پار اونچی اونچی رویشیں ہیں۔ دور دراز سے آئی ہوئی طوفانی ہوائیں جنھیں چیرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں۔ اوپر مغرب میں ڈوبتے ہوئے سورج کے حسین اور خوشنما رنگوں سے آراستہ آسمان نظر آتا ہے۔ نیچے وادیوں میں سائے تیزی سے رینکتے ہیں۔ لاتعداد پتلے لمبے سرو کے درخت ان سایوں کے درمیان اپنے پر پھیلانے کھڑے ہیں۔ سب سیر ہوائیں ان کی پتیوں کو چومتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں۔ شفق کے سکون میں وادی وادی کے درخت دور افتاد گاؤں اور دھندلے کھر کے سمندر میں بہتے ہوئے پہاڑ خواہوں جیسا حسین منظر پیش کرتے ہیں۔ پھر ایک ایک شام کا جادو اذان کی آواز سے ٹوٹ جاتا ہے۔ میرے سب ساتھی اپنی اپنی جگہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ مؤذن کی دل میں اتر جانے والی آواز مجھے کہیں اپنے سے بھی دور لے جاتی ہے۔ اور میں مسجد میں سیر کے بعد پہنچتا ہوں جہاں میرے ساتھی مہمان اور مصاحبوں کے ساتھ شاہی میزبان جمع ہیں۔<sup>۱۴۷</sup>

## افغانوں کی پذیرائی

حضرت علامہ کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ نے تمام افغان ملت کی قلبی عشق و محبت کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت علامہ کے مزار کے لیے سنگِ مرمر اور قیمتی پتھر بھجوائے۔ عقیدت و محبت کے اس لافانی اظہار سے ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کے مجموعی اثرات کو تا ابد محفوظ کیا۔ اقبال کے مزار کے کتبے پر اقبال ہی کے مندرجہ ذیل

اشعار کاندہ کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ اقبال کے سالِ ولادت اور سالِ وفات بھی کاندہ ہے۔ کتبے کا متن درج ذیل ہے:

### هو الغفور الرحيم

شاعر و فیلسوف شرق داکٹر محمد اقبال کہ راہ سعی و عمل و روح اسلام را بہ ہم کتاں روشناختہ و ازیں رومظہر قبول محمد نادر شاہ غازی ملت افغان واقع شد در ۱۲۹۴ھ ق تولد و بسنہ ۱۳۵۷ھ ق وفات یافت

ان من الشعر لحکمة وان من البيان لسحرا  
 نہ افغانیم و نے ترک و تاریم  
 چمن زادیم و از یک شاخساریم  
 تمیز رنگ و بو بر ما حرام است  
 کہ ما پروردہ یک نوبہاریم

## مآخذات باب دوم

پیام مشرق، ص ۱۵-۲۱	۱-
اقبال کی صحبت میں، ص ۱۴۰	۲-
اقبال کامل، ص ۲۴۲	۳-
اقبال اور عظیم شخصیات، ص ۱۶۱-۱۶۲	۴-
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۹-۸۰	۵-
ایضاً، ص ۹۴	۶-
ایضاً، ص ۱۰-۸۱	۷-
اقبال اور عظیم شخصیات، ص ۱۶۳	۸-
ایضاً، ص ۱۶۳-۱۶۴	۹-
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۶۷	۱۰-

سفر نامہ اقبال، ص ۵۴	۱۱
ایضاً، ص ۱۳۵	۱۲
سیرت اقبال، ص ۸۰-۸۱	۱۳
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۱۹	۱۴
روزگار فقیر، جلد اول، ص ۸۹	۱۵
اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی، ص ۱۶۵	۱۶
سرحد میں جدو جہد آزادی، ص ۲۷۹	۱۷
ہفت روزہ چٹان، ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء	۱۸
اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی، ص ۱۶۶	۱۹
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۸۱ تا ۸۳	۲۰
اقبال و افغان، ص ۱۱۷	۲۱
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۸۵ تا ۸۷	۲۲
اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی، ص ۱۶۷ - ۱۶۸	۲۳
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۸۷-۸۸	۲۴
د افغانستان پبسنلیک، ص ۲۶۴	۲۵
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۸۸ تا ۹۱	۲۶
روح مکاتیب اقبال، ص ۳۹۴	۲۷
د افغانستان پبسنلیک، ص ۲۶۴	۲۸
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۹۱ تا ۹۴	۲۹
روح مکاتیب اقبال، ص ۳۹۴	۳۰
ایضاً، ص ۴۸۱	۳۱
مجلہ کابل، ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء، ص ۸۶ - ۸۷	۳۲
اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی، ص ۱۷۰ - ۱۷۱	۳۳
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۱۹	۳۴
ایضاً، ص ۹۸-۹۹	۳۵
مثنوی مسافر، ص ۸۱ - ۸۶	۳۶

روح مکاتیب اقبال، ص ۴۸۰	۳۷
اقبال کا سیاسی سفر، ص ۲۰۵	۳۸
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۱۰۱۳۱۰۰	۳۹
روح مکاتیب اقبال، ص ۵۶۳	۴۰
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۱۰۱-۱۰۲	۴۱
اقبال کا سیاسی سفر، ص ۲۰۷	۴۲
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۱۰۲	۴۳
اقبال اور افغانستان، اکرام اللہ شاہد، ص ۱۹۷-۱۹۸	۴۴
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۹۶-۹۷	۴۵
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۴	۴۶
ایران میں اقبال شناسی کی روایت، ص ۱۲ (مقالہ ایران میں اقبال شناسی کا پس منظر، سید محمد محیط طباطبائی)	۴۷
ایضاً، (مقالہ اہل ایران کی اقبال دوستی از ڈاکٹر محمد صدیق شبلی)، ص ۷۶	۴۸
ایضاً، (مقالہ ایران میں اقبال شناسی کی روایت از ڈاکٹر سلیم اختر)، ص ۱۱۹-۱۲۰	۴۹
ایضاً، (مقالہ ترجمان حقیقت فارسی شاعر علامہ محمد اقبال از سید محمد محیط طباطبائی ترجمہ ڈاکٹر محمد ریاض)، ص ۱۳۵	۵۰
روح مکاتیب اقبال، ص ۴۰۵	۵۱
ایضاً، ص ۴۵۰	۵۲
مثنوی مسافر، ص ۵۶	۵۳
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۰-۷۱	۵۴
اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۰۴	۵۵
ایضاً، ص ۲۰۵-۲۰۶	۵۶
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۲۲	۵۷
اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں	۵۸
روح مکاتیب اقبال، ص ۴۷۵	۵۹
روح مکاتیب اقبال، ص ۴۷۶	۶۰

ایضاً، ص ۴۷۷	<u>۶۱</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۹۳	<u>۶۲</u>
اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۰۶ - ۲۰۷	<u>۶۳</u>
روح مکاتیب اقبال، ص ۴۷۷	<u>۶۴</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۲۳	<u>۶۵</u>
ایضاً، ص ۲۲-۲۳	<u>۶۶</u>
روح مکاتیب اقبال، ص ۴۷۸	<u>۶۷</u>
حرفِ اقبال، ص ۲۰۲	<u>۶۸</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۱	<u>۶۹</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۷	<u>۷۰</u>
ایضاً، ص ۷۱-۷۲	<u>۷۱</u>
تقویر اقبال، ص ۲۵۷	<u>۷۲</u>
سرگذشت اقبال، ص ۳۴۸	<u>۷۳</u>
مثنوی مسافر، ص ۶۱	<u>۷۴</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۲-۷۳	<u>۷۵</u>
ایضاً، ص ۷۲	<u>۷۶</u>
مثنوی مسافر، ص ۶۳	<u>۷۷</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۳۹ - ۴۰	<u>۷۸</u>
اقبال اور افغانستان از اکرام اللہ شاہد، ص ۵۱	<u>۷۹</u>
ایضاً، ص ۵۱ - ۵۲	<u>۸۰</u>
مثنوی مسافر، ص ۶۲	<u>۸۱</u>
ایضاً، ص ۶۳	<u>۸۲</u>
مکالماتِ اقبال، ص ۱۶۵	<u>۸۳</u>
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۸	<u>۸۴</u>
سیر افغانستان، ص ۷	<u>۸۵</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۱	<u>۸۶</u>



راقم کا انٹرویو، یونایٹڈ نیشنز کے ساتھ، ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء، بمقام پشاور	<u>۸۷</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۱	<u>۸۸</u>
ایضاً، ص ۴۱ - ۴۲	<u>۸۹</u>
سیر افغانستان، ص ۹	<u>۹۰</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۱ - ۴۳	<u>۹۱</u>
ایضاً، ص ۴۳ - ۴۴	<u>۹۲</u>
ایضاً، ص ۴۷ - ۴۸	<u>۹۳</u>
سیر افغانستان، ص ۲۵ تا ۱۹	<u>۹۴</u>
مطالعہ اقبال کے چند پہلو، ص ۵۳	<u>۹۵</u>
مثنوی مسافر، ص ۶۴ - ۶۵	<u>۹۶</u>
مقالاتِ یومِ اقبال، ص ۳۰	<u>۹۷</u>
اقبال و افغانستان از اکرام اللہ شاہد، ص ۶۶	<u>۹۸</u>
ایضاً، ص ۵۲	<u>۹۹</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۸	<u>۱۰۰</u>
سیر افغانستان، ص ۲۷ - ۲۸	<u>۱۰۱</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۸	<u>۱۰۲</u>
سیر افغانستان، ص ۶۸	<u>۱۰۳</u>
مقالاتِ یومِ اقبال، ص ۳۰	<u>۱۰۴</u>
تقوشِ اقبال، ص ۲۶۰	<u>۱۰۵</u>
بالِ جبریل، ص ۲۲	<u>۱۰۶</u>
مطالعہ اقبال کے چند پہلو، ص ۵۶ - ۵۸	<u>۱۰۷</u>
مقالاتِ یومِ اقبال، ص ۳۰	<u>۱۰۸</u>
سیر افغانستان، ص ۳۰	<u>۱۰۹</u>
مقالاتِ یومِ اقبال، ص ۳۰	<u>۱۱۰</u>
سیر افغانستان، ص ۳۰	<u>۱۱۱</u>
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۴۹	<u>۱۱۲</u>
سیر افغانستان، ص ۳۱	<u>۱۱۳</u>

۱۱۴	۱۲۹
۱۱۵	ایضاً، ص ۳۲
۱۱۶	مثنوی مسافر، ص ۷۵
۱۱۷	اقبال ریویو، ص ۵۰
۱۱۸	مثنوی مسافر، ص ۷۷ - ۷۸
۱۱۹	مطالعہ اقبال کے چند پہلو، ص ۶۳
۱۲۰	اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۵۱
۱۲۱	ایضاً، ص ۵۱
۱۲۲	خوشی محمد مرحوم کے بیٹے باوا سے انٹرویو
۱۲۳	اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۳ تا ۷۵
۱۲۴	حرفِ اقبال، ص ۲۰۳ - ۲۰۴
۱۲۵	اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۷۶ - ۷۷
۱۲۶	ایضاً، ص ۲۲
۱۲۷	ایضاً، ص ۲۴ - ۲۵
	اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۵۳ - ۵۴



## افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز حضرت علامہ کی زندگی ہی میں ہوا تھا۔ اس کے مختلف علل و اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ علامہ کی شاعری کا ایک تہائی حصہ فارسی زبان میں ہے اور فارسی اور پشتو افغانستان کی قومی زبانیں ہیں۔ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ حضرت علامہ افغانوں سے انتہائی محبت کرتے تھے، ان سے کئی توقعات وابستہ تھیں۔ اسی بنیاد پر ان کی شاعری میں جا بجا ملتِ افغانہ سے متعلق افکار ملتے ہیں۔ اس وجہ سے افغانوں کی اقبال سے محبت ایک فطری عمل ہے۔

### (الف) افغانستان کے پہلے اقبال شناس

افغانستان کے اقبال شناسوں میں پہلا نام عبدالہادی خان داؤدی کا ہے جبکہ دوسرا نام سرور خان گویا کا آتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم ”افغانستان کے فضلا کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقی اور سرور خان گویا ان کے خاص احباب میں شامل تھے اور ان دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد ہے۔“<sup>۱</sup>

جناب عبدالہادی داؤدی نے غازی امان اللہ خان کے دور ہی میں پیامِ مشرق پر ایک طویل تبصرہ لکھ کر ۲۴-۱۹۲۳ء میں امان افغان میں شائع کیا۔ جبکہ سرور خان گویا کی پہلی باقاعدہ تحریر ”دکتور اقبال“ کے عنوان سے مارچ ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی ہے۔<sup>۲</sup> اقبال سے گویا کا یہ تعلق تادم مرگ جاری رہا۔

سردار صلاح الدین سلجوقی سے مراسم کے آغاز کا پتا تو نہیں چل سکا البتہ حضرت علامہ کے مختلف مکتوبات میں سلجوقی کا تذکرہ ان کے باقاعدہ قریبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔ ان میں پہلا مکتوب ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء بنام منشی طاہر الدین کے نام ہے۔<sup>۳</sup> اور آخری مکتوب یکم اگست ۱۹۳۷ء لیڈی مسعود کے نام ہے۔<sup>۴</sup>

سرور خان گویا اور صلاح الدین سلجوقی کے بعد سردار احمد علی خان ایک اور افغان اقبال شناس ہیں جنہوں نے افغانستان میں اقبال شناسی کی بنیادوں کی آبیاری کی۔ آپ اسلامیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ اور انجمن ادبی کابل کے سیکرٹری اور روح رواں تھے۔<sup>۵</sup> آپ کی تحریر ”علامہ اقبال“ کے عنوان سے جون ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی ہے۔<sup>۶</sup> اس دوران دارالمعلمین کابل کے ایک استاد جناب محمد سکندر خان کا ایک مقالہ ”تنزل و انحطاط اسلام“ دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے۔<sup>۷</sup> یہ مقالہ علامہ کے اسلامی افکار و نظریات کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جبکہ محمد سکندر خان کی دیگر تحریرات نظر سے نہیں گزریں۔

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ کے سفر افغانستان کے بعد وہاں اقبال شناسی میں روز افزوں اضافہ ہوا۔ اس دور کے اقبال شناسوں کے سرخیل علامہ عبدالحئی حبیبی ہیں جنہوں نے یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو قندھار میں علامہ سے ملاقات کی۔<sup>۸</sup>

اور علامہ حبیبی نے جنوری ۱۹۳۴ء میں علامہ کے فکر کے زیر اثر ایک طویل فارسی نظم علامہ ہی کی تضمین پر شائع کی۔<sup>۹</sup> مقالات کے علاوہ علامہ کے فکری اثر میں ”دردِ دل و پیامِ عصر“ منظوم فارسی اثریادگار چھوڑے ہیں۔

افغانستان کے پہلے اقبال شناسوں میں جناب قیام الدین خادم کا نام لینا بہت ضروری ہے کیونکہ آپ وہ پہلے پشتون شاعر ہیں جنہوں نے باقاعدہ حیاتِ اقبال ہی میں کلامِ اقبال کے پشتون منظوم تراجم کی بنیاد رکھی جس کا پہلا حصہ فروری ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔<sup>۱۰</sup>

سید قاسم رشتیا بھی افغانستان کے پہلے اقبال شناسوں میں سے تھے۔ آپ نے ۱۹۳۳ء میں علامہ سے ملاقات بھی کی تھی جبکہ بعد ازاں میں لاہور میں بھی ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے۔<sup>۱۱</sup> علامہ کی وفات پر طویل مقالات لکھے۔<sup>۱۲</sup>

گل باچا الفت کو بھی علامہ کا طویل پشتو مرثیہ انھیں افغانستان کے ابتدائی اقبال شناسوں میں شامل کرتا ہے۔<sup>۱۳</sup> جبکہ غلام دستگیر خان مہمند بھی ”رثائی اقبال“<sup>۱۴</sup> کی بنیاد پر اس کے حقدار ہیں۔

## (ب) افغانستان میں اقبال شناسی

از آغاز تا وفات اقبال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء

۲۲-۱۹۲۳ء

کابل کے امان افغان اخبار میں پیام مشرق پر عبدالہادی خان داوی کا تبصرہ مسلسل تین اقساط میں شائع ہوا۔<sup>۱۵</sup>

یہ تبصرہ بعد میں افغانستان و اقبال<sup>۱۶</sup> از صدیق رہپو میں شائع ہوا اور ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی کے سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شامل ہے۔<sup>۱۷</sup>

مئی ۱۹۲۲ء

افغانستان کے شاہ امان اللہ خاں اپنی حکومت کے انتہائی عروج کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب (علامہ اقبال) کا کلام کابل کی ایک عظیم الشان مجلس میں پڑھا گیا جس میں شاہ مدوح، سفر اے دول خارجہ، عماندین شہر، وزیر تعلیم اور دوسرے وزرا بھی شامل تھے۔ یہ جلسہ طلبہ کی تقسیم انعامات کا تھا۔ اس میں ہمارے ملک الشعرا ہند کا مشہور قومی ترانہ ”مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا“ بچوں نے اپنے پیارے اور سادے لہجے میں سنایا۔ پھر جے فوجی بینڈ نے اسے دہرایا تو حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔<sup>۱۸</sup>

علامہ کے اشعار کابل میں طلبہ تعلیمی اداروں میں ترانوں کی صورت پڑھتے ہیں۔ اس کا حوالہ ایس تدریسات عمومی افغانستان نے اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خاں کی عظیم الشان چشم دید داستان افغان بادشاہ میں دیا ہے۔

پہلی دفعہ اس عہد میں طلبہ نے ترانے پڑھنے شروع کیے جن کا موضوع زیادہ تر استقلال و حریت آئین و قانون، اور علم و عرفان ہوتا تھا۔ حضرت اقبال کا ”مسلم ہیں ہم وطن

ہے سارا جہاں ہمارا“ بھی ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا گیا تھا۔ اگرچہ یہاں اردو جاننے والے ملح فی الطعام کے برابر بھی نہیں ہیں۔“<sup>۱۹</sup>

۱۵ احوت ۱۳۱۰ھ ش / ۵ مارچ ۱۹۳۱ء:

حضرت علامہ سے متعلق سرور خان گویا کا پہلا مقالہ بعنوان ”دکتور اقبال“ مجلہ کابل میں شائع ہوا۔<sup>۲۰</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۲۱</sup>

اول سرطان ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ جون ۱۹۳۲ء:

حضرت علامہ کی شخصیت سے متعلق احمد علی خان درانی مدیر انجمن ادبی کابل کا مقالہ ”علامہ اقبال“ شائع ہوا۔<sup>۲۲</sup>

یہ مقالہ دوسری بار افغانستان و اقبال<sup>۲۳</sup> تیسری بار سیر اقبال شناسی در افغانستان اور چوتھی بار ”افغانستان و اقبال“ کے عنوان سے علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان<sup>۲۴</sup> میں شائع ہوا ہے۔

اول سرطان ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ جون ۱۹۳۲ء:

مجلہ کابل میں علامہ کا اپنے خط سے ارسال کردہ درج ذیل نظم ”خطاب بہ ملت کوہسار“ مع فوٹو شائع ہوئی۔

صبا بگویی بہ افغان کوہسار از من	بمنزلی رسید ملتی کہ خود نگر است
مرید پیر خرابائین خود بین شو	نگاہ او ز عقاب گرسنہ تیز تر است
ضمیر تست کہ نقش زمانہ نو کشید	نہ حرکت فلک ست این، نہ گردش قمر است
دگر بسلسلہ کوہسار خود بنگر	کہ تو کلیسی و صبح تجلی دگر است
بیا کہ بہ دامان نادر آویزیم	کہ مرد پاک نہاد است و صاحب نظر است
یکی است ضربت اقبال و ضربت فرہاد	جز این کہ تیشہ مارا نشانہ بر جگر است <sup>۲۵</sup>

علامہ کے اپنے خط سے لکھی ہوئی اپنی نظم افغانستان اور اقبال میں بھی شائع ہوئی

ہے۔<sup>۲۶</sup>

اول سنبہ ۱۳۳۱ھ ش / ۲۲ اگست ۱۹۳۲ء:

مجلہ کابل میں علامہ کے بھیجے گئے درج ذیل اشعار ”افغان و ایران“ کے عنوان سے شائع ہوئے:

آنچه بر تقدیر مشرق قادر است	عزم و حزم پہلوی و نادر است
پہلوی آن وارث تخت قباد	ناخن او عقدہ ایران کشاد
نادر آن سرمایہ درانیان	آن نظام ملت افغانیان
از غم دین و وطن زار و زبون	لشکر اش از کوهسار آمد برون
ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر	با عدو فولاد و با یاراں حریر!
من فدای آنکہ خود را دیدہ است	عصر حاضر را تکو سنجیدہ است!
غریبان را شیوہائی ساحری است	تکیہ جز بر خویش کردن کافر ی است <sup>۲۷</sup>

متذکرہ بالا اشعار بعد میں جاوید نامہ میں ”آں سوئے افلاک“ میں ابدالی کے ضمنی عنوان سے شائع ہوئے۔<sup>۲۸</sup> اور یہ اشعار سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوئے ہیں۔<sup>۲۹</sup>

اول سنبہ ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ / اگست ۱۹۳۲ء:

مجلہ کابل میں ملت افغان کے عنوان سے علامہ کے اشعار شائع ہوئے۔<sup>۳۰</sup>

۱۱ - ۱۳۱۲ھ ش:

سالنامہ کابل میں ”تصاویر بعضی از اعضائی ممتاز کانفرنس میز مدور نمائندہ ہائے مسلم“ کے سلسلے میں سر محمد اقبال صاحب اور والا حضرت سر آغا خان کی تصاویر چھپی ہیں۔<sup>۳۱</sup> اسی طرح اس شمارے میں گول میز کانفرنس کا ایک اور گروپ فوٹو بھی چھپا ہے جس میں حضرت علامہ نمایاں ہیں۔<sup>۳۲</sup>

اول جدی ۱۳۱۱ھ ش ۲۲ / دسمبر ۱۹۳۲ء

مجلہ کابل میں دارالمعلمین کابل کے معلم محمد سکندر خان کا مقالہ ”تنزل و انحطاط اسلام“ کے عنوان سے شائع ہوا جس میں علامہ کو ”ترجمان حقیقت“ کا خطاب دیا گیا ہے۔<sup>۳۳</sup> یہی مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۳۴</sup> میں شائع ہوا ہے۔

ہفتہ ۲۸ / اکتوبر ۱۹۳۳ء:



انجمن ادبی کابل کی طرف سے حضرت علامہ اور ان کے شرکائے سفر کے اعزاز میں رات ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں ایک پُر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔<sup>۳۵</sup> اس کی تفصیلات مجلہ کابل کے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء کے تحت آئیں گی۔

عقرب ۱۳۱۲ھ ش:

مجلہ کابل میں ورود معارف ہند کے عنوان سے درج ذیل خبر چھپی ہے:

شاعر شہیر و فیلسوف نامدار عالم اسلام علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب و جناب ڈاکٹر سر اس مسعود حمید صاحب رئیس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پروفیسر ہادی حسن صاحب معلم ادبیات فارسی و آقائی غلام رسول خان بیر سٹر معلم سابق مکتب حبیبہ کابل بروز ۲۹ میزان از طریق پشاور جلال آباد وارد کابل شدہ از طرف معززین و فضلاتی کابل بانہایت صمیمت پذیرائی شدہ میروند۔

این مہمانان محترم بعد چند روزہ توقف کابل دوبارہ معاودت بہ ہند خواہند فرمود ماقدوم این فضلائے نامور کشور ہند رادر خاک وطن عزیز خیلی مسعود دانستہ و امیدواریم روابط حسنہ علمی و ادبی ماوہند پیشتر از پیشتر قائم شود

ترجمہ: عالم اسلام کے مشہور شاعر و فلسفی علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب سر اس مسعود حمید صاحب، ادبیات فارسی کے استاد پروفیسر ہادی حسن صاحب اور مکتب حبیبہ کابل کے سابق استاد بیر سٹر جناب غلام رسول خان صاحب مورخہ ۲۹ میزان پشاور اور جلال آباد کے راستے کابل تشریف لائے۔ جہاں کابل میں معززین اور علما و فضلانے ان معزز مہمانوں کا نہایت پر جوش استقبال اور پذیرائی کی۔

ہمارے یہ معزز مہمان کابل میں چند روز قیام کے بعد دوبارہ ہندوستان تشریف لے گئے۔ ہم ہندوستان کی ان نامور ہستیوں کا وطن عزیز افغانستان میں تشریف آوری کو نہایت خوش بختی کی علامت سمجھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے اور ہند کے درمیان علمی رابطے مزید مستحکم و مضبوط ہوں گے۔<sup>۳۶</sup>

یہی خبر بعد میں افغانستان و اقبال میں بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۳۷</sup>

اول جدی ۱۳۱۲ھ ش / ۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء:

مجلہ کابل میں حضرت علامہ کے سفر افغانستان کے دوران انجمن ادبی کابل کی تقریب کی تفصیلات شائع ہوئیں۔ یہ تقریب ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء بشب ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں منعقد ہوئی تھی۔ اس تقریب میں اہل علم، معززین شہر، ارباب اختیار اور علمی و ادبی شخصیات شامل تھیں۔ سب سے پہلے انجمن ادبی کابل کے صدر نے فارسی میں مہمانوں کو خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے خطاب کیا۔<sup>۲۸</sup>

اس خطاب کا متن چونکہ نایاب ہوتا جا رہا تھا اور میں نے پاکستانی مطبوعات میں کہیں نہیں پایا لہذا مجلہ کابل سے من و عن نقل کیا جاتا ہے:

سواد بیانہ رئیس انجمن ادبی کابل

فضلائی محترم

اجازہ بفرمائید کہ ہیئت انجمن ادبی کابل بنام ادبا و اہل قلم افغانستان، احساسات مملو از محبت و صمیمیت خود ہمارا بحضور تان عرض واز تشریف آوری جنابان شما اظہار شکریہ کرد، (خوش آمدید) و صفا آورید گویند۔

کشور پنہاور ہند، کہ ہمیشہ مہد پرورش فضلائی نام آور و ادبای بزرگ بودہ، و در آغوش خود رجال معروف و سخنوران شہری از قبیل بیدل ہمہ دل، صائب اصفہانی، حکیم سلیم، طالب آملی، فیض فیاضی، بالاخرہ شہلی نعمانی و امروز صاحبان قریبہ بلندی ہمچہ فیلسوف شہیر اجتماعی مثل اقبال سخور و فرزندان بزرگ مثل سرراس مسعود و علامہ سید سلیمان ندوی و پروفیسر معروف ہادی حسن بصرہ وجود آورده است۔ البتہ آن خاک بزرگ مستعد گہوارہ علم و فضل مشرق بشمار بودہ و ما خیلی آزا با احترام مینگریم ستارہ ہائی روشن افق ہند کبیر ہموارہ در فضائی گیتی پر تو انداختہ و برای عزت و سر بلندی مشرق و مشرقیان خدمات و مجہودات خیلی بزرگ و با قیمتی کردہ است۔

پس ما اگر فضلائی بزرگ فرزاندہ آن کشور نامی امثال حضرت عالی شمارا در خاک خودی می بینیم بد بہیست خور سند و مسرور گردیدہ و بہ استعداد بلند مشرق افتخار مینابیم۔

مشرق عظمت گذشتہ، مشرق متمدن قدیمہ کہ مہد علم و تربیت جہان و منبع فضل و ادب آرزوہ بود، و ذخائر با قیمتش تا ہنوز بس ملل مترقیہ دنیائی امروزہ را اثر و تمند و غنی گردانیدہ

است ممکن بود۔ شرق در اثر پس ماندگی هائی امروزه از خاطر ها فراموش شود ولی می سینیم قومیکه امروز از شرقیان برای احیائی نام شوون و افتخارات گذشته این سرزمین عزیز با نهایت جدیت و علاقه مند خدمت میکنند فرزندان و نام آوران صحیح ہند است۔

دارالفنون بزرگ علی گڑھ کہ امروز از بہترین مراجع تحصیل فضل و کمال اولاد شرقی شمرد میشود، نتیجہ ہمت و شاہد فتوت و جوان مردی و شرق دوستی فاضل مغفور حضرت سید احمد کبیر یعنی یادگار برجستہ یکی از فرزندان نجیب کشور ہند است! آثار و مؤلفات پر قیمت حضرت اقبال کہ ہر کدام روح اخلاق، سعی، عمل، اسرار ہمہ اجتماعی و بالاخرہ عواطف نفیسہ شرق دوستی و اسلام پرستی را در اجساد افسردہ شرقیان میدہ ہمہ نمونہ هائی ہمت و مجاہدات اولاد کشور ہند است۔

ہنگامیکہ شاہان علم دوست و ادب پرور افغانستان یعنی عزنویان، غوریان ازین کہسار رخت سفر بر بستہ علوم و ادبیات را در کشور ما یتیم گذاشتند فقط ملت قابل و مستعد ہند بود کہ با حیائی آثار پر قیمت شعر او فضلائی آن سرزمین ہمت گذاشتند، و آن جواہرات گران بہار تا امروز محفوظ نمودند۔

امروزی بینم در مملکت شرق دوستداران شعر او فضلائی بلخ و غزنی و قیمت شناسان رجال معروفہ افغانستان و تازہ کنندہ نام و آثار فضلا و بزرگان شرق و اسلام بیشتر ملت بزرگ و مردان حق شناس کشور ہند است۔

امروز کہ در اثر رحمت بیکرانہ حضرت باری، افغانستان ما از ورطہ ہائی خیمی خونین و ہولناکی نجات یافتہ و زمام ادارہ آن بکف با کفایت فرزند علم دوست و ادب پرور این کشور یعنی اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی و یگانہ مجدد شرافت و شوون افغانستان قدیم رسیدہ، و در سایہ مجاہدات این شہر یار بزرگ میخواہد علم و ادب حیات و شوون تاریخی خود را تجدید نماید می سینیم ہمدردی و پذیرائی هائی خوبی بیشتر از فضلائی ہندی شود۔

یعنی حساس و ادراک نفیس ملت نجیب ہند بہ ہمچہ مطالب سود مند عالم اسلام و شرق بیشتر اہمیت دادہ تقدیر مینماید ہند و ایران و افغانستان کہ وطن ادبیات فارسی و سرزمین شعرائی بزرگ و بلند قریحہ شرق اند البتہ قیمت رجال و فضلائی ہمدیگر خود را خوبتر بہ نظر محبوبیت دیدہ و افتخار توامی در جہان دارند۔

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

بالآخرہ میگویم: فضائی محترم! کشور ہندنہ تنہا بلکہ عموم خاک شرق وطن معنوی شہادت و آن آرزوہا و نہایت بلندی کہ دارید ہدف مقصود شہا خاک شرق است شرقیان بالخاصہ افغانستان ماموقفیت ہارادر راہ این آمال بزرگ تان یعنی عظمت سرزمین شرق از خدا تمنای نماید۔ ضمناً میگویم گرچہ کوهسار افغانستان خالی از تجملات مغرب است و این سرزمین برائی مسرت پر تکلف مادی ہنوز موقعی نیافتہ شاید خوشگلذرانان ممالک خارجہ مسافرت و سیاحت اینجا را نپسند ندولی مایقین داریم حساسین وصاحبان فضل و قریحہ میدانند کہ این سرزمین وطن سلطان محمود غزنوی، مرزوبوم غوریان و ابدالیان، مسقط الراس ابن سینائی بلخی، سنائی غزنوی، عصری، عمجدی، دقتی، فاریابی بالاخرہ سید جمال الدین افغانست۔ البتہ میدانند کشور افغانستان مامن ملتی است کہ افراد آں عموماً اسلامیت و شریقت رادوستدار صمیمی بودہ و محل حکمرانی پادشاہ شریفی مثل اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی و یگانہ ہوا خواہ عزت و اعتلای عالم اسلام و شرق است۔ آخر عرض میکنیم این مجلس کہ بہ افتخار شہرتیب یافتہ نمونہ ایست از ابراز عواطف و احساسات ادبا و فضائی ملت و حکومت افغانستان و ما آرزو داریم حضرت محترم شہاد کشور عزیز خود این ہدیہ را کہ مقصد از محبت و صمیمیت خاصانہ ماست نمایندہ شدہ و بجوم برادران محترم ہندی سلام و احترام دوستانہ ما را برسانید، و ازین علایق قلبی و معنوی ما کہ از سالہا بہ نسبت ملت محترم ہند در دل داریم بہ آہناتذکرہ بدہید۔

در خاتمہ از قبول این زحمت کہ حضرت شہابما افتخار بخشیدہ و دعوت انجمن ما پذیرفتہ اید خیلی ممنون و تشکر بودہ سعادت و موفقیت شما و ملت بزرگ ہند را از خدا تمناییناہیم۔

در آخر میگویم مترقی باد عالم شرق و مسعود باد عالم اسلام۔<sup>۳۹</sup>

اس بیانیے کا اردو ترجمہ اس محفل میں شریک اقبال کے ہمراہ مولانا سید سلیمان ندوی نے سیر افغانستان میں یوں کیا ہے:

خطابہ خیر مقدم جناب رئیس انجمن ادبی کابل

فضلائے محترم! اجازت دیجیے کہ افغانستان کے ادبا اور اہل قلم کی یہ ادبی مجلس اپنے خلوص و محبت کے جذبات کو جناب کے سامنے پیش اور آپ کی تشریف آوری پر اظہار تشکر کرتے ہوئے خوش آمدید اور صفا آورید کہے۔

ہندوستان کا وسیع ملک جو ہمیشہ سے نامور فاضلوں اور بڑے بڑے ادیبوں کا گہوارہ رہا ہے اور جس نے اپنی آغوش میں بڑے بڑے مشہور لوگوں اور معروف سخنوروں مثلاً سراپا دل بیدل، صائب، اصفہانی، کلیم، سلیم، طالب آملی، فیض فیاضی، اور آخر میں شبلی نعمانی اور آج صاحبانِ فکر بلند مثلاً مشہور اجتماعی فلسفی شاعر اقبال اور فرزندانِ جلیل القدر مثلاً سر اس مسعود، علامہ سید سلیمان ندوی اور مشہور پروفیسر ہادی حسن کو پیدا کیا ہے۔ یقیناً وہ خاک پاک ایشیا میں علم و فضل کا گہوارہ ہے اور ہم اس کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان کے اُفق کے روشن ستاروں نے ہمیشہ فضائے عالم پر پرتو افگنی کی ہے۔ اور ایشیا و اہل مشرق کی عزت اور سر بلندی کے لیے بہت بڑی اور قیمتی خدمتیں اور کوششیں کر دکھائی ہیں۔ پس اگر ہم اس مشہور ملک کے آپ جیسے بزرگ و فرزانہ فضلا کو اپنے ملک میں دیکھتے ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم خوش اور مسرور ہو کر ایشیا کی بلند صلاحیت اور استعداد پر فخر کریں گے۔

ایشیا عظمت گذشتہ ایسا متمدن قدیم جو کسی زمانہ میں دنیا کے لیے علم و تربیت کا گہوارہ اور فضل و ادب کا سرچشمہ تھا اور جس کے قیمتی ذخیرے آج تک دنیائے موجودہ کی بہت سی ترقی یافتہ قوموں کو دولت مند بنائے ہوئے ہیں۔ ممکن تھا کہ وہ ایشیا موجودہ پستی و پسماندگی کی وجہ سے دلوں سے فراموش ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اہل ایشیا میں جو قوم اس سر زمین کے نام تاریخ اور مفاخر کو زندہ اور روشن کرنے میں بے انتہا جدوجہد سے خدمت کر رہی ہے وہ ہندوستان ہی کے سچے اور نامور فرزندان ہیں۔

علی گڑھ کا عظیم الشان دارالعلوم (یونیورسٹی) جو فرزندانِ ایشیا کا بہترین علمی مرکز شمار ہوتا ہے وہ کشور ہند کے ایک فرزندِ نجیب سر سید اعظم کی ہمت، جو امر دی اور مشرق دوستی کی ایک یادگار ہے! حضرت اقبال کے قیمتی آثار و تالیفات جن میں سے ہر ایک نے اخلاق، سعی، عمل استمرار، اجتماع جذبات، مشرق دوستی اور احساساتِ اسلام کی اہل ایشیا کے جسموں میں روح پھونکی ہے۔ یہ سب ملک ہند کے فرزندان کی ہمت اور مجاہدات کے نمونے ہیں۔

جس زمانہ میں افغانستان کے علم دوست اور ادب پرورد بادشاہ یعنی غزنوی اور غوری اس کہسار سے رختِ سفر باندھ کر علوم و ادبیات کو ہمارے ملک میں یتیم چھوڑ گئے تو اس وقت صرف ہندوستان ہی کی مستعد قوم تھی جس نے ہماری سر زمین کے شعر و فضلا کے قیمتی آثار اور

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

گراں بہا جو اہرات کو آج تک کے لیے محفوظ کر دیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اقلیم ایشیا میں بلخ و غزنی کے شعر و فضلا کے قدر دان، مشاہیر افغانستان کے قیمت شناس اور اکابر ایشیا و اسلام کے نام و آثار کو تازہ کرنے والے زیادہ تر ہندوستان ہی کے بزرگ اور حق شناس افراد ہیں۔

آج جبکہ باری تعالیٰ کی بے انتہار رحمت کے فیض سے ہمارا افغانستان سخت خوشیوں اور ہولناک بھنور سے نجات پا کر ایک علم دوست اور ادب پرور فرزند یعنی اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی مجدد شرف و تاریخ افغانستان قدیم کے لائق ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے اور اس شہر یار بزرگ کی کوششوں کے سایہ میں اپنے علم و ادب اور تاریخ کی تجدید کرنا چاہتا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ زیادہ تر ہمدردی اور پذیرائی فضلاء ہند کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یعنی ہندوستان کی شریف قوم کا شریف احساس و ادراک اسلام و ایشیا کے متعلق تمام مفید مقاصد کا زیادہ اہمیت کے ساتھ اندازہ لگا رہا ہے۔

ہندوستان، ایران اور افغانستان جو ادبیات فارسی کے وطن اور شعرائے عظام و عالی خیال کے ملک ہیں آپس میں ایک دوسرے کے اکابر اور شعرا کو بہت محبوب نظروں سے دیکھتے ہیں اور اس پر دنیا کے سامنے تو ہم فخر کرتے ہیں۔

آخر میں ہم کہتے ہیں اے محترم فاضلو! نہ تنہا ملک ہندوستان بلکہ سارا ایشیا آپ کا معنوی وطن ہے اور آپ کی بلند تمنائیں اور ارادے جو آپ رکھتے ہیں اور آپ کے مقصود کا ہدف خاک مشرق ہے، تمام اہل ایشیا خاص کر ہمارا افغانستان آپ کی بڑی امیدوں یعنی مشرق کی عظمت کی راہ میں خدا سے توفیق کی آرزو کرتا ہے۔ ضمناً ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ افغانستان کا کوہستان یورپ کے تکلفات سے خالی ہے اور اس سرزمین نے اب تک مادی پر تکلف مسرت کا کوئی موقع نہیں پایا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بیرونی ممالک کے خوش گزر یہاں کے سفر اور سیاحت کو پسند نہ کریں لیکن ہمیں یقین ہے کہ ارباب علم خوب جانتے ہیں کہ یہ سرزمین سلطان محمود غزنوی کا وطن ہے، غوریوں اور ابدالیوں کا مرزوم ہے۔ ابن سینائے بلخی، سنائی غزنوی، عنصری، عسجدی، دقیقی، فاریابی اور آخر میں سید جمال الدین افغانی کا مقصد الہام ہے۔ یقیناً سب جانتے ہیں کہ کشور افغانستان اس قوم کی جائے پناہ ہے جس کے افراد عموماً اسلامیت اور ایشیائیت کے مخلص دوست تھے۔ اور ایک شریف بادشاہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کا پایہ تخت ہے جو دنیا کے اسلام و ایشیا کی عزت و بلندی کے تنہا خواہ ہیں۔ آخر میں ہم عرض

کرتے ہیں کہ یہ جلسہ جو آپ کے اعزاز میں منعقد ہوا ہے ایک نمونہ ہے افغانستان کی قوم اور حکومت کے ادبا و فضلا کے اظہار جذبات و احساسات کا اور ہم کو آرزو ہے کہ آپ حضرات اپنے پیارے وطن میں اس ہدیہ کے نمائندے بنیں گے جس سے مراد ہماری، خالص احترام و اخلاص ہے۔ اور ہمارے معزز ہندوستانی بھائیوں کو عام طور پر ہمارا اسلام اور دوستانہ احترام پہنچائیں گے۔ اور ہمارے معززان دلی و معنوی تعلقات کا ان سے تذکرہ کریں گے جو ساہا سال سے ہمارے دل کے اندر ہندوستان کی محترم قوم کی نسبت موجود ہیں۔

خاتمہ میں اس زحمت کو قبول کر کے جو آپ حضرات نے ہم کو بخشی اور ہماری انجمن کی دعوت کو قبول فرمایا اس کے ہم بہت ممنون اور تشکر ہوئے ہیں۔ آپ حضرات اور ہندوستان کی بزرگ قوم کی سعادت اور توفیق یابی کے خدا سے آرزو مند ہیں۔ آخر میں ہم کہتے ہیں مترقی باد عالم شرق! مسعود باد عالم اسلام۔<sup>۴۰</sup>

اس کے بعد افغانستان کے ملک الشعرا قاری عبداللہ نے مہمانوں کے اعزاز میں فارسی منظوم خیر مقدم پیش کیا جو قاری عبداللہ کی اقبالیاتی خدمات میں درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد مہمانوں کی طرف سے پروفیسر ہادی حسن نے ایرانی فارسی زبان میں ایک تقریر کی جس میں نوجوان افغانوں کو شعر و سخن کی بجائے مغربی علوم و فنون کی تحصیل کی ترغیب دی تھی۔<sup>۴۱</sup>

پروفیسر ہادی حسن کے خطاب کے بعد جناب سر اس مسعود نے خطاب کیا۔ یہاں ایک نکتے کی طرف اشارہ ضروری سمجھتا ہوں کہ انجمن ادبی کابل کا خیر مقدم فارسی میں تھا۔ باقی حضرات سر اس مسعود، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور سید سلیمان ندوی کے خطاب کی زبانوں کا پتا نہیں چلا۔ کیونکہ مجلہ کابل میں ان حضرات کے جو خطابات شائع ہوئے ہیں ان میں بھی ترجمہ نطق جناب.....<sup>۴۲</sup> درج ہے اور سید سلیمان ندوی نے سیر افغانستان میں مجلہ کابل کے متعلقہ شمارے کا حوالہ دے کر تحریر فرمایا کہ ”یہ تقریریں دسمبر ۱۹۳۲ء شائع ہوئی ہیں۔ ہم ان کا ترجمہ رسالہ مذکور سے لے کر درج کر رہے ہیں۔<sup>۴۳</sup> بہر حال مجلہ کابل سے سر اس مسعود صاحب کے خطاب کا متن نقل کیا جاتا ہے:

ترجمہ نطق جناب سر اس مسعود صاحب:

آقایان محترم و میزبان مہربان!

از کمال خلوص اظہار مسرت و تشکر می نمایم و از عہدہ شکرانہ ایں التفات و پذیرائی کہ در حق بندہ مبذول فرمودید نمیتوانم بدرایم میخوانیم احساسات و جذبات قلبی مسلمانان ہندوستان را بہ شہا برسانم۔ از میان ماہا علامہ سید سلیمان ندوی نمایندہ علمای کشور ہند میباشد و دوست محترم من علامہ اقبال نما بندہ آن طائفہ است کہ عناصر قدیم و جدید را با ہم آمیختہ و یک معجون روح پرور از آں ترکیب نمودہ است۔ خود من نہ از گرو علمایا ششم و نہ از فرقہ شعرا، بلکہ دورہ تعلیمات خودم را بیشتر در ممالک اروپا طی کردہ ام۔ ولی قلب من از عظمت و احترام ایں دودزمرہ سرشار و لبریز است۔ شمار یقین میدہم کہ مسلمانان ہندیک محبت و علاقہ مندی فوق العادہ نسبت بہ شما دارند و آرزوی قلبی ما ہمین است کہ افغانستان عزیز را در حالت ترقی متمدن و رفاه و آسایش و امنیت کامل می بینیم۔ از انجا کہ افغانستان از نقطہ نظر جغرافیائی بین شرق و غرب واقع شدہ لہذا ما میل داریم کہ افغانستان بہترین نمونہ از تہذیب و اخلاق اسلامہ بودہ و در عین حال تمام عناصر مفید و زیبائی ہائی غرب را با خود منظم و ہمراہ داشتہ باشد۔ ہر چند کہ از الطاف عنایات شما خیلی محسوس و ممنونیم اما شخصیت فوق العادہ ایں نابغہ کہ خوشبختانہ پادشاہ کنوی شما میباشد چنان بر قلب من اثر کردہ کہ از عہدہ و صف ایں عاجز بیرون است۔ ہیچکام ممکن نخواہد بود کہ بندہ آن ساعاتی را فراموش کن کہ خوش بختانہ در خدمت اعلیٰ حضرت اقدس ہمایونی برای من دست داد۔ من یقین دارم ہر مملکتی کہ مانند پادشاہ ملت دوست شما پادشاہ داشتہ باشد حتماً آن مملکت بہ ارج ترقی و معالی و تکامل خواہد رسید۔ اکنون فریضہ شماست کہ با تمام موجودیت خود ہا بہر وسیلہ کہ ممکن است در خدمت و اطاعت او آمادہ و مہیا بودہ باشید۔ و ایں را یقین بدانید کہ اگر یک نفر مانند ایں عاجز بتواند در امور عرفانی شما خدمتی بنایدہ پس برای ایں انجام بہان خدمات بندہ ہمہ وقت حاضر و آمادہ خواہم بود۔ ولی ایں حرف را گفتہ نگذارند کہ باید جوانان مملکت افغانستان عزت و احترام موسفیدان را ہمہ وقت مد نظر داشتہ نگذارند کہ از اختلاف رائی در وحدت ملی شان رخنہ پیدا شود۔

تاریخ شہادت میدہد کہ تمام خسارات مسلمانان نتیجہ نفاق و تفرقہ در بین شان بودہ است۔ پس از گذشتہ عبرت گرفتہ اکنون اتحاد و اتفاق را ہدف آمال ملی و کمال مطلوب خود بسازید۔



در خاتمہ مجدد از الطاف پذیرائی صمیمانہ شہا اظہار تشکر و امتنان مینمایم و ہیچگاہ عواطف صمیمانہ شمارا فراموش نخواہم کرد۔<sup>۴۴</sup>

ترجمہ: نواب مسعود جنگ ڈاکٹر سید راس مسعود کی جوابی تقریر:

محترم بزرگوار اور مہربان میزبانو! میں نہایت خلوص سے خوشی کا اظہار اور شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس توجہ کے ساتھ شکریہ کے فرض سے جو آپ نے خاکسار کے حق میں فرمایا میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانان ہند کے دلی جذبات و احساسات آپ تک پہنچاؤں۔ ہمارے درمیان علامہ سید سلیمان ندوی علمائے ہند کے نمائندہ ہیں۔ اور میرے معزز دوست علامہ اقبال اس گروہ کے نمائندے ہیں جس نے قدیم و جدید عناصر کو ملا کر ان سے ایک روح پرور معجون تیار کیا ہے۔ میں نہ تو علما کی جماعت سے ہوں اور نہ شاعر کے فرقہ سے، بلکہ میں نے اپنی تعلیم کا دور زیادہ تر یورپ کے ممالک میں ختم کیا ہے۔ لیکن میرا دل ان دونوں گروہوں کی عظمت و احترام سے سرشار اور لبریز ہے۔ آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانان ہند آپ حضرات سے غیر معمولی محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور ہماری دلی آرزو ہے کہ پیارے افغانستان کو مکمل امن و امان اور ترقی و آسائش کی حالت میں دیکھیں اور چونکہ افغانستان جغرافیائی نقطہ نظر سے ایشیا اور یورپ کے بیچ میں واقع ہے اس لیے ہماری خواہش ہے کہ افغانستان اسلامی تہذیب و اخلاق کا بہترین نمونہ ہونے کے ساتھ ٹھیک اس وقت میں یورپ کے تمام مفید عناصر اور زبانیوں کا جامع ہو۔ ہر چند کہ میں آپ حضرات کی عنایات کا بے حد ممنون ہوں لیکن میرے دل پر اس غیر معمولی شخصیت کا جو خوش قسمتی سے اس وقت آپ کا بادشاہ ہے ایسا اثر پڑا ہے کہ میں وہ وقت کبھی نہ بھولوں گا جب خوش قسمتی سے میری رسائی اعلیٰ حضرت کی خدمت تک ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ جو سلطنت آپ جیسا ملت دوست بادشاہ رکھتی ہو یقیناً وہ سلطنت ترقی کے مدارج پر پہنچے گی۔ اب یہ آپ کا فرض ہے کہ ہمہ تن ہر ممکن ذریعہ سے ان کی خدمت اور اطاعت پر آمادہ ہیں اور اس کو باور کیجیے کہ اگر مجھ جیسا بندہ عاجز تعلیمات کے سلسلہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہے تو ان خدمات کے انجام دینے کے لیے میں ہر وقت حاضر اور آمادہ رہوں گا۔ لیکن ایک بات کہے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا سلطنت افغانستان کے جوانوں کو چاہیے کہ سفید بال والوں کی عزت و احترام کا ہر وقت خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ اختلاف رائے سے ان کی قومی وحدت میں رخنہ پیدا

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

ہو جائے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں کے تمام نقصانات آپس کے نفاق اور تفرقہ کا نتیجہ رہے ہیں۔ پس ماضی سے عبرت پکڑ کر اب اتحاد و اتفاق کو اپنے مقاصد قومی کا مرکز بنائیں۔

آخر میں دوبارہ آپ کی پر خلوص عنایات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں کبھی آپ کی مخلصانہ مہربانیوں کو فراموش نہ کروں گا۔<sup>۴۵</sup>

اس کے بعد سید سلیمان ندوی نے حاضرین سے خطاب کیا۔ اس خطاب کا متن بھی مجلہ کابل سے نقل کیا جاتا ہے:

ترجمہ نطق علامہ سید سلیمان ندوی موسس و مدیر مجلہ معارف اعظم گڑھ  
برادران ہمدین و ہموطن و عزیزان علم و فن! امروز ما خیلی خوش بخت استیم کہ درین مجمع خود را  
باشامی سنیم۔

دعوت اعلیٰ حضرت غازی چند نفر از خادمان علم و ادب را درین جا و باز اجتماع آنها با فضلا و علمائی  
این مملکت عزیز درین انجمن ادبی نزد من آغاز یک دورہ باشان و شوکت تاریخی میباشند۔  
برادران گرامی! ہندوستان و افغانستان مملکت جداگانہ نبوده بلکہ یکیت شاید پیش از یکنیم یا دو  
صد سال شدہ باشد کہ بین این دو مملکت تفرقہ حاصل شدہ ولی این دو مملکت در عصر قدیم  
بودائی در یک رشتہ منسلک بودند۔ چنانچہ در ملک شامیاد گارہائی سنگی این اتحاد در زیر زمین ہا ہا ہر  
قدیمی دستیاب می شود کہ موزہ خانہ شانیہ نیز دارائی آن اسناد سنگی می باشد۔

از آغاز دورہ اسلامی تنہا شام بودید کہ بوسیلہ شمانہ فقط دیانت و کیش بلکہ علم و فن نیز در قلب  
ہندوستان (سرایت نموده است) سلاطین غزنی و شاحان غوری در یخامی زیستند ولی دائرہ  
حکمرانی شان الی ہندوستان ممتد بود کہ اہل بابر در ہندی زیستند مگر دائرہ حکومت شان الی افغانستان  
بود! و این دو مملکت مشابہ دودست در جسم واحد یک حکومت شامیہ قریب یافتہ بود۔

امروز بعد از یک و نیم صد سال این ولہ اولین است و این ہر دودست باز برای اتحاد سیاسی نی  
بلکہ برای اتحاد علمی و ادبی و برای تشدید مودت با ہم تماس صمیمانہ مینمایند۔

برادران افغان! بزرگان شام در ہندوستان تنہا حکمرانی جسمانی و مادی نکرده اند بلکہ حکومت  
معنوی و ذہنی را نیز دارا بودند۔

زبان فارسی کے سالیان قدیم لسان ادبی و علمی ہندوستان بوندہ و حال نیز میباشند۔ این زبان فقط بوسیله شہابماریسیدہ است۔ از جملہ علمائی شامیر زاہد ہروی کہ از ہرات شہاست آثار و رسائل او از سہ صد سال قبل در درس گاہائی عربی ہندوستان معیار دروس فلسفہ انتہائی مایباشند۔

شعرائی شہیر و بزرگ فارسی زبان کہ درین ملک پیدا شدہ اند ہم چنان کہ از لحاظ مولد نسبت بکدام شہر ہائی افغانستان دارند، همچنان از لحاظ مسکن یا مدفون منسوب بینی از شہر ہای ہندوستان میباشند۔

چقدر شعرائی ہستند کہ از غزنی، بلخ، بدخشان، و یا از دیگر شہر ہا و علاقہ جات شہا بودند بنام لاہوری و دہلوی مشہور گردیدند۔ من تذکرہ لباب لباب عوفی را مطالعہ کردہ ام و آہنہا طوری وانمود میدارند کہ این شعرا در یک رشتہ وحدت چنان منسلک بودند کہ از تاریخ نیز فیصلہ لاہوری و غزنوی بودن شان بمشکل تفکیک میشود۔

این دو ممالک چنان رابطہ باہم داشتند کہ اگر فاضلی در اینجا پیدا میشد یک قسمت عمر خود را در آنجا بسر میرد و کسی کہ در آنجا پیدا میشد برائی چندی در اینجا استراحت مینمود۔

مثلاً مسعود سعد سلمان کہ از شعرائی دورہ دوم است ایشان را ہندی یا افغانستان گفتن و تمیز کردن مشکل است۔

من باغ ہائی جلال آباد و کابل را دیدم چشمہ سارہائی کوہی آہنہا، فوارہ ہا آبشار ہا را تماشا کردم کہ در ہر نقطہ خاک این مملکت آشکار میباشند و بمن یقین شد کہ اہل بابر در کشمیر و ہندوستان کہ بہ آن کثرت باغہا احداث کردہ اند و یا ہر جا چشمہ ہائی معنوی ساختہ اند آہنہم نقل از مناظر طبیعی افغانستان بوندہ است۔

باغ ہنائی امیر شہید در جلال آباد و باغ بابر در کابل باغ ہائی پغمان دودگیر باغہائی افغانستان یا شمالا مار لاہور چقدر مشابہت طبیعی دارد۔

و این ذوق مناظر طبیعی در آل تمپور فطری موجودہ بوندہ کہ آن را در ہند عملاً بروئی کار آورده اند حتی کہ در دیوان عام و خاص نیز جوی ہائی گنگ و جمن را ترتیب و گلکاری نمودہ اند۔

برادران علم و فن! چیزی کہ در سابق شدہ آیا حالا باز نمیتواند بشود؟ تذکار تفرقہ سیاسی و دوری و علیحدہ را بگذارید! این سرنوشت انقلابات عالم است یعنی گاہی چین و گاہی چنان! و حالات

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

سیاسی ہموار، تغیر پذیر و تعلقات بہ آن در شرف شکست و پیوند شدن است ولی تعلقات علم و ادب دایمی و برقرار می باشد۔

از شمشیر سلطان محمود غزنوی عرصہ گذشت کہ شکستہ و اوراق فتوحات شان از قرن ہاست کہ از ہم متلاشی گردید ولی قلم حکیم سنائی غزنوی تا حال باقی و موجود و شیرازہ اوراق فتوحات ادبی شان تا اکنون مرتب باقیست بیانیہ نام سلطان محمود غزنوی شہاب الدین غوری و آل بابر فی بلکہ بنام سنائی غزنوی، مسعود سعد سلمان لاہوری خسرو دہلوی، حسن دہلوی، فیضی اکبر آبادی، و بیدل عظیم آبادی بجانب ہمہ گیر دست مودت و محبت را دراز کیمنم۔

افغانستان مدام تحسین طاقت جسمانی و نیروی مادی خود را از دنیا حاصل کرده است ولی اکنون لازم است کہ وی تحسین طاقت دماغی و پہلوانی ذہنی خود را نیز از عالم حاصل کند۔  
انجمن ادبی شام مستحق تحسین و ستائش است کہ او در راہ مذکور گامزن شدہ است و در ہر ماہ طاقت نیروی کو در بطور بسیار خوب در معرض نمایش میگذارد۔

من بدون خوف و تردیدی تو انیم گویم کہ مجلہ کابل دوش بدوش با بہترین مجلات علمی ہندوستان بلکہ مشرق میرود۔ در نمایش این دور بجهت افراد دست او از ہمہ زیادہ کار خدماست۔  
بر دران ہمسایہ! آیا این جائی تعجب نیست کہ مایک یک شاعر و ادیب انگلستان فرانسه و آلمان را بشناسیم و بر شاہکار ہائی آہناسر بشکنیم ولی با ابا و اہل قلم این دو مملکت ہمسایہ نا آشنا و بیگانہ باشیم۔ حال اینکہ بین بزرگان قدیم این ہر دو نقطہ نہ تہا را باط بومی بلکہ شاید اتحاد ملی و نسبی نیز موجود باشد۔

ولی زیادہ تر اینکہ بین شان یک اتحاد ناقابل شکست علمی و ادبی بود و چہ در ر جائی افسوس است کہ از دو قرن بین ما این قدر بعد و دوری واقع گردیدہ کہ نہ ما از شعر او ادبائی شاد واقف ہستیم و نہ ما شامازما۔

باید از مجلہ کابل انجمن ادبی ممنون شویم کہ ما را با اہل قلم لائق و شعر او ادبائی معرفتی گردانیدہ و ما ہمہ گیر کو در آشنا حتمیم۔

برادران علمی و فن! سیا سیون را بگذارید کہ معروف شعبہ بازی ہائی خود باشند و بیابید کہ ما بنام علم و فن با ہمہ گیر پیمان محبت و دوستی تازہ کردہ و عہد رفاقت و آشنائی را مستحکم سازیم۔ و ما ہر دو

مملکت در تعمیر یک شرق جدید علمی و ادبی دوش بدوش کار بکنیم۔ اتحاد قلوب از ہر نوعیکہ باشد بدگمانی و غلط فہمی ہارادور میسازد۔

ہندوستان بوسیله نوجوان ہائے خود بہ تعمیر خود معروف است و افغانستان نیز۔ لہذا درین تعمیر لازم و ضرور است کہ نوجوانان ہر یک ازین دو مملکت با جوانان مملکت دیگر حسن ظن و حسن اعتماد داشته باشند! ہر چند کہ درین راہ اتحاد خیلی مشکلات میباشد ولی برائی حصول این مقصد عزیز ما را باید کہ صد نوع مشکلات را مقابلہ بنمائیم۔ ”بہر یک گل زحمت صد خا می باید کشید“ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔ در خاتمہ سعادت و ترقی مملکت عزیز افغانستان و صحت و موفقیت پادشاہ علم دوست و ادب بزوران اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی این ہمہ پیشرفت افغانستان در تحت رایت و حسن تدابیر شان است از خدا تمنا داریم۔<sup>۴۶</sup>

ترجمہ: سید سلیمان ندوی کی جوابی تقریر۔

برادران ہم دین و ہم وطن و عزیزان علم و فن! آج ہم بہت خوش نصیب ہیں جو اس مجمع میں اپنے آپ کو آپ حضرات کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔

چند خادمان علم و ادب کو اعلیٰ حضرت غازی کا یہاں بلانا اور پھر ان کا اس ملک کے فضلا و علما کے ساتھ اس ادبی جلسہ میں جمع ہونا میرے نزدیک ایک پر شوکت تاریخی دور کا آغاز ہے۔

برادران گرامی! ہندوستان اور افغانستان دو جداگانہ سلطنتیں نہ تھیں بلکہ ایک تھیں شاید ڈیڑھ دو سو برس کا عرصہ ہوا ہو گا جب ان دونوں ملکوں میں تفرقہ پیدا ہوا۔ یہ دونوں ملک قدیم بدھ دور حکومت میں ایک رشتہ میں منسلک تھے جیسا کہ آپ کے ملک میں اس اتحاد کی سنگی یادگاریں زمینوں کے اندر ہر قدم پر دستیاب ہوتی ہیں جو آپ کے عجائب خانہ میں بھی موجود ہیں۔

آغاز عہد اسلام سے تنہا آپ ہی تھے جن کے ذریعے سے نہ صرف مذہب بلکہ علم و فن بھی ہندوستان کے قلب میں داخل ہوئے ہیں۔ سلاطین غزنی اور شاہان غوری یہاں رہتے تھے۔ لیکن ان کی حکومت کا دائرہ ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔ اسی طرح بابر کا خاندان ہندوستان میں مقیم تھا لیکن اس کا دائرہ حکومت افغانستان تک تھا اور یہ دونوں حکومتیں ایک شہنشاہی کے لیے ایسے تھیں جیسے ایک جسم میں دو ہاتھ ہوتے ہیں۔

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

آج ڈیڑھ سو سال کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اگر اتحاد سیاسی کے لیے نہیں تو اتحاد علمی و ادبی اور باہمی محبت کے استحکام کے لیے پھر مخلصانہ بڑھ رہے ہیں۔

افغان بھائیو! آپ کے بزرگوں نے ہندوستان میں صرف جسمانی اور مادی حکمرانی نہیں بلکہ معنوی اور ذہنی حکومت بھی قائم کی ہے۔

فارسی زبان مدت تک ہندوستان کی ادبی اور علمی زبان رہی ہے اور اب بھی ہے۔ یہ زبان صرف آپ کے وسیلہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ آپ کے علما میں سے میرزا ہروی جو آپ کے ہرات سے تھے ان کے رسائل و تصنیفات تین سو سال سے ہندوستان کی عربی درسگاہوں میں فلسفہ کے اسباق کا انتہائی معیار ہیں۔

فارسی زبان کے مشہور اور بڑے شعرا جو اس ملک میں پیدا ہوئے، جس طرح جائے پیدائش کے لحاظ سے افغانستان کے کسی شہر کی طرف منسوب ہیں اسی طرح سکونت یا مدفن کے لحاظ سے ہندوستان کے کسی شہر سے نسبت رکھتے ہیں۔

کتنے شاعر ہیں جو غزنی، بلخ، بدخشان یا آپ کے دوسرے شہروں اور علاقوں سے تھے اور لاہوری اور دہلوی مشہور ہوئے جس نے عونی کی لباب الالباب کا مطالعہ کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ شعر ایک رشتہ وحدت میں اس طرح منسلک تھے کہ تاریخ بھی ان میں سے بعض کے لاہوری اور غزنوی ہونے کا فیصلہ مشکل سے کر سکتی تھی۔ یہ دونوں سلطنتیں باہم اس قدر مربوط تھیں کہ اگر کوئی فاضل یہاں پیدا ہوتا تو اپنی عمر کا کچھ حصہ وہاں بسر کرتا تھا۔ اور وہاں پیدا ہوتا تو کچھ عرصہ کے لیے یہاں زندگی گزارتا تھا مثلاً مسعود سعد سلمان جو شعرا کے دوسرے طبقے سے ہیں اس کو ہندی یا افغانستانی کہنا اور تمیز کرنا سخت مشکل ہے۔

میں نے جلال آباد اور کابل کے باغات دیکھے، پہاڑی چشموں، نہروں، فواروں اور آبشاروں کا نظارہ کیا۔ جو اس سلطنت کی خاک کے ہر ذرہ سے نمایاں ہیں تو مجھے یقین ہوا کہ خاندان بابر نے کشمیر اور ہندوستان میں جو بکثرت باغ لگائے یا جگہ جگہ مصنوعی چشمے بنائے وہ سب افغانستان کے قدرتی مناظر کی نقل تھی۔

جلال آباد میں امیر شہید کے باغات، کابل میں بابر کا باغ، پغمان کے باغات نیز افغانستان کے دوسرے باغ، لاہور کے شالامار سے کیسی قدرتی مشابہت رکھتے ہیں۔ اور مناظر فطرت کا یہ وطنی ذوق آل تیور میں قدرتی طور پر ایسا موجود تھا کہ اس کو انھوں نے ہندوستان میں عملاً

ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ دیوان عام اور خاص میں بھی لگکا اور جمنگا لککاری کے ذریعے سے دکھائی گئی ہیں۔

برادرانِ علم و فن! جو کچھ پہلے ہو چکا کیا اب نہیں ہو سکتا؟ سیاسی تفرقہ، دوری اور علیحدگی کا ذکر چھوڑیے! یہ تغیرات عالم کی سرنوشت ہے، گاہے چینیں گاہے چنایں! سیاسی حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور سیاسی تعلقات دائم اور برقرار رہتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کی تلوار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ گئی اور اس کی فتوحات کے اوراق صدیاں ہوئیں کہ بکھر گئے لیکن حکیم سنائی غزنوی کا قلم اب تک باقی اور موجود ہے اور ان کی ادبی فتوحات کے اوراق کاشیرازہ اب تک منتشر نہیں ہوا ہے۔

آؤ سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور آل بابر نہیں بلکہ سنائی، غزنوی، مسعود سعد سلمان لاہوری، خسرو دہلوی، حسن دہلوی فیضی، اکبر آبادی اور بیدل عظیم آبادی کے نام سے ہم ایک دوسرے کی طرف مروت و محبت کا ہاتھ بڑھائیں۔

افغانستان نے ہمیشہ اپنی جسمانی اور مادی طاقت کے متعلق دنیا سے خراج تحسین وصول کیا ہے لیکن اب ضروری ہے کہ وہ اپنی دماغی طاقت اور ذہنی پہلوانی کا خراج بھی دنیا سے وصول کرے۔

آپ کی ادبی انجمن تحسین و ستائش کی مستحق ہے کہ اس نے اس راستہ میں قدم اٹھایا ہے اور ہر جگہ میں اپنی طاقت اور زور کا نہایت خوبی کے ساتھ مظاہرہ کرتی ہے۔

میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ کابل ہندوستان بلکہ ایشیا کے بہترین علمی رسالوں کے دوش بدوش جا رہا ہے اور اس مسرت انگیز دورے کے ظہور میں اس کا ہاتھ سب سے زیادہ کار فرما ہے۔

پڑوسی بھائیو! کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ ہم انگلستان، فرانس اور جرمنی کے ایک ایک شاعر اور ادیب سے واقف ہوں اور ان کے شاہکاروں پر سرد ہنسیں لیکن ان دو ہمسایہ ملکوں کے ادبا اور قلم آپس میں ایک دوسرے سے نا آشنا اور اجنبی رہیں۔ حالانکہ ان دونوں کے قدیم بزرگوں کے درمیان نہ صرف وطنی تعلقات تھے بلکہ شاید مذہبی اور نسلی اتحاد بھی موجود تھا۔

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

لیکن اس سے زیادہ یہ کہ ان کے درمیان ایک ناقابل شکست علمی و ادبی اتحاد تھا۔ اور کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ صدیوں سے ہمارے درمیان اس قدر بعد اور دوری ہو گئی ہے کہ نہ ہم آپ کے شعر اور ادیبوں سے واقف ہیں اور نہ آپ ہمارے۔

ہم کو ”انجمن ادبی“ کے رسالہ کابل کا ممنون ہونا چاہیے جس نے یہاں کے لائق اہل قلم اور شعر اور ادب سے ہمارا تعارف کرایا اور ہم نے باہم ایک دوسرے کو پہچانا ہے۔

برادران علمی و فنی! اہل سیاست کو ان کی شعبہ بازیوں میں مصروف رہنے دیجیے۔ اور آئیے کہ علم و فن کے نام سے پیان محبت و دوستی کو تازہ اور عہد رفاقت و آشنائی کو مستحکم کریں اور دونوں اپنے اپنے وطن کے اندر رہ کر علم و ادب کے ایک جدید مشرق کی تعمیر میں دوش بدوش کام کریں۔ دلوں کا اتحاد جس طرح کا بھی ہو بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کو دور کر دیتا ہے۔

ہندوستان اپنے نوجوانوں کے ذریعہ سے اپنی تعمیر میں مصروف ہے اور افغانستان بھی لہذا یہ ضروری ہے کہ اس تعمیر میں دونوں ملکوں میں سے ہر ایک کے نوجوان دوسرے ملک کے نوجوانوں کے ساتھ حسن ظن اور حسن اعتماد رکھیں اگرچہ اس اتحاد کی راہ میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن اس مقصد عزیز کے حاصل کرنے کے لیے ہمیں سیکڑوں طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

بہر یک گل زحمت صد خار می باید کشید  
و آخرد عوانان الحمد للہ رب العلمین۔ ۳۷

تقریب کے آخر میں حضرت علامہ نے خطاب فرمایا۔ خطاب کا متن درجہ ذیل ہے:  
ترجمہ نطق علامہ سر محمد اقبال:

بعد از بیانات سید سلیمان صاحب ندوی و داکتر سر راس مسعود کہ حیات و عواطف مارا بصورت خوبی و ترجمانی نمودہ اند۔ چیزی باقی نماندہ کہ من بگویم اما گمان میکنم اعضائی انجمن ادبی کابل ازین جانب توقع دارند کہ در جواب خیر مقدم و خوش آمدی هائی کہ آزر وئی لطف با بلیغ ترین و جہی شرح دادہ اند چیزی بگویم من از انجمن ادبی کابل خیل ممنونم کہ در حق من نظماً و نثر آحر فہائی خوب و سخن هائی پر از حیات مہر بانانہ گفتہ اند۔

من ہم میل دارم کہ فقط و فقط از فعالیت ها و کارروای هائی جوان هائی هیت انجمن ادبی کابل بحث دانم۔ ہیچ شک ندارم کہ هیت انجمن از اہمیت کار خود دو مسوولیت آن بخوبی مسبوقتد۔



عقیدہ من این است کہ آرت (فنون لطیفہ) یعنی ادبیات یارسامی یا موسیقی یا معماری ہرچہ باشد ہر یک معاون و خدمتگار حیات است و بنا بر این را باید ایجاد بگوئیم نہ تفریح، شاعر اساس زندگی یک ملت را آباد یا ویران میتواند۔ وقتی مملکت سعی دارد کہ در عصر حاضر تاریخ افغانستان در سادہ حیات نوینی داخل شود پس بر شعرائی این مملکت لازم است کہ برائی اخلاف نوجوان رہنمائی حقیقی گردند۔ از زندگی تجید و تقضیم نموده مرگ را بزرگ جلوہ گر ناسازندچہ آرت و فنیکہ ”از مرگ“ تعریف نماید و آن را بزرگ نشان دہر در آن حال ”خیلی مخوف و مہلک است و حسن عاری از قوت محض یک پیغام مرگ است۔

دلبری بے قاہری جادوگری است

دلبری با قاہری پیغمبری است

میخواہم توجہ شمار بہ نقطہ ای معطوف و تمرکز دہم و آن عبارت است از یک واقعہ از وقائع حیات نبوی ﷺ مروی است و قتی از اشعار امراء القیس کہ از نوابغ بشرائی عرب است بکھنور اقدس نبوی ﷺ خواندہ شد فرمودند

الشعراء وقائدہم الی النار

ازین ارشاد سراسر رشاد بہ طوری واضح روشن میشود کہ کمال شعر ہم گاہی محض یک شکل و صورت نیست چیزیکہ حقیقتاً بہ ملت مربوط است عبارت است از منگورہ کہ شاعر بہ پیشگاہ ملت عرضہ میدارد و نظریات بلند یست کہ میخواہد در قوم خود پیدا کند۔ ملتہا بہ دستیارئی شعرا پیدا می شوند و بہ پامردی سیاسیون نشو و نما نموده می میرند۔ پس تمنا میرود کہ شعرا محررین نوجوان افغانستان دمنده روجی در معاصرین گردند کہ آنہارفتہ در آخیر خود راشناختہ بتوانند۔ انانیت ایک ملتی کہ بہ جادہ نہضت ی سپر است وابستہ بہ تربیہ می باشد ولی تربیتہ کہ شالودہ آن بردی احتیاط برداشتہ شود۔ پس وظیفہ انجمن اینست کہ منگورہ ہائی نسلہا نوجوان را بوسیلہ ادبیات تشکیل و ترجم نمایند و بہ آنہا چنان یک صحت روحانی بہ بخشید کہ بالاخرہ انانیت خود را ادراک و قابلیتی بہ رسانند بگویند۔

دو دستہ تیغ و گردون برہنہ ساخت مرا

فسان کشید بروئی زمانہ آخت مرا

من آن جهان خیالم کہ فطرت ازلی  
 جهان بلبل و گل را شکست و ساخت مرا  
 نفس بہ سینہ گدازم کہ طائرِ حریم  
 توان ز گرمی او از من شناخت مرا

میخواہم یک نکتہ دیگر را نیز بگویم و بگرام موسولینی یک نظریہ تفنگی را اراتہ نموده است کہ مقصد آن اینست باید اتلی برائی حصول نجات خود یک ملیونری پیدا کند کہ گریبان اتلی (ایتالیا) را از چنگ دیون ملل اینگلو ساسونی خلاص کردہ بتواند ویاباید کدام دہنتی (دانستہ) و کولمبس دیگری را بیابد کہ یک برا عظم دیگر را کشف نماید اگر شمار از نجات افغانستان را از من استفسار نماید خواہم گفت کہ افغانستان محتاج بہر دست کہ با تمام موجودیت خود این مملکت را از حیات قبیلہ وی اخراج و بہ حیات وحدت ملی آشنا نماید ولی مسرورم از آنکہ افغانستان مردی را بدست آورده کہ از دیر بار انتظار اورا میکشد من یقین دارم کہ شخصیت ایجاد کار اعلیٰ حضرت نادر شاہ را برائی این آفریدہ اند کہ افغانستان را یک ملت جدیدی در ایشیا ساختہ بدنیامعرفی نماید نوجوانان این وطن را باید کہ این قاید بزرگ را آموز گار و معلم تعلیم و تربیہ خود بشناسند زیرا ہتہام زندگانی او پر از ایثار اخلاص و صداقت بہ مملکت خود محبت و عشق بہ اسلام است۔<sup>۴۸</sup>

ترجمہ: ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال کی تقریر:

سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سر اس مسعود کی تقریروں کے بعد جن میں ہمارے جذبات کی نہایت خوبی سے ترجمانی کی گئی ہے اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے جس کو میں بیان کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انجمن ادبی کابل کے ارکان مجھ سے بھی یہ توقع رکھتے ہوں گے کہ خیر مقدم اور خوش آمدید انھوں نے جس لطیف اور بلیغ ترین انداز میں کیا اور کہا ہے اس کے جواب میں، میں بھی کچھ عرض کر دوں۔ میں انجمن ادبی کابل کا بہت ممنون ہوں کہ اس نے اپنی مہربانی سے میرے متعلق نظم و نثر میں اچھے خیالات اور پراساس جذبات ظاہر کیے ہیں۔

میں بھی خواہش رکھتا ہوں کہ میں صرف اور صرف انجمن ادبی کابل کے نوجوان ارکان کے عملی پہلو (فعالیت) اور کارروائیوں سے بحث کروں۔ کوئی شک نہیں کہ انجمن اپنے کام کی اہمیت اور ذمہ داری سے بخوبی آگاہ ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا مصوری یا

موسیقی اور یا معماری جو بھی ہو ہر ایک زندگی کی معاون اور خدمت گار ہے۔ اور اسی بنا پر آرٹ کو چاہیے کہ میں ایجاد کہوں نہ تفریح، شاعر ایک قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد یا برباد کر سکتا ہے۔ اس وقت جب حکومت کو شش کر رہی ہے کہ موجودہ زمانہ میں افغانستان کی تاریخ نئی زندگی کے میدان میں داخل ہو تو اس ملک کے شعر پر لازم ہے کہ اخلاف نوجوان کے لیے سچے رہنما بنیں۔ زندگی کی عظمت و بزرگی کے بجائے موت کو زیادہ بڑھ کر نہ دکھائیں کیونکہ آرٹ جب موت کا نقشہ کھینچتا ہے اور اس کو بڑھا کر دکھاتا ہے اس وقت وہ ”سخت خوفناک اور برباد کن“ ہو جاتا ہے اور جو حُسن قوت سے خالی ہو وہ محض ایک پیغام موت ہے۔

دلبری بے قاہری جادوگری است

دلبری باقاہری پیغمبری است

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ کو ایک مرکزی نقطہ کی طرف مبذول کر اؤں۔ حیات نبوی ﷺ کی واقعات میں سے ایک واقعہ ہے، روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے حضور امرؤ القیس کے جو مشہور عرب شاعر ہے کچھ اشعار پڑھے گئے ارشاد ہوا:

”الشعرا وقائدھم الی النار“

ترجمہ: تمام شاعروں میں بہتر شاعر اور ان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا۔

اس ارشاد سر اسر ارشاد سے واضح طور پر روشن ہوتا ہے کہ شعر کا کمال بعض اوقات لوگوں پر برا اثر ڈالتا ہے۔ ایک قوم کی زندگی کی موقوف علیہ چیزیں محض شکل و صورت نہیں بلکہ جو چیز حقیقتاً قوم کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ ”تخیل“ ہے جس کو شاعر قوم کے سامنے پیش کرتا ہے اور وہ بلند نظریات ہیں جن کو وہ اپنی قوم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ قومیں شعر کی دستگیری سے پیدا ہوتی ہیں اور اہل سیاست کی پامردی سے نشوونما پا کر مرجاتی ہیں۔ پس یہ خواہش ہے کہ نوجوان افغانستان کے شعر اور انشا پرداز ہم عصروں میں ایسی روح پھونکیں جس سے وہ رفتہ رفتہ اخیر میں اپنے آپ کو پہچان سکیں۔ جو قوم ترقی کے راستہ پر چل رہی ہے اس کی انانیت خاص تربیت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ تربیت جس کا خمیر احتیاط کے ساتھ اٹھایا جائے۔ پس انجمن کا کام یہ ہے کہ نوجوان نسلوں کی فکروں کو ادبیات کے ذریعہ سے متشکل کرے اور ان کو ایسی روحانی صحت بخشنے کہ وہ بالآخر اپنی انانیت کو پا کر اور قابلیت بہم پہنچا کر پکار اٹھیں:

دو دستہ تیغ و گردون برہنہ ساخت مرا  
فسان کشید بر وئی زمانہ آخت مرا  
من آن جهان خیالم کہ فطرت ازلی  
جهان بلبل و گل را شکست و ساخت مرا  
نفس بہ سینہ گدازم کہ طائر حریم  
توان ز گرمی او از من شناخت مرا

میں ایک اور نکتہ بھی کہنا اور گزر جانا چاہتا ہوں۔ موسیو لینی نے ایک اچھا نظریہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اٹلی کو چاہیے کہ اپنی نجات حاصل کرنے کے لیے ایک کروڑ پتی کو پیدا کرے جو اٹلی کے گریبان کو اینگلو سکین اقوام کے قرضہ جات کے چنگل سے چھڑا سکے یا کسی دوسرے دانے کو پیدا کرے جو نئی جنت پیش کرے یا کسی نئے کو لمبس کو حاصل کرے جو ایک نئے براعظم کا پتہ چلائے۔ اگر آپ مجھ سے افغانستان کی نجات کے متعلق سوال کریں تو میں کہوں گا کہ افغانستان کو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو اس ملک کو اس کی قبائلی زندگی سے نکال کر وحدت ملی کی زندگی سے آشنا کرے لیکن مجھے خوشی ہے کہ اعلیٰ حضرت نادر شاہ کی شخصیت ایجاد کار کو اسی لیے پیدا کیا گیا ہے کہ افغانستان میں ایک نئی قوم بنا کر دنیا سے تعارف کرائیں۔ اس وقت کے نوجوانوں کو چاہیے کہ اس بزرگ رہنما کو اپنی تعلیم و تربیت کا معلم سمجھیں کیونکہ ان کی تمام زندگی ایثار، اخلاص اور اپنے ملک کے ساتھ صداقت اور اسلام کے ساتھ عشق و محبت سے لبریز ہے۔<sup>۴۹</sup>

سفر افغانستان سے متعلق مجلہ کابل کے مندرجہ بالا مضمولات شروع سے آخر تک افغانستان و اقبال<sup>۵۰</sup> اور اس کے بعد سیر اقبال شناسی در افغانستان میں شائع ہوئے ہیں۔<sup>۵۱</sup>

دلو ۱۳۱۳ھ ش / ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء:

علامہ عبدالحی حبیبی کی طویل فارسی نظم ”قطرات سرشک در بارگاہ محمود و سنائی یا بر خرابہ زار شہرستان تاریخی غزنی“ مجلہ کابل میں شائع ہوئی ہے۔<sup>۵۲</sup>

یہ نظم جناب حبیبی نے حضرت علامہ کے فنی و فکری اسلوب میں لکھی ہے اور جا بجا حضرت علامہ کے آیات پر تضمین کی گئی ہے۔ ساتھ ہی درج ذیل اشاریہ درج کیا ہے:

ایبالتیکہ بعد ازین در بین این علامت“، گرفتہ شدہ تضمین است از کلام حضرت علامہ دوکتور اقبال شاعر اسلامی ہند۔<sup>۵۳</sup> مزید تفصیل علامہ عبدالحی حبیبی کے سوانحی نوٹ میں شامل ہے۔

اول جدی ۱۳۱۳ھ ش / ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء:

انجمن ادبی کابل کی جانب سے سرور خان گویا کی لکھی ہوئی تقریظ مثنوی مسافر پر مجلہ کابل میں شائع ہوئی۔<sup>۵۴</sup>

سرور خاں گویا کی یہ تقریظ سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۵۵</sup> میں بھی شائع ہوئی ہے۔

۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء

مجلہ کابل میں تاریخ افغانستان پر حضرت علامہ کی لکھی ہوئی تقریظ کا فارسی<sup>۵۶</sup> ترجمہ بعنوان ”تقریظ و انتقاد افغانستان بہ یک نظر اجمالی“ شائع ہوا ہے۔ یہ تقریظ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۵۷</sup>

اول ثور ۱۳۱۴ھ ش / ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء:

مجلہ کابل میں ”بہار“ سے متعلق مختلف شعرا کے بہار یہ اشعار و قصائد شائع کیے ہیں۔ ان شعرا میں منتقدین متوسلین اور متاخرین کے ساتھ ساتھ معاصر شعرا کے کلام بھی شامل ہیں۔ ان شعرا میں درج ذیل شامل ہیں:

ملک الشعرا قاری عبداللہ خان (عضو انجمن ادبی، ص ۳ تا ۷) محمد سرور خان ص۔ با (عضو انجمن، ص ۷ تا ۱۰)، شایق (ص ۱۱-۱۲)، عبدالحکیم خان (ص ۱۲-۱۴)، عبدالسلام مجددی (ص ۱۵-۱۷)، رابعہ بلخی (قرن چہارم، ص ۱۸)، دقیق بلخی (ص ۱۸)، عنصری بلخی، فرخی سیتانی، منوچہری دامغانی (ص ۱۹)، مسعود سعد سلمان (ص ۲۰)، ادیب صابر ترمذی، عبدالواسع جبلی غر جستانی (ص ۲۱)، سید حسن غزنوی، عبدالرافع ہروی، رشید الدین وطواط بلخی (ص ۲۲)، انور ایوردی، امیر معزی سمرقندی (ص ۲۳)، ارزقی ہروی، ظہیر فاریابی

(ص ۲۴)، ابوالمفتح ہروی حضرت سعدی (ص ۲۵)، امامی ہروی (ص ۲۶)، سلمان ساوجی (ص ۲۷)، سلم تہرانی، کلیم ہمدانی (ص ۲۸-۲۹)، میرزا بیدل (ص ۳۰-۳۲)، شوکت بخاری (ص ۳۳)، عاجز افغان (ص ۳۴)، و صنفی کابلی، الفت کابل (ص ۳۵)، میر ہونک خان افغان طرازی افغان (ص ۳۶)، ندیم مرحوم (ص ۳۷)، مستغنی مرحوم (عضو فقید انجمن ادبی کابل (ص ۳۸)، جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال (ص ۳۹-۴۰)، صوفی عبدالحق خان بیتاب (ص ۴۰-۴۱)۔

حضرت علامہ کے درج ذیل بہاریہ اشعار شائع ہوئے ہیں:

خوشا روزگاری، خوشا نوبہاری	نجوم پر ن رست از مرغزاری
زمین از بہاران چو بال تدروی	ز فوارہ الماس بار آبشاری
نہ پیچید نگہ جز کہ در لالہ و گل	نہ غلطد ہوا جز کہ بر سبزہ زاری
چہ شیرین نوائی، چہ دلکش صدائی	کہ می آید از خلوت شاخساری
بہ تن جان، بجان آرزو زندہ گردد	ز آوائی ساری، ز بانگ ہرزاری
نواہائی مرغ بلند آشیانی	در آمیخت بانغمہ جو بیاری
تو گوئی کہ یزدان بہشت برین را	نہاد است در دامن کوهساری
کہ تا رحمتش آدمی زادگان را	رہا سازد از محنت انتظاری
چہ خواہم درین گلستان گرنہ خواہم	شرابی، کتابی، ربابی، نگاری
سرت کردم ای ساقی ماہ سیما	بیار از نیانگان ما یادگاری
بہ ساغر فرو ریز آبی کہ جان را	فروزد چو نوری بسوزد چو ناری
شقایق برویان ز خاک نژدم	بہشتی فرو چین بمشت غباری
نہ بینی کہ از کاشغر تا بہ کاشان	ہماں یک نوا بالذ از ہر دیاری <sup>۵۸</sup>

حضرت علامہ کے یہ اشعار پیام مشرق کے ساقی نامہ میں شائع ہو چکے ہیں۔<sup>۵۹</sup>

تذکرہ بالا بہاریہ نظم کے بعد حضرت علامہ کی درج ذیل بہاریہ غزل بھی اس شمارے

کی زینت بنی ہوئی ہے:

رخت بہ کاشمر کشا، کوہ و تل و دمن نگر      سبزہ جہاں جہاں بہین، لالہ چمن چمن نگر

بادِ بہار موجِ موج، مرغِ بہار فوجِ فوج  
 تانہِ فندہ بہ زینتِ چشمِ سپہرِ فتنہ باز  
 صلصل و سارِ زوجِ زوج، برسِ نارونِ نگر  
 لالہ ز خاکِ بردِ مید، موجِ آبِ جو تپید  
 خاکِ شرِ شرِ بہین، آبِ شکنِ شکنِ نگر  
 زخمہ بہ تارِ سازِ زن، بادہ بہ سا نگینِ بریز  
 قافلہٴ بہار را انجمنِ انجمنِ نگر<sup>۱۰</sup>  
 حضرت علامہ کے یہ اشعار ”کشمیر“ کے عنوان سے ”پیامِ مشرق“ میں شائع ہو چکے ہیں۔<sup>۱۱</sup>

جوزا ۱۳۱۴ھ ش / ۲۳ / مئی ۱۹۳۵ء:

مجلہ کابل نے دورہٴ چہارم کے مندرجات کی فہرست حروفِ تہجی کے ترتیب سے شائع کی ہے۔ اس فہرست میں حضرت علامہ سے متعلق درجہ ذیل یادداشت محفوظ ہیں:

موضوع نگارندہ صفحہ مسلسل

(الف)

۹۹۳

سر محمد اقبال

افغانستان بیک نظر اجمالی

(ب)

۱۰۴۵

داکتر اقبال

بہاریہ ہا

۱۳۱۴ھ ش / جنوری ۱۹۳۷ء:

مجلہ کابل میں حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو ترجمہ شائع ہوا ہے:  
 پیامِ مشرق کی نظم ”زندگی“ کا یہ منظوم پشتو ترجمہ قیام الدین خادم نے کیا ہے:

## زندگی

شے زار نالید ابر بہار کہ این زندگی گریہٴ پیہم است  
 درخشید برقِ سبکِ سیر و گفت خطا کردہ، خندہٴ یکدم است  
 ندانم بہ گلشن کہ بُرد این خبر  
 سخنہا میانِ گل و شبنم است<sup>۱۲</sup>

### پشتو منظوم ترجمہ: ژوند

وریخی دسپرلی یوہ شپہ ډیری اوبنکې توی کړی  
دغه ژوندن تمامی عمر په ژړا  
داسی کړندی بریننا په منډه ورته ووئیل  
زه ئی خپله بولمه په نیمه خوله خندا  
دا خبره خدای زده چا د باغ په خوله کی وکړله  
دغسی مجلس د گل و پرخی و سبا<sup>۶۴</sup>

### (ج) افغانستان میں پہلا اقبال ڈے اور دیگر تقاریب اقبال

پنجشنبہ ۸ ثور ۱۳۱۷ھ ش / ۲۸، اپریل ۱۹۳۸ء:

افغان علماء، فضلا اور اہل علم و ادب کی جانب سے حضرت علامہ کی وفات کے صرف ایک ہفتے بعد کابل میں وزارت معارف کے ہال میں ایک پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس تعزیتی تقریب میں مشاہیر افغانستان، اعلیٰ سرکاری افسران، ادبا اور اہل قلم حضرات نے حصہ لیا۔ علامہ کی تعزیت کی اور ان کی فکری اور علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ تقریب کا آغاز صبح ساڑھے دس بجے قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد سرور خان گویا مدیر شعبہ ادبیات اور حفظ آثار انجمن ادبی کابل نے وزارت معارف اور انجمن ادبی کی نمائندگی کرتے ہوئے خطاب کیا۔

انجمن ادبی کے مدیر عمومی احمد علی خان درانی نے 'شرح حال اقبال' اور غلام جیلانی خان اعظمی نے 'روابط اقبال با افغانستان' سے متعلق اپنا مقالہ پیش کیا۔ اس پروگرام کے دوران وقتاً فوقتاً حضرت علامہ کے چند منتخب بھی پیش کیے گئے۔ غلام جیلانی خان اعظمی کے مقالے کے بعد جناب قیام الدین خادم رکن انجمن ادبی کابل نے اقبال کا پشتو مرثیہ پیش کیا۔<sup>۶۵</sup>

افغانستان میں علامہ سے متعلق منعقدہ اس پہلی تقریب کی رپورٹ مجلہ کابل کے علاوہ کابل کے اخبار انیس میں شائع ہوئی۔<sup>۶۶</sup>



۱۳۳۱ھ ش کابل میں ادارہ مطبوعات کے زیر اہتمام حضرت علامہ کی برسی کی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں دیگر امور کے علاوہ افغانستان کے مشہور شاعر اور خطاط محمد ابراہیم خلیل نے بھی حضرت علامہ کے حضور فارسی منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ اس خراج تحسین کو ابراہیم خلیل کے سوانح کے ساتھ شامل تحقیق کیا گیا ہے۔<sup>۶۷</sup>

۲۰ اور ۱۳۴۶ھ ش:

پاکستانی سفارتخانہ کابل میں یوم اقبال کے حوالے سے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی تفصیلات کا پتا تو نہیں چل سکا البتہ اس تقریب میں پڑھا گیا ایک مقالہ پشتو میں جناب عبدالشکور رشاد صاحب نے سنایا تھا۔ یہ مقالہ بعد میں افغانستان کے مجلہ ”وہمہ“ میں شائع ہوا۔ مقالے کے ساتھ مقالہ نگار کی متعلقہ تقریب کی تصویر بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۶۸</sup>

۱۹۶۶ء میں پاکستانی سفارتخانے میں یوم اقبال کے حوالے سے ایک اور تقریب کا پتا چلتا ہے جس کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی مرحوم نے کی تھی جبکہ اس میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے ڈین ڈاکٹر پروفیسر غلام حسن مجددی نے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔ یہ مقالہ اقبال ریویو نے تقریب کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔<sup>۶۹</sup>

ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے پروفیسر غلام حسن مجددی کے دو مقالات کا حوالہ دیا ہے جو بقول ان کے موصوف کے یہ دونوں مقالے ان کے وہ خطاب ہیں جو ”یوم اقبال“ کے موقع پر پاکستانی سفارتخانے نے (کابل) کے زیر اہتمام انھوں نے پڑھے تھے۔ یہ مقالات (۱) دو ماہی ادب کابل جون جولائی ۱۹۶۵ء، یاد بود علامہ اقبال، صفحہ ۳۰ تا ۳۸ - (۲) اپریل تا جولائی ۱۹۶۷ء، فلسفہ اقبال، صفحہ ۳ - ۸ شائع ہو چکے ہیں۔<sup>۷۰</sup>

۳۰ دسمبر ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے افغانستان میں بھی تقاریب منعقد ہوئیں۔ اس موقع پر ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیو ریم میں ایک عظیم الشان سیمینار منعقد ہوا جس میں سفارت کاروں اور افغانستان کے ممتاز سکالروں، شعرا اور ادبانے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار کے آغاز میں افغانستان کے صدر جناب سردار محمد داؤد خان کا مندرجہ ذیل پیغام پڑھ کر سنایا گیا:

I am pleased to express my sincere congratulation on the observation of the centenary of birth of Allama Muhammad Iqbal, the valiant thinker, poet and man of letters of east and the world of Islam. Allama Muhammad Iqbal undoubtedly, is one of the Humanist and pious figures who are bestowed upon the world of Humanity and occasionally. This renowned philosopher, as he endowed his valuable work to the richness of thought and human civilisation had a profound interest in our country. Afghanistan, and left as legacy part of his eloquent poems to our people

The people of our country hold in respect this great son of east, who was amply inspired by the thought of our scholar such as Hakeem Sanai Ghaznawi and Maulana Jalal-ud-Din Bulkhi and has enriched their valuable teaching with this own propound thoughts and sensitiveness.

With the expression of the best wishes I wish for the success of the scholars who have gathered in this scholarly meeting.

Muhammad Daud

President

Of the Republic of Afghanistan

اس کے بعد افغانستان کے وزیر اطلاعات و ثقافت پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم نے اپنے افتتاحی خطاب میں اور سیمینار کے اعزازی چیئرمین پروفیسر عبدالہادی داوی اور کابل یونیورسٹی کے ریکٹر پروفیسر عبدالسلام عظیمی نے اپنے خطبات میں مفکر اسلام شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جبکہ کابینہ کے وزیر سید محمد قاسم رشتیانے اقبال و افغانستان ڈاکٹر سید مخدوم رحیم نے عظیم افغان مفکر اقبال اور افغانستان کے نامور محقق پروفیسر آقائے حبیبی نے ”د اقبال نظریات و افکار“ پر پُر مغز مقالات پیش کیے۔ وزارت اطلاعات کی طرف سے اس موقع پر اقبال کے بارے میں مطبوعات بھی تقسیم کی گئیں۔ جبکہ ریڈیو کابل نے بھی اسی یوم کی مناسبت سے علامہ کے فارسی اور اردو اشعار برابر نشر کیے۔

*The Kabul Times* کے علاوہ روزنامہ جمہوریت (پشتو) اور روزنامہ ہیواد (پشتو) نے اپنے ۲۴ دسمبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں سیمینار کی خبر کو صفحہ اول پر جلی سرخیوں سے شائع کیا اور سیمینار کے فوٹو بھی شائع کیے۔ اس کے علاوہ روزنامہ انیس کابل (فارسی) یکم دسمبر اور ۳ دسمبر کی شماروں میں ”آثار اقبال“ کے عنوان کے تحت فارسی میں ایک

مقالہ دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اور سردار محمد داؤد خان کے پیغام کے علاوہ ”د علامہ اقبال لندہ پیرند گھلو“ (علامہ اقبال کا مختصر تعارف) کے عنوان سے ایک ادارہ بھی شائع کیا اور سیمینار کی خبروں کے علاوہ اقبال کے فوٹو بھی شامل اشاعت ہیں۔

اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کو پروفیسر ڈاکٹر روان فرہادی نے مرتب کر کے معنی عشق نزد اقبال کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

### (د) افغانستان میں اقبالیاتی کتب کا مختصر تحقیقی جائزہ

افغانستان میں حضرت علامہ کے فکر و فن پر مختلف زبانوں میں وقتاً فوقتاً مختلف کتب شائع ہوتی رہی ہیں۔ سنہ اشاعت کی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کتب کی تفصیل و تحقیق حسب ذیل ہے:

۱- پینستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کې۔ (پشتو) (پشتون علامہ اقبال کی نظر

میں) از عبد اللہ بختانی خدمتگار

افغانستان میں حضرت علامہ سے متعلق لکھی جانے والی پہلی باقاعدہ پشتو کتاب ہے جو پشتو ٹولنہ کابل کے مسلسل نمبر ۱۲۲ کے تحت ۱۳۳۵ھ ش میں شعبہ ترجمہ کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ مؤلف عبد اللہ بختانی اور مصحح و مہتمم راز محمد وینس ہے۔ کتاب کے تعارفی کلمات پشتو ٹولنہ کابل کے سربراہ مشہور اقبال شناس گل باچا الفت نے لکھے ہیں جس میں افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے جناب بختانی کی اس ابتدائی کاوش کو سراہا گیا ہے۔

کتاب کے ٹائٹل پر دائیں جانب کونے پر حضرت علامہ کی تصویر ہے جبکہ ٹائٹل کے وسط میں درہ خیبر کی تصویر اور نیچے علامہ کا یہ شعر درج ہے:

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست

در دل او صد ہزار افسانہ ایست

صفحہ الف، ب پر بختانی صاحب کا تعارفی دیباچہ ہے جبکہ درج ذیل عنوانات کے تحت حضرت علامہ کے فکر و فن کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ جا بجا حسب ضرورت کلام اقبال کے حوالے دیے گئے ہیں۔

صفحہ ۱	علامہ اقبال خوک وو (اقبال کون تھے)
۲ تا ۳	د اقبال نظریات (نظریاتِ اقبال)
۴ تا ۷	پہ مغرب باندی انتقاد (مغرب پر تنقید)
۸ تا ۱۱	مشرق تہ خطاب (مشرق کو خطاب)
۱۲ تا ۲۰	پنبتنو تہ خطاب (پشتونوں کو خطاب)
۲۱ تا ۲۳	- د افغانستان سفر (سفر افغانستان)
۲۳	- خجیر
۲۴ تا ۲۵	- کابل
۲۶	- غزنی
۲۷	- قندھار
۲۸	- پنبتانہ مشاہیر (پشتون مشاہیر)
۲۸ تا ۳۳	- المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ
۳۴ تا ۳۸	- اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ
۳۸ تا ۴۱	- والا حضرت امیر امان اللہ خان
۴۲ تا ۴۶	- اعلیٰ حضرت احمد شاہ بابا
۴۷ تا ۴۸	- سوری شیر شاہ
۴۹ تا ۵۸	- خوشحال خان خٹک
	اقبال دا افغانی شاعرانہ پوہ نظر کی (اقبال افغان شعر کی نظر میں)
۵۸ تا ۵۹	-
۶۰	- اقبال کیست (مرحوم ملک الشعراء قاری)
۶۱	- بر مزار اقبال در لاهور (استاد خلیلی)
۶۲	- د علامہ اقبال پہ تصویر (حمزہ شینواری)
۶۳ تا ۶۴	- اقبال تہ خطاب (قیام الدین خادم)
۶۵	- علامہ مشرق (ملک الشعراء بیتاب)

- د اقبال ویر (مرثیہ اقبال) (گل باچا الفت) - ۶۶  
 بہ یاد علامہ محمد اقبال (محمد ابراہیم غلیل) - ۶۷  
 مأخذات - ۶۸

اس کتاب کے مأخذات میں علامہ کی (۱) مثنوی مسافر، (۲) پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، (۳) پیام مشرق، (۴) جاوید نامہ، (۵) سیرت اقبال از محمد طاہر فاروقی، (۶) دیوان خوشحال خان خٹک، (۷) خوشحال خان خٹک خہ وای از عبدالرؤف بیوناشامل ہیں۔<sup>۷</sup>

جناب بختانی صاحب کے ساتھ مأخذات کے سلسلے میں فضل محبوب مجددی نے جبکہ مولانا قیام الدین خادم نے علامہ کے اردو اشعار کے ترجمہ و تفہیم میں ان کی مدد کی تھی۔ بحیثیت مجموعی افغانستان میں پشتوزبان میں تفہیم فکر اقبال کے سلسلے میں یہ ایک بہتر کاوش ہے جو کہ ابتدائی طور پر افغانستان میں فکر اقبال کو روشناس کرانے کے سلسلے میں بنیادی اہمیت کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

## ۲- آثار اردوی اقبال (جلد اول فارسی) از عبدالہادی داوی

قوس ۱۳۵۶ھ ش میں افغانستان میں بھی حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کا انعقاد ہوا۔ اس سلسلے میں کئی نشریات شائع ہوئیں۔ اس میں ایک اہم کام افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے عبدالہادی داوی کا آثار اردوی اقبال کا شائع ہونا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی اور اس کی اشاعت کا اہتمام افغانستان کی وزارت اطلاعات و کلتور کی مؤسسہ انتشارات بیہقی نے کیا تھا۔

### جلد اول آثار اردوی اقبال

اس جلد میں ۱۴ عنوانات اور ۷۶ ضمنی عنوانات کے ذریعے علامہ کی آفاقی شخصیت کے مختلف فنی و فکری نکات پر بحث کی گئی ہے۔ صفحات درج ذیل ہیں۔

۵ (تذکر و فہرست) + ۱۳۰ (متن) + ۲۵ (تصاویر علامہ و خطاطی کے نمونے)

کتاب کی فہرست بلحاظ عناوین ضمنی عناوین و صفحہ نمبر ذیل ہے:

صفحہ نمبر	اجزائے عنوان	عنوان
۱	حمد	حمد و نعت
۲	نعت	
۳	اقبال ما	مقدمہ
۹	لہجہ وطنیہ و محاورہ	
۱۰	تشریح بعضی کلمات	
۱۱	آثار اردوی علامہ	
۱۳	موسسات دایمی	قدردانی ملت
۱۵	یوم اقبال	
۱۶	طبع آثار	
۱۶	اقبالیست ہا	
۱۶	ترجمہ آثار	
۱۶	در خارج	
۱۷	خاندان	حیات
۱۹	ازدواج	
۲۱	علامہ صوفی است	تصوف
۲۴	تفسیر خودی یا فلسفہ او	
۲۶	دفع استعمار	مقاصد
۳۱	اصلاح نوجوانان	
۳۲ - ۳۱	علاقہ زبان دری بارودو	سیاست زبان و بیان
۳۳	علت شعر گوئی	
۳۴	کیف استعمال زبان دری	
۳۵	مرحلہ شعر او	

۳۶	پرنوبیسی	
۳۷	آمد شعر	اسلوب شعر
۳۸	سبک	
۳۸	حوالہ بہ رجال	
۳۹	نامھائی خیالی	
۳۹	علامہ وادبائی سلف	
۴۱	بدیع و بیان	
۴۲	ملاحظت یا اغلاق	
۴۴	عناوین اشعار	
۴۴	تاریخ و مقام انشاد	
۴۵	گریز از لفاظی	
۴۷	تمہید	جلد اول اقبال نامہ
۵۱	مولانا سید سلیمان ندوی	
۵۸	سید راس مسعود	
۶۱	محمد عباس لمعہ	
۶۳	عبد الماجد	
۶۵	مخدوم الملک	
۶۷	غلام السیدین	
۶۸	پروفیسر الیاس برنی	
۶۹	مولوی مسعود ندوی	
۷۰	پروفیسر شجاع	
۷۰	صفر اہالیون بیگم	
۷۲	مشی انجمن تبلیغ اسلام نیرنگ	
۷۳	عشرت رحمانی	

۷۵ - ۷۴	مقالہ بر فلسطین	جوابیہ انتقادات
۷۶	تمہید	جلد دوم اقبال نامہ
۷۶	قائد اعظم	
۷۷	کش پر شاد	
۸۱	عبدالرحمن و عبداللہ چغتائی	
۸۴	مولوی صالح محمد	
۸۵	مولوی محمد اکبر	
۸۹	خواجہ حسن نظامی	
۹۱	پیغلہ عطیہ فیضی	
۹۳	پروفیسر محمد اکبر	
۹۵	محمد جمیل	
۹۶	مولوی عبدالحق	
۹۷	شاطر	
۹۸	محمد دین	
۹۸	سید نذیر نیازی	
۹۹	قاضی نذیر احمد	
۱۰۱	صاحبزادہ آفتاب احمد خان	
۱۰۳	خلیل خالد	
۱۰۶	سید نذیر نیازی	مکتوبات اقبال
۱۰۸	تمہید	ضربِ کلیم
۱۱۰	اسلام و مسلمانان	
۱۱۲	تعلیم و تربیت	
۱۱۳	جنس لطیف	
۱۱۶	ادبیات و فنون لطیفہ	



۱۱۹	سیاسیات شرق و غرب	
۱۲۱	محراب گل افغان	
۱۲۵	تمہید و تعریف	ارمغانِ حجاز
۱۲۶	مجلس مشاورہ ابلیس	
۱۲۸-۷۲	نصیحت بلوچ	
۱۲۹	بیاض ضیغم کشمیری	

اس جلد میں علامہ سے متعلق بعض تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔ جن کی ترتیب وار تفصیل حسب ذیل ہے۔

شمار	عنوان	ملحقہ صفحہ نمبر
۱-	علامہ اقبال	۱۶
۲-	شیخ نور محمد قبلہ گاہ، علامہ اقبال ۱۷ اگست ۱۹۳۰ء وفات یافت	۱۷
۳-	مسجد حسام الدین درسیا لکوت درس گاہ اول اقبال	۱۸
۴-	پوہنتون پنجاب کہ علامہ ساہادر آن ممتحن زبان عربی بود	۱۹
۵-	مزار مبارک حکیم سنائی در غزنی کہ سبب گریہ زیاد علامہ مرحوم گردید	۲۲
۶-	مولانا جلال الدین بلخی ثم الرومی (۱۲۰۷ - ۱۲۷۳ م)	۳۰
۷-	ورود علامہ اقبال بہ الہ آباد برائی ریاست اجتماع آل انڈیا مسلم لیگ کہ دران برائی یک کشور مستقل مسلمانان ہند و حفظ آزادی افغانان صوبہ سرحد (پشتونستان نطق داد)	۳۱
۸-	ریاض منزل بھوپال (۱۹۳۶ء)	۳۴
۹-	علامہ رامرحوم صلاح الدین سلجوقی جزال قونسل افغانستان در ہند بر سیشن لاہور مشابعت و وداع میکند وقتیکہ علامہ برائی روند تمیل کانفرنس بہ لندن رفتن میخواستہد	۳۵
۱۰-	علامہ مرحوم باپیرش بنسا پغلی جاوید ۱۹۲۹ء	۱۰۴
۱۱-	علامہ مرحوم در مسجد شاہی لاہور آن شعر خود را می شنواند کہ عنوان آن است کجضور حضرت رسالتماآب	۱۰۴ (الف)

- ۱۲- مولوی سید حسن متوفائی ۱۹۲۹ء معلم عربی و درسی و رہنمائی علامہ اقبال (۱۰۴) (ب)
- ۱۳- لسان العصر سید اکبر الہ آبادی مرحوم (۱۰۴) (ج)
- ۱۴- علامہ اقبال در مسجد قرطبہ نمازی گزارد (۱۰۴) (د)
- ۱۵- علامہ وسید سلیمان ندوی و سر راس مسعود رحمہم اللہ تعالیٰ در باغ بابر کابل (۱۰۴) (ه)
- ۱۶- دعوتی کہ بہ شرف ورود علامہ سید سلیمان ندوی و سر راس مسعود در کابل دادہ شدہ است (۱۰۴) (و)

۱۷- حیات علامہ در لیسہ کمبرج (انگلستان) باہموطنانش خصوصاً شیخ عبدالقادر و پیغلہ عطیہ

(۱۰۴) (ز)

۱۸- لیسہ دولتی لاہور درس گاہ علامہ (۱۰۴) (ح)

۱۹- علامہ اقبال باہیت سیار الازھر (پوهنتون قدیم و مشہور مصر) کہ بہ لاہور بودند

(۱۰۴) (ط)

۱۹۳۷ء

۲۰- مرحومہ امام بی بی مادر علامہ اقبال کہ در ۹ نومبر ۱۹۱۴ء وفات یافت (۱۰۴) (ی)

۲۱- پوهان و لفگانگ فان گویتہ شاعر المانی (۱۷۲۹ - ۱۸۳۲م) (۱۰۴) (ث)

۲۲- علامہ بانواب ذوالفقار علی خان در شملہ ہند با محمد حیدر خان جزال قونسل افغانستان و

۱۳۰

ہمکاران افغان او

۲۳- منظرہ اشتر اک اہالی لاہور در جنازہ علامہ مرحوم (۱۳۱)

۲۴- علامہ در وسط اعضائی ادارہ معارف اسلامیہ لاہور ۱۹۳۳ء آخر

۲۵- مزار علامہ کہ سنگ قبر آن در افغانستان لاجوردنشان شدہ است آخر

کتاب کے آغاز میں ”تذکر“ کے عنوان سے افغانستان کے وزیر اطلاعات و کلتور پوہاند

نویں کے چند تعارفی کلمات شائع ہوئے ہیں۔

یکی از مردانیکہ در عصر حاضر تمام عمرش را وقف گستن زنجیرہائی استعمار و خدمت بہ

ملل مشرق زمین کردہ است علامہ اقبال میباشد۔ اونہ تنہا بہ عنوان یکی از آغازگران نہضت

آزاد بخواہی در نیم قارہ شہرت دارد بلکہ بہ حیثیت شاعر و فیلسوف و سخنمدانی بزرگ نیز حایز

مرتبت والا بیست کہ بہ شخصیت و چہرہ درخشانش ابعاد متنوع میدہد۔ و اما احساس و قضاوت ما افغانہا بر علاوہ ارج گزاری بہ مقام سیاسی و ادبی این فرزند نامی خاور زمین از منبع دیگری نشان می کند از جائیکہ اقبال می گوید۔

آسیا یک پیکر آب و گل است

کشور افغان در آن پیکر دل است

او افغان دوستی بزرگ بود و ہمیشہ در امر بیداری مشرق زمین نظری خاص بسر زمین ماداشت و در آثار چون پیام مشرق، پس چہ باید کرد اقوام مشرق و مسافر و دیگر مجموعہ ہائی شعرش از ملت افغان بعنوان ملتی آزادہ سرفراز و زنجیر گسل استعمار و استبداد یاد کردہ است۔ ماصواریہ یاد این بزرگ مرد را گرامی میداریم و خوشحالیہم کہ در از آنخمرہ محبت عالمانہ و شاعرانہ این کتاب ارزشمند را بہ کوشش و تدوین و تالیف استاد گرانمایہ بناغلی عبدالہادی داوی بہ زیور طبع می آرہیم و معنآ دانی دین می کینم۔<sup>۳۷</sup>

ترجمہ: عصر حاضر کے ان مردان حق میں سے ایک علامہ محمد اقبال ہیں جنہوں نے زندگی بھر استعماری قوتوں کی زنجیروں کو توڑنے اور مشرقی اقوام کی خدمت کرنے میں انتھک جدوجہد کی۔ وہ نہ صرف برصغیر کی جدوجہد آزادی کے بانوں میں سے تھے بلکہ بحیثیت شاعر و فلسفی ان کے گراں قدر خیالات نے ان کی شخصیت میں شاندار اضافہ کیا تھا۔ البتہ ہم افغانوں کے لیے ادبی و سیاسی مقام کے علاوہ بھی سرزمین مشرق کے اس عظیم فرزند کے احسانات ہیں جنہوں نے فرمایا:

آسیا یک پیکر آب و گل است

کشور افغان در آن پیکر دل است

وہ افغانوں کے بہت بڑے دوست تھے۔ وہ مشرق کی بیداری میں ہمیشہ ہماری سرزمین کو ایک خاص توقع آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اپنے آثار خاص کر پیام مشرق، پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق و مسافر اور دیگر شعری آثار میں ملت افغان کو ملت آزاد و سرفراز، زنجیر گسل استعمار و استبداد کے نام سے یاد کیا ہے۔ ہم اس عظیم محسن کی یاد کو احترام

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

سے منار ہے ہیں اور خوش ہیں کہ ان کی اس عالمانہ و شاعرانہ محبت کی بنیاد پر ہم جناب عبدالہادی داوی کی کوشش و تدوین سے یہ کتاب شائع کر رہے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں مولانا جامی قدس سرہ کی مثنوی یوسف زلیخا سے حمد شامل کی ہے جس کا مطلع اور آخری بیت درج ذیل ہیں:

الہی غنچہٴ امید بکشائی      گلی از روضہٴ جاوید بنائی  
بیا ساقی رہا کن شرمساری      ز صاف و درد پیش آر آنچه داری <sup>۴۴</sup>  
حمد کے ذیل میں حکیم سنائی غزنوی کے ۱۴ نعتیہ ابیات نعت کے عنوان سے شامل کیے ہیں پہلا اور آخری بیت درج ذیل ہے:

چون تو بیماری از هوا و هوس      رحمت للعالمین طیب تو بس  
در حریم وی سلامت جوئی      شرم دار از حرام دست بشوئی  
مولانا جامی اور حکیم سنائی کی حمد و نعت کی اس اشاعت کو مؤلف نے افغانستان کے ان زعماء اقبال کے اخلاص و عقیدت کا سبب لکھا ہے۔ <sup>۴۵</sup>

اس کے بعد جناب داوی کے پانچ صفحات پر مشتمل مقدمہ شروع ہوتا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں فقط علامہ کے اردو آثار کے نام وغیرہ درج کرانا نہیں بلکہ علامہ کے مقاصدِ حیات و افکار خصوصاً افغانوں کے لیے دلچسپی کے امور کو اجاگر کرنا ہے۔ ”اقبال ما“ کے عنوان کے تحت اقبال کو خالصتاً ایک مسلم شاعر ہونے کی بنا پر اپنا شاعر کہا ہے۔ علامہ کی اس رباعی کا حوالہ دیا ہے:

”تو اے کو دک منش خود را ادب کن      مسلمان زادہ ترک نسب کن  
برنگ احمر و خون و رگ و پوست      اگر نازد عرب ترک عرب کن <sup>۴۶</sup>

اقبال نے کبھی بھی مسلمانانِ ہند کے ہندی ہونے کی بنا پر خدمت نہیں کی ہے بلکہ فقط مسلمان ہونے کے ناتے ان کے لیے سرگرم عمل رہے۔ بقول سنائی:

سخن کز بہر حق گوئی چہ عبرانی چہ سریانی  
مکان کز بہر حق جوئی چہ جا بلقاء چہ جا بلساء

اقبال افغانوں سے قلبی و صمیمی محبت رکھتے تھے۔ جاوید نامہ میں افغانستان سے متعلق ارشاد فرمایا۔ پیام مشرق میں ملت اسلامیہ کے ممالک کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا۔ جبکہ افغانستان سے کئی توقعات وابستہ رکھتے ہوئے افغانوں کی تعریف و توصیف کی۔<sup>۷۷</sup> داؤدی نے ان تمام دلائل کے اثبات میں جا بجا علامہ کے اشعار کے حوالے دیے ہیں۔ ساتھ ہی جا بجا علامہ کی ان لغات، اصطلاحات و تعبیرات کی نشاندہی کی ہے جو انھوں نے مثنوی معنوی، عطار، حدیقہ، حکیم سنائی اور آثار جامی سے مستعار لی ہیں۔

عبدالہادی داؤدی نے آثار اردوی اقبال میں علامہ کے درج ذیل اردو آثار متعارف کرائے ہیں:

- ۱- مکتوبات الف۔ اقبال نامہ دو جلد از پروفیسر شیخ عطاء اللہ۔
- ب۔ مکتوبات اقبال ایک جلد از سید نذیر نیازی۔
- ج۔ خطوط اقبال ایک جلد از عطیہ فیضی۔
- ۲- ضربِ کلیم شعری مجموعہ۔
- ۳- ارمغان حجاز حصہ اردو۔
- ۴- خطبات اقبال مختلف تقاریر، بیانات و خطبات کا اردو ترجمہ۔
- ۵- بانگِ درا اردو اشعار کا مجموعہ۔
- ۶- اخبارات و رسائل کے لیے لکھے گئے نثری مضامین۔
- ۷- بال جبریل اردو شعری مجموعہ۔
- ۸- شاد اقبال مجموعہ مکاتیب۔
- ۹- مکاتیب اقبال رئیس جالندھر نیاز الدین خان کے نام ۷۹ مکاتیب کا مجموعہ۔
- ۱۰- مضامین اقبال علامہ کے چودہ مضامین کا مجموعہ جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔
- ۱۱- علم الاقتصاد اردو میں لکھی گئی علامہ کہ پہلی کتاب لیکن چونکہ علامہ کے شاعرانہ و فلسفیانہ افکار سے ہم آہنگ نہیں اس لیے ان پر بحث نہیں کی جائے گی۔
- ۱۲- فلسفہ عجم میر حسن الدین نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔<sup>۷۸</sup>

جناب عبدالہادی داؤدی نے جلد اول میں صرف ان چار کتب کو منتخب کیا ہے:

(۱) اقبال نامہ

(۲) مکتوباتِ اقبال

(۳) ضربِ کلیم

(۴) ارمغانِ حجاز

”مؤسساتِ دائمی“ کے عنوان سے علامہ اقبال کے نام پر بنائی گئی مختلف انجمنوں کا

حوالہ دیا گیا ہے۔ بزمِ اقبال، اقبال سوسائٹی، اقبال اکادمی، ادارہ اقبال وغیرہ۔

اس کے ساتھ اس شدید خواہش کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ کاش اگر افغانستان میں بھی علامہ کے نام سے منسوب کوئی تنظیم بنائی جائے یا علامہ کے نام سے کسی عمارت کو موسوم کیا جائے تو اس عظیم شخصیت کے حق کی ادائیگی میں پیش رفت ہو جائے۔<sup>۷۹</sup>

آثارِ اردوی اقبال کے لکھنے تک اقبال پر کیے گئے بنیادی کام کو زیرِ تحقیق لایا گیا ہے۔ یومِ اقبال، طبعِ آثارِ اقبال، اقبالیات، اقبالیات کے تراجم، عالمی سطح پر اقبال پر کیا گیا کام وغیرہ۔ اقبال کی حیات اور ازواج پر بحث کے ساتھ ساتھ تصوفِ اقبال، تفسیرِ خودی یا فلسفہٴ اقبال پر بحث کی گئی ہے۔

علامہ کے مقاصد کا تعین کیا گیا ہے، جن میں دفعِ استعمار و حکومتِ ازہند، و اصلاحِ جوانان شامل ہیں۔ علامہ کی سیاست، اردو و دری کی مماثلت، علامہ کی علتِ شعر گوئی، علامہ و استعمالِ زبانِ دری، مراحلِ شعراءِ اقبال، پرنوئسی وغیرہ بھی زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ علامہ کے اسلوبِ شعر کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے:

آمدِ شعر، سبک، حوالہ بہ رجالِ گذشتہ، نام ہائے خیالی علامہ و ادبائے سلف، علامہ و بدلیج و بیان، ملاحظت یا اغلاق، عناوین اشعار تاریخ و مقام، انشا، گریز از لفاظی و لسانی۔

اردو آثار کے سلسلے میں پہلے اقبال نامہ کا مجموعی تعارف تمہید کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اقبال نامہ میں درج ذیل تین ہستیوں کے نام مکاتیب

موجود ہیں:

- ۱- مولانا سید سلیمان ندوی ۷۰ مکتوبات۔
  - ۲- ڈاکٹر سید راس مسعود مرحوم اور ان کی اہلیہ اور اسی طرح ممنون حسن خان ۳۷ مکتوبات۔
  - ۳- ڈاکٹر محمد عباس علی خان المتخلص لمعہ ۲۹ مکتوبات۔
- سید سلیمان ندوی کے نام اقبال کے کئی مکتوبات کا فارسی ترجمہ جناب داوئی نے پیش کیا ہے۔ ان میں مکتوب ۲۰ - ۲۵ - ۲۸ - ۳۳ - ۳۷ - ۳۸ شامل ہیں۔ جبکہ جناب ندوی کے ساتھ علامہ کے ان تمام مکتوبات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان مکتوبات میں مکتوب نمبر ۳۳ بنام سید سلیمان ندوی کا فارسی ترجمہ درج ذیل ہے:

لاہور ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء

مخدومی السلام علیکم

درین ایام پوهنتون مشہور مجاہد امریکا (کولمبیا) ایک کتابی بنام (نظریات مسلمین درباب مالیات) شائع نموده درین کتاب نوشتہ است کہ اجتماع امت نص قرآنی را منسوخ کرده میتوانند.....

مصنف علاوہ میکند کہ نزد بعضی حنفا و معتزلہ اجماع امت این اختیار را دارد۔ ولی او ہم حوالہ نمی دہد لہذا از حضور شما این سوال را میکنم کہ ایادر آثار فقہی ازین قبیل چیزی یافتہ میشود؟ سوال دیگر اینکه رائی شخص شما درین باب چہ است؟ بندہ از حضور مولوی ابوالکلام صاحب نیز در عرضہ ئی پرسیدہ ام اگر جناب شما زود جواب بدہید نہایت ممنون خواہم شد۔

مخلص شما محمد اقبال بیر ستر

۳۳ میکلودرود لاہور ۸۰

سر راس مسعود کے نام علامہ کے مکاتیب نمبر ۵ - ۳ - ۷ - ۸ - کے فارسی تراجم دیے گئے ہیں۔ مکتوب نمبر ۸ کا فارسی ترجمہ پیش ہے:

لاہور ۲ جولائی ۱۹۳۳ء

جناب مکرم السلام علیکم

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

نوازش نامہ شامحال رسید۔ شکران مر اہن پذیرید۔ من بہ بسیار خوشی مضمون را خواہم نوشت۔ ولی نہ درین دسمبر زیر اولاشاید خارج بردم اگر ہاشم ہم برائی نوشتن یک مقالہ دیگر وعدہ کردہ ام اگر سید راس مسعود برائی سال آئیندہ بخوانند من حاضر م۔

شمار در اخبار خود مضمون مرا کہ در جریدہ انگلیسی طبع شدہ است ذکر کردہ اید۔ آن در اصل یک (مخاطبہ) بود کہ در جواب سوالات بانامہ نگار یک اخبار (ہنگری) کردہ بودم۔ چنان معلوم میشود کہ نامہ نگار مذکور آنرا بصورت یک مضمون مستقل ساختہ وبہ اخبارات انگلیسی فرستادہ است و بسی مطالب ضروری را کشیدہ و ترک نمودہ است شاید بجهت حفظ ربط مضمون خود عجبت کہ در جریدہ (ہمدوم) لکھنو کہ ام آقائی بران اعتراضات کردہ است زیرا مقاصد مضمون مذکور در دست فہمیدہ نتوانستہ است۔

شمار در مکتوب سابق خود بسبب ترجیح دادن من اصول اجتماعی اسلام را بر اصول وطنیت مرا امام العصر خواندہ اید من عرض شکران میخایم۔

یک جریدہ نیشنلسٹ (قوم پرست) کہ چہار مدیر مسلمان دارد و شمارہ اول آن امر وز در لاہور نشر شدہ است مینویسد کہ ”اقبال عذر لنگ و وطنیت ترا شیدہ است“ بینید کہ نوجوانان مسلمانی کہ در کالج ہائی مغربی تحصیل کردہ از نقطہ نظر روحانی چقدر فرومایہ اند آنہا نمیدانند کہ اسلامیت چیست و وطنیت چیست۔ نزد آنہا وطنیت محض یک اشتقاق لفظ وطن است و بس۔

امیدست بعافیت باشید

محمد اقبال<sup>۱۱</sup>

داوئی صاحب نے پروفیسر خواجہ ایف ایم شجاع کے نام دو مکاتیب کافارسی ترجمہ و تلخیص (محررہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء از لاہور و ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء) بھی پیش کیے ہیں۔ اس کے علاوہ میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے مکتوب کافارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان مکتوبات کے علاوہ درج ذیل مکتوبات کے فارسی تراجم و تلخیصات بھی کتاب میں شامل ہیں۔

- بنام حافظ محمد فضل الرحمن انصاری

- بنام سرکشن پرشاد محررہ یکم نومبر ۱۹۱۶ء

- ایضاً محررہ ۳۰ جون ۱۹۱۷ء



- بنام محمد عبداللہ چغتائی محررہ ۱۴/ جون ۱۹۳۷ء
- بنام مولوی صالح محمد
- بنام لسان العصر مولوی اکبر الہ آبادی محررہ ۹ نومبر ۱۹۱۱ء
- ایضاً محررہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۸ء
- بنام خواجہ حسن نظامی محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۶ء
- ایضاً محررہ ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء
- بنام عطیہ فیضی محررہ ۳۱ اگست ۱۹۲۰ء

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ متذکرہ بالا مکتوبات کے تراجم دیتے وقت جناب داؤدی نے وضاحتی نوٹ بھی تحریر فرمائے ہیں۔ متذکرہ بالا اور ان کے علاوہ علامہ کے مکتوبات کے حوالے سے بعض نکات پر جا بجا تفصیلی تحقیقی و تنقیدی جائزے بھی پیش کیے ہیں جن میں سے بعض خاصے اہم ہیں۔ بعض اشخاص سے متعلق اہم یادداشتیں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔

مکتوبات اقبال پر دو صفحات کی مختصر بحث کے بعد ضربِ کلیم کے مشمولات کا صفحہ نمبر ۱۰۸ تا ۱۲۴ کا عالمانہ و محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ جا بجا مختلف اشعار کی تشریحات کی گئی ہیں۔ جبکہ حسب ضرورت بعض اشعار کے منظوم فارسی تراجم بھی پیش کیے ہیں۔

اگرچہ جناب داؤدی نے ”لالی ریختہ“ میں ضربِ کلیم کے ۷۶ قطعات کے فارسی منظوم تراجم پیش کیے ہیں لیکن یہاں بھی بعض تراجم کے حوالے دیے گئے ہیں مثلاً:

خودی است تیغ فساں لا الہ الا اللہ

دروست سر نہاں لا الہ الا اللہ

بہ جستجوی براہیم خود بود ایں عصر

ضمم کدہ است جہان لا الہ الا اللہ<sup>۸۲</sup>

کتاب کے آخر میں پانچ صفحات میں ارمغانِ حجاز کے مشمولات پر عالمانہ و محققانہ تجزیہ

پیش کیا گیا ہے۔

## آثار اردوی اقبال جلد دوم از عبدالہادی داوئی

یہ جلد بھی افغانستان کی وزارت اطلاعات و کلتور کی مؤسسہ انتشارات نبیہتی کی جانب سے قوس ۱۳۵۶ھ ش (۱۹۷۷ء) میں شائع ہوئی۔

صفحات ۲ (فہرست) + ۲ (تذکر) + ۴ مقدمہ بانگ درا + ۹۵ (متن کتاب) + ۶ (درست نامہ)

جملہ = ۱۰۹

جلد دوم آثار اردوی اقبال کی فہرست درج ذیل ہے:

صفحہ نمبر	اجزائے عنوان	عنوان
الف		تذکر
ب	مقصد مترجم	
۱	دیباچہ	
۱۳		اطفال و جوانان
۱۳	ہمدردی	
۱۴	سرود ملی	
۱۵		مناظر طبیعیہ
۱۶	گل رنگیں	
۱۷	گل پژمرده	
۱۸	نوید صبح	
۱۹	موت	
۲۰		اسلامیات
۲۰	فاطمہ	
۲۱	قطعہ	
۲۲	ترانہ ملی	
۲۳	غرہ شوال	

مسلم

عشق و محبت

عاشق ہرجائی

وصال

غزل

ایقانہ و اخطار

تصویر

شکوہ

جواب شکوہ

شفاخانہ حجاز

شع و شاعر

خضر راہ

طلوع اسلام

فلسفہ

استفسار از خفتگان خاک

عید

پیام

فلسفہ غم

مراثی

غزلیات

ظرافت

مقالات

کتاب کے آغاز میں افغانستان کے وزیر اطلاعات و کلتور ڈاکٹر پوهاند نوین کی تعریفی و توصیفی تحریر ”تذکر“ کے عنوان سے شائع ہوئی ہے:

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

اقبال چہرہ ایست در خشان و الہام بخش کہ فلسفہ آزادی و وطن پرستی بانام آن رابطہ ناگستنی دارد۔

اقبال شاعر است شیوا بیان و شیریں کلام کہ شعر و ادب دری و ارو اذان رنگ جاویدان داشته و وطنین آہنگ آن بردل ہر صاحب دل اثری گزارد۔

اقبال فرزند ارجمند است کہ مادر مشرق افتخار پرورش آزاداشته و خجستہ ترین آرزوہا و آمال رادر شخصیت گرانمایہ او خلاصہ کردہ است۔ اقبال این شاعر و فیلسوف ہمایہ شرق بنا بر علاقیت و دبستگی عمیقیکہ بہ مردم فرہنگ و آزادی کشور افغان داشته افغانستان را مشعلدار آزادی شرق و مایہ امید و راستی از استعمار میداند۔

(ملتی آوارہ کوه و دمن

در رگ او خون شیران موزن)

(زیرک و روئین تن و روشن جبین

چشم او چون جره بازان تیز بین)

در پانچ بہ نکوترین و ژرفترین احساسات علامہ بافغانستان ما از اقبال رسالت انسانی اقبال۔ تابش نبوغ فکری و مبارزہ اقبال در قبال تحریک حسن آزاد بخواہی جوامع شرق خاصا جنبش ہائی نجابتبخش از سلطہ استعمار وقت در نیم قارہ بامنت داری خاصی ہموارہ استقبال می نمایم و در مقام تجلیل از شخصیت بزرگوارشان کہ خیر اباہرکاری مؤسسہ فرہنگی یونیسکو برگزاشد یاد آوری نمودہ رہبر انقلاب جمہوری افغانستان بناعلی محمد داؤد در پیامیکہ بدین مناسبت بہ اجتماع لاہور فرستادند چنین ارشاد فرمودہ اند ”علامہ اقبال بدون شبہ یکی از رجال بشر دوست و پاکیزہ سرشتیست کہ روزگار گاہہگاہی بہ جهان انسانیت ار مغان می نماید آن فیلسوف شہیر چنانکہ آثار گرانہائی خود را وقف غنائی اندیشہ و ثقافت انسانی نمود علاقہ خاصی بہ کشور ما افغانستان ابراز میداشت و بخشی از اشعار ابدار خود بہ مردم ما بہ یادگار گذاشت۔

با این تذکر مختصر مسروریم جلد دوم آثار اردوی اقبال را کہ در نتیجہ سعی استاد عبد الہادی داوئی گردیدہ و این دست آور دار زندہ مبین احساسات عمیق و احترام بی شائبہ ملت افغان بمقام والای علامہ می باشد جہت آشنائی بہتر ہموطنان عزیز با علامہ اقبال و افکار و آثارش تقدیم می نمایم“

پوهاند دکتور نوین

وزیر اطلاعات و کلتور<sup>۸۳</sup>

ترجمہ: اقبال ایک ایسا روشن و منور چہرہ ہے جس کے پر تو سے فلسفہ آزادی و وطن پرستی کو روشنی عطا ہوئی ہے۔ اقبال ایک ایسا شاعر شیوا بیان ہے جس کے کلام کی شیرینی سے فارسی شعر و ادب کو شیرینی ملی ہے۔ ان کے اشعار کے آہنگ نے ہر صاحب دل کے دل پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

اقبال ایک ایسا فرزندِ ارجمند ہے جس کی پرورش مادرِ مشرق کے لیے باعثِ فخر ہے۔ ان کی شخصیت کی تشکیل میں اعلیٰ اوصاف کو یکجا کیا گیا ہے۔ اقبال مشرق کے عظیم شاعر و فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ افغانوں، ان کی سرزمین آزادی اور تہذیب سے بھی محبت رکھتے تھے۔ وہ سرزمین افغانستان کو آزادی مشرق کا منبع اور استعمار سے نجات دہندہ تصور کرتے تھے.....

بانگِ درا پر جناب داوئی نے فارسی میں مختصر مقدمہ تحریر کیا ہے۔ ان کے زیر مطالعہ بانگِ درا کے بائیسویں ایڈیشن ۱۹۶۳ء کا مطبوعہ نسخہ رہا ہے۔ بقول ان کے طبع اول ۱۹۲۴ء تا ان زیر استعمال نسخہ ۱۱۹۲۰۰ (ایک لاکھ انیس ہزار دو سو) نسخے شائع ہو چکے ہیں اور بقول ان کے ہندوستان و پاکستان میں کسی بھی شاعر کو اتنی محبوبیت و مقبولیت نصیب نہیں ہوئی ہے۔

مقدمہ میں علامہ کی شاعری کے ادوار، ان کے اشعار، غزلیت، رباعیات، قطعات وغیرہ کی تعداد پر تحقیق کی گئی ہے۔ بانگِ درا کے مضامین کو نواصافِ عنوانین میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) برائے اطفال

(۲) مناظرِ طبعیہ

(۳) اسلامیات

(۴) عشق و محبت

(۵) ایقاظ

(۶) فلسفہ

(۷) قدردانیِ ہاہ و مرآت

(۸) غزلیات

(۹) ظرافت

شیخ عبدالقادر میر سٹریٹ لاکے مکمل دیباچے کا فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس دیباچے کے ترجمے کے ساتھ ساتھ جناب داؤدی نے جا بجا علمی و معلوماتی تشریحات و حاشیے تحریر کیے ہیں۔ جناب داؤدی نے علامہ کی شاعری کو جن نوعنواں اصناف میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ہر عنوان کے تحت بحث اور جا بجا حسبِ ضرورت منظوم فارسی تراجم کیے ہیں۔ ان عنوانین کے تحت ان موضوعات سے متعلق علامہ کے فکری زاویوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اقبال کے کلام کے ان حصوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان موضوعات سے متعلق ہیں۔ حصہ اول اطفال و نوجوانان میں نظم ہمدردی کا منظوم فارسی ترجمہ شامل کیا گیا ہے:

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا	بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پر آئی	اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک	ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سن کر بلبل کی آہ و زاری	جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے	کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری	میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل	چمکا کے مجھے دیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے <sup>۸۴</sup>

(۸۴)

نظم ہمدردی کا منظوم فارسی ترجمہ:

بلبلی بر شاخہ خشک درخت	از غم تنہا پیش خاطر کرخت
گفت روزم در پریدنہا گذشت	شب رسید کل جہان تاریک گشت

مشکلی دارد بہ شب رہ کا فتن  
گفت من حل میکن این غصه را  
حاضر م با جان و تن امداد را  
حق تعالیٰ روشنی داده بمن  
تا ترہ آسودہ مسکن کنم  
ہر کس کہ بدرد دیگران خورد  
وی بودہ بزرگ و دیگران خورد<sup>۸۵</sup>

(۸۵)

ہمدردی کے بعد جناب داوی نے ”ہندوستانی بچوں کا قومی گیت“ کا بھی فارسی منظوم

ترجمہ کیا ہے:

چشتی نے جس زمین میں پیغامِ حق سنایا  
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا  
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے  
یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا  
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا  
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے  
ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسمان سے  
وحدت کی لے سنی تھی دنیائے جس مکان سے  
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے  
بندے کلیمؑ جس کے، پر بت جہاں کے سینا  
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا  
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے<sup>۸۶</sup>

منظوم فارسی ترجمہ:

## سرود ملی برائے بچے ہائے ہندوستانی

زمینی چشتیؒ دران پیغام حق شنواند      چنی کے نانک دران ترانہ وحدت خواند  
 و تاتاریا آزا وطن خود ساختند      مجازہا رشوق آن دشت عرب را فراموش کردند  
 وطن من همان ست، وطن من همان ست  
 آنجا کہ یونانی ہارا حیرت زدہ ساختہ بود      ویتام جہاں علم و ہنر گستر دہ بود  
 خاکش را حق تعالیٰ تا شیر زربخشیدہ      و دامن تر کھارا از الماس معلو نمودہ بود  
 وطن من همان ست، وطن من همان ست  
 جاکہ انجم شکستہ و ریختہ فضائی فارس را      دوبارہ چون کہکشاں درخشانید  
 جاکہ دنیا را سرور وحدت شنوانیدہ      و میر عربؒ را نیمم گوارا از انسو رسیدہ  
 وطن من همان ست، وطن من همان ست  
 پرہت سینائی کہ بندھا کلیم آیندہ      و کشتی نوح آنجا آرامیدہ  
 زمینی کہ در رفعت زردیان فلک است      و در فضائی آن حیات بہشتی موجود ست  
 وطن من همان ست، وطن من همان ست<sup>۸۷</sup>

## گل رنگین

عنوان دوم مناظر فطرت کے مد میں نظم ”گل رنگین“ کا منظوم فارسی ترجمہ کیا ہے:  
 تو شناسائے خراشِ عقدہٴ مشکل نہیں      اے گل رنگین ترے پہلو میں شاید دل نہیں  
 زیبِ محفل ہے، شریکِ شورشِ محفل نہیں      یہ فراغتِ بزمِ ہستی میں مجھے حاصل نہیں  
 اس چمن میں میں سراپا سوز و ساز آرزو  
 اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو  
 توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں      یہ نظر غیر از نگاہِ چشم صورت میں نہیں  
 آہ! یہ دستِ جفا جو اے گل رنگین نہیں      کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گل چیں نہیں  
 کام مجھ کو دیدہٴ حکمت کے الجھیڑوں سے کیا  
 دیدہٴ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا



سوزبانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے      راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے  
میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے      میں چمن سے دور ہوں تو بھی چمن سے دور ہے

مطمئن ہے تو، پریشاں مثل بُورہتا ہوں میں

زخمی شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں

یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو      یہ جگر سوزی چراغِ خانہِ حکمت نہ ہو  
ناتوانی ہی مری سرمایہٴ قوت نہ ہو      رشکِ جامِ جم مرا آئینہٴ حیرت نہ ہو

یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے

تو سن ادراکِ انساں کو خرامِ آموز ہے<sup>۸۸</sup>

### منظوم فارسی ترجمہ:

#### ”گل رنگین“

چون شناسائی خراشِ عقدہٴ مشکل نہ ئی      ای گل رنگین مگر داری حسن و دل نہ ئی  
زیب بزم اما شریکِ شورشِ محفل نہ ئی      ہچو مشغول بزمِ ہستی عاجل نہ ئی

من درین گلشن سراپا سوز و ساز آرزو

زندگانی تو لیکن بی گداز آرزو

کندنت از شاخسار ای گل مرا آئین نہ بود      این نظر غیر از نگاہِ چشم صورت بین نہ بود  
آپنچنین دست جفایم ای گل رنگین نہ بود      چون بفہمانم مرا خاصیتِ گلچین نہ بود

کی برائی دیدہٴ حکمتِ نمایم پارہ ات

میکنم با چشمہائی بلبلی نظارہ ات

با وجود صد زبانت خامشی منظور شد      این چہ اسرار کاندر سینہ ات مستور شد؟  
صورت من نیز چون برگِ ریاضِ طور شد      بھر تو ہم ہچو من طرفِ چمن ہا دور شد

مطمئنئی تو ولی آشفتهٴ من چون بو شدم

زخمی شمشیرِ ذوقِ جستجو ہر سو شدم

این پریشانی مگر سامانِ جمعیت شود      این جگر سوزی چراغِ خانہِ حکمت شود

نا تو انیھائی ما سرمایہ قوت شود رشک جام جم ہمین آئینہ حیرت شود  
 این تلاش متصل شمع جهان افروز شد  
 تو سن ادراک انسانی را خرد آموز شد<sup>۸۹</sup>

### گل پژمرده

کس زبان سے اے گل پژمرده تجھ کو گل کہوں کس طرح تجھ کو تمنائے دل بلبل کہوں  
 تھی کبھی موج صبا گھوارہ جنباں ترا نام تھا صحن گلستاں میں گل خنداں ترا  
 تیرے احسان کا نسیم صبح کو قرار تھا  
 باغ تیرے دم سے گویا طبلہ عطار تھا  
 تجھ پر برساتا ہے شبنم دیدہ گریاں مرا ہے نہاں تیری اداسی میں دل ویراں مرا  
 میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو  
 ہچو نے از نیتان خود حکایت می کنم  
 بشنواے گل! از جدائی ہا شکایت می کنم<sup>۹۰</sup>

### گل پژمرده کا منظوم فارسی ترجمہ:

باچہ جرات ای گل پژمرده جان گل گویمت با تمنائی دل مشتاق بلبل گویمت  
 یاد وقتی کت صبا گھوارہ جنباں بودہ ست ”نو گل خندان“ ترا درباغ عنوان بودہ ست  
 ہر نسیم صبح احسان تر اقرار داشت  
 نغمہ ات باغ و چمن را طبلہ عطار داشت  
 بر تو شبنم ریز باشد دیدہ گریاں من شد نہاں درپاس تو گویا دل ویران من  
 مینائی می حال برباد سرا تصویر تو زندگانی جو خواہم رایکی تعبیر تو  
 ہچو نی از نی ستان خود حکایت می کنم  
 بشنواے گل! کز جدا ہا شکایت می کنم<sup>۹۱</sup>

### موٹر

نظم نوید صبح کے منظوم فارسی ترجمے کے بعد نظم ”موٹر“ کا فارسی منظوم ترجمہ دیا گیا ہے:

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی      موٹر ہے ذوالفقار علی خان کا کیا خموش  
ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرامِ ناز      مانندِ برق تیز، مثالِ ہوا خموش  
میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر      ہے جادۂ حیات میں ہر تیز یا خموش  
ہے یا شکستہ شیوہ فریاد سے جرس      نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش  
مینا مدام شورشِ قلقل سے پا بگل      لیکن مزاجِ جامِ خرامِ آشنا خموش  
شاعر کے فکر کو پر پرواز خامشی

سرمایہ دارِ گرمیٰ آواز خامشی<sup>۹۲</sup>

منظوم فارسی ترجمہ نظم موٹر:

وی حرف پختہ کی ز جگندر شیندہ ام      موٹر ذوالفقار علی شد خموش  
ہنگامہ آفرین نبود خرامِ ناز      مانندِ برق تیز برنگِ ہوا خموش  
گفتم کہ نیست منحصر موٹر اس کمال      در راہ زندگی شدہ ہر تیز یا خموش  
کردہ ست یا شکستہ جرس رافغان خموش      شد کارواں وی مثالِ صبا خموش  
میناست یا بہ گل ز فغانہائی قلقلش      لیکن مزاجِ جامِ خرامِ آشنا خموش  
از بھر شاعران بر پرواز خامشی

سرمایہ دارِ گرمیٰ آواز خامشی<sup>۹۳</sup>

یہاں پر جناب داؤتی نے حاشیہ میں نواب ذوالفقار علی خان کو علامہ کا دوست بتایا ہے اور ان سے اپنی ملاقات کا حوالہ دیا ہے۔

### فاطمہ بنت عبد اللہ

عنوان ”اسلامیات“ کے تحت نظم ”فاطمہ بنت عبد اللہ“ کا منظوم فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے      ذرہ ذرہ تیری مشقتِ خاک کا معصوم ہے  
یہ سعادتِ حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی      غازیانِ دیں کی ستقائی تری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر! ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر!  
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی! ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!

اپنے صحرا میں بہت آہو ا بھی پوشیدہ ہیں

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!

فاطمہ! گو شبِ نم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے نغمہٴ عشرت بھی اپنے نالہ ماتم میں ہے  
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے! ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے  
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں  
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں آفرینش دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں  
تازہ انجم کا فضائے آسمان میں ہے ظہور دیدہٴ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور  
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمتِ خانہٴ ایام سے جن کی ضونا آشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے

اور تیرے کو کب تقدیر کا پرتو بھی ہے<sup>۹۴</sup>

### نظم ”فاطمہ بنتِ عبد اللہ“ کا منظوم فارسی ترجمہ:

فاطمہ! تو آبروی امت مرحومہ کی ذرہٴ محرومہٴ خاکی ولی معصومہ کی  
در صفِ غزاة سقائی نصیب گشتہ کی خوش سعادت حورِ صحرائی نصیب گشتہ کی  
بین جہاد فی سبیل اللہ بی تیغ و سپر شد جسارت آفرین شوق شہادت آنقدر  
غنجی کی در این گلستانِ خزاں منظرِ عجب اینچنین آتشِ الہی بین خاکسترِ عجب

آہوئی بسیار در صحرا ست پوشیدہ ہنوز

بر تھا در آبر باریدہ ست خوابیدہ ہنوز

فاطمہ گر شبِ نم افشان ست چشم در غمت نغمہٴ فرحت ہم آمد در زمین ماتمت  
تا ز سوز زندگی ہر ذرہ اش لبریز شد رقصِ ہائی خاک تو در دل نشاطِ انگریز شد  
زادہ کی ہنگامہ ہا از تربتِ خاموش خود تاکہ قوم تازہ پروردہ ست در آغوش خود  
گرچہ ماندم پیچر از وسعتِ این مقصدت آفرینش پیشِ بنی میکم از مرقدت

انجم تازہ کند در چرخ دیرینہ ظہور دیدہ انسان بود نا محرم آمنوج نور  
نو برآمد هائی ظلمت خانہ ایام ما تابشش نا آشنائی قید صبح و شام ما

تابشش با کھنہ گی طرز نوی آرد دران

لوکب تقدیر تو خرش پرتوی آرد دران<sup>۹۵</sup>

عنوان اسلامیات کے تحت عرہ شوال یا ہلال عید اور نظم ”مسلم“ کے فارسی منظوم تراجم کیے گئے ہیں۔ جبکہ عنوان عشق و محبت کے تحت ”عاشق ہر جائی“ کا فارسی منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔ دونوں حصوں کے فارسی تراجم ذیل ہیں:

(۱)

بوالعجب مجموعہ اضداد شد (اقبال) ما  
دارد آن دیوانہ رنگین نواہنگامہ ها  
ہم نشین انجم آمد رفعت پرواز او  
باجود می پرستی جہہ دارد سجدہ ریز  
از لباس رنگ عریان مست مثل بوئی گل  
جانب منزل رواں ئی نقش پا مانند موج  
حسن نسوانی بود چون برق بھر فطرتش  
گشتہ آیین تفنن هستی او نامدار  
در حینان شہرت او شد وفا نا آشنا

رونق ہنگامہ مخفل ہم و تھا ہم است  
زینت گلشن ہم و آرایش صحرا ہم است  
کاک دان فرساقدم او فلک پیما ہم است  
در مزایائی مزاجش مشرب مینا ہم است  
طبع حکمت آفرینش مابل سودا ہم است  
لیکن افتادہ مثال ساحل دریا ہم است  
وین عجب بنگر کہ عشقش بازی بی پروا ہم است  
آہ بریک استان گاہی جبین فرسا ہم است  
این تلون کیش سامشہور ہم رسا ہم است

آمدہ اندر جہان با خصلت سیمایی

جان فدائی عادتش دارد عجب بیتابی

(۲)

کردہ مست آشوب عشق آتراچو صحرائی وسیع  
ہر سولیش پھلو و ہر پھلو رنگ دیگر است  
رستخیز کیفیت ہاگو دل شاعر مگو  
مشت خاکی کش نھان زیر قبا آورده ام  
خوش تراش الماس در سینہ فرا آورده ام  
کی خبرداری کہ در سینہ چھپا آورده ام

آرزوہا جلوہٴ نو داشت در ہر کیف آن  
 گرچہ روی نو بود ہر لحظہ مقصود نظر  
 تا مزاج فطرتم از سینیازی جان گرفت  
 کی دہد تسکین تماشا ئی شرار جستہ ی  
 ہر تقاضائی مزاج عشق را ساز و خموش  
 جستجوی کل درازائی وجودم ساری ست  
 چون حیات من ز درد انجامی الفت بود  
 راست گر پرسی ز افلاس تخیل شد وفا  
 فیض ساقی شبنم آسا ظرف دل دریا طلب  
 حسن گر در محفل ہستی چین کم جلوہ بود

اضطرابم دل سکون آشنا آورده ام  
 لیک بھر حسن پیمان وفا آورده ام  
 سوز و ساز جستجو مثل صبا آورده ام  
 تا دل خون گشتہ بی برق آشنا آورده ام  
 تا تجلی چنان کامل وفا آورده ام  
 حسن بیابان و درد بیدوا آورده ام  
 عشق را از قید وفا آورده ام  
 محشر نو ہر دمی درد دل بے آورده ام  
 عطش دایم دارم آتش زیر پا آورده ام  
 پس تخیل کی نہایت من چرا آورده ام

در بیابان طلب پیوست می کوشیم ما

موج بھر یم و شکست خویش بردوشیم ما<sup>۹۶</sup>

جناب داوی نے نظم ”تصویر درد“ کا مکمل فارسی منظوم ترجمہ کیا ہے جبکہ شکوہ کا تعارف بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ شکوہ پر بعض لوگوں کے اختلافات سے لے کر ملت اسلامیہ کی مجموعی بیداری تک مختلف نکات پر بحث کی گئی ہے۔ شکوہ کا تقریباً نصف یعنی ۳۱ میں سے ۱۵ بند منظوم ترجمہ ہو سکے ہیں۔ فارسی ترجمہ شدہ بند نمبر ترتیب سے درج ذیل ہیں:

۵-۶-۷-۸-۹-۱۱-۱۳-۱۵-۲۲-۲۵-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱

جبکہ جوابِ شکوہ کے سلسلے میں وجہ تخلیق اور اس نظم سے وابستہ اسرار و رموز کا دقیق جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ درج ذیل بند فارسی منظوم ترجمہ ہو چکے ہیں:

۷-۹-۱۰-۱۱-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-

۲۲-۲۵-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۶

ذیل منظومات میں بعض کے مکمل اور بعض کے جزوی منظوم فارسی تراجم ہوئے ہیں۔

شمع و شاعر، حضارہ، طلوعِ اسلام، فلسفہ، فلسفہ عجم، مرآتی، ظرافت

مقالات علامہ کے عنوان سے ایک صفحے کی تحریر علامہ کے بعض مقالات کے تعارف میں ہے جبکہ پیام مشرق اگرچہ فارسی میں ہے لیکن اس کا دیباچہ اردو میں ہے لہذا داوئی نے کتاب کے آخر میں پیام مشرق کے اس دیباچے کا فارسی ترجمہ شامل کیا ہے۔

### ۳۔ ”افغانستان و اقبال“

حضرت علامہ کے جشن ولادت کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں افغانستان میں بھی خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔ اخبارات نے خصوصی مقالات شائع کیے۔ اس سلسلے میں کتب بھی شائع ہوئیں۔ ان میں صدیق رہپو کی ترتیب کردہ افغانستان و اقبال بھی شامل ہے۔ جو وزارت اطلاعات و کلتور کی مؤسسہ بیہقی نے دولتی مطبعہ کابل سے ۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء میں شائع کرایا۔ صفحات کی ترتیب و تفصیل درج ذیل ہے۔

۶ (دیباچہ و تعارف) + ۸۷ (مقالات) + ۱۲ (خطاطی کے نمونے) + ۱۱ (تصاویر) = ۱۱۰ جملہ صفحات۔

سرورق پر حضرت علامہ کی تصویر ہے جبکہ کتاب کے آغاز میں افغانستان کے وزیر اطلاعات و کلتور پوہاند دکتور نوین کی ۱۱ قوس ۱۳۵۶ھ ش کے محررہ تعارفی کلمات ہیں۔ ان کلمات میں جناب نوین نے بیسویں صدی کے آغاز ہی سے افغانستان میں معارف کی جدید معاصر دور کے آغاز اور اقبال شناسی کی ابتدا پر مختصر بحث کی ہے۔<sup>۹۷</sup>

کتاب کا دیباچہ ”پیش گفتار“ کے عنوان سے دکتور عبدالحکیم طیبی کا تحریر کردہ ہے۔ چار صفحات پر مشتمل اس دیباچے میں عالمانہ انداز میں علامہ کے اشعار کی روشنی میں علامہ کی افغانستان سے وابستگی پر بحث کی گئی ہے۔ علامہ کے عرفانی ماخذات حکیم سنائی، غزنوی، مولانا رومی، مولانا جامی اور سیاسی پیشرو سید جمال الدین افغانی وغیرہ سے اقبال کے تعلق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔<sup>۹۸</sup> اقبال کے نظریہ خودی، زبور عجم کی غزلیات اور پیام مشرق کا انتساب بنام غازی امان اللہ خان اور مثنوی مسافر اقبال کے ادبی شاہکار قرار دیے گئے ہیں۔

کتاب میں افغانستان میں اقبال سے متعلق لکھے گئے ۱۹۷۷ء تک کے بعض مقالات، اخباری بیانات اور دیگر منظومے شامل کیے گئے ہیں۔

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

افغانستان کے معروف خطاط عزیز الدین و کیلی فولزئی کی خطاطی کردہ حضرت علامہ کی مختلف رباعیات، منظومات اور ابیات درج ذیل صفحات پر شائع کیے گئے ہیں:

۱ د ۲۲ ۶۳ ۴ ۱۰ ۵۱ ۸ ۶ ۱۸ ۲ ۸ ۶ ۲۴ ۷ ۲۳ ۸ ۸ ۳۸ ۵۶ ۹ ۱۰ ۶۶ ۱۰ ۱۱ ۷۰ ۱۲ ۷۰ ۶۱۲

جبکہ کتاب میں جا بجا علامہ کی درج ذیل تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں:

- ۱- ملحقہ صفحہ نمبر ۱۴: اقبال پس آزانکہ درجہ ماستری را در سال ۱۸۹۹ء بہ دست می آورد
- ۲- ملحقہ صفحہ نمبر ۲۲: تصویری از اقبال بہ نام شاعر مشرق
- ۳- ملحقہ صفحہ نمبر ۲۶: علامہ اقبال بہ جمعی از میزبانان افغان در کابل ۱۹۳۳ء
- ۴- ملحقہ صفحہ نمبر ۳۰: علامہ اقبال سید سلیمان ندوی و داکٹر سر راس مسعود در کابل سال ۱۹۳۳ء
- ۵- ملحقہ صفحہ نمبر ۴۶: پیامی کہ اقبال بہ خط خویش بہ انجمن ادبی کابل فرستاد بود
- ۶- ملحقہ صفحہ نمبر ۵۰: شیخ نور محمد پدرا اقبال
- ۷- ملحقہ صفحہ نمبر ۵۴: امام بی بی مادر اقبال
- ۸- ملحقہ صفحہ نمبر ۵۸: علامہ اقبال برائی شرکت در شورائی ملی مسلمانان می رسد
- ۹- ملحقہ صفحہ نمبر ۶۲: اقبال بادوستش دکتور سر راس مسعود در پوهنتون علی گر در سال ۱۹۲۹ء
- ۱۰- ملحقہ صفحہ نمبر ۷۴: علامہ اقبال ہنگام ادائیگی نماز در مسجد کوروای ہسپانیہ ۱۹۳۳ء
- ۱۱- ملحقہ صفحہ نمبر ۷۸: علامہ اقبال و پسرش جاوید اقبال در سال۔
- کتاب کے صفحہ ۱ تا ۲۱ کابل کے اخبار امان افغان کے شمارہ ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۳ اور ۱۷ میں شائع شدہ پیام مشرق پر طویل تبصرہ شائع ہوا ہے۔
- صفحہ ۲۲ پر مجلہ کابل شمارہ پنجم سال سوم عقرب ۱۳۱۲ھ ش حضرت علامہ اور ان کے ہمسفران افغانستان کی افغانستان آمد کی خبر شائع ہوئی ہے۔



- صفحہ ۲۳ تا ۳۷ مجلہ کابل سال سوم شماره ۷ جدی ۱۳۱۲ھ ش مقالہ ”افغانستان از نقطہ نظر فضلائِ ہندوستان“
  - صفحہ ۳۸ تا ۴۹ مجلہ کابل شماره اول سال دوم ”علامہ اقبال“ بہ قلم احمد علی خان مدیر انجمن ادبی
  - صفحہ ۵۰ - ۵۱ مجلہ کابل شماره سوم سال ہشتم جوزای ۱۳۱۷ھ ش وفات ”داکتر اقبال شاعر و فیلسوف شہیر“ بہ قلم سید قاسم رشتیہ
  - صفحہ ۵۲ تا ۶۰ مجلہ کابل سال ہشتم شماره سوم جوزای ۱۳۱۷ھ ش ”اقبال“ از مدیر عمومی انجمن (احمد علی خان درانی)
  - صفحہ ۶۱ - ۶۲ قصیدہ در مرثیہ فیلسوف وطن خواہ پروفیسر اقبال غفر اللہ از طبع ملک الشعراء قاری عبد اللہ
  - صفحہ ۶۳ - ۶۸ مجلہ کابل سال سوم شماره ہشتم جوزای ۱۳۱۷ھ ش اقبال و افغانستان از غلام جیلانی اعظمی
  - صفحہ ۶۹ - ۷۰ منتخبات اشعار اقبال از سرور خان گویا
  - صفحہ ۷۱ - ۷۳ وفات۔ اقبال انیس چار شنبہ ۱۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش
  - صفحہ ۷۳ - ۷۶ وفات علامہ سر محمد اقبال اخبار اصلاح یک شنبہ ۴ برج ثور ۱۳۱۷ھ ش
  - صفحہ ۷۷ - ۷۸ فارسی نظم ”اقبال“ از مایل ہروی
- کتاب کے آخر میں مؤلف صدیق رھپو کی درج ذیل یادداشت اہمیت کی حامل ہے:
- بہ نسبت تنگی فرصت تمام مقالاتی کہ در مورد اقبال در مطبوعات افغانستان نشر شدہ است جمع و نشر شدہ نوانست باز ہم از کمک و زحمکش کارکنان فعال مطبع دولتی درین فرصت کوتاہ کمال امتنان دارد۔

ترجمہ: مصروفیت اور وقت کم ہونے کی نسبت میں اقبال سے متعلق افغانستان کے مطبوعات میں شائع شدہ تمام مواد کو یکجا نہیں کر سکا۔ مگر قومی پریس کے انتھک اور محنتی کارکنوں کے تعاون پر تہہ دل سے مشکور ہوں۔

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کتاب میں شائع شدہ مواد کے علاوہ بھی اقبال پر افغان پریس میں کئی مطبوعات آچکی تھیں جو صدیق رہپو کو نہیں ملیں۔ میں ان سے متفق ہوں کیونکہ ۱۹۷۷ء تک افغانستان میں کئی اور مضامین اور مقالات بھی اقبال پر شائع ہو چکے تھے جو صدیق رہپو کو تو نہیں ملے لیکن الحمد للہ دورانِ تحقیق ہذا مجھے ان میں بعض چیزیں ملیں جو جابجا مقالہ ہذا میں مختلف عنوانات کے تحت شامل تحقیق کی گئی ہیں۔

بحیثیتِ مجموعی یہ کتاب افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کے آغاز کے حوالے سے ایک اہم بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور افغانستان میں اقبال شناسی کے سلسلے میں اس کتاب کے حوالہ جات مستند ہیں۔ لہذا صدیق رہپو افغانستان میں اقبال شناسی کے ایک بنیادی ماخذ کو مرتب کرنے پر سپاس و تحسین کے مستحق ہیں۔

### ۴- ”یار آشنا“

افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں استاد خلیل اللہ خلیلی کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے نہ صرف علامہ پر مقالات تحریر کیے تھے بلکہ آپ کی کلیات میں جابجا علامہ کے حضور منظوم خراجِ تحسین بھی ملتا ہے۔ افغانستان میں خونیں انقلاب کے بعد جب استاد خلیل اللہ خلیلی پاکستان مہاجر ہوئے ہیں تو علامہ پر ایک مستقل اثر ”یار آشنا“ کے نام سے شائع کرایا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں افغانستان کی جمعیت اسلامی کی جانب سے شائع ہوئی تھی۔<sup>۱۰۱</sup> تلاشِ بسیار کے باوجود یہ کتاب مجھے نہیں مل سکی البتہ اس کتاب سے متعلق تفصیلات جابجا ملیں جس کے مطابق یار آشنا کے صفحات کی تعداد ۸۰ ہے۔<sup>۱۰۱</sup>

اس کتاب میں دیگر امور کے علاوہ علامہ کے افغانستان سے تعلق پر بحث کی گئی ہے۔<sup>۱۰۲</sup>

دکتور سید علی رضا نقوی اس کتاب کے مجموعی خدوخال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسالہ ایست دارائی ۸۰ صفحہ دربارہ اقبال و علاقہ وی بہ سرزمین افغانستان کہ بہ ہمت انجمن علمی و مشورتی اسلامی افغانستان بہ سال ۱۴۰۲ھ ق / ۱۹۸۲ء بطبع رسیدہ است۔ استاد درین

رسالہ مسافرت اقبال با تفاق سر راس مسعود و سید سلیمان ندوی در سال ۱۳۱۲ھ ش / ۱۹۳۳ء و ملاقات وی با اقبال در کابل را بہ نثر شرح داده است۔ همچنین بعضی اشعار اقبال در مدح افغانستان و مشاہیر و عرفا و شعرائی آن سر زمین مانند شیخ جویری و سنائی و رومی و همچنین قصیدہ وی در وصف کابل را آورده است۔ و بعضی قصائد و اشعار را کہ استاد در مدح اقبال سرودہ است نیز نقل کردہ است۔ مخصوصاً ترجمہ فارسی قصیدہ ای کہ اقبال بہ اردو سرودہ است کاملاً نقل کردہ (ص ۳۴-۳۹) کہ بسیار جالب است۔<sup>۱۰۳</sup>

جناب خلیلی کا یہ فارسی منظوم ترجمہ اصل کلام اقبال کے ساتھ سوانح خلیلی کے ساتھ شامل تحقیق ہے۔

جناب خلیل اللہ خلیلی کی یہ نگارش یار آشنا (پیوند علامہ اقبال با افغانستان) جون ۲۰۱۰ء میں جناب عارف نوشاہی کی پیش گفتار اور حواشی کے ساتھ کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انسٹیٹیوٹ شرق شناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمہوری تاجیکستان دو شنبہ کی جانب سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی فہرست کے مطالب ذیل ہیں:

- پیش گفتار (عارف نوشاہی)

سفر علامہ محمد اقبال بہ افغانستان۔ نگاہی بہ تحقیقات در موضوع ”پیوند محمد اقبال با افغان و افغانستان“۔ بررسی یار آشنا نگاشته استاد خلیل اللہ خلیلی۔ حواشی۔

- یار آشنا (خلیل اللہ خلیلی)

بایار آشنا سخن آشنا بگو۔ آسنائی با احرار ہندوستان۔ دولت دیدار۔ خواستہ ما ازین نگاشته اقبال، پاکستان ہندوستان۔ افغانستان و اقبال۔

- رہبران نخستن

علی بن عثمان بن علی جلابی جویری غزنوی ”داتا گنج بخش“۔ حکیم سنائی۔ مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی۔ سید جمال الدین اسعد آبادی افغانی۔ اقبال و ملت افغانستان۔ در وصف کابل گوید۔ در وصف غزنی و مزار سلطان محمود۔ شوریدہ غزنی۔ خرقہ مبارک پیغمبر اسلام و شہر قندہار۔ افکار محراب گل افغان۔ اقبال در دل مردم افغانستان۔ حواشی (عارف نوشاہی)

- شگوفہائی شجرہ اخلاص

ترت اقبال۔ چشم عقاب۔ کعبہ و اقبال۔ بلال عصر۔

- پیوستہا

دمی با اقبال۔ سفیر ماتم۔ مشاہدہ روایا۔

- نمایدہا

اعلام تاریخی (کسان، ادیان، مذاہب، فرق، اقوام)

اعلام جغرافیائی (کشورہا، شہرہا، موسسات)

کتاب ہا و مجلہ ہا

- عکس ہا و نمونہ ہا<sup>۱۰۴</sup>

## ۵- ”از سنائی تا مولانا و اقبال“

افغانستان میں حکیم سنائی غزنوی کے نو سو سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں کئی تقاریر کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں بعض اہم کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں کا بل یونیورسٹی کے نشرات پوٹھنٹی کے زیر اہتمام دیگر کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ایک کتاب از سنائی تا مولانا و اقبال کا بھی ذکر ملتا ہے۔

افغانستان میں گذشتہ ڈھائی عشروں کی جنگ کے باعث کتب خانوں کی بربادی کی وجہ سے انتہائی تلاش کے باوجود میں متعلقہ کتاب کو حاصل نہیں کر سکا۔ اس لیے سوائے کتاب کے نام کے اس کتاب کے مشمولات پر مزید کچھ لکھنے سے قاصر ہوں۔ اس کتاب کا نام حکیم سنائی و جہان بینی او کے بیک ٹائٹل پر شائع ہے۔<sup>۱۰۵</sup>

## ۶- ”لالی ریختہ“

یہ کتاب بھی افغانستان کے معروف اقبال شناس عبد الہادی داوی کی تحریر کردہ ہے۔ جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ اس کتاب میں داوی نے حضرت علامہ کی اردو منظومات کے فارسی منظوم تراجم پیش کیے ہیں۔<sup>۱۰۶</sup> آثار اردو اقبال کی دونوں جلدوں میں جا بجا مختلف موضوعات پر تحریر کے دوران لالی ریختہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

مثلاً آثار اردوی اقبال جلد اول میں ضربِ کلیم کی بعض منظومات سے متعلق لکھتے ہیں:

قسمت اول تحت عنوان (اسلام و مسلمانان) ۶۷ حصہ یا قطعہ دارد کہ اکثر آن عاید بہ احوال ہندوستان در همان عصر میباشد۔ ابتدائی آن با قطعہ (صبح) نام آغاز میشود کہ اذان بندہ مومن را موجود چنان سحر و صباغ می بیند کہ لرزانندہ شبستان وجود است و در قطعہ دوم آخر ہر بیت جملہ جمیلہ لا الہ الا اللہ را ذکر نموده از آل خطوب جوشی کہ می گیرد قارئین را نیز دذکر و متذکر میسا زد.....<sup>۱۰۷</sup>

یہاں پر حاشیے میں تحریر کرتے ہیں:

در لالی ریختہ کامل ترجمہ شدہ است نہ تنہا ہمین قطعہ بلکہ یہ تعداد ۷۶ قطعہ دیگر نیز از ضربِ کلیم نظماً ترجمہ شدہ اند،<sup>۱۰۸</sup>

بانگِ درا کو جناب داوی نے فکری و معنوی اعتبار سے نو عنوانین میں تقسیم کیا ہے۔ ان عنوانین میں ایک عنوان اسلامیات ہے۔ اس موضوع سے متعلق فکرِ اقبال اور لالی ریختہ میں اپنے تراجم کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

اگرچہ تمام غم و ہم علامہ مرحوم برائی اسلام و اسلامیان ست مقصد اصلی حیات خود را ہمین میدانند و ہر قلم و قدم و درم او مصروف ہمین مدعائی عالی و مقبول ست و لو عنوان شعر او از (مناظر طبیعیہ) یا (ایقاظ) باشد۔ (غزل) و (ظرافت) یا (عشق) و (جدیت) باشد غایہ آل برائی مسلمانان و اسلامیات میباشد ولی بعض ازینہا از عنوان گرفته تا شرح و بیان و از ابتدا تا انتہای آن بصراحت کی ایما و اشارت بی ابہام و کنایت خالص اسلامی است لہذا من آنرا عنوان اسلامیات دادہ ام ازین قبیل قطعات در ہر سہ حصہ بانگِ درا بطور متفرق موجودند۔

در حصہ اول و دوم دو قطعہ و در حصہ سوم ۲۷ قطعہ ست بندہ چند تائی آنرا نظماً یا نثراً ترجمہ میکنم عنوانہائی باقی آنہا را در فہرست آخرین و ترجمہ بعضی قطعات آنرا در لالی ریختہ قارئین گرامی یافتہ خواہند توانست.....<sup>۱۰۹</sup>

## ۷۔ ”معنی عشق نزد اقبال“

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں ۳ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیو ریم میں ایک عظیم الشان سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس سیمینار میں پڑھے گئے مختلف مقالات کو جناب ڈاکٹر روان فرہادی نے یکجا کر کے معنی عشق نزد اقبال کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ یہ کتاب اگرچہ مجھے نہیں ملی البتہ اس کتاب کے مشمولات سے متعلق اکرام اللہ شاہد کے مقالے سے پتا چلا جس کے مطابق:

افغانستان کے وزیر اطلاعات و ثقافت ڈاکٹر عبدالرحیم کے افتتاحی خطاب اور سیمینار کے اعزازی چیئرمین پروفیسر عبدالہادی داوئی کابل یونیورسٹی کے ری ایکٹریور و فیسر عبدالسلام عظیمی کے خطبات کے علاوہ درج ذیل مقالات شامل تھے:

سید قاسم رشتیا (وزیر کابینہ) اقبال و افغانستان

ڈاکٹر سید مخدوم رحیم عظیم افغان مفکر اقبال

آقائے عبدالحی حبیبی اقبال نظریات و افکار۔<sup>۱۱</sup>

معنی عشق نزد اقبال مجلہ آریانا میں بھی شائع ہوا ہے۔<sup>۱۲</sup>

## ۸۔ افغانستان از زبان علامہ اقبال

نامور افغان اقبال شناس م۔ لمر احسان کی یہ تالیف مجھے نہیں مل سکی البتہ دکتور اسد اللہ محقق نے ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان“ میں اس کتاب کے حوالے دیے ہیں اور یہ کتاب نشرات اسلامی، صبور پشاور کی طرف سے ۷۶ھ ش میں شائع ہوئی ہے۔<sup>۱۳</sup>

## ۹۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان

افغانستان کے معروف محقق ڈاکٹر اسد اللہ محقق کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کی جانب سے ۱۳۸۲ھ ش ۱۳۲۶ق / ۲۰۰۵ء میں ۳۲۵ صفحات پر شائع ہوا ہے اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں:

فصل اول

اندیشہ اقبال و زبان شعر

- ۱- آثار منظوم فارسی ۲- اسرار خودی ۳- رموز بیخودی ۴- پیام مشرق ۵- زبور عجم ۶- جاوید نامہ ۷- پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۸- ارمغان جہان ۹- جوہری شعر اقبال

### فصل دوم

#### فکرش اقبال بہ جہان اسلام

- ۱- اقبال و ملت ایران۔ پیام سید جمال الدین افغانی بہ ملت روسیہ۔ پیام امام خمینی بد گور باجف  
۲- اقبال و ملت ترکیہ ۳- اقبال و ملت افغانستان ۴- اقبال و جہان عرب۔ حرنی چند با امت  
عربیہ ۵- اقبال و ترکستان ۶- عصر اقبال و اشغال سر زمین ہائی اسلامی توسط تعمیر گرانی ۸-  
ناسیونالیزم و جہان وطنی اسلام از دید گاہ اقبال

### فصل سوم

#### اوضاع سیاسی افغانستان در وایل قرن بیستم

- انتظار اقبال از مردم افغانستان ۱- ماہر القادری ۲- شکوہ قرآن  
دیدار اقبال از افغانستان ۱- بازدید از مزار بابر در کابل ۲- دیدار علامہ اقبال از مزار حکیم  
سنائی ۳- علامہ اقبال بر مزار سلطان محمود ۴- مناجات مر شوریدہ در ویرانہ غزنی ۵- اقبال و  
نادر شاہ ۶- خطاب بہ اقوام سرحد

### فصل چہارم

#### جا نگاہ افغانستان در اشعار اقبال

- ۱- اقبال و زیارت خر قہ مبارک در قندھار ۲- غزل  
جا نگاہ افغانستان در آثار منظوم اردوی علامہ اقبال  
۱- افکار محراب گل افغان۔ لاشریک لہ۔ دعائی نو۔ تقدیر ملت۔ ہنرمند۔ تجدد خود شناسی۔  
شہباز۔ تربیت قلب۔ افتخار قبیلہ۔ شتر تقدیر۔ رستخیز افکار۔ خلوت کوسار۔ فقر غیور۔ حفظ  
مرکز۔ آسمان و زمین۔ تفریق قبائل۔ منزل مرد مومن۔ صہبان مسلمانی

### فصل پنجم

- پیوند فکری اقبال با بزرگان شعر و ادب و رجال سیاسی افغانستان و مسالہ تاثیر پذیری او از آنها  
۱- تاثیر مولوی در ہنر و اندیشہ اقبال۔ در کلیات فارسی۔ در کلیات اردو۔

باب سوم: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

۲- تتبع و استقبال اقبال از مولانای روم- ۳- تضمین ۴- پیوند فکری اقبال باستانی و مسالہ تاثیر پذیری و از حکیم غزنہ ۵- اقبال و جامی ۶- علامہ اقبال و حکیم ناصر خسرو ۷- فلسفہ خود شناسی ناصر خسرو و فلسفہ خودی علامہ اقبال ۸- بیدل ۹- اقبال و بیدل ۱۰- علامہ اقبال و سید جمال الدین ۱۱- زیارت ارواح جمال الدین و سعید حلیم پاشا۔

### فصل ششم

بازناب اندیشہ ی اقبال در فرهنگ افغانستان

۱- جھش ہا۔ ۲- ہز مند ان و آہنگ خوانان افغانی ۳- شکوہ ۴- جواب شکوہ ۵- یار آشنا ۶- علامہ اقبال مرحوم ۷- سہم افغانستان در اقبال شناسی۔

### فصل ہفتم

علامہ اقبال از نظر دو لتمردان و سیاستمداران افغانستان

۱- پیام جلالتماب آقائی محمد داؤد رئیس جمہور فقید و اسبق افغانستان۔ ۲- استاد نعمت اللہ شہر ای معاون رئیس جمہور ۳- دکتور سید مخدوم رحیم وزیر اطلاعات فرهنگ ۴- استاد دکتور نوری وزیر اطلاعات و فرهنگ علامہ اقبال از دید گاہ بعض از استادان دانشجو یان و عامہ مردم

افغانستان

### فصل ہشتم

علامہ اقبال از دید گاہ شاعران افغانستان

۱- قاری عبد اللہ ملک الشعر ۲- غلام دستگیر خان مہمند ۳- ابراہیم خلیل ۴- مایل ہروی ۵- عبد الحی شید ۶- ملک الشعر بیتاب ۷- دکتور محمد رحیم الہام ۸- استاد خلیل اللہ خلیلی ۹- ترجمہ قصیدہ در اردوی اقبال بہ زبان دری۔ ۱۰- عبد الہادی راوی پریشان ۱۱- میر بہادر و اصغی ۱۲- غلام ربانی ادیب ۱۳- عزیز اللہ مجددی ۱۴- استاد رحمت اللہ منطقی

### فصل نهم

علامہ اقبال از دید گاہ نویسندگان افغانستان

۱- شہزادہ احمد علی خاں درانی ۲- جاوید نامہ ۳- پیام اقبال بہ ملت کہسار ۴- پروفیسر سرور خاں گویا اعتمادی ۵- استاد خلیل اللہ خلیلی ۶- پروفیسر غلام حسن مجددی ۷- استاد عبد السلام عظیمی ۸- استاد عبدالحی حبیبی ۹- دکتور عبدالحی حبیبی ۱۰- دکتور روان فرہادی ۱۱- دکتور



حق شناس۔ اقبال در کابل۔ اقبال در غزنہ و بر تربت سنائی۔ اقبال بر ویرانہ ها و خرابہ های غزنہ۔ اقبال در قندھار۔ اقبال بر تربت احمد شاہ۔ اقبال و ظاہر شاہ۔ نتیجہ۔ ۱۲۔ دکتر خلیل اللہ ہاشمیان۔ اقبال بزرگ ریک چمن گل۔ یک نیتان نالہ۔ یک خمخانہ می۔ ایماہ اقبال۔ اقبال و زبان دری۔ اقبال و افغانستان۔

۱۳۔ آقای حیدری وجودی۔ اسرار خودی و رموز بیخودی از دید گاہ اقبال۔ جلوہ های سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال ۱۴۔ دکتر ار داؤد راوش۔ ۱۵۔ عبدالقیوم قیومی ۱۶۔ پروفیسر دکتر عبدالقیوم قویم ۱۷۔ عبدالقہار جوہا ۱۸۔ قاضی عبدالغفار مظفری ۱۹۔ آقای تقوی جار اللہ ۲۰۔ آقای غلام ربانی ادیب ۲۱۔ آقای جلال فرھیختہ ۲۲۔ جناب محبوب اللہ حامد۔ ۲۳۔ پوہبالی سیدروضا اللہ

### فصل دہم

علامہ اقبال در برنامه ی درسی افغانستان

مومن خود کا فرنگ شو۔ ذلت و غلامی۔ نغمہ مولانا۔ بہار آرزوی شاعر۔ نتیجہ۔

الف۔ فہرست اعلام۔ اسامی اشخاص۔ اسامی اماکن۔ اسامی کتاب ہا مجلہ معا و خرید۔ ہا فہرست منابع و ماخذ۔

ب۔ تصاویر<sup>۱۱۳</sup>

## ۱۰۔ اکسیر خودی۔ جوہر پیام علامہ اقبال

مشہور افغان اقبال شناس سکتر سعید کی یہ تحقیقی و تنقیدی کتاب حال ہی ۲۰۱۰ء/۱۳۹۸ھ ش میں انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی (کابل مطبعہ فجر) کی جانب سے ۱۸۵ صفحات پر شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں:

- ۱۹ شناخت خودی
- ۲۲ داشتن وجود مستقل مستلزم خودی است
- ۲۲ شناخت خودی مقاری بہ انکشاف آن است
- ۲۴ خودی بلا واسطہ قابل درک است
- ۲۴ انکشاف خودی

- ۲۵ علامہ صلاح الدین سلجوقی انکشاف خودی راہہ سه مرحله تقسیم کردن است
- ۲۸ کمال انکشاف در حفظ خودی است
- ۳۴ جاودانہ گی خودی
- ۳۹ زیبای اصلی در خودی است
- ۳۹ لذت اصلی در شناخت خودی است
- ۴۰ خودی منبع تمام نشدن امکانات نہہفتہ است
- ۴۱ درک کامل خودی ضرورت بہ تجربہ شخصی دارد
- ۴۴ پیام منصور علاج تصدیق خودی است
- ۴۵ خودی از تکبر و خودخواہی فرق دارد
- ۲۵ انکشاف خودی شرطی برای داشتن صحت کامل است
- ۴۶ خودی از نظریہ مونا گرایی لہ بنبتیز فرق دارد
- ۴۶ خودی اقبال شہادت بہ فلسفہ خودشناسی ناصر خسرو دارد
- ۴۷ ریشہ بسیاری مشکلات عدم شناخت خودی و دوری از آن است
- ۴۸ ہر انسان یک موجود منحصر بہ فرد است
- ۵۳ خودی اجتماعی
- ۵۴ خودی از دروں در حال انکشاف است
- ۵۵ تاریخ صحیحوں حافظہ اجتماع است
- ۵۶ جامعہ دیدہ آل محمد عربی از افراد خود آگاہ است
- ۵۶ ارزش ہمراہی با اجتماع
- ۵۷ بر آمدن بہ اجتماع
- ۶۰ ارزش طرز فکر و پنداشت شخص در انکشاف خودی
- ۶۰ انسان یعنی طرز افکارش
- ۶۳ ریشہ اکثریت ناتوانی ہادر طرز فکر ماست
- ۶۴ یک طرز فکر نادرست این است کہ عدہ ی عصر حاضر راید و پرا از شیطنت می داند
- ۶۵ ترس از جن زدگی جار و وسایر تاثیرات غیر مرئی

- ۶۶ دلیل کامیابی ہا و ناکامی ہادر خود ماست
- ۶۷ باید متوجہ اہداف بلند بود
- ۶۸ مخالفان و دشمنان ہجر می توانند بہ نفع انساں باشند
- ۶۹ دین اسلام بخش عمدہ خودی ماست
- ۶۹ اسلام دین فطرت است
- ۷۰ ارادت بہ قرآن میخست رهنمود عالی بشریت
- ۷۱ قرآن انساں را در گرو گوی سازد
- ۷۲ ہر کس باید در معنی آیات قرآن تعمق کند
- ۷۳ درک درست آیات قرآن میسر نمی شود مگر اینکہ بہ تلاوت کنندہومی را پید
- ۷۶ قرآن وجہ مشترک اقبال با ساید عرفانی اسلامی است
- ۷۶ نظریات اقبال مرہوم از قرآن اند
- ۷۷ قرآن کتاب تشریح فطرت انسان است
- ۷۷ استفادہ عامیانہ از قرآن
- ۷۸ تشویق بہ اسلام تحقیقی بہ جای اسلام تقلیدی
- ۷۹ تعلیم قرآن غیر از آرای فلسفی یونان است
- ۸۱ مسلمانان آگاز گرد اساس گذار تمدن و علوم جدیدہ بوده اند
- ۸۳ علم و تکنالوژی امر وزی در دامن تمدن اسلامی بہ دنیا آمدہ اند
- ۸۵ حضرت محمد اساس گذار جہان نو است
- ۸۶ فہم و دانش حقیقی از اتحاد عقل و عشق حاصل می گردد جمع سائنس و دینداری
- ۸۸ مولانا مظہر آمیزش عقل و عشق است
- ۸۸ تشویق مسلمانان بہ فداگیری علوم جدید
- ۸۹ فراگیری علم و سائنس نباید از دین غافل مان سازد
- ۹۱ خودی راہ مطمئن خدا شناس است
- ۹۱ فردیت شخص دلیل مستحکم ہدای وحدت معبود حقیقی است
- ۹۲ از ”لا“ بہ ”الا“ باید رفت

- ۹۳ وحدت اندیشی
- ۹۳ وحدت افکار و کردار شرط اساسی انکشاف خودی است
- ۹۴ وحدت روح و جسم
- ۹۵ وحدت دنیا و آخرت
- ۹۸ وحدت علم و دین
- ۹۸ اثبات ادعای وحدت همانا موجودیت خدای واحد است
- ۹۹ وحدت عشق و عقل
- ۱۰۰ وحدت دین و سیاست
- ۱۰۱ شیطان کرام نیروی مستقل نیست
- ۱۰۲ زمان و مکان مظاهر خودی انسان اند
- ۱۰۳ درک زمان ضرورت بدیک موجود خود آگاہ دارد
- ۱۰۷ انکشاف خودی ضرورت بہ حرکت و تلاش دوام دارد...
- ۱۰۷ عناد و آشتی ناپذیری ابا ایستا بودن و بہ اصطلاح بہ مقام فزیدی خودی و حرکت دائمی است
- ۱۰۸ بھشت انساھای بزرگ در سیر و حرکت مداوم است
- ۱۱۰ آرامش اصلی درنا آرامی است
- ۱۱۲ عمل ملاک اصلی علم و دانش است
- ۱۱۴ بیم و ترس مانع از حرکت و عمل می شود
- ۱۱۴ حرکت و آزاد و خلاق
- ۱۱۸ نیکی ها (ثواب) بہ اثر اقدام عملی بہ انجام کار حیاتی شایسته حاصل می شوند
- ۱۴۰ خودی مربوط بہ عالم دل است
- ۱۴۱ موضوعات دنیای دل توسط نطق و سخن بیان شدہ نمی توانند
- ۱۲۳ انسان موجود خیلی پیچیدہ است
- ۱۲۳ دنیای دل دنیای انفرادی است
- ۱۲۴ موضوعات دنیای دل در چوکات استدلال محض نمی گنجند

- ۱۲۵ درک موضوعات دنیای دل ضرورت بہ تجربہ شخصی دارد
- ۱۲۷ تلاش برای درک کامل موضوعات دنیای دل با عقل و استدلال محض می تواند گمراه کننده باشد ۱۲
- ۱۳۰ پس ضرورت بہ این ہرہ قیل و قال در مورد موضوعات دنیای دل چیست؟
- ۱۳۲ وضاحت بیش از حد موضوعات دنیای دل باعث تولید ابہام در موجودیت آنها شدہ است
- ۱۳۳ طرز پرورش و عادت تیز باعث بی توہجی بہ موضوعات دنیای دل شدہ است
- ۱۳۶ بزرگان اسلام جز پر شکوہ خود ماہستند
- ۱۳۶ عشق بہ حضرت محمد شرط مسلمان است
- ۱۳۷ ارادت بہ مولانا
- ۱۳۹ رقص سماع
- ۱۴۰ ارادت بہ شیخ احمد سرہندی مشہور بہ حضرت مجدد الف ثانی
- ۱۴۳ ارادت بہ سید جمال الدین افغانی
- ۱۴۵ فقر و بی نیازی لازمہ انکشاف خودی اند
- ۱۴۷ فقر و بی نیازی شرط برای آزادی
- ۱۴۷ فقیر یعنی شخص خود آگاہ
- ۱۴۸ فقر حقیقی اختیاری است نہ از مجبوری
- ۱۴۸ راہ خو شجستگی و انکشاف خودی تنہا بہ وسائل مادی متکی نیست
- ۱۴۹ رضانشانہ مراحل پیشرفتنہ انکشاف خودی است
- ۱۵۱ مرحلہ رضاہما نامر حلہ نفس مطمئنہ است
- ۱۵۱ رضا خوشبینی آفرین است
- ۱۵۲ دنیا بیہودہ نیست
- ۱۵۴ دنیا میدان مبارزہ است
- ۱۵۴ تشویق بہ قدر تمند شدن
- ۱۵۶ عشق منبع قدرت و ارادہ است
- ۱۵۷ هدف آموزش و تعلیم و تربیہ تولید ارادہ است
- ۱۵۸ ہر باید در خدمت اعتلای زندگی بشر و انکشاف خودی باشد
- ۱۶۲ ارزش دوست واقعی در انکشاف خودی

۱۶۸

شکست و غم از نظر خودی

۱۷۲

عبادت و نیایش

۱۷۴

نزدیکی باری تعالیٰ بہ نیدہ

۱۱۳-۱۷۶

خاتمہ

## (ب) افغانستان میں اقبال شناسی کے چند دیگر مصادر

### اقبال اور افغانستان

ادارہ اشاعت مدارالعلوم مردان کی جانب سے اکرام اللہ شاہد کے ایم فل کا یہ مقالہ نومبر ۲۰۰۲ء، ۲۸۱ صفحات میں شائع ہوا۔ اس کے مشمولات ذیل ہیں:

شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تقریظ پروفیسر محمد نواز طائر	۱
۲	دیباچہ پروفیسر فتح محمد ملک	۴
۳	پیش لفظ	۷
۴	باب اول	
۱۶	اقبال اور افغان (پس منظر و پیش منظر)	
۵	باب دوم	
۶۱	اقبال کا سفر افغانستان	
۶	باب سوم	
۱۲۰	اقبال اور سید جمال الدین افغانی	
۷	باب چہارم	
۱۵۰	اقبال کی افغانوں سے محبت	
۸	باب پنجم	
۱۸۱	افغانوں کی اقبال سے محبت (افغان ادبیات کی روشنی میں)	
۹	باب ششم	
۲۲۴	اقبال اور جہاد افغانستان (منظر و پیش منظر)	

## سیر اقبال شناسی در افغانستان

افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت پر ڈاکٹریٹ کا زیر نظر مقالہ لکھتے وقت افغانستان میں علامہ پر لکھے گئے مواد اکٹھے کرنے شروع کیے۔ ان میں سے فارسی مقالات کو مرتب کر کے سیر اقبال شناسی در افغانستان کے نام سے اقبال اکادمی پاکستان کی جانب سے ۲۰۰۴ء میں ۲۶۴ صفحات میں یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں:

۵

الف ابتدائیہ

### --باب اول-- (حیات اقبال، تحریرات)

۱۳

۱ دکتور اقبال۔ سرور خاں گویا

۱۹

۲ علامہ اقبال۔ شہزادہ احمد علی خاں دران (مدیر انجمن ادب)

۲۸

۳ افغان و ایران۔ علامہ محمد اقبال

۲۹

۴ زوال و انحطاط اسلام۔ محمد سکندر خاں معلم دارالمعلمین

۳۴

۵ افغانستان از نقطہ نظر فضلائی ہندوستان

۳۶

الف۔ سواد بیانیہ رئیس انجمن ادب

۳۹

ب۔ خیر مقدم جناب قاری عبداللہ خان

۴۲

ج۔ ترجمہ نطق جناب سر اس مسعود

۴۳

د۔ ترجمہ نطق جناب سید سلیمان ندوی

۴۶

ھ۔ ترجمہ نطق جناب علامہ سر محمد اقبال

۴۸

۶ تقریظ و انتقاد بر مسافر۔ سرور خاں گویا

۵۴

۷ افغانستان بہ یک نظر اجمالی تقریظ از علامہ محمد اقبال

### --باب دوم-- (وفات اقبال تا ۱۹۷۷ء تحریرات)

۵۹

۸ وفات دکتور اقبال شاعر و فیلسوف ہند۔ سید قاسم رشتیا

۶۰

۹ اقبال۔ شہزادہ احمد علی خاں

- ۱۰ اقبال و افغانستان۔ غلام جیلانی اعظمی ۶۷
- ۱۱ منتخب اشعار اقبال۔ سرور خاں گویا ۷۳
- ۱۲ مجلس یاد بود علامہ در معروض علاقہ مندی انجمن ادبی بہ آن ۸۶
- ۱۳ خودی در نظر اقبال از دکتور عبد حسین ترجمہ خیام الدین خادم ۸۷
- ۱۴ خطاب او قیانس بہ قطرہ۔۔ علامہ اقبال ۱۲۰
- ۱۵ اقبال۔ آریاناد ازہ المعارف ۱۲۳
- ۱۶ اقبال و افغانستان۔ دکتور عبد الحکیم لخبیبی ۱۴۴
- ۱۷ پیام مشرق۔ جریدہ امان افغان (عبدالہادی داوی) ۱۴۸
- باب سوم -- (۱۹۷۸ء تا ۲۰۰۰ء)
- ۱۸ اقبال و افغانستان دکتور حق شناس ۱۶۹
- ۱۹ برگزاشت اقبال بزرگ۔ دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیان ۱۷۹
- ۲۰ امروز ز دای ہران فرد الاجو اپنے مشرعی ۱۹۵
- ۲۱ فغانستان در آئینہ قرآن احمد جان امینی ۰۷
- ۲۲ اعلیٰ در خدمت علامہ اقبال۔ سید قاسم رشتیا ۱۴
- ۲۳ قلب آسیا گذر گاہ نظر گاہ علامہ اقبال۔ سر محقق عبد اللہ خدمتگار ۲۱۷
- باب چہارم -- (عقیدت منظوم افغانہابہ حضور اقبال)
- ۲۴ علامہ شرق۔ بیتاب ملک الشعرا ۲۲۶
- ۲۵ قصیدہ در مرثیہ فیلسوف وطن خواہ۔ پروفیسر اقبال غفر اللہ ۲۵
- لک الشعر اتاری عبد اللہ ۲۲۷
- ۲۶ اقبال کیست ملک الشعرا۔ قاری عبد اللہ ۲۲۹
- ۲۷ بیاد علامہ محمد اقبال۔ محمد ابراہیم خلیل ۲۳۰
- ۲۸ رثائی اقبال۔ غلام دستگیر خاں مہمند ۲۳۲



۲۲۸	افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت
۲۳۴	۲۹ خطابہ بہ اقبال۔ عبد الہادی راوی
۲۳۵	۳۰ امام مشرق و شاعر مشرق سید جمال الدین و علامہ اقبال عبدالحی حبیبی
۲۳۸	۳۱ علامہ اقبال مرحوم عبدالحی حبیبی
۲۴۰	۳۲ بیاد اقبال مایل ہروی
۲۴۲	۳۳ غزل حکیم شرق علامہ اقبال۔ استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۴۳	۳۴ یہ پیشگاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاہور۔ استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۴۷	۳۵ آموزگار بزرگ بر مزار اقبال در لاہور۔ استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۴۹	۳۶ بر آرمگاہ عارف شرق علامہ محمد اقبال لاہوری استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۵۱	۳۷ کعبہ و اقبال۔ استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۵۴	۳۸ دی با اقبال استاد خلیل اللہ خلیلی
۲۵۸	۳۹ جواب مسافر دکتور محمد رحیم الیاس
۱۱۶-۲۶۳	کتابیات

## اقبال، افغان اور افغانستان (اردو، فارسی، پشتو، انگریزی)

ترتیب، تدوین و تالیف محمد اکرام چغتائی

اقبال، افغان اور افغانستان سے متعلق چغتائی صاحب کی اس تالیف (مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء، تعداد صفحات ۲۵۶+۸۸۰=۱۱۳۶) میں ذیل عناوین کے مطابق مواد شامل ہے:

۸	پیش گفتار
۱۰۲-۱۷	-- حصہ اول -- اقبال، افغان اور افغانستان
۶۴-۱۷	۱ مکتوبات، منظومات اور دستاویزات
۷۰-۶۷	۲ گفتار اقبال مرتبہ رفیق افضل
۷۸-۷۰	۳ حیات اقبال کے چند مخفی گوشے مرتبہ محمد حمزہ فاروقی
۱۰۲-۷۹	۴ اقبال کا سیاسی سفر مرتبہ محمد حمزہ فاروقی

- ۲۷۸-۱۰۳ -- حصہ دوم -- مثنوی ”مسافر“
- ۱۰۴-۱۰۳ ۱ ”مسافر“ (بیاض و طبع اول) از مرتب
- ۱۳۳-۱۰۵ ۲ ”مسافر“ - طبع اول، ۱۹۳۴ء
- ۱۴۶-۱۳۴ ۳ ”مسافر“ - بیاض (مخزنہ اقبال میوزیم، لاہور)
- ۱۶۱-۱۴۸ ۴ منظوم اردو ترجمہ از محمد رفیق خاور
- ۲۱۰-۱۶۱ ۵ ”مسافر“ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی
- ۲۵۹-۲۱۰ ۶ ”پس چہ باید کرد مع مسافر -- ایک جائزہ“ از محمد رفیق خاور
- ۲۷۴-۲۶۰ ۷ علامہ اقبال کی ایک مثنوی ”مسافر“ از میرزا ادیب
- ۲۷۷-۲۷۵ ۸ مثنوی ”مسافر“ کے مترجمین و شارحین از محمد اکرام چغتائی
- ۳۰۳-۲۷۹ -- حصہ سوم -- اقبال کے رفتائے سفر
- ۲۹۰-۲۷۹ ۱ علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی
- ۲۹۸-۲۹۰ ۲ اقبال اور سر راس مسعود از ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
- ۳۰۰-۲۹۸ ۳ پروفیسر ہادی حسن از محمد اکرام چغتائی
- ۳۰۳-۳۰۰ ۴ غلام رسول خاں از محمد اکرام چغتائی
- ۴۰۶-۳۰۵ -- حصہ چہارم -- اقبال اور افغانی شخصیات (محوالہ ”مسافر“)
- ۳۲۶-۳۰۴ ۱ سنائی اور اقبال از بشیر احمد ڈار
- ۳۳۲-۳۲۶ ۲ سنائی و اقبال از صوفی غلام مصطفی تبسم
- ۳۳۶-۳۳۲ ۳ اقبال اور سنائی از پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر
- ۳۳۹-۳۳۷ ۴ سنائی (مصادر) از محمد اکرام چغتائی
- ۳۵۲-۳۳۹ ۵ جمال الدین افغانی اور اقبال از ڈاکٹر محمد ریاض
- ۳۶۸-۳۵۲ ۶ اقبال اور سید جمال الدین افغانی از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
- ۳۹۱-۳۶۸ ۷ سید جمال الدین افغانی اور اقبال از ڈاکٹر معین الدین عقیل

- ۸ جمال الدین افغانی اور اقبال از ایس۔ ایم۔ عمر فاروق ۳۹۵-۳۹۱
- ۹ علامہ اقبال مزار بابر پر از ڈاکٹر عبدالغنی ۳۹۵-۳۰۰
- ۱۰ علامہ اقبال اور نادر شاہ از اختر راہی ۳۰۶-۳۰۰
- حصہ پنجم -- اقبال اور افغانی دانشور از محمد اکرام چغتائی ۳۰۷-۳۲۷
- ۱ سردار صلاح الدین سلجوقی
- ۲ سرور گویا اعتمادی
- ۳ استاد خلیل اللہ خلیلی
- ۴ عبد الہادی داوی
- ۵ عبد اللہ بختانی
- ۶ قاری عبد اللہ
- ۷ متفرقات
- (الف) انجمن ادبی کابل (ب) مجلہ کابل (ج) اصلاح (د) امان افغان (ه) افغانستان و شاہان افغانستان (بہ عہد اقبال) (و) اقبال کے دورہ افغانستان کی تاریخ وار تفصیل (۱۹۳۳ء) (ز) خرقة در قندھار
- حصہ ششم -- اقبال، افغان اور افغانستان (مطالعات) ۸۳۶-۴۲۹
- ۱ اقبال کا سفر افغانستان از ڈاکٹر جاوید اقبال ۴۴۳-۴۲۹
- ۲ اپنی خودی پہچان: اقبال اور افغانستان از پروفیسر فتح محمد ملک ۴۵۶-۴۴۳
- ۳ سفر افغانستان از فقیر سید وحید الدین ۴۵۷-۴۵۶
- ۴ مسافر غزنی و افغانستان از ابوالحسن علی ندوی ۴۶۷-۴۵۷
- ۵ افغانستان اور اقبال از خلیل اللہ خلیلی ۴۹۶-۴۶۷
- ۶ اقبال اور افغانستان از سرور گویا اعتمادی ۵۰۰-۴۹۶
- ۷ اقبال کا سفر افغانستان از مقبول احمد ۵۰۲-۵۰۰

- ۸ اقبال اور افغان از میر عبد الصمد خان ۵۰۳-۵۶۸
- ۹ افغانستان کا سفر از ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی ۵۶۸-۵۷۱
- ۱۰ علامہ اقبال اور افغان از میاں رسول رسا ۵۷۲-۵۸۲
- ۱۱ اقبال اور سر زمین سرحد از ڈاکٹر عبد السلام خورشید ۵۸۲-۵۸۶
- ۱۲ اقبال کا سفر افغانستان از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ۵۸۶-۵۸۹
- ۱۳ اقبال افغانستان میں از حافظ عباد اللہ فاروقی ۵۸۹-۶۰۰
- ۱۴ علامہ اقبال کا سفر افغانستان از اختر راہی ۶۰۰-۶۱۴
- ۱۵ اقبال اور افغانستان از ڈاکٹر محمد ریاض ۶۱۴-۶۲۱
- ۱۶ اقبال اور ملت افغانیہ از عابد پشاوری ۶۲۱-۶۳۳
- ۱۷ اقبال کا سفر افغانستان از محمد علی خان ۶۳۳-۶۶۶
- ۱۸ اقبال، افغانستان اور اشتر اکیت از نعیم صدیقی ۶۶۶-۶۷۶
- ۱۹ اقبال اور خوشحال خاں خٹک از پریشان خٹک ۶۷۶-۶۸۲
- ۲۰ خوشحال خان خٹک اور اقبال از اختر راہی ۶۸۲-۶۸۷
- ۲۱ نور المشائخ ملا شور بازار از ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی ۶۸۷-۶۸۸
- ۲۲ علامہ اقبال اور شاہان افغانستان از محمد امین زبیری ۶۸۸-۶۹۴
- ۲۳ علامہ اقبال اور شاہان افغانستان از ایوب صابر ۶۹۴-۶۹۸
- ۲۴ اقبال افغانستان اور ایران میں از ڈاکٹر محمد ریاض ۶۹۹-۷۱۱
- ۲۵ افغانوں سے اقبال کی محبت از اکرام اللہ شاہد ۷۱۱-۷۳۱
- ۲۶ سیر افغانستان از سید سلیمان ندوی ۷۳۲-۸۳۲
- ۲۷ تعویذ مزار از غلام رسول عدیم ۸۳۲-۸۳۶
- حصہ ہفتم --: فارسی مضامین، منظومات اور تعزیت نامے ۸۳۷-۸۶۶
- ۱ اقبال در کشور افغان از سید محمد موسیٰ رضوی ۸۳۷-۸۳۹

۸۴۱-۸۴۰	۲	علامہ اقبال ورنقائے سفرش
۸۴۹-۸۴۲	۳	رابطہ فکری لاہور بلخ
۸۵۲-۸۴۹	۴	علامہ اقبال در افغانستان
۸۵۹-۸۵۲	۵	یوم اقبال در افغانستان از غلام حسین مجددی
۸۶۴-۸۶۰	۶	بہ پیش گاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاہوری از خلیل اللہ خلیلی (نظم)
۸۶۶-۸۶۴	۷	تعزیت نامے (صلاح الدین سلجوقی، مبشر طرازی)
۸۷۶-۸۷۷		فہرست مآخذ
		حصہ انگریزی ۷

## مآخذات باب سوم

۱	اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۴
۲	مجلہ کابل، مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۲۳ تا ۱۹
۳	خطوط اقبال، ص ۲۰۴
۴	اقبال اور بھوپال، ص ۲۴۳
۵	اقبال ریونیو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۴۴
۶	مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲ - ۲۰
۷	ایضاً، دسمبر ۱۹۳۲ء، ص ۳۲
۸	سیر افغانستان، ص ۷
۹	مجلہ کابل، جنوری ۱۹۳۴ء، ص ۶۵ - ۷۱
۱۰	ایضاً، جنوری فروری ۱۹۳۷ء، ص ۱۰۸۹
۱۱	ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش
۱۲	مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸
۱۳	ایضاً، ص ۹۲ - ۹۳
۱۴	ایضاً، ص ۹۳

افغانستان و اقبال، ص ۱	۱۵
ایضاً، ص ۲۱	۱۶
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۳۸ تا ۱۶۶	۱۷
اقبال کامل، ص ۲۴۲	۱۸
افغان بادشاہ، ص ۲۲	۱۹
مجلہ کابل، ۵/ مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۱۹ تا ۲۳	۲۰
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۳ تا ۱۸	۲۱
ایضاً، ۲۲/ جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲ تا ۲۰	۲۲
افغانستان و اقبال، ص ۳۸ تا ۳۹	۲۳
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۹ تا ۲۷	۲۴
مجلہ کابل ۲۲/ جون ۱۹۳۲ء، ملحقہ ص ۲۰	۲۵
افغانستان و اقبال ملحقہ ص ۷۶	۲۶
مجلہ کابل، ۲۲/ اگست ۱۹۳۲ء، ص ۱۷	۲۷
کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۵ء، ص ۶۸ تا ۷۶	۲۸
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۸	۲۹
مجلہ کابل، ۲۲/ اگست ۱۹۳۲ء، ص ۳۷	۳۰
سالنامہ کابل ۱۱ - ۱۳۱۲ھ ش، ص ۱۸۰	۳۱
ایضاً، ملحقہ ص نمبر ۱۸۰	۳۲
مجلہ کابل ۲۲/ دسمبر ۱۹۳۲ء، ص ۲۹ تا ۳۲	۳۳
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۹ تا ۳۴	۳۴
اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص نمبر ۴۴	۳۵
مجلہ کابل، عقرب ۱۳۱۲ھ ش، ص	۳۶
افغانستان و اقبال، ص ۲۲	۳۷
سیر افغانستان، ص ۱۵	۳۸
مجلہ کابل، ۲۲/ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۸۳ - ۸۴	۳۹
سیر افغانستان، ص ۱۵	۴۰

	۴۱
ایضاً، ص ۱۶	۴۲
مجلہ کابل، ۲۲/دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۸۷ - ۸۸ - ۹۲	۴۳
سیر افغانستان، ص ۱۵	۴۴
مجلہ کابل، ۲۲/دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۸۷	۴۵
سیر افغانستان، ص ۱۶	۴۶
مجلہ کابل، ۲۲/دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۸۸ تا ۹۱	۴۷
سیر افغانستان، ص ۱۷ - ۱۸	۴۸
مجلہ کابل، ۲۲/دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۹۲	۴۹
سیر افغانستان، ص ۱۸	۵۰
افغانستان و اقبال، ص ۲۳ تا ۳۷	۵۱
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص	۵۲
مجلہ کابل، ۲۱/جنوری ۱۹۳۴ء، ص ۶۵ تا ۷۱	۵۳
ایضاً، ص ۶۸	۵۴
مجلہ کابل، ۲۳/دسمبر ۱۹۳۴ء، ص ۸ تا ۸۹	۵۵
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۴۸ تا ۵۳	۵۶
مجلہ کابل ۲۲/مارچ ۱۹۳۵ء، ص ۸۶ تا ۹۰	۵۷
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۵۴ تا ۵۷	۵۸
مجلہ کابل، ۲۱/اپریل ۱۹۳۵ء، ص ۳۹	۵۹
پیام مشرق، ص ۱۱۵ - ۱۱۶	۶۰
مجلہ کابل، ۲۱/اپریل ۱۹۳۵ء، ص ۴۰	۶۱
پیام مشرق، ص ۱۳۲ - ۱۳۳	۶۲
مجلہ کابل، ۲۳/مئی ۱۹۳۵ء، ص ۳ - ۴	۶۳
پیام مشرق، ص ۹۶	۶۴
مجلہ کابل، جنوری فروری ۱۹۳۷ء، ص مسلسل ۱۰۸۹	۶۵
ایضاً، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸	۶۶
اخبار انیس کابل، چار شنبہ ۱۴/ثور ۱۳۱۷ھ ش	

۶۷ پینتانه د علامہ اقبال پہ نظر کی، ص ۶۷

۶۸ مجلہ ودیمہ، کابل، ۱۹۶۷ء، ص ۱۳

۶۹ اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۵ تا ۱۷۰

۷۰ اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸

۷۱ پینتانه د علامہ اقبال پہ نظر کی ص ۲۸

۷۲ آثار اردوی اقبال، جلد ۱، صالف تاد

۷۳ ایضاً، ص آغاز

۷۴ ایضاً، ص ۱

۷۵ ایضاً، ص ۲

۷۶ ایضاً، ص ۵

۷۷ آثار اردوی اقبال، جلد ۱، ص ۷

۷۸ ایضاً، ص ۱۲

۷۹ ایضاً، ص ۱۶

۸۰ ایضاً، ص ۵۴

۸۱ ایضاً، ص ۶۴ - ۶۵

۸۲ آثار اردوی اقبال، جلد ۱، ص ۱۱۰

۸۳ آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص آغاز

۸۴ بانگِ دراء، ص ۳۵

۸۵ آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۱۳ - ۱۴

۸۶ بانگِ دراء، ص ۸۷

۸۷ آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۱۴ - ۱۵

۸۸ بانگِ دراء، ص ۲۴ - ۲۵

۸۹ آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۱۶ - ۱۷

۹۰ بانگِ دراء، ص ۵۱

۹۱ آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۱۷ - ۱۸

۹۲ بانگِ دراء، ص ۱۷۸



آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۱۹	۹۳
بانگِ در، ص ۲۱۴ - ۲۱۵	۹۴
آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۲۰ - ۲۱	۹۵
ایضاً، ص ۳۰ تا ۲۸	۹۶
افغانستان و اقبال، ص آغاز	۹۷
ایضاً، ص د	۹۸
افغانستان و اقبال، ص آخر	۹۹
دوہمو نخنی، ص ۲۸	۱۰۰
دانش زمستان، ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۵	۱۰۱
قلم اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص ۶۹	۱۰۲
دانش زمستان، ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۵	۱۰۳
یار آشنا، ص ۲-۳	۱۰۴
حکیم سنائی و جہان بینی اوبیک ٹائیٹل	۱۰۵
پنستانہ شعرا، جلد ۵، ص ۳۲۸	۱۰۶
آثار اردوی اقبال، جلد ۱، ص ۱۱۰	۱۰۷
ایضاً، ص ۱۱۰	۱۰۸
آثار اردوی جلد ۲، ص ۲۰	۱۰۹
افغانستان اور اقبال، اکرام اللہ شاہد، ص ۲۰۲	۱۱۰
مجلہ آریانا میدان قوس ۱۳۵۶ھ ش، ص ۵	۱۱۱
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۳۳۸	۱۱۲
ایضاً، ص ۱۲ تا ۹	۱۱۳
اکسیر خودی جوهر پیام علامہ اقبال، صت تاخ	۱۱۴
اقبال اور افغانستان صھ	۱۱۵
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۳ تا ۱	۱۱۶
اقبال، افغان اور افغانستان، ص ۳۵ تا ۷	۱۱۷

## افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقا

افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقا کو درج ذیل تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا دور: ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء

دوسرا دور: ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۷ء

تیسرا دور: ۱۹۷۸ء تا ۲۰۱۰ء

پہلا دور: ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء / ۳ ثور ۱۳۱۷ھ ش / ۱۳۵۹ھ ق تا ۱۹۵۰ء /

۱۳۲۹ھ ش / ۱۳۷۱ھ ق

یہ دور حضرت علامہ کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت علامہ کی وفات کی خبر نشر ہوتے ہی دیگر ممالک کی طرح افغانستان میں بھی اخبارات و رسائل نے خصوصی خبریں، مضامین و مقالات شائع کیے۔ کابل کے اصلاح اور انیس اخبارات نے حضرت علامہ کے تعزیتی بیانات کے علاوہ حضرت علامہ کے سوانحی تذکرے، ادبی خدمات اور عالمی و آفاقی شخصیت پر علمی و ادبی مقالات شائع کیے۔

انجمن ادبی کابل کے زیر اہتمام حضرت علامہ کی وفات کے صرف آٹھ روز بعد کابل میں ایک تعزیتی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت علامہ کی وفات پر تعزیت کے ساتھ ساتھ ان کی عالمگیر شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

مجلہ کابل نے خصوصی اقبال نمبر شائع کیا۔ جس میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت کے حوالے سے افغان سکالروں کے علمی و تحقیقی مقالات کے علاوہ علامہ کے پشتو و فارسی مرثیے شائع کیے۔

مجلہ کابل میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ ”خودی در نظر اقبال“ شائع ہوا۔ اس کے علاوہ مختلف رسائل میں حضرت علامہ کے متفرق ابیات شائع ہوتے رہے۔

اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے:

یکشنبہ ۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش ۲۳، اپریل ۱۹۳۸

حضرت علامہ کی وفات پر کابل، افغانستان کے اخبار اصلاح میں صرف دو دن بعد درج ذیل تعزیتی خبر شائع ہوئی:

وفاتِ علامہ سر محمد اقبال:

شب جمعہ دو ٹور بذریعہ منابع خبر رسانی خبر دل خراش شنیدیم کہ عبارت از وفاتِ ڈاکٹر سر محمد اقبال متفکر بزرگ و فلیسوف معروف ہند بود۔

سر محمد اقبال در سنہ ۱۸۷۷ء در شہر سیالکوٹ (پنجاب) کہ وطن و مولد سعد سلمان، امیر خسرو فیضی، غنی، واقف، غنیمت و امثال آن ہا بودہ متولد شد۔ ابا و اجداد این مرد نامور از مسلمانان منور کشمیر بود اند چنانچہ خود گفتہ بود:

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی

برہمن زادہ، رمز آشنائی روم و تبریز است

اقبال بعد از فرا گرفتن تعلیمات مقدماتی در گورنمنٹ کالج لاہور داخل، و علاوہ بر زبان انگلیسی و علوم آن زبان تعلیمات فارسی را در سایہ عاطفت شمس العلماء مولوی سید میر حسن صاحب مرحوم بہ پایان رساند۔ چون از ایام طفولیت استعداد زیادی شعری رادادہ بود ازین جهت و جود معلم مذکور برائی او وسیلہ تحریک استعداد نہفتہ اش گردید۔ و بعد از آن از نزد پروفیسور آرنلڈ کہ درس فلسفہ و حکمت گرفته بہ حکمت قدیم و جدید آشنا شد۔ درین وقت اقبال روز بروز شہرت پیدا میکرد ہمان بود کہ بہ گورنمنٹ کالج لاہور بہ معلمی فلسفہ پرداخت۔ از آن در سنہ

باب چهارم: افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقا

۱۹۰۵ء عازم اروپا شدہ۔ بعد از مرور سال در آلمان حائز دیپلوم (پی ایچ ڈی) و لقب دکٹوری شدہ بوطن خود عودت گرد۔

اقبال از خورد سالی اشعار خوب و ر شقی بزبان ہندی می گفت و از آن آوان اولیہ تاکنون ہر مصرعی از آثار او فاش کنندہ اسرار یک عالم عشق و جمال بودہ و ہست، چون پروردہ آغوش یک خانوادہ متصوف بود ازین جہت کلامش را بہ چاشنی تصوف چنان تزئین میداد کہ چشم تعقل را در امواج حیرت می غلطاند و بہ انکشاف اسرار کائنات و کشف غوامض الہیات از عالم رموز حکمت بہ آسانی عبور و مرور نمودہ، معماہای لایخیل مظاہر حقیقی را بہ تخیلات فلک پیما، خود صورت سہل تری می بخشد۔

اقبال عموماً در مظاہر عشق و حسن ذوق را با چاشنی تصوف بہم آمیختہ کاروان خود را با قافنہ سالاری رومی در کنار کن آباد و مغلی گلگشت میداد و در علو تفکر و نزاکت تخیل کلیم و بیدل را بیاد می آورد۔ و در حسن تخاطب روح بلبل شیر از را خورسند می ساخت و در مثالیہ غنی را از کشمیر و صایب را از اصفہان و میاگیخت و پیانہ تغزل را مثل خواجہ حافظ و نظیری سرشار می نمود۔

علاوہ از محاسن شعری در فلسفہ و تاریخ حیات اقوام و امم و جملہ نکات حکمت و الہیات کہ موجب ابتنانہ بشر است بہ علوم دینیہ اسلامیہ معلوماتی و سبع و زیادی داشت۔ چون معلومات عمومیہ اواز ہر جنبہ کامل بود و بدستگیری فلسفہ و علوم بہ حقائق روحی ملل اقوام آگاہی کاملی داشت لہذا در زمینہ خدمت و اصلاح قدرت و نیروی مطلوبی را دارا بودہ است و مینوانست نبض ملت را دیدہ بہمان طوریکہ متقی است امراض اورا تداوی نماید۔

اقبال دارای کتب، رسائل، آثار متعدد و ضخیمی است کہ نام بردن تمام آہنا از احاطہ ہمچو یک مقالہ کوچکی کہ بغرض اظہار تاسف نوشتہ شدہ خارج می باشد۔

روی ہمرفتہ از جملہ آثار معروف و ذیقیمت او کہ بزبان فارسی طبع شدہ و شخصیت بلند و افکار ارجمند اقبال مرحوم را ترجمان مینماید کتب ذیل است۔

پیام مشرق جواب پیام مغرب گویتہ آلمانی، زبور عجم، رموز خودی، اسرار بیخودی، جاوید نامہ، مسافر و غیرہ۔ گرچہ داکتر اقبال مردی از سر زمین پناور ہند بود اما مقام علمی موثرات ادبی تعلیمات اخلاقی و فلسفی اورانہ تنہا اولاد ہند بلکہ یک عضو مفید و صالح تمام دنیائی اسلام و حتی بشریت جلوہ دادہ، بود۔ زیر ادا کتر اقبال از پر توفروزان معارف

سرچشمہ عرفان بحدی سہم داشت کہ نہ خودش ونہ دیگران برای او وطنی قابل نمیشدند و وجود او را در ماورای ذہنیت محدود و طنیت و ملیت محصور نمیدانستند۔ لی اقبال فیلسوف، شاعر، متصوف، مربی اخلاق بود و طبعی است کہ این طور اشخاص کرہ ارض را وطن و بشریت را ملت خود میدانند۔ از ہمیں جہت خدمات او بہ تمام عالم اسلام و شرق و عموم گروہ، بیچارہ و مظلوم بشریت انحصار داشت و دلیل تاسف و حزین بزرگی کہ از فقدان او بماد تست دادہ زیادہ تر از حسن ہم جواری شخصیت بزرگ بین المللی اومی باشد۔

داکتر اقبال بچندین زبان مقتدر بخدمت فکری و قلمی بود بوسیله کتب رسالہ ہا۔ مقالات منظوم و منثور حقائق امور را بہ گوارترین طرازی بسبع عالمیان افشا میکرد۔ اگر داکتر اقبال را در زمرہ حکما حساب کنیم واسطہ قدر تیکہ در افادہ مرام خود بوسیله شعر دارا بود او را ممتاز تر از حکمای سایرہ نشان میدہد و اگر اقبال را مراد ادیب و شاعر نام بگذاریم دہان فلسفہ او کہ یگانہ منبع و منشالہامات بدیعی و ادبی او بود او را در صنف ممتاز ترین ادبا و شعرائی بشریت قرار خواہد داد۔ و اگر بگوئیم اقبال مربی اخلاق و عالم اجتماع و مصلح ملی بود بواسطہ شوق و عشق و جذبہ و ہجان کہ از تصوف در وجودش مرکوز بود او را جاہگاہی بلند تر از مصلحین اخلاقیوں و مربیوں زمان می بخشد۔ اقبال در لفافہ اخلاق و تصوف و شعر و فلسفہ ملت ہند را بہ مفہوم و طنیت و دنیائی اسلام را بہ معنی وحدت اسلام و گروہ سایر بشر را بہ مضار مجز بہ اخلاق مادی آشنا کردہ میخوانست۔ دورہ درخشندہ تمدن اخلاقی قدیم اسلام را کہ نمونہ از یاد گاری ہائی اسلاف نامور مسلمین است احیا نماید۔ پس مازیک طرف بنام ہجوری و ز طرف دیگر بنا بر مقام بزرگ علمی، ادبی، فلسفی، اجتماعی، بین المللی او اظہار تاثر و تاسف نمود، از خداوند متعال برایش طلب غفران استدعا نمودہ، بہ بازماندگان و آقائی جاوید اقبال پسر شان و تمام علاقہ مند ان شان مراتب تسلیمت خود ما را اظہار میداریم۔!

ترجمہ: جمعرات دو ٹور کو خبر رساں ایجنسیوں نے ایک دل خراش خبر نشر کی جو ہندوستان کے مشہور مفکر اور عظیم فلسفی ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات سے عبارت تھی۔

سر محمد اقبال ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے جو سعد سلمان، امیر خسرو، فیضی، غنی، واقف، غنیمت اور ان جیسے کئی ہستیوں کا مولد ہے۔ اس نامور ہستی کے آباو اجداد کا تعلق کشمیری مسلمانوں سے تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

مرا بنگلہ کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی

بر ہمن زادہ کی رمز آشنائی روم و تبریز است

اقبال نے ابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اس کے علاوہ انگریزی اور فارسی زبانوں میں تعلیم بخش العلماء مولوی سید میر حسن مرحوم کے زیر سایہ پایہ تکمیل تک پہنچائی۔ چونکہ بچپن ہی سے بہتر شعری استعداد کے مالک تھے اسی بنا پر مذکورہ استاد جیسی ہستی کی وساطت سے ان کی صلاحیتوں کو نکھار عطا ہوئی۔ اس کے بعد پروفیسر آرنلڈ کے ذریعے جو انھیں فلسفہ پڑھاتے تھے قدیم و جدید فلسفے سے آشنائی حاصل کی۔ اس زمانے میں اقبال کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ چلے گئے اور تین سال کے بعد جرمنی سے پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد دوبارہ وطن تشریف لائے۔

اقبال بچپن ہی سے اردو زبان میں بہترین اشعار کہتے تھے۔ ابتدائی دنوں ہی سے ان کے ہر مصرع سے عشق و جمال کے اسرار فاش ہوتے تھے۔ چونکہ ایک روحانی گھرانے کی آغوش میں تربیت پائی تھی اسی وجہ سے ان کے کلام کو تصوف کی ایک ایسی چاشنی عطا ہوئی کہ تعقل کی نگاہ سراپا حیرت بن کر رہ جاتی۔ اسرار کائنات کا انکشاف اور الہیات کے عمیق مکتوں کے ادراک کو ایک آسان راز دارانہ سبیل عطا کی۔ مظاہر حق کے لایخل معامت کو اپنے وسیع تخیلات سے نہایت آسانیاں عطا کیں۔

اقبال نے عام طور پر مظاہر حسن و عشق کو تصوف کی چاشنی سے نوازا۔ اپنے کاروان کو رومی کی سالاری میں منزل کامرانی تک پہنچانے کی سعی فرمائی۔ تفکر و نزاکت میں کلیم اور بیدل کی یاد تازہ کی۔ حسن و مخاطب سے بلبل شیر آرز کی روح کو سرور عطا کیا۔ استعمال امثال کے سلسلے میں کشمیر کے غنی اور اصفہان کے صائب سے اکتساب لیا اور بیہانہ تغزل خواجہ حافظ و نظیری کی طرح سرشاری سے لبریز کیا۔

شاعرانہ محاسن کے علاوہ فلسفہ تاریخ اقوام اور ملتوں کے تمام امور حکمت اور الہیات جو بشر کے انتہانہ کے موجب ہیں میں وافر دینی و اسلامی معلومات رکھتے تھے۔

چونکہ عام معلومات پر واضح دسترس رکھتے تھے اور فلسفہ اور علوم کی رو سے اقوام کی نفسیات سے پوری آگاہی رکھتے تھے۔ اس لیے ان کی خدمت اور اصلاح کے لیے مطلوبہ نئی چیز پر رکھ کر اور ملت کے نبض پر ہاتھ رکھ کر ان کے مرض کی دوا تشخیص کرتے رہے۔

اقبال کئی کتب و رسائل اور مختلف ضخیم آثار کے مالک تھے۔ ان تمام کا یہاں نام لینا اس چھوٹے سے مقالے میں جو اظہارِ افسوس کے طور پر لکھا جا رہا ہے ناممکن ہے۔

اقبال کے مشہور اور قیمتی آثار جو فارسی میں لکھے گئے ہیں اور ان کی شخصیت اور بلند افکار کا احاطہ کیے ہوئے ہیں درج ذیل ہیں:

پیام مشرق، (جو جرمن شاعر گوٹے کے دیوانِ مغرب کے جواب میں لکھی)۔ زبور

عجم، رموزِ خودی اسرارِ بیخودی، جاوید نامہ اور مسافر وغیرہ۔

ڈاکٹر اقبال کا تعلق اگرچہ سرزمین ہندوستان سے تھا اپنے علمی مقام، ادبی تعلیمات، اخلاق اور فلسفیانہ افکار کی بدولت وہ نہ صرف ہند کے لیے بلکہ عالم اسلام کے لیے بالخصوص اور عالم انسانیت کے لیے بالعموم ایک مفید اور صالح فرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ معرفت، عرفان اور آگہی سے اس طرح سرفراز تھے کہ نہ وہ خود اپنے آپ کو اور نہ کوئی دوسرا ان کو کسی وطن سے منسوب کر سکتا ہے۔ ان کا وجود وطنیت اور ملت کی محدود ذہنیت سے ماورا تھا۔

یقیناً اقبال فلسفی، متصوف شاعر اور مرئی اخلاق کے مالک تھے۔ ایسے افراد کرۂ ارض کو اپنا وطن اور بشریت کو اپنی ملت سمجھتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان کی خدمات عالم اسلام، مشرق اور عام مظلوم انسانی حلقوں کے لیے وقف ہیں۔ ان کے پچھڑنے سے اس افسوس اور عظیم صدمے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے۔

ڈاکٹر اقبال نے کئی زبانوں میں گرانقدر فکری اور علمی خدمات انجام دی ہیں۔ مختلف منظوم اور منثور کتب، رسائل اور مقالات کے ذریعے مختلف حقائق نہایت عالمانہ انداز میں بیان فرمائے ہیں۔

اگر اقبال کو حکما کے زمرے میں شمار کروں تو اعلیٰ شاعرانہ اوصاف کی بنا پر وہ حکما سے ممتاز ترین مقام کے حقدار ہیں اور اگر اقبال کو ادیب و شاعر کے نام سے یاد کروں تو ان کے بلند فلسفیانہ افکار جو بدیہی و ادبی الہامات کا منبع ہیں ان کو عالم انسانیت کے اُدا اور شہرا میں ممتاز مقام عطا کر دیتا ہے۔ اور اگر کہوں کہ اقبال ایک مرئی اخلاق اور عالم اجتماع اور قومی مصلح ہیں

معشوق اور عشق کے جذبہ تصور کا وہ ہیجان جو ان کے وجود میں شامل ہے ان کو یگانہ بنا کر انھیں زمانے کے مصلحین، اخلاقیوں اور مربیوں سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

اقبال نے اخلاق، تصوف، شاعری اور فلسفہ کے ذریعے ملت ہند کو مفہوم و طہنیت اور دنیائے اسلام کو وحدتِ اسلامی اور عالمِ انسانیت کو مادی اخلاقی نقائص سے آگاہ کیا۔

مسلمانوں کے روشن تمدن، قدیم اخلاقی دور جو نامور اسلامی اسلاف کی یادگار ہے کے احیاء پر زور دیا۔ پس ہمیں ایک طرف ان کی قربت اور دوسری طرف ان کی اعلیٰ علمی و ادبی، فلسفی، معاشرتی اور بین الاقوامی حیثیت کے ساتھ ارتحال کا دکھ ہے۔ پروردگار سے ان کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور پسماندگان، ان کے بیٹے جناب جاوید اقبال اور تمام عقیدت مندوں سے ان کی تعزیت کرتے ہیں۔

اصلاح اخبار کی یہ تعزیتی خبر و مقالہ حضرت علامہ کے تعزیتی و توصیفی امور پر مشتمل ہے۔ جو کہ لکھنے والے کی علامہ سے عقیدت کا آئینہ دار ہے:

اصلاح کابل میں شائع شدہ حضرت علامہ کی وفات کی یہ خبر بعد میں افغانستان و اقبال میں بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۲</sup>

چار شنبہ ۱۴ اٹورے ۱۳۱۷ھ ش:

کابل کے انیس اخبار نے حضرت علامہ کی وفات پر درج ذیل تعزیتی خبر شائع کی۔  
وفات:

ہر آنکہ زادہ ناچار بیدش نوشید ز جام دہر

می کل من علیہا فان

شاعر اقبال، ادیب اقبال، حکیم اقبال، ڈاکٹر اقبال، علامہ اقبال بتاریخ ۲ اٹور در شہر لاہور مرکز ولایت پنجاب بہ سن شصت و دو سالہ گی خلت فرمود۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تحصیلات:

داکٹر اقبال بسال ۱۸۷۷ء در شہر سیالکوٹ تولد یافتہ بعد از فراغ دورہ ابتدای در دارالعلوم حکو متی (گورنمنٹ کالج) لاہور شامل تحصیل گردید۔ چون اقبال طبع شعری داشت ذوق



ادیب باعثِ گشتہ نزد معلم خود جناب سید میر حسن شمس العلماء علوم ادبی را بصورت خصوصی کمال نمود ہکذا تحصیلات علوم فلسفی را نزد پروفیسر آرنلڈ بہ پایۂ عالی رسانیدہ در گورنمنٹ کالج لاہور بہ معلمی فلسفہ مستخدم گردید۔ پس در سال ۱۹۰۵ء عازم اروپا گردیدہ در المان تحصیلات خود را ادامہ دادہ، شہادت نامہ پی ایچ ڈی ولقب و داکتری را حاصل کردہ بوطن خود مراجعت نمود۔

داکتر اقبال در فلسفہ قدیم و جدید و در مباحث الہیات و تاریخ ارتقا و انحطاط اقوام و تشخیص امراض اجتماعی و علاج و تداوی آن مہارت نامی داشت۔

خدمات:

معنی قومیت، وطنیت، ملیت را در تالیفات خود روشن ساختہ زحمات تمدن غرب را بازالال تمدن مشرق آمیختہ زہر پر تو انوار قرآن اسرار عروج عالم متمدن را بہ عالم اسلام بصورت ارمغان سفر ورہ آورد خویش تقدیم نمود این نطق معروف و مفکر مشہور شرق در شیوا بیان خود شہرت سزاواری را حاصل کردہ، زبور عجم و رموز خودی و اسرار بیخودی، جاوید نامہ و رسالہ مسافر بزبان فارسی و ترانہ ہای ملی خود را بزبان ہندی با بسیاری از آثار دیگر خویش یادگار گذاشت۔

قدردانی:

داکتر اقبال در حال حیات خویش از روی افکار و علوم در مملکت پنہاور ہند دارای اعتبار بزرگ در قلوب ادبا و ارباب حل و عقد دول اسلامی صاحب محبت سرشاری بود۔

ضیاع این مشعل انوار علم و ادب در ہر گوشہ از گوشہ ہائی عالم تا اثرات اسف آوری را تولید نمودہ۔ داکتر سر محمد اقبال مرحوم بہ استقلال ملت افغان افتخاری نمود و بہ خیر خواہی افغانستان معروف بود بادشاہ افغانستان اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کبیر افغان رحمت اللہ علیہ ارادت مندہ ہای مخلصانہ داشت و بہ یادگار سفر افغانستان و افتخار ملاقات شاہ افغان بنام مسافر رسالہ تالیف نمودہ کہ احساسات محبت سرشار اورا نمودار میسازد۔

علامہ اقبال در حال ممات خویش ہچو حال حیات او از طرف ملت قدر شناس ہند بہ کمال اجلال تجلیل دیدہ بعد از مراسم تجہیز و تکفین بمقابل مسجد شاہی لاہور کمال احترام دفن گردیدہ ولی در حال اقبال سزاوار است کہ گفتہ آید۔

بعد از وفات مدفن ما در زمین مجو

در سینه های مردم عارف مزار ماست<sup>۳</sup>

ترجمہ: شاعر اقبال، ادیب اقبال، حکیم اقبال، ڈاکٹر اقبال، علامہ اقبال نے مؤرخہ دو ٹور صوبہ پنجاب کے مرکزی شہر لاہور میں باسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تحصیلات:

ڈاکٹر اقبال ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ شہر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ چونکہ اقبال شعری طبیعت اور ادیبانہ ذوق رکھتے تھے اسی لیے اپنے استاد شمس العلماء جناب سید میر حسن سے ادبی علوم خصوصیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

اس طرح پروفیسر آرنلڈ سے فلسفہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ تشریف لے گئے جہاں جرمنی میں حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا جہاں سے پی ایچ ڈی کر کے ڈاکٹریٹ کا اعزاز پا کر وطن واپس ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال قدیم و جدید فلسفہ کے نکات الہیات، تاریخ کے ارتقا، اقوام کی تشخص اور اجتماعی امراض کے علاج اور تشخص میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔

خدمات:

قومیت و طہنیت اور ملیت کے معنی پر اپنی تالیفات میں روشنی ڈالی۔ مغربی ثقافت کے نقائص مشرقی ثقافت کے لیے آفت قرار دیے۔

قرائی تعلیمات کے انوار اور اسرار کی روشنی میں عالمی ثقافتی ترقی کو اسلام کی صورت میں دیکھنے کی تلقین فرمائی۔ یہ عظیم شخصیت اور مشرق کا مشہور مفکر اپنی شعلہ بیانی میں بھی بکتا تھا۔

زبور عجم، اسرار خودی اور رموز بیخودی، جاوید نامہ اور رسالہ مسافر فارسی زبان میں ہیں، اس کے علاوہ اردو میں بھی قومی ترانے اور دیگر آثار یادگار چھوڑے ہیں۔

قدردانی:

ڈاکٹر اقبال اپنی زندگی میں ہی اپنے افکار اور علوم کی وجہ سے تمام ہندوستان کے ارباب اختیار، خواص اور ادا اور اسلامی زعماء کے دلوں میں نہایت قابل قدر مقام کے مالک تھے۔ علم و ادب

کے میدان سے اس مشہور ہستی کی رحلت پر سارے جہان کے گوشے گوشے سے افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم افغان ملت کی آزادی پر فخر کرتے تھے اور افغان دوستی میں مشہور تھے۔ افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کبیر سے نہایت عقیدت و نیاز مندی تھی۔ افغانستان کے سفر اور افغان بادشاہ سے ملاقات کی یادگار میں رسالہ مسافر تالیف کیا جس میں محبت سے بھرپور جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کی طرح ہندوستان کی قدر شناس ملت کی جانب سے نہایت اعزاز کے ساتھ بادشاہی مسجد لاہور کے بالمقابل نہایت احترام کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے۔ ایسے میں اقبال یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں:

بعد از وفات مدفن ما در زمین مجو

در سینہ هائی مردم عارف مزار ماست

اس خبر کے ساتھ کابل میں اقبال کی وفات کے بعد انجمن ادبی کابل کے تعزیتی جلسے کی روداد ہے جو تقاریب اقبال میں ملاحظہ ہو۔ انیس کی اس رپورٹ کے لب و لہجہ پر بھی علامہ اقبال کی عقیدت کا عنصر غالب ہے۔

انیس کابل میں علامہ کی وفات کی یہ خبر بعد میں افغانستان و اقبال میں بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۲</sup>

جوزا ۱۳۱۷ھ ش مئی جون ۱۹۳۸ء

حضرت علامہ کی وفات کے فوراً بعد مجلہ کابل کا خصوصی اقبال نمبر شائع ہوا۔ اس نمبر کے ٹائٹل پر سفر افغانستان کے دوران کابل میں اتاری گئی حضرت علامہ کی تصویر شائع کی گئی ہے اور چہرے سے نہایت توانا صحت مند اور تروتازہ لگ رہے ہیں۔ ان کی یہ تصویر پاکستانی مطبوعات میں اب تک نہیں پہنچی۔

اس خصوصی نمبر میں درج ذیل مطالب شامل ہیں:

وفات ڈاکٹر اقبال شاعر و فیلسوف شہیر

بہ قلم سید قاسم رشتیہ۔

خبر جگہ خراشی کہ بشب اول ثور از ہند بدست آمد، حاکی از فوت داکتر سر محمد اقبال شاعر و فیلسوف بزرگ ہند بود کہ باثر مرض ضیق النفس بہ تاریخ مذکور در شہر لاہور بعمر شصت و سہ سالگی پدر و حیات گفت۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

مرحوم داکتر اقبال نہ تھا ایک ادیب و یک فیلسوف عالی مقام بود، بلکہ علاوہ تمام معنی یک عالم عصری و در عین زمان از پیشوایان ملت ہند بشمار میرفت و از طرفی ہم علاقہ معرفی بہ افغانستان داشتہ، در تمام اشعار و آثار خود از ملت افغان ستایش و بسی اندر زہای خویش را بہ افغانیان خطاب کردہ است۔

باوصف تمام اینہا طبعی است کہ فقدان، ہچہ یک رجل نامور چہ اندازہ اسباباثر ملت و حکومت افغانستان گردیدہ و قلوب ہمہ را داغدار ساختہ است۔ خصوصاً وزارت معارف و انجمن ادبی کہ روابط قدی تری بافقید مذکور داشت ازین سانحہ بیش از ہمہ متاثر و بجزد شنیدن خبر اسف انگیز ند بود بہ اظہار مراتب تالم عمیق خویش و ابراز ہمدردی بہ ملت ہند و بازماندگان آل مغفور پرداخت علاوہ برای آنکہ از شخصیت و خدمات ادبی و اجتماعی داکتر اقبال مرحوم تذکاری بعمل آمدہ باشد بتاریخ پنجشنبہ ہشت ثور مجلس یاد بود باشکوہای در سالون مقابل وزارت معارف ترتیب.....<sup>۵</sup>

ترجمہ: ”ہندوستان سے ثور کی یکم شب کو ایک رقت انگیز خبر موصول ہوئی وہ ہندوستان کے عظیم فلسفی شاعر ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات کی خبر تھی جو متعلقہ تاریخ کو دمہ کے مرض سے لاہور میں تریٹھ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

مرحوم ڈاکٹر اقبال نہ صرف ایک ادیب اور اعلیٰ درجے کے فلسفی تھے بلکہ بحیثیت مجموعی اپنے دور کے ایک بے بدل عالم تھے اور خاص کر ہندوستان کے صف اول کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ افغانستان سے ایک خاص تعلق تھا۔ ان کے اشعار میں افغان ملت کے لیے تحسین اور اپنے مخصوص انداز میں افغانوں کے لیے خطاب موجود ہے۔

ان تمام امور کی بنا پر یہ ایک فطری امر ہے کہ ایک ایسی عظیم ہستی کا ہم سے جد اہو نا افغان حکومت اور افغان ملت کے لیے کتنا باعث افسوس ہوگا۔ ان کی مفارقت سے ہمارے دل داغدار ہو گئے۔ خصوصاً افغانستان کی وزارت معارف اور انجمن ادبی کو مرحوم سے قریبی روابط تھے۔ حضرت علامہ کے سانحہ ارتحال سے ناقابل تلافی صدمہ ہوا۔ دل کی گہرائیوں

سے ملت ہند اور مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے حضرت علامہ کی شخصیت، علمی و ادبی خدمات کے اعتراف کے سلسلے میں ۸ ثور کو وزارت میں ایک پروگرام منعقد کرایا.....

مجلہ کابل نے حضرت علامہ کی تاریخ وفات یکم ثور لکھی ہے جبکہ انیس کابل اور اصلاح کابل اخبارات نے یہ تاریخ دو ثور تحریر کی ہے جبکہ ۲۱ اپریل کو ثور کی یکم تاریخ تھی۔

اس کے بعد کی رپورٹ تقاریب اقبال میں ملاحظہ ہو:

سید قاسم رشتیا کی یہ فارسی تعزیتی تحریر افغانستان و اقبال<sup>۶</sup> اور بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۷</sup> میں بھی شائع ہوئی ہے۔

مئی جون ۱۹۳۸ء

مجلہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں مدیر عمومی انجمن ادبی کابل کے علی احمد خان کا مقالہ افغانستان و اقبال شائع ہوا ہے<sup>۸</sup> جس پر مقالات کے مباحث میں بحث ہوگی۔

احمد علی خاں درانی کا یہ مقالہ افغانستان و اقبال<sup>۹</sup> اور سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۱۰</sup> میں بھی شائع ہوا ہے۔

مجلہ کابل کے اقبال نمبر میں افغانستان کے ملک الشعرا قاری عبداللہ کا قصیدہ در مرثیہ وطن خواہر و فیسور اقبال غفر اللہ شائع ہوا ہے۔<sup>۱۱</sup> جو قاری عبداللہ کی سوانح میں نقل کیا گیا ہے۔

قاری عبداللہ کا یہ کلام افغانستان و اقبال<sup>۱۲</sup> اور سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۱۳</sup> میں بھی شائع ہوا ہے۔

متذکرہ بالا نمبر میں غلام جیلانی اعظمی کا مقالہ اقبال و افغانستان شائع ہوا ہے۔<sup>۱۴</sup> اس کے مشمولات پر بھی مباحث مقالات میں بحث ہوگی۔

یہ مقالہ سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۱۵</sup> میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

مجلہ کابل کے اس شمارے میں سرور خان گویا نے منتخب اشعار اقبال پیش کیے ہیں۔<sup>۱۶</sup> یہ منتخب اشعار آپ نے کابل میں وزارت معارف کی جانب سے ۸ ثور / اپریل

۱۹۳۸ء منعقدہ تقریبِ اقبال میں سنائے تھے۔ یہ اشعار اختصار کے ساتھ افغانستان و اقبال<sup>۱۷</sup> اور بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان<sup>۱۸</sup> میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ مجلہ کابل کے اس شمارے میں حضرت علامہ سے متعلق پہلا پشتو مرثیہ ”د اقبال پہ وفات“ از قیام الدین خادم شائع ہوا ہے۔<sup>۱۹</sup> جو خادم کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔ حضرت علامہ سے متعلق گل باچا الفت کا پشتو مرثیہ ”د اقبال ویر“ بھی اس خصوصی نمبر کی زینت ہے۔<sup>۲۰</sup> یہ مرثیہ بھی گل باچا الفت کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔ غلام دستگیر خان مہمند کا لکھا ہوا حضرت علامہ کا فارسی مرثیہ ”رثائی اقبال“ بھی اس نمبر میں شامل ہے۔<sup>۲۱</sup> جو مہمند کے سوانح میں نقل کیا گیا ہے۔

۱۳۱۷ھ ش / فروری مارچ ۱۹۳۹ء

مجلہ کابل میں ”مجلس یار بود علامہ اقبال در معروضہ علاقہ مندی انجمن ادبی آن“ کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔<sup>۲۲</sup>

یہ خبر بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوئی ہے۔<sup>۲۳</sup>

میزن ۱۳۱۸ء ش ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء

مجلہ کابل میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ جناب قیام الدین خادم نے ”خودی در نظر اقبال“ کے عنوان سے شائع کرایا۔<sup>۲۴</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔<sup>۲۵</sup>  
دلو ۱۳۲۳ھ ش

۱۰ جدی ۱۳۲۳ھ ش (۱۹۴۴ء) استنبول سے حضرت علامہ کے سیاسی مرشد سید جمال

الدین افغانی کا تابوت کابل لاکر یونیورسٹی کے احاطے میں دفن کیا گیا۔<sup>۲۶</sup>

اسی مناسبت سے مجلہ کابل سے خصوصی شمارہ شائع کرایا۔ اس شمارے میں علامہ عبدالحی حبیبی کی تین عدد پشتو رباعیات ”خپل اصل ته رجوع“ (اپنے اصل کی طرف رجوع) کے عنوان سے شائع ہوئی ہیں۔ اس کے نیچے حضرت علامہ کے درج ذیل سات اشعار ”خطاب او قیانوس بہ قطرہ“ شائع ہوئے ہیں۔

تماشای شام و سحر دیدنی چمن دیدہ کی دشت و در دیدہ کی

بہ برگ گیاہی بہ دوش سحاب  
 گہی ہدم تشنہ کلمان راغ  
 گہی خفتہ در تاک و طاقت گداز  
 زموج سبک سیر من زادہ نئی  
 بیا سہای در خلوت سینہ ام  
 گہر شو در آغوش قلم بزی  
 فروزان تر از ماہ و انجم بزی<sup>۲۷</sup>

یہ نظم سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا ہے۔<sup>۲۸</sup>

۱۸-۱۳۲۲ھ ش

”الماس اوسکور“ کے عنوان سے جناب محمد نسیم نوری نے حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو ترجمہ قندھار کے اخبار ”طلوع افغان“ میں شائع کرایا ہے۔<sup>۲۹</sup>

۱۳۲۹ھ ش

عبدالرؤف بیوآنے خوشحال خان خٹک کی تعلیمات، سیاسی نظریات، پشتونوں کی سیاسی صورتحال اور دیگر فکری حوالوں سے ایک تحقیقی و تنقیدی کتاب مرتب کی جو ”خوشحال خان خٹک خہ وائی“ (خوشحال خٹک کیا کہتے ہیں) کے نام سے پہلی بار ۱۹۳۷ء ش میں ہندوستان سے طبع ہوئی جو پاکستان میں بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر یہاں سے کابل لے جاتے ہوئے نذر آتش کی گئی۔ بعد میں یہ کتاب ۱۳۲۹ھ ش میں کابل سے دوبارہ شائع ہوئی۔ اس کتاب میں خوشحال کے افکار کی پختگی اور ان کے نظریات کے استحکام کے طور پر جا بجا اقبال کے کلام کے حوالے دیے گئے ہیں جن سے عبدالرؤف بیوآ کی اقبال شناسی اور حضرت علامہ کے افکار سے آشنائی کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر حضرت علامہ کے اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اقبال سرحد کے پشتونوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

ای زخود پوشیدہ خود را بازیاب  
 رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چہیست؟  
 در مسلمانان حرامست این حجاب  
 فاش دیدن خویش راشائشہی است  
 چہیست دین؟ در یافتن اسرار خویش  
 زندگی مرگ است بی دیدار خویش

بندۂ حق وارث پیغمبران      او نکلجہ در جہاں دیگران  
تاجہانی دیگری پیدا کند      این جہاں کہنہ را برہم زند

اندکی گم شو بہ قرآن و خبر      باز ای ناداں بخویش اندر نگر  
درجہان آوارہ ئی بیچارہ ئی      وحدتی گم کردہ ئی صد پارہ ئی  
بند غیر اللہ اندر پای تست      داغم از داغی کہ در سیمای تست  
میر خلیل از مکر پنهانی بترس      از ضیاع روح افغانی بترس  
ز آتش مردان حق می سوز مت      نکتہ ئی از پیر روم آموز مت  
رزق ز حق جو جو از زید و عمر      مستی از حق جو، جو از بگ و خمر  
شکوه کم کن از سپہر لاجورد      جز بہ گرد آفتاب خود مگرد  
عالم موجود را اندازہ کن      در جہاں خود را بلند آوازہ کن  
برگ و ساز کائنات ز وحدتست      اندرین عالم حیات از وحدت است  
در گذر از رنگ و بوہای کہن      پاک شو از آرزو ہائی کہن

پور آزر کعبہ را تعمیر کرد      از نگاہی خاک را اکسیر کرد  
تو خودی اندر بدن تعمیر کن      مشت خاک خویش را اکسیر کن<sup>۳۰</sup>

اقبال خیر کی بے مرکزیت پریوں افسوس کرتا ہے:

خیر از مردان حق بیگانہ نیست      در دل او صد ہزار افسانہ ایست  
جادہ کم دیدم از و پیچیدہ تر      یاوہ گردد در خم و چپچیش نظر

سرزمینی کبک او شاہین مزاج      آہوی او گیرد از شیران خراج  
لیکن از بی مرکزی آشفته روز      بی نظام و ناتمام و نیم سوز  
فرہاذان نیست در پرواز شان      از تذروان پست تر پرواز شان  
آہ قومی بی تب و تاب حیات      روز گارش بی نصیب از واردات



آن یکی اندر سبود این در قیام  
ریز ریز از سنگ او بینائی او  
کاروبارش چون صلوت بی امام  
آہ از امروز بی فردای او<sup>۳۱</sup>

دوسرا دور: ۱۹۵۱ء/ ۱۳۳۰ھ ش / ۱۳۱۷ھ ق تا ۱۹۷۷ء/ ۱۳۵۶ھ ش

اس دور میں افغانستان میں اقبال شناسی کو زبردست ترقی حاصل ہوئی۔ اقبال پر پہلی باقاعدہ پشتو کتاب ”پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې“ (پشتون علامہ اقبال کی نظر میں) عبد اللہ بختانی نے کابل سے شائع کرائی۔ افغانستان کے آریانا دائرۃ المعارف (پشتو۔ فارسی) میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت پر ایک نہایت علمی و ادبی مقالہ شائع ہوا۔ وقتاً فوقتاً افغانستان کے مختلف مجلات، اخبارات اور دیگر مطبوعات میں حضرت علامہ کے اشعار شائع ہوتے رہے۔

کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں تقاریب اقبال منعقد ہوئیں جن میں مختلف افغان سکالروں نے حضرت علامہ کے مختلف فکری گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ مختلف افغان شعرا نے فکری و فنی لحاظ سے حضرت علامہ کے اثرات قبول کیے۔

کابل میں خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں اور ۲۹۰ یوم وفات کی مناسبت سے دو بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ جن میں مختلف سکالروں نے خوشحال اور اقبال کے مختلف مشترکہ نکات پر مقالات پیش کیے۔

کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے غلام حسن مجددی کے مختلف مقالات حضرت علامہ سے متعلق شائع ہوئے۔

سردار داؤد خان نے منصب اقتدار سنبھالتے ہی حضرت علامہ کے اشعار کا حوالہ اپنے ابتدائی خطاب میں دے کر اقبال شناسی کا ثبوت دیا۔

افغانستان کے مشہور خطاط عزیز الدین وکیلی فوفلزئی نے حضرت علامہ کی کئی رباعیات و ابیات کو فن خطاطی کی زینت بنایا۔

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کے سلسلے میں افغانستان میں کئی تقاریب کا انعقاد کیا گیا۔ عبد البہادی داوئی کی آثار اردوی اقبال دو جلدوں میں فارسی میں شائع ہوئی۔

صدیق رھو کی تالیف افغانستان و اقبال منظر عام پر آئی۔ سنائی غزنوی کی نو سو سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں ”از سنائی تا مولانا و اقبال“ شائع ہوئی۔  
افغان شاعر ڈاکٹر محمد رحیم الہام نے حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا جواب تحریر کیا۔ جواب مسافر مختلف کتب میں اقبالیات کے منظوم پشتو تراجم کا تعارف کرایا گیا۔  
اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے:

۱۳۳۱ھ ش

کابل کے شعبہ مطبوعات میں اقبال کی سا لگرہ کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ محمد ابراہیم خلیل نے فارسی میں حضرت علامہ کو فارسی منظوم خراج تحسین ”بیاد علامہ محمد اقبال“ پیش کیا جو ابراہیم خلیل کے سوانحی تذکرے میں نقل کیا گیا ہے۔<sup>۳۲</sup>  
۱۳۳۱ھ ش پشتون اقبال شناس عبداللہ بختانی کا پشتو مقالہ ”پہ خان ویسا د علامہ اقبال پہ نظر کنسې“ جریدہ زبیری کابل شمارہ ۲۹-۳۰ میں شائع ہوا۔<sup>۳۳</sup>

۱۳۳۳ھ ش / ۱۹۵۴ء

آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کی جلد سوم میں ”اقبال“ کے عنوان سے علامہ کے فن و شخصیت پر ایک پر مغز علمی مقالہ شائع ہوا۔<sup>۳۴</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں شائع ہوا ہے۔<sup>۳۵</sup>

۱۳۳۴ھ ش / جوزا

افغانستان کے پشتون اقبال شناس عبداللہ بختانی خد متگار نے کابل میں اقبال سے متعلق اپنی تالیف ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنسې“ (پشتون علامہ اقبال کی نظر میں) کا دیباچہ تحریر کیا۔<sup>۳۶</sup>

۱۳۳۵ھ ش اگست ۱۹۵۶ء

انجمن آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کی جانب سے آریانا دائرۃ المعارف فارسی کی جلد سوم (اسپ اوکراین) شائع ہوئی جس میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے متعلق ایک طویل مقالہ شائع ہوا۔<sup>۳۷</sup>

۱۳۳۵ھ ش

افغانستان میں اقبال پر پہلی باقاعدہ کتاب ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہی“ (پشتون علامہ اقبال کے نظر میں) از عبداللہ بختانی پشتو ٹولہ کابل کی جانب سے ۶۸ صفحات میں شائع ہوئی۔<sup>۳۸</sup>

جوزا ۱۳۳۷ھ ش

انجمن آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کی جانب سے آریانا دائرۃ المعارف پشتو کی جلد سوم شائع ہوئی۔ حضرت علامہ سے متعلق آریانا دائرۃ المعارف فارسی میں حضرت علامہ سے متعلق مقالہ کا پشتو ترجمہ شائع ہوا۔<sup>۳۹</sup>

اول حمل ۱۳۳۸ھ ش ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ ق ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء

کابل سے شائع ہونے والے ماہانہ پیام حق کے صفحات پر حضرت علامہ کے درج ذیل ابیات شائع ہوئے:

این نکته کشائنده اسرار نہان است      ملک است تن خاکی و دین روح روان است  
تن زنده و جان زنده زربط تن و جان است      باخرقه و سجاده و شمشیر و سنان خیز  
از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز  
از خواب      گراں خیز<sup>۴۰</sup>

برون آرز مسلمانان گریز اندر مسلمانی      مسلمانان روا دارند کافر ماجرائی ہا<sup>۴۱</sup>  
کہنہ رادر شکن و باز بہ تعمیر خرام      ہر کہ در ورطہ ی لا ماند بہ الا نرسید  
از کلیسی سبق آموز کہ دانائی فرنگ      جگر بحر شگافید و بہ سینا نرسید<sup>۴۲</sup>  
۱۳۳۷ھ ش

پشتو ٹولہ کابل کے زیر اہتمام راز محمد وینس کی تالیف ”پنستو کتابونہ“ شائع ہوئی۔ اس کتاب میں پشتو زبان میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے جس میں سیریل نمبر ۸۸ کے تحت عبداللہ بختانی کی کتاب ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہی“ متعارف کی گئی ہے۔<sup>۴۳</sup>

اول ثور ۱۳۳۸ء ۱۴ شوال ۱۳۷۸ھ ق ۲۲ اپریل ۱۹۵۹ء

کابل کے مجلہ پیام حق کے بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کے ذیل رباعیات طبع ہوئی ہیں۔

زآب و گل خدا خوش پیکری ساخت      جہانی از ارم زیبا تری ساخت  
ولی ساقی بہ آن آتش کہ دارد      ز خاک من جہان دیگری ساخت

نہاں در سینہ ما عالمی هست      بخاک ماد لے در دل غمے هست  
از آن صہبا کہ جان ما بر فروخت      ہنوز اندر سبویے مانے هست<sup>۴۴</sup>  
اول جوزا ۱۳۳۸ھ ش ۱۵ ذیقعدہ / ۱۳۷۸ھ ق ۲۳ رمی ۱۹۵۹ء

کابل کے مجلہ پیام حق کے مختلف صفحات پر حضرت علامہ کے ذیل رباعیات شائع ہوئی ہیں:

تومی گوی کہ من ہستم خدا نیست      جہان آب و گل را انتہا نیست  
ہنوز این راز بر من ناکشود است      کہ چشم آنچه بیند ہست یا نیست<sup>۴۵</sup>  
برون از ورطہ بود و عدم شو      فزون تر زین جہان کیف و کم شو  
خودی تعمیر کن در پیکر خویش      چو ابراہیم معمار حرم شو<sup>۴۶</sup>  
۳۸-۱۳۳۹ھ ش

”د افغانستان کالنی“ میں حبیب اللہ اولس یار کا ایک مقالہ معاصر افغانی ادب کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں عبدالرؤف بینوآ کے تحت ان کے اقبال کی مثنوی مسافر کے منظوم پشتو ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود ان کی اپنی شاعری پر اقبال کے گہرے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے:

بینوآ د ہند د سترو لیکوالو پہ تیرہ بیا د تاگور او اقبال د آثار و خخہ پورہ متاثر دی تاگور د گیتانجلی او د اقبال د مسافر ددہ ادبی ترجمی دی۔

ترجمہ: بینوآ ہندوستان کے لکھنے والوں خاص کر ٹیگور اور اقبال کے آثار سے خاصے متاثر ہیں۔ ٹیگور کی گیتانجلی اور اقبال کی مسافر کے ادبی تراجم کیے ہیں۔<sup>۴۷</sup>

اس سالنامہ کے مضمون میں قیام الدین خادم کے فن و شخصیت کے حوالے سے بھی اقبال کے تراجم اور خود خادم کے حضرت علامہ سے متاثر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

خادم ہم د تاگور او اقبال د آثار و ډیر سخت متاثر دی او بناستہ زیاتی ترجمې ہم ددوی د آثار و خخه کړی دی۔

ترجمہ: خادم بھی ٹیگور اور اقبال کے آثار سے بہت ہی زیادہ متاثر ہے ان کے آثار کے کئی تراجم کیے ہیں۔<sup>۴۸</sup>

۱۳۴۰ھ ش

نامور افغان اقبال شناس عبد الرؤف بینوا کی افغان معاصر اہل قلم ادبا و شعرا کے سوانحی تذکروں پر مشتمل تذکرہ ”اوسنی لیکوال“ کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے اس تذکرہ میں ذیل حوالوں سے تذکرہ اقبال موجود ہے۔

☆ عبد اللہ جان اسیر کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ آثار کے تعارف میں بال جبریل کے منظوم پشتو مطبوعہ ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے۔<sup>۴۹</sup>

☆ عبد اللہ بختانی کی مطبوعہ آثار کے تعارف میں ان کی تالیف ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنبی“ کا ذکر ہوا ہے۔<sup>۵۰</sup>

☆ قیام الدین خادم کے سوانحی تذکرے میں ان کے افکار پر اقبال کے فلسفیانہ افکار کے اثرات کا تذکرہ ہے۔<sup>۵۱</sup>

☆ راحت اللہ راحت زاخیلی کے سوانحی تذکرے میں زاخیلی کے علامہ کے شکوہ اور جواب شکوہ کے اولین منظوم پشتو ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے<sup>۵۲</sup> اور ساتھ ہی زاخیلی کے ”افغان اقبال“ کی شہرت کا بھی ذکر کیا ہے۔<sup>۵۳</sup>

۱۳۴۳ھ ش

افغانستان کے نامور اقبال شناس شاعر خلیل اللہ خلیلی نے لاہور میں مزار اقبال پر حضرت علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین ”آموزگار بزرگ بر مزار اقبال“ کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس نظم کو جناب خلیلی کے سوانح کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔<sup>۵۴</sup>

جون، جولائی ۱۹۶۵ء

کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یوم اقبال کی تقریب میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے سربراہ پروفیسر غلام حسن مجددی کا فارسی مقالہ ”یادبود علامہ اقبال“ کابل کے مجلہ دو ماہی ادب میں شائع ہوا۔<sup>۵۵</sup>

جدی ۱۳۴۲ھ ش جنوری، فروری ۱۹۶۶ء

مجلہ قندھار میں سڑبن کا ترجمہ شدہ مضمون ”قندھار او علامہ اقبال“ پشتو زبان میں شائع ہوا۔<sup>۵۶</sup>

۱۳۴۲ھ ش

کابل کے مطبع معارف کی جانب سے عبدالرحمن پڑواک کا فارسی شعری مجموعہ گلہ ساج اندیشہ شائع ہوا۔ اس کتاب کا دیباچہ ڈاکٹر روان فرہادی نے لکھا۔ اس دیباچے میں پڑواک کی غزلیات سے فارسی مشاہیر اساتذہ رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ اور صائب جبکہ قصیدوں اور مثنویوں سے فرخی، مولانا بلخی اور اقبال لاہوری کی یاد کو منسوب کیا گیا ہے۔ ”غزل پڑواک یادی از رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ و صائب مبدھہ قصیدہ و مثنوی اومانند فرخی، مولانا بلخی و اقبال لاہوریت“<sup>۵۷</sup>

جوزا ۱۳۴۴ھ ش

مستقل ریاست قبائل افغانستان کی جانب سے خوشحال خاں خٹک کی فن و شخصیت پر گل پاچا الفت کی کتاب ”ملی قہرمان“ شائع ہوئی۔ اس کتاب میں خوشحال خاں خٹک کی شخصیت سے متعلق حضرت علامہ کے ذیل منظومات کا حوالہ دیا گیا ہے:

خوش سرود آں شاعر افغان شناس

آں حکیم راز قومی صہت<sup>۵۸</sup>

سوموار ۲۴ / اسد ۱۳۴۵ھ ش ۱۵ / اگست ۱۹۶۶ء تا ہفتہ ۳۰ / اسد ۱۳۴۵ھ ش

بمطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۶ء

کابل میں پشتو ٹولنے کے زیر اہتمام خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں یوم وفات کی مناسبت سے ایک بین الاقوامی سیمینار میں مختلف سکالروں نے خوشحال اور اقبال کی فکری ہم آہنگی اور ان کے مشترک نکات پر گفتگو کی۔<sup>۵۹</sup>

منگل ۲۵ اسید ۱۳۲۵ھ ش بمطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۶ء

سید رسول رسا نے خوشحال خان خٹک سے متعلق اس سیمینار میں مقالہ پیش کیا ”د خوشحال خان اسلامی کردار“

خوشحال خان کے کلام کی روشنی میں اعلیٰ انسانی کردار کے حوالے سے اشعار اکٹھے کیے گئے ہیں۔ اس دوران جا بجا اقبال کے اشعار کے حوالے دیے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ خوشحال کے اعلیٰ انسان کا کردار ہی اقبال کے مرد مومن کا کردار ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ      غالب و کار آفرین، کار کشا، کار ساز  
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات      ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز  
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل      اس کی ادا و لفریب اس کی نگہ دلنواز  
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو      رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز۔<sup>۶۰</sup>

بدھ ۲۶ / اسید ۱۳۲۵ھ ش ۱۷ اگست ۱۹۶۶ء

خوشحال خان کے سیمینار میں امیر حمزہ شینواری نے ”د خوشحال خان د فلسفی او تصوفی اشعار و خوا“ (خوشحال خان کا فلسفیانہ و صوفیانہ گوشہ) مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے کے آغاز میں خوشحال خان خٹک کی شخصیت اور آفاقی حیثیت متعین کرتے ہوئے حضرت علامہ کا ذیل شعر پیش کیا ہے:

ہزاروں سال زرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقالے میں حضرت علامہ کے ان مطالعات کا ذکر کیا گیا ہے جو انھوں نے خوشحال خان خٹک سے متعلق کیے تھے اور خان بابا کے افکار سے خودی کے فلسفے کا مرکزی خیال اخذ کیا۔ حضرت علامہ نے اپنے آثار میں خان بابا کے افکار محراب گل افغان کے نام سے بیان کیے اور ملی وحدت کا تصور پیش کیا۔

اس مقالے میں امیر حمزہ شینواری نے جابجا خوشحال اور اقبال کے افکار کی مماثلت کے حوالے دیے ہیں۔ مثلاً خوشحال فرماتے ہیں:

راشہ عشقہ راشدہ چہ و ربوز مہ راتہ مات کپڑی

بیا نارسا عقل پہ تدبیر راغلی دی

ترجمہ: آج عشق آج اس کا منہ توڑ آج پھر ناقص عقل تدبیر لے کر آئی ہے۔

یہی مضمون علامہ کے اشعار میں بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے عشق کو عقل پر فوقیت

دی ہے۔ اس مقالے کے دوران وجود کے حوالے سے حضرت علامہ کے خطبات کے اقتباس بھی پیش کیے گئے ہیں۔<sup>۲۱</sup>

جمعہ ۲۸ / اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۶۶ء:

خوشحال کے سیمینار میں انوار الحق گران نے ”خوشحال خان خٹک د افغانستانی ملیت علمبردار“ کے عنوان سے پیش کیا۔ اس مقالے میں خوشحال خان خٹک کی توصیف و تعریف اور ان کے افکار کی تشہیر میں حضرت علامہ کی نظم کے درج ذیل ابیات کا حوالہ دیا گیا ہے:

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم	کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے	ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں	قہستان کا یہ بچہ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بات	وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ	مغل شہسواروں کی گرد سمند <sup>۲۲</sup>

اسی سیشن میں عبداللہ بختانی نے ”خوشحال اور اقبال کے چند مشترک نکات“ کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے کے مشمولات پر حصہ مقالات اقبال میں بحث کی جائے گی۔<sup>۲۳</sup>

اسی روز پریشان خٹک نے ”نگلیالی خوشحال خان خٹک“ (غیرت مند خوشحال خان خٹک) کے عنوان سے مقالہ پیش کیا جس میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار خوشحال کے حضور پیش کیے گئے:

خوش سرود آن شاعر افغان شناس      آنکہ بیند باز گوید بے ہر اس



آن حکیم ملت افغانیان  
راز قومی دید و بیباکانہ گفت  
آن طیب علت افغانیان  
حرف حق باشوخی زندانہ گفت  
آگے فرمایا:

اس مقالہ کے ایک ضمنی عنوان ”توحید کیا ہے“ میں بھی حضرت علامہ کا حوالہ دیا گیا۔  
..... یہ اوصاف درحقیقت الہی اوصاف میں، مرد مومن کی مکمل شکل رسول اللہ ﷺ کی  
اپنی شخصیت ہے۔ اقبال کے مرد مومن کا تصور بھی یہی ہے۔ وہ مرد مومن میں یہی صفات  
دیکھنا اور پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اقبال کا مرد مومن، مرد آزاد، مرد قلندر اور بندہ  
مولانا صفات ہے۔ وہ نطشے کے محض ایک خیالی انسان کی طرح نہیں بلکہ ایک عملی انسان ہے۔  
اسلام نے ایسے افراد پیدا کیے ہیں اور ہمیشہ پیدا کرتا رہتا ہے۔ اقبال مرد مومن کی شان یوں  
بیان کرتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفرین، کار کشا، کار ساز  
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز  
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز  
رزم دم گفتگو، گرم دم جستجو رزم یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز<sup>۱۴</sup>  
ہفتہ ۳۰ / اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۶۶ء:

کابل میں خوشحال خان خٹک سے متعلق منعقدہ، بین الاقوامی سیمینار سے فضل احمد  
غازی نے خطاب کیا۔ اس خطاب میں پشتونوں کے وسیع و عریض خطے کے حوالے سے  
حضرت علامہ کا ذیل شعر پیش کیا۔

سرزمین بکبک او شاہیں مزاج  
آہوے او گیرد از شیراں خراج

خطاب میں جا بجا حضرت علامہ کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ اقبال کو خوشحال کی جو امردی پسند  
تھی اور پشتونوں سے بے پناہ عشق رکھتے تھے۔ یہی اقبال ہے جس نے خوشحال کے باز  
(شاہین) کا تصور مستعار لیا۔ فلسفہ شاہین اور خودی جذبات کے ترجمان قرار دیے۔ مشرق

کے اس نابغہ پر آج اگر مسلم امدہ کو فخر ہے تو دوسری طرف مشرق کا یہ ترجمان خوشحال بابا پر ناز کرتا ہے.....

خطاب میں جا بجا حضرت علامہ کے اشعار بھی پیش کیے گئے:

اگر یک قطرہ خون داری اگر مشمت و پرے داری

بیا من با تو آموزم طریق شاہبازی را

خوش سرود آل شاعر افغان شناس آنکہ بیند باز گوید بے ہراس

آن حکیم ملت افغانیان آن طیب علت افغانیان

راز قومی دید و بے باکانہ گفت حرف حق با شوخی رندانہ گفت

خطاب کا اختتام بھی حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار پر کیا:

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں

ادھر ڈوبے، ادھر نکلے، ادھر ڈوبے، ادھر نکلے! ۲۵

۱۳۲۵ھ ش / ۱۹۶۶ء

کابل میں خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ویں یوم وفات کی مناسبت سے منعقدہ بین الاقوامی سیمینار (اسد / اگست) میں پڑھے گئے مقالات محمد اکبر معتمد کے زیر اہتمام پشتونولہ کابل نے ننگیالی پشتون کے عنوان سے شائع کیے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۳۳۱ ہے جبکہ جا بجا سیمینار کی بعض اہم تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔ مختلف مقالات میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے متعلق نکات شائع ہوئے ہیں جن کی تفصیل ترتیب سے شامل تحقیق کی گئی۔ ۲۱

قوس جدی ۱۳۲۵ھ ش نومبر دسمبر ۱۹۴۴ء

انجمن تاریخ افغانستان کے زیر اہتمام شائع ہونے والے آریانا مجلہ میں پوهاند علامہ عبدالحی حبیبی کی تالیف رہنمائے تاریخ افغانستان کی ایک قسط شائع ہوئی ہے۔ اس میں افغانستان اور افغانوں سے متعلق شعر فارسی، اردو، عربی اور ترکی زبانوں میں لکھی گئی کتب اور ان میں شامل افغانستان اور افغانوں سے متعلق مباحث کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ان کتب کی فہرست میں حضرت علامہ سے متعلق اقبال نامہ (اردو) کا تعارف بھی کیا گیا ہے۔ مجموعہ مکتوبات اقبال لاہوری شاعر معروف در دو جلد بزبان اردو طبع لاہور۔

دریں مجموعہ آرا علامہ اقبال راجع با افغانستان دولت افغان و رجال آن موجود است در بارہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ افغان در چند مکتوب ذکر می دارد و در مکتوب ۸۷ ج ۲ ص ۲۳۱ رای او در بارہ سید جمال الدین افغان موجود است کہ بہ عقیدہ وی مستحق لقب مجدد درین عصر است۔<sup>۶۷</sup>

اپریل ۱۹۶۷ء

کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یوم اقبال کی تعزیت میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے سربراہ پروفیسر غلام حسن مجددی کا فارسی مقالہ اقبال دیویو لاہور میں شائع ہوا۔ اس تقریب کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔<sup>۶۸</sup> پروفیسر غلام حسن مجددی کا مقالہ ”فلسفہ اقبال“ کابل کے دو ماہی ادب میں شائع ہوا۔<sup>۶۹</sup>

۱۹۶۷ء اقبال کو نسل کراچی کے زیر اہتمام یوم اقبال کی مناسبت سے منعقدہ تاریخی سیمینار میں معروف افغان اقبال شناس سرور خان گویانے اپنا مقالہ ”اقبال و افغانستان“ پیش کیا۔<sup>۷۰</sup> ثور ۱۳۴۵ھ ش

افغان اقبال شناس شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی کو لاہور میں حضرت علامہ سے متعلق کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملی مگر وہ دیدار حرمین شریفین کے لیے رخت سفر باندھ چکے تھے۔ لہذا اپنی مشہور نظم ”کعبہ و اقبال“ لاہور میں منتظمین کانفرنس کو ارسال کی جو سوانح خلیلی کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔<sup>۷۱</sup>

۱۲ ثور ۱۳۴۷ھ ش کابل کے انیس اور ہیواد اخبارات میں پاکستانی سفارت خانہ کابل میں منعقدہ علامہ کے ۳۱ ویں یوم وفات کی مناسبت سے پشتو ٹولنہ کے مدیر اعلیٰ عبد اللہ بختانی کی تقریر کا متن شائع ہوا۔<sup>۷۲</sup>

اسد ۱۳۴۷ھ ش:

عبدالرحمن پڑواک کے فارسی شعری اثر ”گلہائی اندیشہ“ پر معروف افغان اقبال شناس سید خلیل اللہ ہاشمیان نے نقد لکھا۔ جو مجلہ ”عرفان“ میں شائع ہوا۔ اس دیباچے میں پڑواک کی مثنوی اور قصیدے اور پڑواک کے فکر و فن پر حضرت علامہ کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔<sup>۴۳</sup>

۱۳۴۷ھ ش:

جناب سیلاب صافی نے خیبر سے متعلق مختلف پشتون شعرا کی منظومات کو یک جا کر کے دولتی مطبع کابل سے شائع کرایا۔ اس کتاب کے آغاز میں خیبر سے متعلق حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شامل کیے گئے:

خیر از مردان حق بیگانه نیست	در دل او صد ہزار افسانہ ایست
جادہ کم دیدم ازو پیچیدہ تر	یاوہ گردد در خم و پچیش نظر
سبزہ در دامان کہسارش مجوے	از ضمیرش برناید رنگ و بوے
سرزمین کبک رو شاہین مزاج	آہوے او گیرد از شیران خراج
در فضائش جبرہ بازان تیز چنگ	لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ <sup>۴۴</sup>

منگل ۲۷ / اسد ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۱۸ اگست ۱۹۷۱ء تا ۳۰ / اسد ۱۳۴۹ھ ش

بمطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۱ء:

خوشحال خان خٹک کے ۲۹۰ ویں یوم وفات کی مناسبت سے ایک بین الاقوامی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ خوشحال سے متعلق مقالات میں جاہجا حضرت علامہ کا تذکرہ کیا گیا۔<sup>۴۵</sup>

جمعرات ۲۹ / اسد ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۷۱ء:

سلطان محمد صابر نے کابل میں خوشحال خان خٹک سے متعلق منعقدہ سیمینار میں ”خوشحال خان خٹک اور انسانی کرامت“ کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے میں مختلف حوالوں سے حضرت علامہ اقبال کا درج ذیل شعر پیش کیا گیا:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے  
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

جفاکشی اور جہدِ مسلسل کے سلسلے میں اقبال نطشے سے سخت متاثر ہے چنانچہ اقبال شاہین کی زبانی کہتے ہیں:

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جینے کا نام  
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبین  
اقبال پیر رومی اور مرید ہندی کے مکالمے میں پیر رومی سے پوچھتے ہیں:  
کاروبار خسروی یا راہبی؟  
کیا ہے آخر غایت دین نبی؟  
پیر رومی جواب دیتے ہیں:

مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ  
مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ

مغل سیم و زر کے بدلے پشتونوں کو زیر کرنا چاہتے تھے۔ اسی مطلب کی مناسبت سے خوشحال کے ابیات کا حوالہ دیا۔ اس کے بعد اپنے مادی مفادات کے نقائص کو اقبال کے درج ذیل ابیات کی روشنی میں بیان فرمایا:

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت  
فیصلہ تیر اترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم!

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی  
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی  
اپنے مادی نقائص سے نجات اور ان پر غلبہ پانے کے لیے خودی کا ہونا زحد ضروری ہے۔

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض  
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض<sup>۷۶</sup>

اسی روز امیر حمزہ شینواری نے بھی اپنا مقالہ ”د خوشحال پہ شاعری کنبی باز او بانور“ (خوشحال کی شاعری میں باز اور بہادر کا تذکرہ) پیش کیا۔ اس مقالے میں اقبال اور خوشحال کے بعض مشترک نکات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔<sup>۷۷</sup>

بدھ ۲۸ / اسد ۱۳۳۹ھ ش ۱۹ / اگست ۱۹۷۱ء:

خوشحال خان کے سیمینار میں فضل احمد غازی کا مقالہ ”خوشحال خان خٹک د خپلو افکار پہ ہندارہ کھی“ (خوشحال خان خٹک اپنے افکار کے آئینے میں) پیش ہوا۔ اس میں علامہ کا درج ذیل شعر پڑھا گیا:

نگاہِ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے

شکارِ مردہ سزاوار شہباز نہیں

خوشحال خان سے متعلق حضرت علامہ کے فارسی تعریفی ابیات کے علاوہ حضرت علامہ

اور خوشحال کے مشترک نکات پر بحث کی گئی۔<sup>۷۸</sup>

میزان ۱۳۵۰ھ ش

مجلہ لمر نے حکمت زندگی کے عنوان سے خط شکستہ کی خوبصورت خطاطی میں حضرت

علامہ کے درج ذیل ابیات شائع کیے ہیں:

بہ پروانہ می گفت کرم کتابی

بے دیدم از نسخہ فاریابی

ہماں تیرہ روزم زبے آفتابی

کہ ایں نکتہ را در کتابے نیابی

تیش می دہد بال و پر زندگی را<sup>۷۹</sup>

شنیدم شبے در کتب خانہ من

بہ اوراق سینا نشینم گرفتیم

نفہمیدہ ام حکمت زندگی را

نکو گفت پروانہ نسیم سوزے

تپش میکند زندہ تر زندگی را

حمل ۱۳۵۱ھ ش صفر ۱۳۹۲ھ اپریل ۱۹۷۲ء:

کابل کے مجلہ اوقاف میں میلاد مبارک ﷺ کی مناسبت سے محمد انور جانباز کا مقالہ

”طلوع حقیقت یاد میلاد یا ارز شتیرین عنصر ہستی“ شائع ہوا۔ اس مقالے کے آغاز میں

حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی دی گئی ہے:

حسن لرزید کہ صاحب نظری پیدا شد

حذر اے پردگیان پردہ درے پیدا شد<sup>۸۰</sup>

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد

خبری رفت ز گردوں بہ شبستان ازل

اس مقالے کا اختتام بھی حضرت علامہ کے اس شعر پر ہوا ہے:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست  
بجر و بر در گوشہ دامان اوست<sup>۸۱</sup>  
یکم سنبلہ ۱۳۵۲ھ ش:

افغانستان کے سابق صدر سردار محمد داؤد خان نے منصب اقتدار سنبھالتے ہی ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کیا۔ اس خطاب کا اختتام حضرت علامہ کے ارمغان حجاز کے اس شعر پر کیا گیا:

مذہب زندہ دلاں خواب پریشانے نیست  
از ہمین خاک جہان دیگرے ساختن است<sup>۸۲</sup>  
افغانستان کے معروف خطاط عزیز الدین و کیلی فوفلزائی خطاط ہفت قلمی نے حضرت علامہ کی ارمغان حجاز کی درج ذیل رباعی کی خطاطی کی:

مرا از منطق آید بوے خامی دلیل او دلیل ناتمامی  
برویم بستہ در ہا را کشاید دو بیت از پیر رومی یاز جامی<sup>۸۳</sup>  
سنبلہ ۱۳۵۳ھ ش افغان اقبال شناس عبد اللہ بختانی خدمتگار نے کابل میں علامہ کی مدح و تضمین پر ایک طویل فارسی نظم ”بہ استقبال اقبال“ تحریر کی۔<sup>۸۴</sup>  
میزان ۱۳۵۴ھ ش:

عزیز الدین و کیلی فوفلزائی خطاط ہفت قلمی افغانستان نے چار راہی کابل میں قندھار سے متعلق حضرت علامہ کے ذیل چار اشعار خطِ شکستہ میں خطاطی کیے:

قندھار آن کشور مینو سواد اہل دل را خاک او خاک مراد  
کوے آن شہر است مارا کوے دوست ساربان بر بند محمل سوے دوست  
خرقہ آن برزخ الیبعیان دیدمش در نکتہ لی خرققان  
آمد از پیراہن او بوے او داد ما را نعرہ اللہ ہو<sup>۸۵</sup>  
جناب و کیلی کی جانب سے درج ذیل اشعار کی خطاطی بھی میزان ۱۳۵۴ھ ش میں عمل میں آئی۔

عمرہا در کعبہ و بختانہ می نالد حیات تا زبزم عشق یک دلتائے راز آید بیرون

طرح نوی انگلند اندر ضمیر کائنات نالہ ہاگز سینہ اہل نیاز آید برون<sup>۸۶</sup>  
 ۱۳۵۲ھ ش:

جناب وکیلی فولفرائی نے درج ذیل رباعی کی خطاطی کی:

مسلمان آل فقیر کج کلاہے رمید از سینہ او سوز آہے  
 دلش نالد چرا نالد نداند نگاہے یا رسول اللہ نگاہے<sup>۸۷</sup>  
 میزان ۱۳۵۲ھ ش:

جناب وکیلی فولفرائی نے حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی و اشعار خطاطی کیے:

عارف بوجود خود چو پینا گردد ہر چیز دلش خواست میھا گردد  
 دریاب حباب را در بحر وجود پرداخت چو مل ز خوش دریا گردد<sup>۸۸</sup>

سحر می گفت بلبل باغبان را دریں گل جز نہال غم نگیرد  
 بہ پیری میرسد خار بیابان ولے گل چون جوان گردد بمیرد<sup>۸۹</sup>  
 ۱۳۵۲ھ ش:

افغانستان میں عالمی ادارہ تحقیقات پشتو کے زیر اہتمام پشتو تحقیقات کے حوالے سے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں پشتو زبان و ادب کے حوالے سے مختلف سکالروں نے گراں قدر علمی و ادبی اور تحقیقی مقالات پیش کیے۔ ان مقالات میں ایک افغان سکالر خاتون و سیمہ حکیمی نے ”نازوانا“ سے متعلق مقالہ پیش کیا۔

نازوانا (دادی نازو) سلطان ملخی کی صاحبزادی تھی۔ سلطان ملخی کی سلطنت کا قلمرو غزنی سے جلدک تک پھیلا ہوا تھا۔ نازوانا کی پیدائش ۱۰۶۱ھ ق بمقام تازی کلات سے مشرقی جانب ہوئی۔<sup>۹۰</sup>

آپ کا بیٹا حاجی میرولیس خان نیکہ افغانستان کی تحریک آزادی کا ہیرو ثابت ہوا اور افغانستان کو ۱۱۹ھ ق میں ایرانیوں کے تسلط سے آزاد کرایا۔<sup>۹۱</sup>

”نازوانا“ افغان تاریخ میں ایک مدبر خاتون کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ ایک کہنہ مشق شاعرہ تھیں لیکن افسوس کہ آپ کی صرف ایک ہی رباعی پٹہ خزانہ میں محفوظ ہے۔ باقی



کلام ابھی تک جہانِ علم و ادب سے طاقِ اخفا میں او جھل ہے۔ و سیمہ حکیمی نے نازوانا کی اس رباعی کا حوالہ دیا ہے:

سحر گاہ وہ د نرگس لیمہ لاندہ  
سحرگاہ وہ د نرگس لہمہ لاندہ  
زماول خہ دی بنکلہی گلہ ولی ژاړې  
ده ول ژوند مي دي يوه خوله خندېده

فارسی ترجمہ پڑھ خزانہ نے یوں کیا ہے:

سحر گہ چشم نرگس تر بود  
گفتش چیست لے گل زیبا چرا میگری  
قطره قطره از چشمش میچکید  
گفت زندگی من یکدھن خندہ است<sup>۹۲</sup>

وسیمہ نے اس ناقابلِ فراموش فلسفہ کو بیسویں صدی میں اقبال کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ جو کہ صرف اور صرف ”نازوانا“ سے اقبال کی تواردِ فکری کے طور پر تخلیق ہوئی ہے۔ اقبال اسی مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں:

شے زار نالید ابر بہار  
درخشید برق سبک سیر و گفت  
ندانم بہ گلشن کہ بُرد این خبر  
کہ این زندگی گریہ پیہم است  
خطا کردہ خندہ یکدم است  
سخنہا میان گل و شبنم است<sup>۹۳</sup>

۱۳۵۲ھ ۱۹۷۵ء:

راہنہ رناتھ ٹیگور کے مشہور نوبل انعام یافتہ گیتانجلی کاپستو ترجمہ عبدالرؤف بیونوآ نے دولتی مطبعہ کابل سے شائع کرایا۔ اس کتاب کا تفصیلی علمی دیباچہ عبدالشکور رشاد نے تحریر کیا ہے۔ جس میں بیونوآ کے آثار اور تصانیف کے سلسلے میں ان کے پردیس کا درج ذیل انداز سے ذکر کیا ہے:

یہ علامہ اقبال لاہوری ۱۲۹۱ھ ق۔ ۱۳۵۸ھ ق کی مسافرنامی منظوم کتاب کا منظوم پشتو ترجمہ ہے جو ۱۳۲۱ھ ش کے روزنامہ انیس کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔<sup>۹۴</sup>

میزان ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں حکیم سنائی غزنوی کے نو صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں مختلف اداروں نے خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا۔ اس سلسلے میں نشریات پونہنسی ادبیات پونہنسون کابل نے ایک کتاب از سنائی تا مولانا و اقبال بھی شائع کی۔<sup>۹۵</sup>  
میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

مجلہ آریانا میں علامہ سے متعلق ڈاکٹر روان فرہادی کا مقالہ ”معنی نزد علامہ اقبال“ شائع ہوا۔  
<sup>۹۶</sup> یہ مقالہ بعد میں علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان میں بھی شائع ہوا۔  
میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے افغانستان میں منعقدہ تقریبات کے سلسلے میں ریڈیو افغانستان کابل کے ہال میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں کابل یونیورسٹی کے سابق رئیس عبدالسلام عظیمی کا نشر کردہ مقالہ ”اقبال شخصیتی علمی ادبی و فکری جہان“ مجلہ ادب میں شائع ہوا۔<sup>۹۸</sup>

بعد میں یہ مقالہ ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان“ میں بھی شائع ہوا۔<sup>۹۹</sup>  
۱۱ قوس ۱۳۵۶ھ ش:

افغانستان کے وزیر اطلاعات پوباند دکتور نوین نے صدیق رھپو کی تالیف افغانستان و اقبال کے تذکرہ کے عنوان سے تعارفی کلمات تحریر کیے۔<sup>۱۰۰</sup>  
۱۲ قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان کے معروف ہفت قلمی خطاط جناب عزیز الدین و کیلی فوفلزائی نے کابل میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں خطاطی کے مختلف اسالیب میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات و ابیات خطاطی کیں:

قبائے زندگانی چاک تاکی	چوموراں آشیاں در خاک تاکے
بہ پرواز آ و شایہی بیاموز	تلاش دانہ در خاشاک تاکے <sup>۱۰۱</sup>

اہل حق راز زندگی از قوت است      قوت ہر ملت از جمعیت است

قوت بے راے جہل است و جنون<sup>۱۰۲</sup>      راے بے قوت ہمہ مکر و فسوں  
زیاں توام ہی زاید بسودش      جہان ما کہ نابود است بودش  
دلِ ما بر نتابد دیر و زودش<sup>۱۰۳</sup>      کہن را نوکن و طرح دگر ریز

دلا رمز حیات از غنچہ دریاب      حقیقت در مجازش بے حجاب است  
ز خاک تیرہ میروید و لیکن      نگاہش بر شعاع آفتاب است<sup>۱۰۴</sup>  
ان اشعار کے درمیان میں مندرجہ بالا رباعی بھی خطِ شکستہ سے تحریر کی گئی ہے:  
اقبال ز صورت چو بمعنی پرداخت      و آن پر او بیدید حقیقت شناخت  
پس آئینہ ز فکر خود تعبیر کرد      و آن صورت و معنی اندر آن طاہر ساخت<sup>۱۰۵</sup>

جہاں مشکل گل و دل حاصل اوست      ہمیں یک قطرہ خون مشکل اوست  
نگاہ ما دور بین افتادہ ورنہ      جہاں ہر کسے اندر دل اوست<sup>۱۰۶</sup>  
قوس ۱۳۵۶ھ ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں افغانستان میں وزارت اطلاعات کلتور کی مؤسسہ انتشارات بیہقی کی جانب سے عبدالہادی داوی کے آثار اردوی اقبال کی جلد اول و دوم شائع ہوئی جس میں بانگِ درا اور دیگر آثار کے مشمولات پر بحث کے علاوہ ان کے اردو کلام کا منظوم فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔<sup>۱۰۷</sup>

قوس ۱۳۵۶ھ ش نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء:

لاہور میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں افغانستان کے صدر محمد داؤد خان کا پیغامِ افغان وفد نے پڑھ کر سنایا تھا اس کا متن مجلہ کابل میں شائع ہوا:

خوشحالہ یم چہی د ختیخ او اسلامی نری د نومیالی پوہ مفکر شاعر او ادیب  
علامہ محمد اقبال د زیریدنی د سلم کال د یادونی غونڈی پہ مناسبت خپل  
صمیمانہ نکات خرگندوم۔

علامہ اقبال بی لہ شکہ یو بشر دوست او پاک سرشت شخصیت دی چہ زمانہ یی کلہ کلہ دا انسانیت نپی، تہ سوغات ورکوی - ہغہ مشہور فیلسوف ہم دا رنگہ خپل قیمتتی آثار دا انسان ی اندینو او ثقاف شتمنی تہ وقف کرل۔ زمونرہ ہيواد افغانستان سرہ یی خاصہ مینہ خر گندولہ د خپلو خوندورو شعرونو یوہ برخہ یی زمونرہ خلکو تہ یادگار پرہنبوولہ۔ زمونرہ د هیواد خلک د ختیز دغہ پیاپری بچی تہ چہ زمونرہ دلویانولکہ حکیم سنائی غزنوی، مولانا جلال الدین بلخی و د فکر او اندہنہنی لہ زیر موخہ یی زیاتہ گتہ اخستی د هغوی ارزبنتناکی نبودنی یی د خپل ژور فکر او لطیف احساس سرہ یوخی کپی دی بہ درنہ سترگہ گوری۔

د نیکو ہیلو پہ خر گندولو سرہ د هغو یو پوهانو لہ پارہ چہ پہ دی علمی غونڈہ کنبی ی گدون کپی بری غوارم۔<sup>۱۰۸</sup>

ترجمہ: 'خوش ہوں کہ مشرق اور اسلامی دنیا کے مشہور و معروف دانا مفکر شاعر اور ادیب علامہ محمد اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کے اعترافی سیمینار کو اپنے پر خلوص نکات پیش کر رہا ہوں۔

علامہ اقبال بلاشبہ ایک بشر دوست اور پاک سرشت شخصیت کے مالک تھے جو زمانہ کبھی عالم انسانیت کو بطور تحفہ عطا کر دیتا ہے۔ اس مشہور فلسفی نے اسی طرح کے قیمتی افکار انسانی وجدان اور ثقافتی سرمائے کو عطا کیے۔ ہماری سر زمین افغانستان سے خصوصی عشق رکھتے تھے اور اپنے شیرین اشعار کا ایک حصہ ہمارے لیے یادگار چھوڑا ہے۔

ہمارے مملکت کے افراد مشرق کے اس عظیم فرزند، جنھوں نے ہمارے اسلاف حکیم سنائی، غزنوی اور مولانا جلال الدین بلخی کے افکار و عقائد سے استفادہ کر کے اپنی گرفتار تعلیمات کو اپنے افکار اور لطیف احساسات کے ساتھ یکجا کر کے پیش کیے، کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نیک جذبات کے اظہار کے ساتھ ان تمام اہل قلم حضرات کے لیے جو اس علمی سیمینار میں شریک ہیں، کامیابی کا خواہاں ہوں۔

افغانستان میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے فارسی میں صدیق رھو کی تالیف افغانستان و اقبال ایک سو دس صفحات میں شائع ہوئی۔<sup>۱۰۹</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

پنجاب یونیورسٹی لاہور اقبال سے متعلق کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے افغانستان کے مشہور و معروف اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی کو دعوت نامہ موصول ہوا۔ مگر حکومت وقت کی جانب سے اجازت نہ ملنے کے باعث وہ اس تقریب میں شرکت کرنے سے قاصر رہے۔ لہذا متعلقہ کانفرنس کو جناب خلیلی نے اپنی منظوم تہنیت ”بہ پیشگاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاہوری“ ارسال کی<sup>۱۱۰</sup> جسے سوانح خلیلی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

مجلہ ادب کابل (سال ۲۵ شماره ۳) میں عبدالحی حبیبی کا مقالہ خودی و بنجودی داندیشہ اقبال شائع ہوا۔<sup>۱۱۱</sup>

اسد ۱۳۵۶ھ ش:

افغانستان کے ماہنامہ نسبی میں آقائی حیدری وجودی کا مقالہ ”جلوہ سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال“ شائع ہوا۔

یہ مقالہ بعد میں ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان“ میں بھی شائع ہوا۔<sup>۱۱۲</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں جمہوریت کی چوتھی سالگرہ کے جشن کی مناسبت سے عبدالکریم پتنگ کے زیر اہتمام پشتو ٹولنہ کابل کا ایک تاریخچہ شائع ہوا جس میں اس مشہور و معروف علمی و ادبی ادارے کے تاریخچہ کے علاوہ اس ادارے کی علمی حیثیت، لائحہ عمل، تشکیلات، تدریسات، نشریات، کتب اور تنظیمیں و اراکین سے متعلق بنیادی تحقیقات شائع ہوئیں۔

اس ادارے کی جانب سے شائع شدہ کتب کے ۱۹ ویں نمبر پر حضرت علامہ کے متعلق افغانستان میں پشتو میں پہلی باقاعدہ شائع شدہ کتاب ”پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنبی“ کا ذکر آیا ہے جو عبداللہ بختانی نے پشتو ٹولنہ کابل سے ۱۳۳۵ھ ش میں شائع کرایا۔<sup>۱۱۳</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں متاخر دو صدیوں میں پشتو کی مطبوعہ کتب سے متعلق ایک سیمینار منعقد ہوا تھا۔ اس سیمینار کی مناسبت سے حبیب اللہ رفیع نے ”پنستو کتاب شود“ (پشتو معارف کتاب) مرتب کر کے بیہقی کتاب مؤسسہ کی جانب سے شائع کی۔ اس کتاب میں پشتو کے ۱۵۵۸ شائع شدہ کتب کا اختصار کے ساتھ تعارف شائع کیا گیا ہے۔ جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں آثار کا تعارف ان کے مؤلفین، مصنفین یا مرتبین کے تخلص کی الفبائی ترتیب سے دیا گیا ہے۔ اس میں حضرت علامہ کے بعض پشتو منظوم تراجم کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ان تراجم کی تفصیل مترجمین کی ترتیب سے یہاں شامل کرنا ناگزیر ہے۔ پہلے کتاب کا سلسلہ نمبر پھر مترجم کا تخلص، اس کے بعد نام اور پھر کتاب کا نام اور شائع کردہ ادارے کا نام، سنہ اشاعت، سائز، صفحات، پریس وغیرہ کی تفصیل درج ہے:

۴۸- اثر عبدالحلیم (مترجم) بال جبریل شاعر علامہ اقبال

لاہور، اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء ۹ + ۲۲۲ = ۲۳۳  
۱۲ × ۲۲ شاہین پریس پشاور۔<sup>۱۱۴</sup>

۴۳۹- حمزہ شینواری (مترجم) ارمغان حجاز شاعر علامہ اقبال

لاہور اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۴ء ۱۱ + ۲۸۰ = ۲۹۱  
۱۲ × ۲۲ شاہین پریس پشاور۔<sup>۱۱۵</sup>

۴۴۲- حمزہ شینواری (مترجم) جاوید نامہ شاعر علامہ اقبال

لاہور اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور سنہ ندارد = ۲۵۰  
۱۵ × ۲۳ پبلک آرٹ پریس پشاور۔<sup>۱۱۶</sup>

۵۵۷- راحت زاخیلی راحت اللہ (مترجم) بانگ در اشاعر علامہ اقبال

اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۳ء = ۳۳۶  
۱۲ × ۲۲ پبلک آرٹ پریس پشاور۔<sup>۱۱۷</sup>

۵۶۱- راحت زاخیلی (مترجم) شکوہ و جواب شکوہ شاعر علامہ اقبال

یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سنہ ندارد = ۲۹

۱۲ x ۱۷ منظور عام پریس پشاور۔<sup>۱۱۸</sup>

۶۹۱- سمندر خان سمندر (مترجم) اسرارِ خودی شاعر علامہ اقبال

کراچی پاکستان پبلیکیشنز کراچی ۱۹۵۴ء = ۲۳۷

۱۲ x ۱۸ ہیر الڈ پریس کراچی۔<sup>۱۱۹</sup>

۱۰۴۱- کا کا خیل تقویم الحق (مترجم) پس چہ باید کرد مع مسافر شاعر علامہ اقبال

اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۹ء ۸ + ۷۱ = ۷۹

۱۲ x ۲۲ شاہین پریس پشاور۔<sup>۱۲۰</sup>

۱۰۴۳- کا کا خیل تقویم الحق (مترجم) زیورِ عجم شاعر علامہ اقبال

اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۱ء ۲۲ + ۲۰۸ = ۲۳۰

۱۵ x ۲۲ مطبع پشاور یونیورسٹی پریس۔<sup>۱۲۱</sup>

۱۳۴۶- مینوش شیر محمد (مترجم) پیام مشرق شاعر علامہ اقبال

اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۳ء ۸۴ + ۱۴ + ۲۱۲ = ۳۶۲

۱۵ x ۲۲ پبلک آرٹ پریس پشاور۔<sup>۱۲۲</sup>

۱۳۴۷- مینوش شیر محمد (مترجم) ضربِ کلیم شاعر علامہ اقبال

یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سنہ ندارد = ۱۵۲

۱۲ x ۱۸<sup>۱۲۳</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان کے پشتون اقبال شناس حبیب اللہ رفیع نے پشتو کی مطبوعہ کتب کی ایک طویل

فہرست مرتب کی جو کہ پشتو ٹولنہ کاہل کی جانب سے ”پنستو پانگہ“ کے نام سے دو

جلدوں میں شائع ہوئی۔ دوسری جلد میں حضرت علامہ کے آثار کے منظوم پشتو تراجم کا

تعارف پیش کیا گیا ہے۔ تعارف کی ترتیب یوں ہے: کتاب کا سلسلہ نمبر (کتاب کا نام)۔

مؤلف۔ مترجم۔ ناشر۔ سنہ اشاعت۔ سائز۔ صفحات اور موضوع کا مختصر تعارف۔

۵۲۱- ار مغانِ حجاز۔ علامہ اقبال۔ پشتو مترجم۔ امیر حمزہ شینواری

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور سنہ اشاعت ۱۹۶۴ء شاہین پرنٹنگ پریس

سائز ۱۲ x ۲۳ سٹی میٹر صفحات ۱۱ + ۲۸۰ = ۲۹۱

موضوع۔ علامہ اقبال کے ارمغانِ حجاز کا منظوم پشتو ترجمہ جو بیٹھے رواں انداز میں ہوا ہے۔<sup>۱۲۲</sup>

۵۲۳- اسرار خودی - شاعر علامہ اقبال - پشتو مترجم سمندر خان سمندر

ناشر پاکستان پبلیکیشنز کراچی ۱۹۵۴ء ہیر الڈ پریس کراچی

سائز ۱۲ x ۱۸ سنٹی میٹر صفحات ۲۲۷

موضوع علامہ اقبال کی مشہور اسرار خودی کا منظوم پشتو ترجمہ جو پورے ادبی انداز سے انجام پذیر ہوا ہے۔<sup>۱۲۵</sup>

۵۶۷- بال جبریل - شاعر علامہ اقبال - مترجم - قاضی عبدالحمید

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور نومبر ۱۹۶۷ء شاہین پرنٹنگ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۲۲۴ + ۹ = ۲۳۳

موضوع۔ علامہ اقبال کے منظوم اثر بال جبریل کا منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۲۶</sup>

۵۶۹- بانگِ درا - شاعر علامہ اقبال - مترجم سید راحت زاحیلی

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۳ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۴ + ۲۷ + ۳۳۶ = ۳۶۷

موضوع۔ اقبال کے بانگِ درا کا شیریں سادہ منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۲۷</sup>

۵۹۱- پس چہ باید کرد مع مسافر - شاعر علامہ اقبال - مترجم سید تقویم الحق  
کا کاخیل

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۹ء شاہین پرنٹنگ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۸ + ۷۱ = ۷۹

موضوع۔ علامہ اقبال کے مشہور مثنوی پس چہ باید کرد امے اقوام مشرق اور  
مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۲۸</sup>

۵۹۶- پنبستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہسی - مؤلف عبداللہ بختانی

ناشر - پشتو ٹولہ کابل ۱۳۳۵ھ ش

سائز ۱۶ x ۲۳

موضوع۔ اس رسالے میں علامہ اقبال کے تعارف کے علاوہ وہ اشعار پیش کیے گئے ہیں جو  
انھوں نے پشتون مشاہیر کی مدح میں کہے تھے۔ اس رسالے کے مضامین درج ذیل ہیں:



علامہ اقبال کون تھا۔ اقبال کے نظریات۔ مغرب پر تنقید۔ مشرق کو خطاب۔ پشتونوں کو خطاب۔ سفر افغانستان۔ پشتون مشاہیر اور آخر میں اقبال افغان شعر کی نظر میں۔<sup>۱۲۹</sup>

۶۳۲- پیام مشرق - شاعر علامہ اقبال - مترجم شیر محمد مینوش

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور نومبر ۱۹۲۳ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۵ × ۲۱ سٹی میٹر صفحات ۱۴ + ۱۴ + ۲۶۴ = ۲۹۲

موضوع علامہ اقبال کے پیام مشرق کا منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۳۰</sup>

۲۷۵- جاوید نامہ - شاعر علامہ اقبال - پشتو ترجمہ امیر حمزہ شینواری

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی پشاور جولائی ۱۹۶۷ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۵ × ۲۲ صفحات ۲ + ۲۴۶ = ۲۵۰

موضوع علامہ اقبال کی جاوید نامہ کا منظوم پشتو ترجمہ۔

۹۸۹- رموز بیخودی - شاعر علامہ اقبال - مترجم سمندر خان سمندر

ناشر پاکستان پبلیکیشنز کراچی ہیر الڈ پریس کراچی

سائز ۱۲ × ۱۸ سٹی میٹر صفحات ۲۰۲

موضوع - علامہ اقبال کے رموز بیخودی کا منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۳۱</sup>

۱۰۰۳- زیور عجم - شاعر علامہ اقبال - مترجم سید تقویم الحق کاکا خیل

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈمی ۱۹۶۱ء پشاور یونیورسٹی پریس<sup>۱۳۲</sup>

سائز ۱۵ × ۲۲ سٹی میٹر صفحات ۲۲ + ۲۰۸ = ۲۳۰

موضوع - علامہ اقبال کے زیور عجم کا منظوم پشتو ترجمہ۔<sup>۱۳۳</sup>

۱۰۸۶- ضربِ کلیم - شاعر علامہ اقبال - مترجم شیر محمد مینوش

ناشر یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سنہ ندارد

سائز ۱۲ × ۱۸ سٹی میٹر صفحات ۱۵۲

موضوع - علامہ اقبال کے ضربِ کلیم کا منظوم پشتو ترجمہ، نہایت بھاری ہے جس میں

روانی کی کمی پائی جاتی ہے۔<sup>۱۳۴</sup>

۱۱۰۳- علامہ اقبال مؤلف عبدالرحمان بیتاب

ناشر - شجاعت پبلشرز مقام و سنہ اشاعت تعمیر پرنگ پریس ۱۹۶۶ء

سائز ۱۲×۱۸ سٹی میٹر صفحات ۹۶۔

موضوع۔ علامہ اقبال کے حالات زندگی اور خیالات پر بحث کی گئی ہے۔ عنوانات ذیل ہیں۔ اقبال کی پیدائش۔ تعلیم و تربیت۔ اقبال اور اسلام۔ نظریہ ادب۔ خودی اور زندگی۔ موت اور حیات۔ سیاسیات۔ معاشرہ کا حل۔ انسان کامل۔ اسلامی حکومت۔ آزادی قومیت۔ عورت۔ مغربی تہذیب۔ پشتون اور اقبال۔ عملی زندگی اور سفر افغانستان<sup>۱۳۵</sup> ۵/دسمبر ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کے بین الاقوامی کانگریس میں افغان اقبال شناس ڈاکٹر محمد رحیم الہام نے حضرت علامہ اقبال کے مثنوی مسافر کے جواب میں جواب مسافر پیش کیا۔<sup>۱۳۶</sup> یہ جواب جناب ڈاکٹر الہام کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔

جدی ۱۳۵۶ھ ش دسمبر جنوری ۸ - ۱۹۷۷ء:

مجلہ کابل میں حضرت علامہ سے متعلق جناب سوہبن کا پشتو مقالہ دختیخ ستر شاعر دختیخ ستر شاعر (مشرق کا عظیم شاعر) شائع ہوا۔<sup>۱۳۷</sup>

**تیسرا دور: ۱۹۷۸ء/۱۳۵۷ھ ش تا ۲۰۱۰ء/۱۳۸۹ھ ش/۱۳۳۰ھ ق**

افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا۔ سمرقند و بخارا کو روند ڈالنے والوں نے کابل و غزنین پر چڑھائی کی۔ سویت یونین کی جارحیت کے خلاف اعلان جہاد کیا گیا۔ مختلف جہادی تنظیموں نے مختلف نشریاتی مطبوعات کا اجرا کیا۔ ان رسائل، اخبارات اور جرائد میں شوق شہادت، جذبہ جہاد، شانِ مومن، انسانی کرامت، عالمگیریت اسلام اور ایمان کی شان و شوکت وغیرہ سے متعلق حضرت علامہ کے افکار و فقاہت شائع ہوتے رہے۔

حضرت علامہ کے فکر و فن کے حوالے سے مختلف مقالات شائع ہوتے رہے۔ افغان جہاد کے دوران تمام جہادی مطبوعات پر حضرت علامہ کے فکر و فن کا پر تو جلوہ گر رہا۔

افغانستان میں بھی مختلف مطبوعات میں حضرت علامہ سے متعلق مواد شائع ہوتا رہا۔ اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے:

۱۳۵۷ھ ش:

کابل کی اکادمی علوم کی جانب سے پشتون شعر کا تذکرہ پشتانہ شعر اجلد چہارم (مرتب سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار) شائع ہوا۔ اس میں ذیل اقبالیاتی حوالے موجود ہیں:

- ابو سعید فضل احمد غر کی فن و شخصیت کے حوالے سے علامہ کا تذکرہ۔
- غر نے پشتونوں کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور علامہ کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ نے اس قصیدے کی انگریزی ترجمے کا اصلاح خود اپنے دست مبارک سے فرمایا۔<sup>۱۳۸</sup>
- راحت اللہ راحت زا خیل کے تذکرے میں ان کی شکوہ اور جواب شکوہ کے منظوم پشتو تراجم کا ذکر آیا ہے۔<sup>۱۳۹</sup>

۱۳۵۸ھ ش:

خوشحال خان خٹک کی وفات کے تین سو سال پورے ہونے کی مناسبت سے عالمی خوشحال کانفرنس کے لیے محمد ابراہیم ستوری اور احمد ضیاء رسی کی مرتب کردہ خوشحال شناسی کا ایک اہم منبع خوشحال خان خٹک د مطبوعاتو پہ ہندارہ کی جلد دوم شائع ہوئی۔ اس کتاب میں بھی ذیل اقبالیاتی حوالے موجود ہیں:

☆ پستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنبی مرتب عبداللہ بختانی۔ کتاب میں تذکرہ خوشحال خان<sup>۱۴۰</sup>

☆ دخوشحال او د اقبال دا شعار وحنی مشترکی خواوی۔ عبداللہ بختانی۔ مطبوعہ ننگیالی پشتون میں تذکرہ خوشحال خان<sup>۱۴۱</sup>

☆ دخوشحال پہ شاعری کی باز اور اقبال کے شاہین کے تصورات (از امیر حمزہ شنواری مطبوعہ توریالی پشتون) کا تذکرہ<sup>۱۴۲</sup>

☆ خوشحال و اقبال۔ میر عبدالصمد۔ خوشحال اور اقبال کا مفصل تذکرہ<sup>۱۴۳</sup>

☆ باز پہ خوشحالیات او اقبالیات کسی (خوشحالیات اور اقبالیات میں باز (شاہین) کا تذکرہ مقالہ دوست محمد خان کامل مومند<sup>۱۴۴</sup>

☆ خوشحال خان خٹک حیات حالات اور شاعری سے متعلق سید رسول رسا کا مقالہ اس میں بال جبریل میں خوشحال خاں خٹک کی وصیت بھی نقل کی گئی ہے۔<sup>۱۳۵</sup>

۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ھ ش:

افغانستان کالنی (سالنامہ) میں عبد الہادی داوئی کا سوانحی تذکرہ شائع ہوا جس میں ان کی فارسی نظم ”خطاب بہ اقبال“ بھی شائع ہوئی ہے جو داوئی کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔<sup>۱۳۶</sup>

دلوحوت ۱۳۵۹ھ ش:

ماہنامہ شفق (جریدہ حزب اسلامی افغانستان) میں حضرت علامہ کی ایک رباعی اور درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

خدا آن ملتی را سروری داد      کہ تقدیرش بدست خویش بنوشت  
بہ آں ملت سروکاری ندارد      کہ دہقانش برائے دیگران کشت<sup>۱۳۷</sup>

### غلامی

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد      گوہرے داشت ولے نذر قباد و جم کرد  
یعنی از خوے غلامی زرگاں خوار تر است      من ندیدم کہ سگے پیش سگے سرخم کرد<sup>۱۳۸</sup>

میا رابزم بر ساحل کہ آنجا      نوائے زندگانی نرم نیز است  
بہ دریا غلت و باموجش در آویز      حیات جاودان اندر ستیز است<sup>۱۳۹</sup>

اسد ۱۳۵۹ھ ش:

عبدالباری شہرت ننگیال نے افغانستان میں روسی انقلاب کے بعد اپنا ایک پشتو شعری مجموعہ ”افغان مجاہد آواز شائع کرایا۔ ایک رباعی میں مزار اقبال پر حضرت علامہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

چہی خاوند د ژور فکر و لوړ خیال دی      فلسفی شاعر دانا د ژوند پہ حال دی<sup>۱۴۰</sup>

ترجمہ: گہرے تفکر اور بلند خیالات رکھنے والا ہے یہ فلسفی شاعر، رموز زندگی کا دانائے راز ہے۔ لاہور یقیناً اپنا سر بلند رکھنے کا حقدار ہے جس نے مشہور زمانہ ادیب اقبال کو پروان چڑھایا ہے۔

حمل ثور ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ شفق میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:  
 زندگی در صدف خویش گہر ساختن است      در دل شعلہ فرورفتن و نگداختن است  
 عشق ازیں گنبد در بستہ برون تاختن است      شیشہ ماہ ز طاقِ فلک انداختن است<sup>۱۵۱</sup>  
 جو زاسرطان ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ شفق میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:  
 ساحل افتادہ گفت بے زیستم      ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم  
 موج ز خود رفته ای تیز خرامید و گفت      ہستم اگر می روم گر نہ روم نیستم<sup>۱۵۲</sup>  
 میزان ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ د شہید زیری (نوید شہید) میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

بگو شم آمد از خاک مزارے      کہ در زیر زمین ہم می توان زیست  
 نفس دارد و لیکن جان ندارد      کسی کو بر مراد دیگران زیست<sup>۱۵۳</sup>  
 میزان عقرب ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ سیمائی شہید حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی و اشعار شائع ہوئے:  
 زندگی در صدف خویش گہرے ساختن است      در دل شعلہ فرورفتن و نگداختن است  
 عشق ازیں گنبد در بستہ برون تاختن است      شیشہ ماہ ز طاقِ فلک انداختن است

بگو شم آمد از خاک مزاری      کہ در زیر زمین ہم میتوان زیست  
 نفس دارد و لیکن جان ندارد      کسی کو بر مزار دیگران زیست<sup>۱۵۴</sup>  
 قوس جدی ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ شفق میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات شائع ہوئیں:  
 مسلمان فاقہ مست و ژندہ پوش است      ز کارش جبرائیل اندر خروش است  
 بیا نقش دگر ملت بریزم      کہ ایں ملت جہاں را بار دوش است<sup>۱۵۵</sup>

نوا از سینہ مرغ چمن برد  
 زخون لاله آں سوز کہن برد  
 بہ این مکتب، بہ این دانش چہ نازی  
 کہ نان در کف نداد و جان ز تن برد<sup>۱۵۶</sup>  
 قوس ۱۳۶۰ھ ش

افغان مجاہدین کے جریدہ میثاق خون میں ڈاکٹر حق شناس کا مقالہ ”اقبال اور افغانستان“ شائع ہوا۔<sup>۱۵۷</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۱۵۸</sup>  
 صفر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ق:

حضرت علامہ کی ذیل رباعی د شہید زیری میں شائع ہوئی:  
 برون از سینہ کش تکبیر خود را  
 بخاک خویش زن اکسیر خود را  
 خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی  
 مدہ در دست کس تقدیر خود را<sup>۱۵۹</sup>  
 ۱۹۸۲ء:

افغانستان کی جمعیت اسلامی کی جانب سے استاد خلیل اللہ خلیلی کا حضرت علامہ اقبال سے متعلق منشور و منظوم اثریاری آشنا شائع ہوا۔<sup>۱۶۰</sup>  
 دسمبر ۱۹۸۲ء:

افغان اقبال شناس پشتو شاعر حبیب اللہ رفیع کی پشتو نظم د آسیا ز پہ (قلب آسیا) شائع ہوئی۔ جس میں حضرت علامہ کو تحسین پیش کیا گیا۔<sup>۱۶۱</sup>  
 عقرب ۱۳۶۱ھ ش محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ق:

مجلہ ”شہید پیغام“ میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:  
 مسلمانے کہ داند رمز دیں را  
 نساید پیش غیر اللہ جبیں را  
 اگر گردوں بہ کام او نگرود  
 بکام خود بگرداند زمیں را<sup>۱۶۲</sup>  
 دلو ۱۳۶۱ھ ش:

مجلہ شہید پیغام میں حضرت علامہ کے درج ذیل ابیات بعنوان ”از پیغام مصطفی آگاہ شو“ شائع ہوئے ہیں:

تا بکہ در یوزہ منصب کنی  
 صورت طفلان ز نے مرکب کنی

فطرتے کو بر فلک بندد نظر  
گرجہ باشی تنگ روز و تنگ بخت  
رزق خویش از نعمت دیگر مجو

پست می گردد ز احسان دگر  
در ره سیل بلا افکنده رخت  
موج آب از چشمه خاور مجو

مسلم استی بے نیاز از غیر شو  
رزق خود را از کف دونال مگیر  
پشت یازن لخت کی کاوس را  
از پیام مصطفی آگاہ شو  
عشق را آتش زن اندیشہ کن  
خوف حق عنوان ایمان است و بس

اہل عالم را سراپا خیر شو  
یوسف استی خویش را ارزاں مگیر  
سر بدہ از کف مدہ ناموس را  
فارغ از ارباب غیر اللہ شو  
روح حق می باش و شیریں پیشہ کن  
خوف غیر از شرک پنہاں است و بس

فارغ از اندیشہ اغیار شو  
قوت خوابیدہ بیدار شو<sup>۱۶۳</sup>

جنوری ۱۹۸۳ء رجب الاول ۱۴۰۳ھ ق:

ماہنامہ ”ہجرت“ میں افغان مجاہدین کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے۔ جس میں وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اس تصویر کے کیپشن میں حضرت علامہ کا یہ شعر درج کیا گیا ہے۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز

قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز<sup>۱۶۴</sup>

شعبان ۱۴۰۳ھ ق:

جناب ف م فائض نے افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد افغانوں کو اپنی بقا و سالمیت کے لیے اس جنگ میں غافل نہ رہنے کی تلقین کی ہے اور ”حل سیاسی یا حلیہ سیاسی“ کے عنوان سے اپنے ایک مقالے میں اپنے موضوع کی دلیل و اثبات میں حضرت علامہ کا حوالہ دیا ہے۔

..... اگر باز غفلت نمایم آئندہ اش ہلاکت بار از وضعی خواهد بود کہ در آن بسر میریم و آنگہ

دیگر موقع نخواهد بود تا سہل انگاریہای مانی را جیران کنم ہم اکنون فرصتی است کہ بناید آنداز

دست داد و بنا پر دراز جہاد و مبارزہ احساسِ خشکی کینم کہ بقول اقبال ”حیات جاوداں اندر ستیز است“ باید دانست کہ در عقب سکون مرگ است و در عقب ستیز حیات جاوید.....<sup>۱۱۵</sup>  
۱۳۶۲ھ ش:

امیر کروڑ سوری کے بارہ سو پچاس ویں سالگرہ (۱۵۴ - ۱۴۰۴ھ ق) کی مناسبت سے پشتو ٹولہ کابل نے عبدالرؤف بیٹو کی ایک تحقیقی کتاب آریای فارسی اور پشتو مرثیے شائع کرائی ہے۔ اس کتاب کے مدون و مرتب حضرت محمد ویاڑ نے کتاب کے محقق عبدالرؤف بیٹو کے آثار و تالیفات کا ذکر کیا گیا ہے جو انیس اخبار کابل کے ۱۳۲۱ھ ش کے مختلف شماروں میں حضرت علامہ کے مثنوی مسافر کے پشتو ترجمہ پر دیس کے نام سے شائع ہوا ہے۔<sup>۱۱۶</sup>

۱۳۶۳ھ ش:

سہ ماہی سپیدی کے شمارہ اول میں بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کا کلام شائع ہوا ہے:

### جنگ است ہنوز

لالہ ایں چمن آلودہ رنگ است ہنوز      سپر از دست مینداز کہ جنگ است ہنوز  
فنتہ را کہ دو صد فتنہ بانوشش بود      دخترے ہست کہ در عہد فرنگ است ہنوز  
اے کہ آسودہ نشینی لب ساحل بر خیز      کہ ترا کار بہ گرداب نہنگ است ہنوز  
از سر تیشہ گذشتن ز خرد مندی نیست      اے بسالعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز  
باش تا پردہ کشایم ز مقام دگرے      چہ دہم شرح نواہا کہ بہ چنگ است ہنوز  
نقش پرداز جہاں چون بہ جنونم نگریت

گفت ویرانہ بہ سودائے تو تنگ است ہنوز<sup>۱۱۷</sup>

عقرب ۱۳۶۳ھ ش:

سہ ماہی سپیدی کے سال اول شمارہ چار کے بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کی فارسی ”دعا“ شائع ہوئی ہے:

یارب درون سینہ دل باخبر بدہ      در بادہ نشہ را نگر م آن نظر بدہ



ایں بندہ را کہ بانفس دیگران نہ زیست  
 سیکم، مرا بجوے تنگ مایہ مہیج  
 سازی اگر حریف یم بیکراں مرا  
 شاہین من بصید پلنگاں گذاشتی  
 رفقتم کہ طائران حرم را کنم شکار  
 خاکم بہ نور نغمہ داؤد بر فرور  
 ہر ذرہ مرا پر و بال شرر بدہ<sup>۱۶۸</sup>

فروری، مارچ ۱۹۸۳ء:

ماہنامہ ہجرت میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی  
 غافل نہ ہو خودی سے کراپنی پاسبانی  
 یا بندہ خدا بن یا بندہ زمانہ  
 شاید کسی حرم کا تو بھی ہو آستانہ!<sup>۱۶۹</sup>  
 جوزا / ۱۳۶۳ھ ش جون ۱۹۸۵ء:

سہ ماہی سپیدی سال اول شمارہ ۱۱ میں ”اندرز“ کے عنوان سے حضرت علامہ کے  
 درج ذیل دو ابیات شائع ہوئے:

ز پیرے یاد دارم این دو اندرز  
 گریز از تپش آن مرد فرودست  
 نہاید جز بجان خویشتن زیست  
 کہ جان خود گرو کردوبہ تن زیست!<sup>۱۷۰</sup>  
 سرطان ۱۳۶۳ھ ش جولائی ۱۹۸۵ء:

افغان جہاد کے دوران مجاہدین کا ایک ماہنامہ جریدہ ”قلب آسیا“ کے نام سے شائع  
 ہوتا رہا۔ اس جریدے کا شمارہ پنجاوہ ہشتم میرے سامنے ہے۔ جریدہ کے نام کے بالکل ساتھ ہی  
 حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار کندہ ہیں:

آسیا یک پیکر آب و گل است  
 از فساد او فساد آسیا  
 ملت افغان درآن پیکر دل است  
 در کشاد او کشاد آسیا!<sup>۱۷۱</sup>  
 جوزا سرطان ۱۳۶۵ھ ش:

مجلہ شفق کے مختلف صفحات پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار و رباعیات شائع ہوئے:

جوہر ما بامقائے بستہ نیست  
قلب ما از ہند و روم و شام نیست

بادۂ تندش بہ جامے بستہ نیست  
مرز و بوم او بجز اسلام نیست<sup>۱۴۲</sup>

بیا ساقی نقاب از رخ بر افکن  
بہ آن لحنے کہ نے شرقی نہ غربی است

چکید از چشم من خون دل من  
نوائے از مقام لاتخف زن<sup>۱۴۳</sup>

تن مرد مسلمان پایدار است  
طیب مکتہ رس دید از نگاہش

بنائے پیکر او استوار است  
خودی اندر وجودش رعشہ دار است<sup>۱۴۴</sup>

ہنوز اندر جہان آدم غلام است  
غلام فقر آن گیتی پناہم

نظامش خام و کارش ناتمام است  
کہ در دینش ملوکیت حرام است<sup>۱۴۵</sup>

مسلمانی غم دل در خریدن  
حضور ملت از خود درگذشتن

چو سیماب از تپ یاراں تپیدن  
دگر بانگ انا الملّت کشیدن<sup>۱۴۶</sup>

۱۳۶۵ھ ش:

زرین انجور نے افغانستان کی صحافت کی پیشرو د افغانستان دژور نالیزم مخکشان دولتی مطبع کابل سے شائع کرائی۔ اس کتاب میں دیگر مشاہیر کے علاوہ عبدالہادی داوی کی صحافتی خدمات کا تذکرہ موجود ہے اور ان کے مشہور و معروف اثرات اردو اقبال سے متعلق درج ذیل عبارت درج کی گئی ہے:

استاد عبدالہادی داودی د شرق د لوی شاعر او مسلمان فیلسوف علامہ  
داکتر اقبال لہ آثار و سرہ زیاتہ د زہ مینہ لرلہ۔ دہغہ پہ ځینو شعری آثار و  
کښې د دغې مینې څرگندونه او اغیزی څرگندیږی په دې لږ کښې هغه غوښتل  
چې علامہ داکتر اقبال لاهوری آثار لہ اردو څخه په فارسی راوژباړي ددې

سلسلہ دوہ توکہہ بی پہ ۱۳۵۵ ش کال کنہیہ دا طلاعتو او کلتور د وزارت د  
بھیقی د کتاب چاپولو د موسسه له خوا چاپ شوی دی۔ نور توکونہ نہ دی  
خپاره شوی۔ ۱۷۷

ترجمہ: استاد عبدالہادی داوئی کا مشرق کے عظیم مسلمان فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے  
آثار کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ ان کے بعض آثار میں اقبال سے اسی تعلق کا پر تو جلوہ گر ہے  
اس سلسلے میں وہ چاہتے تھے کہ علامہ اقبال لاہوری کے اردو آثار کے فارسی میں تراجم کریں۔  
اسی سلسلے کی دو جلدیں ۱۳۵۵ھ ش میں اطلاعات کلتور وزارت کے بہتی نشراتی ادارہ کی  
جانب سے شائع ہوئیں۔ جبکہ باقی جلدیں تشہ اشاعت ہیں۔

۱۳۶۵ھ ش:

مجلہ شفق سال دوم شمارہ اول و دوم میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات و اشعار  
شائع ہوئے ہیں:

مسلماں گرچہ بے خیل و سپاہے است	ضمیر او ضمیر یادشاہے است
اگر او را مقامش باز بخشند	جمال او جلال بی پناہے است

مومنان راتبخ با قرآن بس است	تربت مارا ہمین سامان بس است
گر تو می خواهی مسلمان زیستن	نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

خلافت بر مقام ما گواہی است	حرام است آنچه بر ماباد شاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ	خلافت حفظ ناموس الہی است <sup>۱۷۸</sup>

۱۳۶۵ھ ش:

وزارت اقوام و قبائل افغانستان کے ریاست فرهنگ و نشریات نے پشتو زبان میں  
سرفراز خان خٹک کا خوشحال نامہ شائع کیا۔ اس کتاب کی تدوین و تحقیق اور تعلیقات  
جناب زلمی ہیوا مل نے کی ہے۔ اس میں تقریباً ساڑھے چار صفحات پر مشتمل ایک عنوان  
”خوشحال اور اقبال“ ہے۔

اس کے مطابق خوشحال کی اصطلاح ”نگیلی“ کے تحت انسان کامل کا جو تصور اقبال نے پیش کیا ہے۔ اس نظریے کو المانی حکیم نطشہ (۱۸۴۳ء-۱۹۰۰ء) نے فوق البشر اور خود ارادیت کا نظریہ وضع کیا۔ اس کے بعد ہندی حکیم اقبال نے مرد مومن اور نظریہ خودی کی اختراعات کے طور پر ہیں۔ اس نظریے کے بانی خوشحال خاں خٹک ہیں اور اقبال ہی نے خوشحال خاں خٹک کے باز سے شاہین کا تصور اخذ کیا ہے۔<sup>۱۷۹</sup>

حمل ثور ۱۳۶۶ھ ش اپریل مئی ۱۹۸۷ء:

مجلہ قلم میں حبیب اللہ رفیع نے مشہور و معروف افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی کی وفات کی مناسبت سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ میں استاد خلیل اللہ خلیلی آثار و تراجم کے تعارف کے سلسلے میں دیار آشنا (علامہ اقبال بہ افغانستان) کا ذکر کیا ہے۔<sup>۱۸۰</sup>  
اس طرح ملت کی بیداری میں استاد خلیلی کو اقبال کی راہ کارا ہی بتایا گیا ہے۔<sup>۱۸۱</sup>  
جو زاسرطان ۱۳۶۶ھ ش شوال ۱۴۰۷ھ ق:

مجلہ میثاق خون میں نایل لاجور، منشہری کا مقالہ امروز برای فردا شائع ہوا ہے۔ اس میں مستقبل کے حوالے سے اقبال اور خواجہ حافظ شیرازی کے افکار سے متعلق بحث کی گئی ہے۔<sup>۱۸۲</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۱۸۳</sup>  
عقرب ۱۳۶۶ھ ش اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء:

مجلہ قلم میں افغانستان کے معروف اقبال شناس ڈاکٹر سید خلیل اللہ ہاشیمان نے یوم اقبال کی مناسبت سے ”بزرگداشت اقبال بزرگ“ کے عنوان سے علامہ کے فکر و فن پر ایک نہایت پر مغز اور طویل مقالہ شائع کرایا ہے۔<sup>۱۸۴</sup>

یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۱۸۵</sup>  
۱۳۶۶ھ ش:

کابل میں حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو مترجم بابائے پشتو غزل امیر حمزہ شنواری کا اسی سالہ جشن ولادت منایا گیا۔ اس مناسبت سے کابل میں ایک علمی سمینار منعقد ہوا جس میں مختلف مقالات پیش کیے گئے۔ فارسی میں کاندید اکار مسین میر حسین شاہ نے ”محمد اقبال

اور حمزہ“ کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ یہ مقالہ بعد میں اس سمینار کے مشمولات پر مشتمل مجموعہ ”حمزہ یاد“ میں شائع ہوا۔<sup>۱۸۶</sup>  
۱۸ عقرب ۱۳۶۶ھ ش:

افغان اخبار شہادت کے صفحہ چار پر حضرت علامہ کی ایک بڑی تصویر ذیل نوٹ اور ان کے ذیل کلام کے ساتھ شائع ہوئی ہے:

بہ مناسبت تجلیل از روز تولد علامہ اقبال شاعر و فیلسوف نامدار جہان اسلام امروز درست در برابر روز تولد علامہ اقبال فیلسوف و شاعر نامدار جہان اسلام و شبہ جزیرہ ہند قرار داریم۔ بزرگداشت از تولد علامہ اقبال ای بخش ماموریت مان را تشکیل می دهد کہ در دشوارترین، لحظات مبارزہ و تلاش انقلابی ملت خود بہ آن توجہ باید کرد ادبیات معاصر اسلامی و روند کنون فلسفہ اسلام نسبت بہ ہر زمان دلگیر نیاز دارد تا شاعر و اندیشہ ہای این بزرگ مرد دنیای اسلام را با سرودہ ہای انقلابی و اندیشہ ہای توحیدی را بہان این نسل و نسل ہای دلگیری پیوندن دہیم۔ ایک بخاطر یاد بود علامہ اقبال کی از اشعارہ ی را انتخاب نمودہ ایم کہ خدمت خوانندگان عزیز تقدیم می گردد۔

من نوائے شاعر فردا ستم	نغمہ ام از زخمہ بے پروا ستم
یوسف من بہر این بازار نیست	عصر من دانندہ بے اسرار نیست
طور من سوزد کہ مے آید کلیم	نا امید ستم ز یاران قدیم
شبم من مثل یم طوفاں بدوش	قلزم یاران چو شبم بے خروش
این جرس را کاروان دیگر است	نغمہ من از جہان دیگر است
چشم خو بر بست و چشم ما کشاد	اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد
چوں گل از خاک مزار خود دمید	رخت باز از نیستی بیروں کشید
مثل گام ناقہ کم غوغا گذشت	کاروان ہا گرچہ زیں صحرا گذشت
شور حشر از پیش خیزان من است	عاشقم فریاد ایمان من است
من نترسم از شکست عود خویش	نغمہ ام نغمہ ام زاندازہ تار است بیش
قلزم از آشوب او دیوانہ بہ	قطرہ از سیلاب من بیگانہ بہ

در نمی گنجد بجو عمان من  
غنیہ کز بالیدگی گلشن نشد  
برقہا خوابیدہ در جان من است  
پنچہ کن باحرم ار صحراستی  
چشمہ حیوان براتم کردہ اند  
ذره از سوز نوایم زندہ گشت  
ہیچ کس رازے کہ من گویم گفت  
سرعیش جاوداں خواہی بیا

بحر ہا باید یے طوفان من  
درخور ابر بہار من نشد  
کوه و صحرا باب جولان من است  
برق من درگیر اگر سیناستی  
محرم راز حیاتم کردہ اند  
پر کشود و کرک تابدہ گشت  
ہیچو فکر من در معنیٰ نشت  
ہم زمیں ہم آسماں خواہی بیا

پیر گردوں با من ایں اسرار گفت

از ندیماں رازہا نتواں نہفت<sup>۱۸۷</sup>

۱۳۶۶ھ ش:

ن لاجور پنشنہری نے امروز برای فردا کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا جو جمعیت اسلامی افغانستان کی جانب سے شائع ہوا۔ اس کتابچہ میں خواجہ حافظ شیرازی اور اقبال لاہوری کے افکار کی روشنی میں مستقبل کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔<sup>۱۸۸</sup>

حمل تاسنبلہ ۱۳۶۷ھ ش اپریل، جولائی ۱۹۸۸ء:

مجلہ قلم کے بیک ٹائٹل کی پشت پر ”فالِ قلم“ کے طور پر حضرت علامہ کا کلام شائع

ہوا ہے۔

### جنگ است ہنوز

لالہ ایں چمن آلودہ رنگ است ہنوز  
فتنہ را کہ دو صد فتنہ بانغوشش بود  
سپر از دست مینداز کہ جنگ است ہنوز  
دخترے ہست کہ در عہد فرنگ است ہنوز  
کہ ترا کار بہ گرداب نہنگ است ہنوز  
اے بسا لعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز  
چہ دہم شرح نواہا کہ بہ چنگ است ہنوز

نقش پرداز جہاں چون بہ جنونم نگریت

گفت ویرانہ بہ سودائے تو تنگ است ہنوز<sup>۱۸۹</sup>

دلوحوت ۱۳۶۷ھ ش فروری، مارچ ۱۹۸۹ء:

مجلّہ قلم کے اس شمارے میں بھی قلم کا فال حضرت علامہ کا کلام ہے:

زخاک خویش طلب آتشی کہ پیدا نیست      تجلی دگرے در خور تقاضا نیست  
نظر بخویش چناں بستہ ام کہ جلوه دوست      جہاں گرفت و مرا فرصت تماشا نیست  
بملک جم نہ ہم مصرع نظیری را      کسے کہ کشتہ نشد از قبیلہ ما نیست  
زقید و صید ہننگان حکایتے آور      گلو کہ زورق ما روشناس دریا نیست  
مرید ہمت آن رہروم کہ پانگداشت

بہ جاوہ کہ در و کوہ و دشت دریا نیست<sup>۱۹۰</sup>

۱۳۶۷ھ ش:

کابل میں عالمی ادارہ تحقیقات پشتو کے قیام کی دسویں سالگرہ کی مناسبت سے سیمینار ہوا تھا۔ ”پنستو خیرنہی“ کے عنوان سے اس سیمینار کے مقالات کے مجموعے کی پہلی جلد شائع ہوئی۔ مرتب محقق شہزادہ زیارن اور طابع افغانستان کی اکادمی علوم ہے۔ اس میں ایک مقالہ محقق عبد الجبار نادر کا ”پشتانہ د بھرنیو لہ نظره“ (پشتون بیرون زعمای کی نظر میں) شامل ہے۔ اس مقالے میں موصوف نے حضرت علامہ کی مثنوی مسافر سے چند اشعار کا حوالہ لیا ہے جس میں وہ پشتونوں کے دشت و کوہسار کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں:

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست      دردل او صد ہزار افسانہ ایست  
سرزینے کبک و شاپین مزاج      آہوئے او گیرد از شیران خراج  
در فضائش جره بازان تیز چنگ      لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ<sup>۱۹۱</sup>

جو زاسرطان ۱۳۶۸ھ ش جون جولائی ۱۹۸۹ء:

مجلّہ قلم میں عبدالرؤف نوشہروئی کا مقالہ ”اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت“ کے عنوان سے شائع ہوا جو حضرت علامہ کے اشعار و افکار کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔<sup>۱۹۲</sup>

اسد سنبہ ۱۳۶۸ھ ش اگست ستمبر ۱۹۸۹ء:

افغان مجلہ ”قلم“ میں افغان جہاد کے حوالے سے راقم الحروف کا مکتوب شائع ہوا ہے جس میں حضرت علامہ کے افکار کی روشنی میں افغان جہاد کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اور حضرت علامہ کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

لاہور و دہلی جن کے دم سے ہم پہلو ہوئے  
اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہیں<sup>۱۹۳</sup>

۲۸ حوت ۱۳۶۸ھ ش:

افغانستان کے ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر ارکان حرب ڈگروال متقاعد عبدالرحمان مینہ پال نے تپش قلب آسیا افغانستان در آزمون بزرگ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی جو بعد میں دانش کتاب خانہ قصہ خوانی پشاور کی جانب سے ۱۳۷۷ھ ش میں طبع ہوئی۔ کتاب کے آغاز میں مکمل صفحے پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار طبع ہوئے ہیں:

آسیا یک پیکر آب و گل است      ملتِ افغان در آن پیکر دل است  
از فسادِ او فسادِ آسیا      در کشادِ او کشادِ آسیا  
تادل آزاد است آزاد است تن      ورنہ کاہے در رہ باد است تن  
ہچو تن پایند آئین است دل      مردہ از کین زندہ از دین است دل  
قوتِ دیں از مقامِ وحدت است

وحدت از مشہود گردد ملت است<sup>۱۹۴</sup>

۱۳۶۸ھ ش نومبر ۱۹۸۹ء:

افغان اقبال شناس عبدالباری شہرت نگیال نے افغان جہاد سے متعلق اردو اشعار و منظومات یکجا کر کے خون کمی پیکار کے عنوان سے کتاب شائع کرائی ہے۔ اس کتاب کے بیک ٹائٹل پر بائیں جانب حضرت علامہ کی تصویر، اوپر شاہین اور دائیں جانب درج ذیل اشعار شائع ہوئے ہیں:

آسیا یک پیکر آب و گل است      ملتِ افغان در آن پیکر دل است  
از فسادِ او فسادِ آسیا      در کشادِ او کشادِ آسیا  
تادل آزاد است آزاد است تن      ورنہ کاہے در رہ باد است تن<sup>۱۹۵</sup>



عقرب قوس ۱۳۶۹ھ ش:

مجلہ ”قلم“ میں قاضی محمد صدیق صادق نے مرحوم گل باچا الفت کے نظریات کے حوالے سے ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالے میں الفت کے نظریات کو اقبال کے نظریات سے معادل گردانا ہے۔

ترجمہ: ”ایک بلند نظر شخصیت کے مالک جن کے بلند خیالات اور گہرے افکار نے زندگی کے نشیب و فراز کا احاطہ کیا ہے۔ ان کے ہر جملہ، ہر حرف، ہر کلمہ یا ہر شعر پر کتابیں رقم کی جاسکتی ہیں۔ ایسی شخصیت کا تذکرہ ایک مقالے یا مجلے میں کرنا، ان کے حیات و طرز تفکر پر لکھنا یقیناً قابلِ جرأت اقدام ہے۔ کیونکہ اگر ان کے اشعار کا علامہ اقبال کے فارسی اشعار سے موازنہ کیا جائے تو بالکل ان کے ساتھ معادل کلیات کی ترتیب اور لطافت زماں و مکان کی مطابقت میں کبھی بھی ان کے افکار سے کم نہ ہوں گے۔

یہاں مرحوم علامہ اقبال اور مرحوم الفت کا ایک ایک شعر نقل کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عمر ما در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات

تا بزیم عشق یک دانائے راز آید بیرون

اور یہی مقصد مرحوم الفت نے نابغہ مشرق سید جمال الدین افغانی سے متعلق مدح

میں یوں ادا فرمایا ہے:

د قدرت د کارخانو نہ کله کله

پہ جہان پیدا یو بل رنگه بشر شی

ترجمہ: قدرت کے کارخانے سے کبھی کبھی اسرارِ جہاں میں ایک منفرد قسم کا بشر پیدا

ہو جاتا ہے۔<sup>۱۹۶</sup>

۱۳۶۹ھ ش

حبیب اللہ رفیع نے افغان جہاد کے دوران شائع شدہ ۱۶۸ ادبی کتب کا تعارف د وژمو

بھییر (کاروانِ مہک) شائع کیا ان میں درج ذیل دو کتابیں حضرت علامہ سے متعلق ہیں:

۱- امر و زواری برای فردا از لاجورپنشنہری

یہ کتاب افغانستان کی جماعتِ اسلامی کی جانب سے ۱۳۶۶ھ ش کو شائع ہوئی۔ اس میں مستقبل کے بارے میں فلسفیانہ اور ادبی بحث موجود ہے۔ مستقبل کے بارے میں خواجہ حافظ شیرازی اور اقبال لاہوری کے افکار و نظریات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مترقی و کامیاب مستقبل کے لیے جہدِ مسلسل کو شرط قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مستقبل سے خوش بینی منسوب کی گئی ہے۔<sup>۱۹۷</sup>

۲- یار آشنا از استاد خلیل اللہ خلیلی

جمعیت اسلامی افغانستان علمی و مشاورتی انجمن کی جانب سے استاد خلیل اللہ خلیلی کا منظوم و منثور اثر ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں حضرت علامہ کی یاد اور ان کے فن و شخصیت سے متعلق نکات بیان کیے گئے ہیں۔<sup>۱۹۸</sup>

۱۳۶۹ھ ش:

”قلم“ میں زلمی ہیواد مل نے حضرت علامہ کے مقالے (Khushal Khan) *Khattak the Afghan Warrior Poet* (Islamic Culture) مطبوعہ حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۲۸ء کے حوالے سے تحقیقی مقالہ ”د علامہ اقبال لاہوری مقالہ افغان جنگیالی شاعر“ شائع ہوا۔<sup>۱۹۹</sup>

۱۳۶۹ھ ش:

مشہور افغان محقق زلمی ہیواد مل نے سر محقق Great Researcher کے عہدے کے لیے اپنا تحقیقی مقالہ ”پہ ہند کنبی د پنبستو ژبې او ادبیاتو دودې او ایجاد پر اؤنه“ (ہندوستان میں پشتو زبان و ادب کے ارتقائی مراحل) تحریر کیا۔ اس مقالے میں حضرت علامہ کو ہندوستان میں خوشحال شناسی کا سب سے پہلا رسالہ قرار دیا ہے۔ خوشحال سے متعلق علامہ کے ذیل اشعار بھی شامل مقالہ کیے ہیں:

خوش سرود آں شاعرِ افغان شناس	آنکہ بیند، باز گوید بے ہر اس!
آں حکیم ملت افغانیاں	آں طیبِ علتِ افغانیاں!
راز قومی دید و بے باکانہ گفت	حرفِ حق با شوخیِ رندانہ گفت!
”اشترے یابد اگر افغانِ حُر	یا براق و ساز و با انبارِ دُر

ہمتِ دوش از ازاں انبارِ دُر می شود خوشنود بازنگِ شتر!“  
منقولہ بالا اشعار کے آخری دو اشعار کو خوشحال خان خٹک کے ذیل پشتو اشعار کا ترجمہ  
قرار دیا گیا ہے:

اوس له باره په خپل کور کی ورغلی

په ولجه د اوبن د غاړې د جرس دی

خوشحال خان خٹک سے متعلق حضرت علامہ کے انگریزی مقالے “Khushal  
Khan Khattak the Afghan Warrior Poet” مطبوعہ اسلامک کلچر حیدر آباد  
دکن جولائی ۱۹۲۸ء کے مشمولات کا نہایت تفصیلی و تحقیقی انداز سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔  
اقبال کے شاہین کے تصور کا منبع فکر خوشحال کو قرار دیا گیا ہے۔ اس مقالے کے پشتو تراجم پر  
بھی بحث کی گئی ہے۔<sup>۲۰۰</sup>

اسد سنبھ ۱۳۷۰ھ ش:

”ابتداء بہر ان مسلمانان و ہندو ہا متحداً حزب کانگریس را برای رہبری جنبش آزادی ہند  
تشکیل داند شخصیت ہائی مسلمان کہ رہبری جنبش ہند را بہ عہدہ داشتہ عبارت بودند از محمد علی  
جناح، شوکت علی، سرسید احمد خان، نواب محسن، سلطان محمد، عبدالغفار خان، علامہ اقبال  
لاہوری و غیرہ اما بعد از یکہ گاندھی در راس حزب کانگریس قرار گرفت بنا بر سیاست ہائی طلبا  
و انصاری ایکہ داشت مسلمانان حزب کانگریس را ترک و دست بہ تاسیس حزب جدید بنام  
مسلم لیگ زدند۔“

ترجمہ: شروع میں مسلمان لیڈروں نے ہندو رہنماؤں کے ساتھ مل کر آزادی ہند کے لیے  
مشترکہ سیاسی جماعت کانگریس بنائی جس میں مشہور مسلمان لیڈروں میں محمد علی جناح،  
شوکت علی، سرسید احمد خان، نواب محسن، سلطان محمد، عبدالغفار خان، علامہ اقبال لاہوری  
وغیرہ شامل تھے۔ جنھوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ لیکن بعد میں  
گاندھی جی کے رویے اور سیاست میں جانبداری کے باعث مسلمانوں نے کانگریس کو خیر  
آباد کہہ کر اپنی ایک جداسیاسی پارٹی مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی۔<sup>۲۰۱</sup>

میزان ۱۳۷۰ھ ش ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ ق:

افغان جریدہ منبع الجہاد میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:  
 مسلمانے کہ داند رمز دیں را      نسايد پيش غير الله جبين را  
 اگر گردوں بہ کام او نگرود      بکام خود بگرداند زمیں را<sup>۲۰۲</sup>  
 ۱۰ میزبان ۱۳۷۰ھ ش ۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء:

جریدہ ”دجہاد ہندارہ“ میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:  
 میا را بزم بر ساحل کہ آنجا      نوائے زندگانی نرم نیز است  
 بہ دریا غلت و باموجش در آویز      حیات جاودان اندر ستیز است

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست      بحر و بر درگوشہ دامان اوست  
 سوز صدیق و علیٰ از حق طلب      ذرہ عشق نبی ﷺ از حق طلب<sup>۲۰۳</sup>  
 یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء:

جریدہ دجہاد ہندارہ میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:  
 قبائے زندگانی چاک تاکی      چوموراں آشیاں در خاک تاکے  
 بہ پرواز آ و شاپینی بیاموز      تلاش دانہ در خاشاک تاکے<sup>۲۰۴</sup>  
 عقرب قوس ۱۳۷۰ھ ش:

منبع الجہاد کے اگلے شمارے میں بھی حضرت علامہ کی مندرجہ بالا رباعی شائع ہوئی۔<sup>۲۰۵</sup>  
 دلوحوت ۱۳۷۰ھ ش فروری مارچ ۱۹۹۲ء:  
 مجلہ قلم میں افکار اقبال کی روشنی میں احمد جان امینی کا فارسی زبان میں نہایت علمی و  
 ادبی مقالہ ”افغانستان در آئینہ قرآن“ شائع ہوا۔<sup>۲۰۶</sup> یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال  
 شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا ہے۔<sup>۲۰۷</sup>

۲۸ قوس ۱۳۷۱ھ ش ۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء پشتون افغان اقبال شناس شاعر سر محقق  
 عبد اللہ بختانی خد متگار نے خیر خانہ کابل میں دنیا کی بے ثباتی پر ایک طویل پشتو نظم ”دغم زخم“  
 تحریر کی۔ اس نظم میں مشاہیر پشتو و فارسی شعرا کے مرثیے بھی کہے گئے ہیں۔ جبکہ علامہ کے  
 درج ذیل اشعار کے حوالے بھی دیے گئے ہیں:

سحر می گفت بلبل باغباں را  
 بہ پیری میرسد خار بیابان  
 دریں گل جز نہال غم نگیرد  
 ولے گل چون جوان گردد بمیرد<sup>۲۰۸</sup>  
 جولائی اگست ۱۹۹۳ء:

افغان اہل قلم تنظیم (- The Writers Union of Free Afghanistan) کی جانب سے (The WUFA) کے نام سے انگریزی میں اس کا دوماہی جرنل شائع ہوا۔ اس کے سال اول، شمارہ اول، جولائی اگست ۱۹۹۳ء کے بیک ٹائٹل پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع ہوئے:

آسیا یک پیکر آب و گل است ملت افغان درآن پیکر دل است  
 از فساد او فساد آسیا در کشاد او کشاد آسیا

Asia is comparable to a living body. The heart that beat inside the body is the nation of Afghanistans. The destruction of Afghans would be destruction of Asia and in thier progress and propentylies well being of Asia.<sup>۲۰۹</sup>

۱۳۷۲ھ ش:

جریدہ مجاہد میں آقامی حیدری وجودی کا مقالہ ”اسرار خودی و رموز بیخودی از دید گاہ اقبال“ شائع ہوا۔<sup>۲۱۰</sup>

یہ مقالہ بعد میں علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۲۱۱</sup>

۱۳۷۳ھ ش ۱۹۹۳ء:

زلمی ہیواد مل کی پشتو تحقیقی کتاب ”پہ ہند کنہی ژبې او ادیباتو دودې او ایجاد پراؤنه“ (ہندوستان میں پشتو زبان و ادب کے ارتقائی مراحل) شائع ہوئی۔ خوشحال خان خٹک سے متعلق حضرت علامہ کے نظریات اور خوشحال سے متعلق ان کے مقالے پر بحث کی گئی ہے۔<sup>۲۱۲</sup>

سرطان ۱۳۷۵ھ ش جولائی ۱۹۹۶ء:

مجلہ افغانستان میں سید سلیمان ندوی کے سیر افغانستان کے پشتوتربجے کی ایک قسط از شہرت ننگیال شائع ہوئی جو سفر افغانستان میں حضرت علامہ کے ہمراہ تھے۔<sup>۲۱۳</sup>  
۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش:

حضرت علامہ کے مثنوی ”مسافر“ کے جواب میں افغان اقبال شناس ڈاکٹر محمد رحیم الہام نے جواب مسافر شائع کرائی۔<sup>۲۱۴</sup> جو جناب الہام کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔  
۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش:

حضرت علامہ سے لاہور میں ملاقات کی یادوں کے سلسلے میں حضرت علامہ کے کابل میں میزبان انجمن ادبی کے ممبر سید قاسم رشتیا کا مقالہ ”ساعتی در خدمت علامہ اقبال“ شائع ہوا۔<sup>۲۱۵</sup> یہ مقالہ بعد میں ”سیر اقبال شناسی در افغانستان“ میں بھی شائع ہوا۔<sup>۲۱۶</sup>  
۲۰ نومبر ۱۹۹۶ء پشتون اقبال شناس شاعر عبد اللہ بختانی خدمتگار نے ننگرہار بختان میں پشتو شاعر غلام رحمن جرار کا پشتو مرثیہ تحریر کیا جس میں علامہ کے درج ذیل اشعار کا منظوم پشتوتربجہ کیا:

چورخت خویش بر بستم ازیں خاک      ہمہ گفتند با ما آشنا بود  
ولیکن کس ندانست این مسافر      چه گفت و با کہ گفت و از کجا بود  
منظوم پشتوتربجہ:

لہ دې مینې چې یی و ترله کډه  
تولو وې زمونې عزیز او گران آشنا وو  
خو خوک پوه نه شو چې داغه مسافر  
څه وئیل چاتي وئیل د کومې خوا وو<sup>۲۱۷</sup>

۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش:

معروف افغان اقبال شناس سر محقق عبد اللہ بختانی خدمتگار کا فارسی زبان میں ”آسیا گذرگاہ و نظر گاہ علامہ اقبال“ شائع ہوا۔<sup>۲۱۸</sup> یہ مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔<sup>۲۱۹</sup>  
۱۱ جدی ۱۳۷۶ھ ش:

م۔ لمر احسان کی تالیف افغانستان از زبان علامہ اقبال مرکز نشرات اسلامی  
صوبہ پشاور کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔<sup>۲۲۰</sup>  
۱۳۷۶ھ ش:

پوھیالی اسماعیل یون نے کابل یونیورسٹی کے شعبہ زبان و ادبیات کے گولڈن جوبلی  
۱۳۲۳ھ ش ۱۳۷۳ھ ش) کی مناسبت سے اس ادارے کا مطبوعہ آثار اساتذہ، فارغ التحصیل  
افراد، اور یہاں کے لکھے گئے مختلف تحقیقی مقالوں (ایم اے لیول) کا تذکرہ ”پنستو کتاب  
بنسود“ شائع کیا۔ اس کتاب میں عبدالرؤف بینوآ کے تعارف کے دوران ان کے آثار و  
مطبوعات کے سلسلے میں حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا تذکرہ ہے۔ جس کا منظوم پشتو  
ترجمہ جناب بینوآ نے ”پردیس“ کے نام سے کیا تھا اور کابل کے اخبار انیس کے ۱۳۲۱ھ ش  
کے مختلف شماروں میں قسطوں میں شائع ہوتا رہا۔<sup>۲۲۱</sup>

کیم سرطان ۱۳۷۷ھ ش ۲۷ صفر ۱۴۱۹ھ ق ۲۲ جون ۱۹۹۸ء:

جریدہ ادب و معرفت میں رحمان بابا، خوشحال خان خٹک، حمید بابا اور احمد شاہ بابا  
کے پشتو میں اشعار شائع ہوئے ہیں جبکہ فارسی میں سعدی شیرازی، حکیم سنائی، غزنوی اور  
حضرت علامہ اقبال کا درج ذیل شعر شائع ہوا ہے:

حفظ قرآن عظیم آئین تست  
حرف حق را فاش گفتن دین تست<sup>۲۲۲</sup>  
(علامہ اقبال)

کیم اسد ۱۳۷۷ھ ش ۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء:

افغان اقبال شناس احمد صمیم قندھاری کے زیر ادرات جریدے ”ادب و معرفت“  
میں پشتو و فارسی مشاہیر اساتذہ شعر کے چیدہ چیدہ ابیات شائع ہوئے ہیں۔ پشتو میں رحمان  
بابا، خوشحال خان خٹک، کاظم خان شیدا، مرزا خان انصاری، شمس الدین کاکڑ جبکہ فارسی میں  
حکیم سنائی غزنوی، نظامی عروضی گنجوی، مرزا عبدالقادر بیدل، مولانا روم اور دانائے راز اقبال  
لاہوری کے ابیات شامل ہیں۔ حضرت علامہ کا درج ذیل شعر ہے:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست  
 بحر و بر در گوشہ دامنِ اوست<sup>۲۲۳</sup>  
 یکم سنبلہ ۱۳۷۷ھ ش جماد الاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ / اگست ۱۹۹۸ء:  
 جریدہ ادب و معرفت:

فارسی شعر کے چیدہ چیدہ ابیات شائع ہوئے۔ سنائی، غزنوی، شاہ شرف قلندرز، نظامی عروضی،  
 دانائے راز علامہ اقبال، مولانا بلخی، سعدی شیرازی۔ حضرت علامہ کا درج ذیل بیت ہے:

جنگِ مومن چہست ہجرت سوئے دوست  
 ترکِ عالم اختیار کوئے دوست<sup>۲۲۲</sup>  
 یکم میزان ۱۳۷۷ھ ش ۲ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ / ستمبر ۱۹۹۸ء:  
 جریدہ ادب و معرفت کے پہلے ہی صفحے پر حکیم غزنوی، نظامی گنجوی، سعدی  
 شیرازی اور دانائے راز علامہ مشرق اقبال کے ابیات شائع ہوئے ہیں:  
 جنگِ شاہاں جنگِ غارت گری است  
 جنگِ مومن سنتِ پیغمبری است<sup>۲۲۵</sup>  
 عقرب ۱۳۷۷ھ ز:

جریدہ ادب و معرفت میں حضرت علامہ کا درج ذیل شعر شائع ہوا ہے:

نوجوانے را چو بینم بے ادب  
 روزِ من تاریک می گردد چو شب<sup>۲۲۶</sup>

۱۳۷۷ھ ش:

افغانستان کے فوجی آفیسر ارکان حرب ڈگروال متقاعد عبدالحنان میند پال کی کتاب  
 تپیش قلب آسیا افغانستان در آزمون بزرگ تاریخ پشاور کے دانش کتاخانہ کی  
 جانب سے شائع ہوئی۔ ٹائٹل کے بعد مؤلف کی ایک خوبصورت تصویر اور اس کے ایک مکمل  
 صفحے پر اقبال کے درج ذیل کے اشعار شائع ہوئے:

آسیا یک پیکر آب و گل است      ملت افغان در آن پیکر دل است  
 از فساد او فساد آسیا      در گشاد او گشاد آسیا



تادل آزاد است آزاد است تن      ورنہ کاہے در رہ باد است تن  
 ہچو تن پایند آئین است دل      مردہ از کین زندہ از دین است دل  
 قوت دین از مقام وحدت است  
 وحدت ار مشہود گردد ملت است ۲۲۷

۱۳۷۸ھ ش:

افغان اقبال شناس سید اسماعیل اکبر کا مقالہ ”سہم افغانستان در اقبال شناسی“ مجلہ دانش  
 میں شائع ہوا۔ ۲۲۸

۱۳۷۸ھ ش:

افغانستان کے مشہور و معروف اقبال شناس افغان شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی کی کلیات  
 شائع ہوئی ان میں حضرت علامہ کو فارسی میں مختلف چھ منظومات کے تحت منظوم خراج  
 تحسین پیش کیا گیا ہے۔ ۲۲۹

۹ سنبلہ ۱۳۷۹ھ ش ۳۱ اگست ۲۰۰۰ء:

ہفت روزہ افغانان میں حضرت علامہ کی درج ذیل نظم الحذر منت غیر الحذر  
 شائع ہوتی ہے:

اے فراہم کردہ از شیراں خراج      گشتم روبہ مزاج از احتیاج  
 خستگی ہائے تو از ناداری است      اصل درد تو ہمیں بیماری است  
 می رباید رفعت از فکر بلند      می کشد شمع خیال ارجمند  
 از خم ہستی مے گلغام گیر      نقد خود از کیسہ را ایام گیر  
 خود فرود آ از شتر مثل عمرؓ      الحذر از منت غیر الحذر  
 تا بکے در یوزہ منصب کنی      صورت طفلان زنے مرکب کنی  
 فطرتے کو بر فلک بند نظر      بست می گردد ز احسان دگر  
 مشت خاک خویش را از ہم میاش      مثل مہ رزق خویش از پہلو تراش  
 گرچہ باشی تنگ روز تنگ بخت      در رہ سیل بلا افگندہ رخت  
 رزق خویش از نعمت دیگر مجو      موج آب از چشمہ خاور مجو

ہمت از حق خواہ و باگردوں ستیز      آبروے ملت بیضا مریز  
 وائے برمنت پذیر خوان غیر      گردنش خم گشتہ احسان غیر  
 چوں حباب از غیرت مردانہ باش  
 ہم بہ بحر اندر گلوں پیانہ باش<sup>۲۳۰</sup>  
 ۲۲ عقرب ۱۳۷۹ھ ش:

ہفت روزہ افغانان میں حضرت علامہ کی تصویر کے ساتھ درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

### شعلہ آشفته

چون چراغ سوزم در خیابان ثنا      ای جوانان عجم جانِ من و جان ثنا  
 غوطہ ہا ز در ضمیر زندگی اندیشہ ام      تاب دست آورده ام افکار پنهان ثنا  
 مہر و مہ دیدم نگاہم بر تر از پروین گذشت      ریختم طرح حرم در کافرستان ثنا  
 تاسناش تیز تر گرد فرو پیچید مش      شعلہ کی آشفته بود اند ریبابان ثنا  
 فکر نگیںم کند نذر تہی دستان شرق      پارہ لعلی کہ دارم از بدخشان ثنا  
 مپر سد مردی کہ زنجیر غلامان بشکنند      دیدہ ام از زون دیوار زندان ثنا  
 حلقہ گرد من زیندای پیکر آل آب و گل  
 آتشی در سینہ دارم از نیاکان ثنا<sup>۲۳۱</sup>  
 ۱۳۷۹ھ ش ۲۰۰۰ء:

مرکز تحقیقات علامہ حبیبی کی جانب سے ادارہ خدمات کلتوری افغانستان پشاور نے علامہ عبدالحی حبیبی قندھاری کا منظوم فارسی اثر دردِ دل و پیامِ عصر شائع کیا۔ اس کتاب کے حصہ اول میں بھی حضرت علامہ کی بعض تقصیمنوں پر اشعار لکھے گئے ہیں۔ اور جابجا حضرت علامہ کے حوالے دیے گئے ہیں۔ جبکہ حصہ دوم حضرت علامہ اقبال کے شعری اسلوب میں لکھے گئے فارسی اشعار کا مجموعہ ہے۔ اس حصے میں جابجا حضرت علامہ کا حوالے دینے کے علاوہ ان کو دو منظوم خراج تحسین بھی پیش کیے گئے ہیں۔<sup>۲۳۲</sup>

عبداللہ بختانی کی ایک کتاب ”خوشحال خان او یوشو نور فرہنگیالی پښتانه“ شائع ہوئی۔ اس کتاب میں خوشحال خان خٹک کے افکار کی ترجمانی کے سلسلے میں حضرت علامہ کے ان اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے:

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم  
کہ ہو نام افغانیوں کا بلند  
مجت مجھے ان جوانوں سے ہے  
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!  
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں  
قہستاں کا یہ بچہ ارجند  
کہوں تجھ سے کیا ہم نشیں دل کی بات  
وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند  
اڑا کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ  
مغل شہسواروں کی گردِ سمند<sup>۲۳۳</sup>  
اسی عنوان کے تحت خوشحال خان سے متعلق بالِ جبریل کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

خوش سرود آن شاعر افغان شناس  
آنکھ بیند باز گوید بے ہراس  
آں حکیم ملت افغانیاں  
آں طیب علت افغانیاں  
راز توے دید و بیابانہ گفت  
حرف حق با شوخی رندانہ گفت  
اشترے یابد اگر افغان حر  
با یراق و ساز و بانبار در  
ہمت دونش از آں انبار در  
می شو خوشنود بازنگ شتر<sup>۲۳۴</sup>  
متذکرہ بالا کتاب میں جناب بختانی کا پہلے سے مطبوعہ مقالہ ”د خوشحال او اقبال د اشعار و حنی مشترکی خواوی“ (خوشحال اور اقبال کے اشعار کے چند مشترک نکات) بھی شامل کیا گیا ہے۔<sup>۲۳۵</sup>  
۱۳۸۰ھ ش ۲۰۰۱ء:

قدھار کے شعر اسے متعلق صالح محمد صالح نے ایک تذکرہ دار غند د خپو ژبہ شائع کرایا۔ اس میں احمد صمیم کے سوانحی تذکرے میں ان کے کلام پر اقبال کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔<sup>۲۳۶</sup>

۱۳۸۰ھ ش افغان سکالر عبداللہ بختانی کے حیات و خدمات سے متعلق لال باچا از مومن کی مرتب کردہ رشتہ بینی خدمتگار شائع ہوئی۔ اس میں جناب بختانی کی علمی خدمات کے حوالے سے جا بجا ان کی اقبالیاتی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔<sup>۲۳۷</sup>

حمل ثور ۱۳۸۱ھ ش اپریل مئی ۲۰۰۲ء:

افغان مجلہ بیان کے ٹائٹل پر سابق افغان بادشاہ طاہر شاہ کی ایک خوبصورت رنگین تصویر اور بیک ٹائٹل پر ”نالہ ابلیس“ حضرت علامہ کی نظم شائع ہوئی ہے:

اے خداوند صواب و ناصواب	من شدم از صحبت آدم خراب
ہیچ گہ از حکم من سربر نتافت	چشم از خود بست و خود را در نیافت
خاکش از ذوق ”ابا“ بیگانه	از شرار کبریا بیگانه
صید خود صیاد را گوید بگیر	الامان از بندہ فرماں پذیر
از چنین صیدی مرا آزاد کن	طاعت دیروزہ من یاد کن
پست از و آل ہمت والاے من	ولے من، اے ولے من، اے ولے من
فطرت او خام و عزم او ضعیف	تاب یک ضربیم نیارد ایں حریف
بندہ صاحب نظر باید مرا	یک حریف پختہ تر باید مرا
لعبت آب و گل از من باز گیر	من نیاید کودکی از مرد پیر
ابن آدم چیست یک مشت خس است	مشت خس را یک شرار از من بس است
اندریں عالم اگر جز خس نبود	ایں قدر آتش مرادادن چه سود
شیشہ را بگداختن عارے بود	سنگ را بگداختن کارے بود
آنچنان تنگ از فتوحات آدم	پیش تو بہر مکافات آدم
منکر خود از تو میخوانم بدہ	سوے آن مرد خدا را ہم بدہ
بندہ باید کہ پیچید گردنم	لرزه اندازد نگاہش در تنم
آں کہ گوید ”از حضور من برو“	آں کہ پیش او نیرزم باد و جو

اے خدا یک زندہ مرد حق پرست

لذتے شاید کہ یابم در شکست<sup>۲۳۸</sup>

جدی ۱۳۸۱ھ ش:

افغان اقبال شناس سر محقق عبداللہ بختانی خد متگار کے پشتو فارسی اور عربی مرثیوں پر مشتمل مجموعہ ویرینی شائع ہوا۔ اس میں جاہجا حضرت علامہ کے اشعار اور حوالے دیے گئے ہیں۔<sup>۲۳۹</sup>

جدی ۱۳۸۱ھ ش:

سر محقق عبداللہ بختانی کا فارسی مجموعہ کلام ترنم دل کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں علامہ سے متعلق طویل فارسی نظم ”بہ استقبال اقبال“ شائع ہوئی ہے۔<sup>۲۴۰</sup>

۸ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

افغان شاعر رحمت اللہ منطقی نے علامہ کو ”چو بجر بیکراں“ کے عنوان سے منظوم فارسی خراج تحسین پیش کیا۔<sup>۲۴۱</sup>

۱۳ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

مشہور افغان شاعر میر بھار و اصفی نے حضرت علامہ کو ”بہ علامہ اقبال لاہوری“ کے عنوان سے منظوم فارسی خراج تحسین پیش کیا۔<sup>۲۴۲</sup>

۲۰ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

افغان شاعر غلام ربانی ادیب نے کابل میں حضرت علامہ کو منظوم خراج تحسین پیش کیا۔<sup>۲۴۳</sup>

۱۵ حمل ۱۳۸۳ھ ش:

عزیز اللہ مجددی افغان شاعر نے علامہ کے حضور کابل میں منظوم خراج تحسین پیش کیا۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۴ء:

اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور کی جانب سے عبدالرؤف رفیقی کی مرتب کردہ کتاب سیر اقبال شناسی در افغانستان شائع ہوئی۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۴ء:

اسد اللہ محقق نے اپنا مقالہ ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان“ ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کر دیا۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۵ء:

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی کو ”افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت“ پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔

۱۳۸۲ھ ش ۲۰۰۵ء:

ڈاکٹر اسد اللہ محقق کا مقالہ برائے ڈاکٹریٹ ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان“ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کی جانب سے شائع ہوا۔  
۱۳۸۹ھ ش:

کابل کی انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی (مطبعہ فجر مؤسسہ نشراتی صبا کی جانب سے ڈاکٹر سعید کی ”اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال“ ۷۶ صفحات پر شائع ہوئی۔

سرطان ۱۳۸۹ھ ش جون ۲۰۱۰ء:

خلیل اللہ خلیلی کی نگارش یا آشنا (پیوند علامہ اقبال با افغانستان) عارف نوشاہی کی پیش گفتار اور حواشی کے ساتھ کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انسٹیٹیوت شرق شناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمہوری تاجیکستان دوشنبہ کی جانب سے دوبارہ ۱۵۰ صفحات پر شائع ہوئی۔

## مآخذات باب چہارم

۱۔	اخبار اصلاح کابل یکشنبہ ۴ ژور ۱۳۱۷ھ ش
۲۔	افغانستان و اقبال، ص ۴۳ تا ۶۷
۳۔	اخبار انیس کابل چارشنبہ ۱۴ ژور ۱۳۱۷ھ ش
۴۔	افغانستان و اقبال، ص ۷۱ تا ۷۳
۵۔	مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸
۶۔	افغانستان و اقبال، ص ۵۰-۵۱
۷۔	سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۵۹
۸۔	مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۹ تا ۸۲

	۹
افغانستان و اقبال، ص ۲۵۲ تا ۲۰	۱۰
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۶ تا ۲۰	۱۱
مجلہ کابل ممی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۴	۱۲
افغانستان و اقبال، ص ۶۱-۶۲	۱۳
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۲۷-۲۲۸	۱۴
افغانستان و اقبال، ص ۶۴-۶۸	۱۵
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۶۷-۷۳	۱۶
مجلہ کابل ممی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۲	۱۷
افغانستان و اقبال، ص ۶۹-۷۰	۱۸
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۷۳-۸۶	۱۹
مجلہ کابل ممی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۴	۲۰
ایضاً، ص ۹۳	۲۱
ایضاً، ص ۹۳	۲۲
مجلہ کابل شمارہ ۱۲ حوت ۱۳۱۷ھ ش	۲۳
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۸۶	۲۴
مجلہ کابل ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء، ص ۲۲ تا ۴۰	۲۵
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۱۹ تا ۸۷	۲۶
د افغانستان پینیلیک، ص ۲۸۶	۲۷
مجلہ کابل دلو ۱۳۲۳ھ ش ص آخر	۲۸
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۲۰	۲۹
مجلہ کندھار ۳۰ جولای ۱۹۴۵ء، ص ۲۲	۳۰
خوشحال خان خٹک خہ وائی، ص ۴۹ - ۵۰	۳۱
امان افغان شمارہ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷	۳۲
پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنبی، ص ۶۷	۳۳
رشتینی خدمتگار، ص ۱۳۶	۳۴
آریانا دائرہ المعارف جلد ۳، ص ۲۷۲-۲۸۱	

سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۲۱-۱۲۳	۳۵
پنستانہ د علامہ اقبال بہ نظر کنہی، ص الف، ب	۳۶
آریانا دائرۃ المعارف (فارسی) جلد ۳، ص ۶۷۶ تا ۶۸۱	۳۷
پنستانہ د علامہ اقبال بہ نظر کنہی، ص ۱۳۳۵ھ ش	۳۸
آریانا دائرۃ المعارف (پستو) جلد ۳، ص ۹۱۲ تا ۹۲۳	۳۹
پیام حق شمارہ اول یکم حمل ۱۳۳۸ھ ش ۲۲ / مارچ ۱۹۵۹ء، ص ۳	۴۰
ایضاً، ص ۳۳	۴۱
ایضاً، ص ۳۳	۴۲
پشتو کتاب شود، ص ۳۵	۴۳
پیام حق شمارہ دوم، ۲۲ / اپریل ۱۹۵۹ء، ص بیک ٹائٹل سے پہلے	۴۴
پیام حق شمارہ سوم، ۲۳ / مئی ۱۹۵۹ء، ص ۲۶	۴۵
پیام حق شمارہ سوم، ۲۳ / مئی ۱۹۵۹ء، ص ۶۰	۴۶
د افغانستان کالنی، ۳۸ - ۱۳۳۹ھ ش، ص ۶۱	۴۷
ایضاً، ص ۶۱	۴۸
اوسنی لیکوال، جلد ۱ ص ۶۱	۴۹
ایضاً، ص ۱۱۷	۵۰
ایضاً، ص ۲۹۱	۵۱
ایضاً، ص ۲۲۲	۵۲
ایضاً، ص ۲۲۲	۵۳
کلیات خلیل اللہ خلیلی، ص ۱۵۳ - ۱۵۴	۵۴
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸	۵۵
مجلد قندھار جنوری فروری ۱۹۶۶ء، ص ۶ - ۷	۵۶
مجلد عرفان کابل، ۵ / اسد ۱۳۴۷ھ ش، ص	۵۷
ملی قہرمان، ص ۱۱	۵۸
ننگیالی پنستون، ص الف، ب	۵۹
ایضاً، ص ۱۳۸ - ۱۳۹	۶۰



ایضاً، ص ۱۴۴	<u>۶۱</u>
ننگیالی پینتون، ص ۱۶۷	<u>۶۲</u>
ایضاً، ص ۶۶ تا ۴۶	<u>۶۳</u>
ایضاً، ص ۲۳۸	<u>۶۴</u>
ایضاً، ص ۲۸۵	<u>۶۵</u>
ایضاً، ص ۴	<u>۶۶</u>
مجلہ آریانا دورہ ۲۴ شماره مسلسل ۲۶۸، ص ۶۴۰	<u>۶۷</u>
اقبال ریویو اپریل، ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۵	<u>۶۸</u>
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸	<u>۶۹</u>
مقالات یوم اقبال، ص ۲۷ - ۳۱	<u>۷۰</u>
کلیات خلیل اللہ خلیلی، ص ۱۸۲ - ۱۸۳	<u>۷۱</u>
رشتینی خدمتگزار، ص ۱۲۳	<u>۷۲</u>
مجلہ عرفان کابل ۵ / اسد ۱۳۴ھ ش ص	<u>۷۳</u>
خیبر، ص ابتدائی	<u>۷۴</u>
توریالی پینتون، ص ۲	<u>۷۵</u>
توریالی پینتون، ص ۴۶ - ۴۷، ۵۰ - ۵۱	<u>۷۶</u>
ایضاً، ص ۱۶۵ - ۱۶۸	<u>۷۷</u>
ایضاً، ص ۱۸۵ - ۱۸۹ - ۱۹۰	<u>۷۸</u>
مجلہ لمر کابل میزان ۱۱۳۵۰ھ ش، ص ۱۳	<u>۷۹</u>
مجلہ اوقاف، کابل، اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۳	<u>۸۰</u>
ایضاً، ص ۵	<u>۸۱</u>
د افغانستان کالنی، ۵۲ - ۱۹۵۳ھ ش، ص ز	<u>۸۲</u>
افغانستان و اقبال، ص ۱۸	<u>۸۳</u>
ترنم دل، ص ۲۳ تا ۲۹	<u>۸۴</u>
افغانستان و اقبال، ص ملحقہ ۲۸	<u>۸۵</u>
ایضاً، ص ملحقہ ۷۱	<u>۸۶</u>

ایضاً، ص ۷۶ ملحقہ ۷۶	<u>۸۷</u>
افغانستان و اقبال، ص ۵۶ ملحقہ ۵۶	<u>۸۸</u>
ایضاً، ص ۶۶ ملحقہ ۶۶	<u>۸۹</u>
پتہ خزانہ، ص ۱۷۵	<u>۹۰</u>
پنستو خینی، ص ۳۸۸	<u>۹۱</u>
پتہ خزانہ، ص ۱۸۰	<u>۹۲</u>
پنستو خینی، ص ۳۸۹	<u>۹۳</u>
گیتانجلی، ص ۹۷	<u>۹۴</u>
کلیات اشعار حکیم سنائی غزنوی، ص ۱۳۱ ٹائٹل	<u>۹۵</u>
مجلہ آریانا کابل میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	<u>۹۶</u>
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۲۵۵ تا ۲۶۶	<u>۹۷</u>
مجلہ ادب کابل میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	<u>۹۸</u>
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۲۱۷-۲۱۹	<u>۹۹</u>
افغانستان و اقبال، ص آغاز	<u>۱۰۰</u>
ایضاً، ص ملحقہ و	<u>۱۰۱</u>
افغانستان و اقبال، ص ۲	<u>۱۰۲</u>
ایضاً، ص ۶	<u>۱۰۳</u>
ایضاً، ص ۱۰	<u>۱۰۴</u>
ایضاً، ص ۳۴	<u>۱۰۵</u>
ایضاً، ص ۳۸	<u>۱۰۶</u>
آثار اردوی اقبال، جلد ۲، ص ۲	<u>۱۰۷</u>
مجلہ کابل نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۱	<u>۱۰۸</u>
افغانستان و اقبال، ۱۳۵۶ھ ش	<u>۱۰۹</u>
کلیات استاد خلیل اللہ خلیلی، ص ۵۰ - ۵۲	<u>۱۱۰</u>
ماہنامہ پشتو پشاور، ستمبر ۱۹۸۴ء، ص ۲۷	<u>۱۱۱</u>
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۲۸۹-۲۹۷	<u>۱۱۲</u>

دہ پینستو تولنی تاریخچہ، ص ۲۴	<u>۱۱۳</u>
پینستو کتاب بنود، ص ۱۴	<u>۱۱۴</u>
ایضاً، ص ۸۹	<u>۱۱۵</u>
ایضاً، ص ۹۰	<u>۱۱۶</u>
ایضاً، ص ۱۱۵	<u>۱۱۷</u>
ایضاً، ص ۱۱۶	<u>۱۱۸</u>
پینستو کتاب بنود، ص ۱۳۷	<u>۱۱۹</u>
ایضاً، ص ۱۹۵	<u>۱۲۰</u>
ایضاً، ص ۱۹۶	<u>۱۲۱</u>
ایضاً، ص ۲۳۹	<u>۱۲۲</u>
ایضاً، ص ۲۳۹	<u>۱۲۳</u>
پینستو پانگہ، جلد ۲، ص ۳۲۱	<u>۱۲۴</u>
پینستو پانگہ، ص ۳۲۲	<u>۱۲۵</u>
ایضاً، ص ۳۴	<u>۱۲۶</u>
ایضاً، ص ۳۴۷	<u>۱۲۷</u>
ایضاً، ص ۳۵۹	<u>۱۲۸</u>
ایضاً، ص ۳۶۲	<u>۱۲۹</u>
ایضاً، ص ۳۸۴	<u>۱۳۰</u>
ایضاً، ص ۴۰۹	<u>۱۳۱</u>
ایضاً، ص ۵۹۶	<u>۱۳۲</u>
ایضاً، ص ۶۰۵	<u>۱۳۳</u>
ایضاً، ص ۶۵۶	<u>۱۳۴</u>
ایضاً، ص ۶۶۵-۶۶۶	<u>۱۳۵</u>
ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۸۵ھ ش	<u>۱۳۶</u>
مجلہ کابل، دسمبر جنوری ۸ - ۱۹۷۷ء ص ۴ تا ۴	<u>۱۳۷</u>
پہشتانہ شعرا جلد ۴، ص ۳۱۸-۳۱۹	<u>۱۳۸</u>

ایضاً، ص ۱۲۵۳	<u>۱۳۹</u>
خوشحال خان خٹک و مطبوعاتو پہ ہندارہ کی جلد ۲، ص ۲۲۹	<u>۱۴۰</u>
ایضاً، ص ۲۳۰	<u>۱۴۱</u>
ایضاً، ص ۲۶۰	<u>۱۴۲</u>
ایضاً، ص ۳۳۱	<u>۱۴۳</u>
ایضاً، ص ۲۴۶	<u>۱۴۴</u>
ایضاً، ص ۳۶۲	<u>۱۴۵</u>
سالنامہ کابل ۵۸ - ۱۳۵۹ھ ش، ص ۱۰۰۸	<u>۱۴۶</u>
ماہنامہ شفق دلوحت ۱۳۵۹ھ ش	<u>۱۴۷</u>
ایضاً، ص ۵۰	<u>۱۴۸</u>
ایضاً، ص ۵۳	<u>۱۴۹</u>
د افغان مجاہد آواز، ص ۳۶	<u>۱۵۰</u>
ماہنامہ شفق حمل ثور ۱۳۶۰ھ ش، ص ۳۶	<u>۱۵۱</u>
ماہنامہ شفق جوزا سرطان ۱۳۶۰ھ ش، ص ۳۷	<u>۱۵۲</u>
ماہنامہ شہید زبیری، یکم میزان ۱۳۶۰ھ ش، ص ۴۲	<u>۱۵۳</u>
ماہنامہ سیمائی شہید، میزان عقرب ۱۳۶۰ھ ش، ص ۴۹	<u>۱۵۴</u>
ماہنامہ شفق قوس جدی ۱۳۶۰ھ ش، ص ۶۲	<u>۱۵۵</u>
ماہنامہ شفق قوس جدی ۱۳۶۰ھ ش، ص ۷۷	<u>۱۵۶</u>
میناق خون قوس ۱۳۶۰ھ ش، ص ۲۲ تا ۱۷	<u>۱۵۷</u>
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۶۹ تا ۱۷۰	<u>۱۵۸</u>
ماہنامہ شہید زبیری، صفر المظفر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ق، ص ۲۶	<u>۱۵۹</u>
دوڑ موبہیر، ص ۸۷	<u>۱۶۰</u>
ماہنامہ پشتو پشاور، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۷	<u>۱۶۱</u>
ماہنامہ د شہید پیغام، عقرب ۱۳۶۱ھ ش، ص ۳۴	<u>۱۶۲</u>
ماہنامہ د شہید پیغام، دلو ۱۳۶۱ھ ش، ص ۴۴	<u>۱۶۳</u>
ماہنامہ ہجرت، جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۹	<u>۱۶۴</u>

ماہنامہ د شہید پیغام، شعبان ۱۴۰۳ھ ق، ص ۹۳۴	۱۶۵
آریائی فارسی پشتو ویری، ص ۲۸	۱۶۶
ماہنامہ سپیدی، یکم اسد ۱۳۶۳ھ ش، ص بیک ٹائٹل سے پہلے	۱۶۷
ماہنامہ سپیدی، چہارم عقرب ۱۳۶۳ھ ش، ص بیک ٹائٹل سے پہلے	۱۶۸
ماہنامہ ہجرت، فروری مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۱۱	۱۶۹
ماہنامہ سپیدی، جون ۱۹۸۵ء، ص ۶۰	۱۷۰
قلب آسیا (اخبار)، سرطان ۱۳۶۴ھ ش	۱۷۱
ماہنامہ شفق، جوزا سرطان ۱۳۶۵ھ ش، ص ۵۱	۱۷۲
ایضاً، ص ۷۸	۱۷۳
ماہنامہ شفق، جوزا سرطان ۱۳۶۵ھ ش، ص ۸۱	۱۷۴
ایضاً، ص ۸۶	۱۷۵
ایضاً، ص ۱۰۰	۱۷۶
د افغانستان د ژور نالیزم مخکشان، ص ۷۵	۱۷۷
مجلد شفق سال دوم، شمارہ اول دوم ۱۳۶۵ھ ش، ص ۸۶	۱۷۸
د حمزہ بابا یاد، ص ۲۸ تا ۲۶	۱۷۹
مجلد قلم اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص ۶۹	۱۸۰
مجلد قلم اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص ۷۱	۱۸۱
مجلد میناق خون، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۳ تا ۱۸	۱۸۲
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۰۶ تا ۱۹۵	۱۸۳
مجلد قلم، عقرب ۱۳۶۶ھ ش، ص ۷۲ تا ۴۸	۱۸۴
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۷۹ تا ۱۹۴	۱۸۵
د حمزہ بابا یاد، ص ۶ - ۲۸	۱۸۶
اخبار شہادت، ۱۸ عقرب ۱۳۶۶ھ ش، ص ۴	۱۸۷
دوب موبہیر، ص ۹	۱۸۸
مجلد قلم، اپریل جولائی ۱۹۸۸ء، ص بیک ٹائٹل	۱۸۹
مجلد قلم، فروری مارچ ۱۹۸۹ء، ص بیک ٹائٹل	۱۹۰

پنستو خینی، جلد اول، ص ۲۷۸	۱۹۱
مجلد قلم، جون جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱۱ تا ۱۴	۱۹۲
مجلد قلم، اگست ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۲	۱۹۳
تپش قلب آسیا افغانستان د آزمون بزرگ تاریخ، ص آغاز	۱۹۴
خون کی پکار، ص بیک ٹائل	۱۹۵
مجلد قلم، عقرب قوس ۱۳۶۹ھ ش، ص ۱۴۹ - ۱۵۰	۱۹۶
درد و موہبیر، ص ۹	۱۹۷
ایضاً، ص ۸۷	۱۹۸
پہ ہند کنہی د پنستو ژبی دودی او ایجاد پراؤنہ، ص ۶۲۲	۱۹۹
پہ ہند کنہی د پنستو ژبی دودی او ایجاد پراؤنہ، ص ۵۱۱ - ۵۱۳	۲۰۰
مجلد منبع الجہاد، اسد سنبلہ ۱۳۷۰ھ ش، ص ۸ - ۱۰	۲۰۱
مجلد منبع الجہاد، میزان ۱۳۷۰ھ ش، ص ۵۰	۲۰۲
د جہاد ہندارہ (اخبار)، ۱۰ میزان ۱۳۷۰ھ ش، ص ۴	۲۰۳
د جہاد ہندارہ (اخبار)، یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش، ص ۴	۲۰۴
مجلد منبع الجہاد، عقرب قوس ۱۳۷۰ھ ش، ص ۵۳	۲۰۵
مجلد قلم، دلوحوت ۱۳۷۰ھ ش، ص ۲۲ تا ۳۰	۲۰۶
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۰۷-۲۱۳	۲۰۷
ویرنی، ص ۵۳ تا ۴۲	۲۰۸
The WUFA، جولائی اگست ۱۹۹۴ء، ص بیک ٹائل	۲۰۹
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۹۷	۲۱۰
ایضاً، ص ۲۸۹ تا ۲۷۷	۲۱۱
پہ ہند کنہی د پنستو ژبی دودی او ایجاد پراؤنہ، ص ۵۱۱ - ۵۱۳	۲۱۲
مجلد افغانستان، سرطان ۱۳۷۵ھ ش، ص ۷۸ - ۸۰	۲۱۳
ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش	۲۱۴
ایضاً	۲۱۵
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۱۴-۲۱۶	۲۱۶

ویرنی، ص ۶۷ تا ۵۸	۲۱۷
ہفت روزہ وفا، ۱۱ جدی ۱۳۷۶ھ ش	۲۱۸
سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۱۷ تا ۲۲۲	۲۱۹
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۳۳۸	۲۲۰
پنستو کتاب نبود، ص ۱۶	۲۲۱
ادب، جریدہ، کابلی ۲۲ جون ۱۹۹۸ء، ص ۱	۲۲۲
ایضاً، ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۱	۲۲۳
ایضاً، ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۱	۲۲۴
ایضاً، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱	۲۲۵
ایضاً، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱	۲۲۶
تپش قلب آسیا افغانستان د آزمون بزرگ تاریخ، ص ۹	۲۲۷
مجلد دانش شماره ۵۸-۵۷-۱۳۵۷ھ ش، ص ۱۳۰-۱۳۸	۲۲۸
کلیات خلیل اللہ خلیلی، ص	۲۲۹
ہفت روزہ افغانان، ۹-۶ / ۱۳۷۹ھ ش، ص ۴	۲۳۰
ایضاً، ۲۴ عقرب ۱۳۷۹ھ ش، ص ۴	۲۳۱
درد دل و پیام عصر، ص	۲۳۲
خوشحال خان خٹک او یوخر نور فرهنگيال پښتانه، ص ۲۴	۲۳۳
ایضاً ص ۲۶	۲۳۴
خوشحال خان خٹک او یوخر نور فرهنگيال پښتانه، ص ۷۰ تا ۷۷	۲۳۵
د ارغند د شیوژبه، ص ۱۹	۲۳۶
رشتیڼی خدمتگار، ص ۱۵-۵۱، ۵۳-۱۲۳-۱۳۶	۲۳۷
مجلد بیان، اپریل مئی ۲۰۰۲ء، ص بیک منل	۲۳۸
ویرنی، ص ۵۳-۶۰	۲۳۹
ترنم دل، ص ۶۹-۷۲	۲۴۰
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۱۹۱	۲۴۱
ایضاً، ص ۱۸۸-۱۸۹	۲۴۲
ایضاً، ص ۱۹۰	۲۴۳

## افغانستان کے پشتون اقبال شناس

احمد صمیم

احمد صمیم افغانستان کے تاریخ ساز شہر قندھار کے ناحیہ اول میں حاجی عبدالغفور خروٹی کے گھر ۱۳۳۳ھ ش میں پیدا ہوئے۔ قندھار کے دارالمعلمین سے گریجویشن کر کے ۱۳۶۵ھ ش میں افغانستان میں انقلاب کے باعث پاکستان ہجرت کی۔ کوئٹہ میں ہجرت کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور علم و ادب کی آبیاری سے وابستہ رہے جو ۸ ٹور ۸۷ اور ۱۳۷۸ھ ش تک جاری رہا۔!

آپ کے والد ماجد حاجی عبدالغفور خروٹی پشتو کے لکھنے والوں میں سے تھے۔ قندھار میں جب انجمن ادبی کی تاسیس ہوئی تو خروٹی صاحب اس انجمن کے بانی اراکین میں سے تھے۔<sup>۲</sup> یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو حضرت علامہ سفر افغانستان کے دوران قندھار پہنچے۔ وہاں کے زما اور ادبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ انجمن ادبی کے کلیدی اور بنیادی ممبر ہونے کے ناطے عین ممکن ہے کہ عبدالغفور خروٹی نے بھی حضرت علامہ سے ملاقات کی ہو۔

احمد صمیم مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی بہرہ مند ہیں۔ آپ قندھاری مکتب فکر (School of Thought) کے نمائندہ شاعر ہیں۔ پہلے رومانیت اور موسیقیت کا شکار تھے۔ بعد میں حضرت علامہ کے فکری اثرات نے احمد صمیم کے فکری قبلہ کو درست کر کے انھیں مقصدیت سے آشنا کیا ہے۔ پہلی ملاقات میں انھوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ شعر میں سب سے زیادہ کس شاعر سے متاثر ہوں؟ میں نے جب اقبال کا نام لیا تو چونک گئے اور کہا کہ اس خطے میں آپ پہلے پشتون شاعر ہیں جو اقبال سے متاثر ہیں چونکہ صمیم



صاحب پہلے سے بعض محدود سوچ کے حامل قوم پرست شعر کے ڈسے ہوئے تھے اسی لیے ایک آفاقی شاعر سے متاثر ہونا ان کے لیے باعث حیرت تھا۔<sup>۳</sup>

دوسری طرف میرے لیے یہ بات بھی باعث حیرت تھی کہ یہ قندھاری شاعر تو فنانی الاقبال ہیں۔ دورانِ گفتگو ہر دوسری بات پر اقبال کے کسی نہ کسی شعر کا حوالہ دینا اور اقبال کی عالمگیر اسلامی وحدت کی تڑپ ان کے سینے میں بھری پائی۔ رومانیت سے یکسر نکل کر مقصدیت اور عین اسلامی اقدار سے بھرپور شاعری پر اقبال کے اثرات ان کے اندر آب و تاب سے چمکتے ہیں۔

راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں اقبال سے اپنے تعلق کے بارے میں وہ تحریر کرتے ہیں:

قریباً بیس سال پہلے (قندھار میں) میرے ایک استاد حاجی فضل محمد شیوا صاحب نے اقبال کی پیام مشرق دکھائی اور لالہ طور کی چند رباعیات سبقاً پڑھائیں۔ کبھی کبھی تو پڑھاتے ہوئے رو پڑتے تھے اور مجھے فرماتے کہ غزالی اور رومی کے بعد کسی نے بھی قلب اور روح سے متعلق اتنے عمیق حقائق منکشف نہیں کیے جتنا اقبال نے اس بارے میں سیر کیا ہے..... وہ مجھے کہتے کہ یہ کتنی عظیم شخصیت ہیں ان کی پیروی کرو۔ ان جیسا گفتار نہ کسی نے کیا ہے اور نہ کوئی کرے گا اور یہ کوئی بشری کام نہیں۔

تل تاثیرات اخلاقی تر ہر خہ لوپ و گنہ

ژبہ او دود د قومیت واپہ تری خوپ و گنہ<sup>۴</sup>

ترجمہ: ”اخلاقی اقدار و تاثیرات کو ہر چیز سے عظیم تر سمجھ، زبان اور قومیت سارے ان سے کمتر ہیں۔“

یہ شعر شیوا صاحب مرحوم کا تھا جو انھوں نے حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی کے زیر اثر لکھا تھا:

نه افغانيم و نه ترک و تاريم چمن زاديم و از يك شاخساريم

تميز رنگ و بو بر ما حرام است که ما پروردهٔ يك نوبهاريم

جناب احمد صمیم اپنے اس مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

اس بار میں نے اقبال کے فارسی آثار پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور کچھ نہیں پایا۔ دوسری بار پھر پندرہ سال پہلے قندھار میں اقبال کے فارسی آثار ہاتھ آئے۔ سوچا کہ ایک بار پھر پڑھوں۔ شیوآ صاحب محض ان کے شائق تو نہیں تھے۔ اس بار پھر ان کے تمام فارسی آثار کا دقیق مطالعہ کیا۔ اس مرتبہ صرف حقیقت قرآن اور حقانیت لالہ ہاتھ آئے۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں سیکھا۔ تیسری بار جب میں بارہ سال قبل پاکستان آکر مہاجر ہوا تو اس بار ان کے اردو فارسی آثار کا عمیق مطالعہ کیا اور ذیل نتائج اخذ کیے:

- اقبال جمال افغانی اور جلال رومی کا مجموعہ ہیں۔
- اقبال ایک عظیم متصوف اور عاشق رسول ﷺ ہیں۔ ظاہر آشید کرتے تھے لیکن باطن میں وہ بایزید ہیں۔<sup>۵</sup>

جناب احمد صمیم اپنے فکر پر حضرت علامہ کے اثرات سے متعلق مزید لکھتے ہیں:

اقبال صاحب کو ایک بار میں نے خواب میں دیکھا تو میں نے انہیں ایک شعر سنایا انہوں نے تشویق اور نوازش کے ساتھ میرے سر پر ہاتھ پھیر دیا تب میں نے کہا:

د لاهور اقبال بہ وایبی مولانا تہ بہ پہ رو غیہ کنبہی  
چہی دا ہم دی زموہ ہمزازہ بہ کوخو د معرفت کنبہی<sup>۱</sup>

ترجمہ: لاہور کا اقبال مولانا بٹی کو مصافحہ میں میرا تعارف کراتے ہوئے کہے گا کہ یہ صاحب بھی معرفت کی گلیوں میں ہمارا ہمراز ہے۔

احمد صمیم کے فکر و فن کے خدو خال سے متعلق صالح محمد لکھتے ہیں کہ:

صمیم کی شاعری کا فکری حصہ غنی اور ان کی شاعرانہ بغاوت نہایت متاثر کن ہے۔ آپ کا ہر شعر ایک مستقل درد اور کرب کے اظہار کا آئینہ دار ہے جن کو رحمان بابا، سعدی شیرازی، گل باچا الفت اور اقبال لاہوری کے کلام کے اثرات نے مزید رعنائی عطا کی ہے۔<sup>۲</sup>

احمد صمیم صاحب نے ہجرت کے دوران ایک جریدے ادب و معرفت کا اجرا کیا تھا۔ جس کے ۱۲ شمارے شائع ہوئے۔ ہر شمارے کے سرورق پر پشتو و فارسی کے اساتذہ شعرا کے کلام کے چیدہ چیدہ اشعار شائع کرتے تھے۔ اس سلسلے میں تقریباً ہر شمارے میں حضرت

علامہ کے ایہات کے سرورق کی زینت بنے ہیں۔ تفصیل باب ”افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقا“ میں شامل مقالہ ہے۔

جناب احمد صمیم کے انتقادی و اجتماعی اشعار کا پہلا مجموعہ ”د شاعر فریاد“ ۱۳۷۳ھ ش میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں جا بجا خصوصاً نمونہ خلافت، نوائے شہدی، یہ تو وہی قوم ہے وغیرہ پر حضرت علامہ کے فکری اثرات نمایاں ہیں۔<sup>۹</sup>

## احمد علی خان درانی

شہزادہ احمد علی خان درانی کا شمار افغانستان میں اقبال شناسی کے عناصرِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ آپ اسلامیہ کالج لاہور کے تعلیم یافتہ اور سیکرٹیریٹ افغانستان کے ایک معزز عہدیدار تھے۔ آپ انجمن ادبی کابل کے سیکرٹری اور روح رواں تھے۔<sup>۹</sup>

عین ممکن ہے کہ شہزادہ احمد علی خان درانی کی حضرت علامہ سے شناسائی اسلامیہ کالج لاہور کے زمانے سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی حوالے سے حضرت علامہ کے حلقہ تلامذہ میں رہے ہوں۔ آپ نے انجمن ادبی کابل میں ایک نئی روح پھونکی تھی اور اس وجہ سے اس انجمن نے بڑھ چڑھ کر علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔ ویسے بھی اس انجمن کی رکنیت ایک شاہی اعزاز ہے۔ ہر رکن کو سلطنت کی طرف سے علمی و وظیفہ ملتا ہے تاکہ وہ علم و فن اور شعر و سخن کی خدمت آزادی اور خوش دلی کے ساتھ انجام دے سکے۔ یہاں تک کہ سرکاری ملازمین بھی جب اس انجمن کی رکنیت سے سرفراز ہوتے ہیں تو ان کو تنخواہ کے علاوہ وظیفہ کی رقم الگ ملتی ہے۔<sup>۱۰</sup>

سرور خان گویا کے بعد افغانستان میں اقبال پر دوسری تحریر ہمیں سردار احمد علی خان کی ملتی ہے۔ یہ تحریر مجلہ کابل میں جون ۱۹۳۲ء میں ”علامہ اقبال“ کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جس میں حضرت علامہ کے سوانح کے ساتھ ساتھ ان کے فکر و فن پر دقیق انداز میں خیال افشانی کی گئی ہے۔<sup>۱۱</sup>

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں جب حضرت علامہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر افغانستان تشریف لے گئے تھے تو کابل میں انجمن ادبی کابل کی ایک شاندار ضیافت میں

حضرت علامہ سے سردار احمد علی خان درانی کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ اس انجمن نے مہمانوں کے اعزاز میں ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو شب ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ گویا کابل میں سردار احمد علی خان درانی کو حضرت علامہ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا۔<sup>۱۲</sup>

حضرت علامہ کی وفات پر انجمن ادبی کابل کے زیر اہتمام اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر میں جو تعزیتی تقریب ہوئی تھی اس میں بھی سردار احمد علی خان درانی نے بحیثیت مدیر انجمن ادبی کابل حضرت علامہ کی شخصیت سے متعلق خطاب کیا تھا۔<sup>۱۳</sup>

حضرت علامہ کے آفاقی فکر و فن اور شخصیت سے متعلق احمد علی خان درانی کا یہ خطاب مجلہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر مئی / جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔<sup>۱۴</sup> اس مقالے کے مضمولات پر باب ”افغانستان میں مقالات اقبال کے مضمولات“ پر بحث ہوگی۔

### حبیب اللہ رفیع

جناب حبیب اللہ رفیع مولانا نصر اللہ نقشبندی کے فرزند ارجمند ۱۳۶۴ھ ش میں عید الفطر کے دوسرے روز صوبہ وردگ کے سید آباد ضلع کے گلی آبدہ میں پیدا ہوئے۔ نسلاً وردگ (میر خیل) ہیں اور والد عالم دین اور طریقہ نقشبندیہ کے صوفی تھے۔ جو بقول حبیب اللہ رفیع پشتو اور فارسی کے شاعر بھی ہیں۔

رفیع بچپن میں یتیم ہو گئے اور چچا نے پرورش کی۔ ۱۳۳۳ھ ش کو کابل کے دارالعلوم میں تحصیلات کا آغاز کیا۔ مشہور علما مثلاً شیخ الحدیث مولوی یار محمد مرحوم، شہید مولوی عبدالرب احدی وردگ مرحوم، الحاج حبیب اللہ خلاند مرحوم، مولوی عبدالحمید طیب مرحوم، شہید مولوی عبدالسلیم فرقانی مرحوم، ملا اختر محمد مرحوم، ملا فیض محمد عبدالسلام اور مولوی سخی داد فائز سے مختلف علوم پڑھے۔ ۱۳۳۹ھ ش میں جب اصول پڑھ رہے تھے اور دارالعلوم کے امتحان میں ناکام ہوئے تو بسلسلہ ملازمت تعلیم کو خیر باد کہا اور ملازمت سے وابستہ ہو گئے۔<sup>۱۵</sup>

۱۳۳۲ھ ش میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا۔ ادارہ تالیف اور تاریخ کے شعبوں میں ملازمتوں سے وابستہ رہے۔ افغانستان کے تاریخ نویسوں میں پشتونوں کی علمی شخصیت عبدالحی حبیبی سے ملاقات ہوئی ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

عرفان، پوہنہ اور آریانا مجلات اور تاریخ کے شعبہ نشریات کے مہتمم رہے۔ دو سال تک ریڈیو افغانستان کابل کے پشتو شعبے سے بھی منسلک رہے۔ بقول بینوا ”آپ پشتو فارسی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔ عربی سے کئی تراجم کیے۔ پشتو شعر و ادب اور پشتون فولکلور سے خاصا شغف رکھتے ہیں۔“<sup>۱۱</sup>

۱۳۵۱ھ ش میں جب وزارت اطلاعات و کلتور نے ادارہ فولکلور و ادب قائم کیا۔ توریف کو فولکلور مجلے کا مدیر مسؤل مقرر کیا گیا۔ ۱۳۵۷ھ ش میں افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد کئی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ۱۳۵۸ھ ش میں انقلاب کو ناکام بنانے کی کوشش کے جرم میں جیل بھیج دیے گئے۔ ۱۳۶۱ھ ش میں پشاور ہجرت کی۔

۱۹۸۲ء میں راقم الحروف کے رفیع صاحب سے علمی، ادبی اور تحقیقی تعلقات قائم ہوئے۔ ۱۳۶۵ھ ش میں پشاور میں ادارہ تحقیقات جہاد کی بنیاد رکھی اور مجلہ قلم کا اجرا کیا۔ جناب رفیع کے آثار و مطبوعات کی تفصیل بڑی طویل ہے۔ مختلف علمی ادبی موضوعات پر تحقیقات کی ہیں جن میں ابھی تک تقریباً سو سے زائد زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ رفیع صاحب نے پانچ سو سے زائد مقالات لکھے ہیں جن میں زیادہ تر شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۳۵۹ھ ش میں سعادت حج حاصل کرنے کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ ۱۳۶۵ھ ش میں کچھ عرصہ کے لیے ریڈیو مصر کے پشتو شعبہ سے منسلک ہوئے۔

جناب حبیب اللہ رفیع پشتو اور فارسی میں شاعری کرتے ہیں۔ آپ کی کئی منظومات و قناتاً فوقاً اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ بعض مجموعوں میں پشتو کلام کے ساتھ ساتھ فارسی کلام بھی شامل ہے۔

رفیع معاصر ادبیات کے پیچ و خم سے آشنا عالمی ادب کے تخلیقی رخ سے باخبر ادیب و شاعر ہیں۔ اپنی تخلیقی قوتیں انھوں نے ملی و دینی نظریے کے تحت صرف کی ہیں۔ رفیع افغانستان میں اقبال شناسی میں بھی کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ کے مجموعی فکر و فن پر حضرت

علامہ کے اثرات نمایاں ہیں۔ آپ نے نہ صرف اقبال کے اثرات قبول کیے ہیں بلکہ بعض اوقات تو اقبال سے ماخوذ شاعری بھی کرتے ہیں۔ ایک قطعہ میں اقبال سے مخاطب ہوتے ہیں کہ تو نے جلال الدین رومی بلخی سے جلال لیا۔ جمال الدین افغانی سے فکری جمال حاصل کیا۔ نبض ملت کارمز خوشحال خان خٹک سے لیا تب تیری قسمت کا ستارہ اقبال چکا:

چہ رومی جلال دے بیبا موند لہ جلالہ<sup>(۱)</sup>

چہ فکری جمال دے واخیسست لہ جمالہ<sup>(۲)</sup>

چہ دے نبض د ملت زدہ کپ لہ خوشحالہ<sup>(۳)</sup>

د اقبال ستوری دے وخلید اقبالہ<sup>(۴)</sup>

حبیب اللہ رفیع کی ایک نظم ”د آسیا زرہ“ (قلب آسیا) حضرت علامہ کے درج ذیل بیت کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے:

آسیا یک پیکر آب و گل است      ملت افغان در آن پیکر دل است  
اس نظم کا اہدا بھی حضرت علامہ کے نام کیا گیا ہے:

لہ غورخنگہ لویدلی وینہ نہ دہ  
پہ دنیا کنبی چہ وی زرہ نو ہمداد زرہ دے  
د آسیا د ژوندون مزی پرے تپلی  
د افغان بنسکلی ہیواد د آسیا زرہ دے  
لا تر اوسہ ہیچا نہ دی لپزولی  
پہ دے زرہ کنبی د غبرت وینہ چلیبری  
نہ لہ چا خخہ چاریبری نہ لپزبری  
د غیرت میدان چہ وینی لہستبری

(۱) جلال سے مراد جلال الدین بلخی رومی۔

(۲) جمال سے مراد مصرق کا نابذہ جمال الدین افغانی۔

(۳) خوشحال سے مراد صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک۔

(۴) اقبال، حضرت علامہ اقبال۔

د پردیو د ککرو دانی دل شوې  
 اوږه شوی دی په دې زړه د آسیا کنبی  
 چې راغلی بیرته نه دی ځنې تللی  
 دانی هم دونی پایری په آسیا کنبی  
 آسیا تش کالبوت د خاورو اوبو نه دې  
 خو دا زړه بی وربخنبلی چې بی ساہ ده  
 د خپلواک ژوندون نصیحت دې پیروزو کړ  
 په رشتیا چې په دې زړه د آسیا ده<sup>۱۸</sup>

ترجمہ: ان کے خون میں جوش و جذبہ ابھی تک باقی ہے۔ دنیا میں اگر کوئی دل ہے تو وہ یہی ہے۔ ایشیا کی زندگی کے تانے بانے انھی کے مرہون منت ہیں۔ افغانوں کی حسین مملکت ایشیا کا دل ہے۔ ابھی تک کسی نے اس میں ہنگامہ برپا نہیں کیا۔ کیونکہ اس دل میں غیرت کا خون دوڑ رہا ہے۔ نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ لرزتا ہے۔ میدانِ غیرت جب دیکھتا ہے تو مزید مست ہو جاتا ہے۔ غیروں کے سروں کے یہاں ڈھیر لگ گئے ہیں۔ وہ اسی قلبِ آسیا میں نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ ایشیا فقط آب و گل کابت نہیں ہے یہ تو قلب ہے جس سے روح عطا ہوتی ہے۔ آزاد اور خود مختار زیست کا منبع ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ایشیا کی زندگی کا دل ہے۔

## خلیل اللہ خلیلی

استاد خلیل اللہ خلیلی کا شمار افغانستان کی ان چند معروف علمی ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے افغانستان کے لیے بالخصوص اور عالم انسانیت کے لیے بالعموم گرانقدر علمی و ادبی خدمات انجام دی ہیں اور زندگی بھر جستجوئے فکر اور تلاشِ تفہیم میں مصروفِ عمل رہے۔

آپ شوال ۱۳۲۵ھ ق / نومبر ۱۹۰۷ء میں کابل کے باغ جہاں آرا میں میرزا محمد حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نسلاً پشتونوں کے مشہور قبیلے صافی سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا تعلق کوہستان (پروان) کے خوانین کے گھرانے سے تھا جو عبدالرحیم خان نائب سالار ہرات وزیر فواید عامہ اور معاون صدارت عظمیٰ کی بیٹی تھی۔<sup>۱۹</sup>

ان کی عمر سات سال تھی کہ والدہ وفات پا گئیں اور یہ گیارہ سال کے ہوئے تو غازی امان اللہ خان کے حکم پر آپ کے والد کو قتل کر دیا گیا۔ حکومت نے جائیدادیں ضبط کیں۔ خلیلی عرصہ تین سال تک کابل و کوہستان میں نہایت در بدری کے عالم میں حکومت کے زیر عتاب رہے۔ اسی وجہ سے باقاعدہ تعلیم سے محروم رہے۔ اس کے باوجود خلیلی نے مشہور و معروف معاصر اساتذہ سے تفسیر، منطق، فقہ، حدیث اور ادبی علوم پڑھے۔<sup>۲۱</sup>

ابتدا ہی سے شعر و ادب اور علم و عرفان سے تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ والد ماجد نے انھیں سب سے پہلے مثنوی معنوی اور دیگر عارفوں سے شناسائی کی طرف مائل کیا تھا۔ چنانچہ تدریس کے شعبے سے منسلک ہوئے۔ مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ غازی امان اللہ خان ہی کے دور میں وزارت مالیہ میں محاسب مقرر ہوئے۔ ستوی انقلاب کے دوران آپ مزار شریف کے گورنر اور مستوفی تھے۔ محمد ہاشم خان کی صدارت کے دوران ۱۹۴۵ء میں قندھار آئے اور قندسازی کے ایک کارخانے میں خدمات انجام دیتے رہے۔ دوبارہ کابل آنے پر کابل یونیورسٹی کے استاد اور معاون مقرر ہوئے۔<sup>۲۱</sup>

۱۹۴۹ء میں شاہ محمود خان کی کابینہ کے منشی بنائے گئے۔

۱۹۵۰ء میں وزیر مطبوعات بنے۔ ۱۹۵۳ء کے بعد جھبہ ملی کی تاسیس کی۔

حجاز، عراق، شام، بحرین، کویت، اردن، قطر اور ابو ظہبی میں افغانستان کے سفیر رہے۔ واپسی پر کابل یونیورسٹی میں ادبیات کے استاد رہے۔

افغانستان میں انقلاب ثور کے فوراً بعد جب آپ عراق میں افغانستان کے سفیر تھے استعفیٰ دے کر افغانستان کے جہادی کارواں کے راہی بنے۔

آپ کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں آپ کئی ملکی و غیر ملکی علمی و ادبی عہدوں اور اعزازات سے نوازے گئے۔ ”نشان اول“ معارف افغانستان سے لیا اور فرانس کے جنرل ڈوگل کی جانب سے نشان اکیڈمک ملا۔ ایشیا اور افریقہ کی بین الاقوامی اہل قلم تنظیم کے ممبر رہے۔ اکیڈمی تاریخ افغانستان کے اعزازی رکن رہے۔<sup>۲۲</sup>

استاد خلیل اللہ خلیلی نے کئی علمی و ادبی کانفرنسوں میں شرکت کی جن میں بعض



- ۱- رود کی کانفرنس منعقدہ تاجکستان
  - ۲- محمد فضولی کانفرنس منعقدہ باکو
  - ۳- بوعلی کانفرنس منعقدہ سوربون
  - ۴- علمی کانفرنس منعقدہ علی گڑھ
  - ۵- اہل قلم کانفرنس برائے ایشیا و افریقہ منعقدہ تاشقند
  - ۶- ایشیائی و یورپی اہل قلم کانفرنس (دو بار)
  - ۷- جامی کانفرنس
  - ۸- کانفرنس تحلیل از مولوی منعقدہ قونیہ (تین بار)
  - ۹- اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس منعقدہ جدہ، استنبول و لیبیا<sup>۲۳</sup>
- ان کانفرنسوں میں استاد خلیلی نے مختلف علمی و ادبی مقالات و خطبات کے علاوہ منظومات بھی پیش کیں۔

جناب خلیل اللہ خلیلی نے اسلام آباد کے علی میڈیکل سنٹر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴ / اردہشت ۱۳۶۶ھ ش / ۴ مئی ۱۹۸۷ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پشاور کے رحمان بابا قبرستان میں دفن ہوئے۔<sup>۲۴</sup>

استاد خلیل اللہ خلیلی کے آثار و تالیفات کی فہرست طویل ہے جن میں بعض کا مختصر تعارف ذیل ہے:

### الف: پشتو

زرین گوربت، مطبوعہ وزارت اطلاعات و فرہنگ جمہوری افغانستان۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ عقاب زرین کے نام سے ۱۳۵۳ھ ش / ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔

### ب: عربی

۱- ابن بطوطہ فی افغانستان۔ ۶۶ صفحات کا یہ رسالہ ابن بطوطہ کے سفر نامے کا وہ حصہ ہے جو افغانستان سے متعلق ہے۔ یہاں کی تاریخی جغرافیائی اہمیت سے متعلق

استاد خلیلی نے ۱۹۷۱ء میں بغداد سے اس وقت شائع کرایا جب آپ عراق اور کویت میں افغانستان کے سفیر تھے۔

۲- بہرات: تاریخہا، آثار با و رجالہا۔ ہرات کے تاریخ، آثار و شخصیات سے متعلق خلیلی کی یہ کتاب قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے ادوار پر محیط ہے۔ ۱۹۷۴ء میں بغداد سے طبع ہوئی۔

### ج: فارسی (نثر)

۱- سلطنت غزنویان۔ غزنوی دور کی تاریخی اسناد، مسکوکات، تصاویر وغیرہ کی مدد سے مرتب کی گئی۔ ۱۳۳۳ھ ش میں انجمن تاریخ افغانستان کی طرف سے شائع ہوئی۔

۲- آثار بہرات۔ ہرات کے تاریخی آثار سے متعلق یہ اثر تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول ۱۳۰۹ھ ش ۱۹۵ صفحات۔ جلد دوم ۱۳۰۹ھ ش ۳۱۵ صفحات۔ جلد سوم ۱۳۵۰ھ ق / ۱۳۱۰ھ ش ۲۸۱ صفحات۔

۳- احوال و آثار حکیم سنائی غزنوی۔ مطبوعہ ۱۳۵۶ھ ش صفحات ۲۳۲ وزارت فرهنگ افغانستان۔

۴- فیض قدس۔ میرزا عبدالقادر بیدل کے احوال و آثار سے متعلق ۱۰۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۳۳۴ھ ش میں شائع ہوئی۔

۵- نہی نامہ۔ مولانا چرخنی کے فی نامہ پر استاد خلیلی نے حاشیہ و تعلیقات لکھیں۔ ۱۹۷۳ء میں انجمن تاریخ افغانستان کی جانب سے ۱۹۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب شائع ہوئی۔

۶- عیار از خراسان۔ (افغانستان کے امیر حبیب اللہ ملقب بہ خادم دین رسول ﷺ مشہور بہ بچہ سقہ سے متعلق) ۱۹۸۰ء میں نیوجرسی امریکہ سے شائع ہوئی۔

۷- یار آشنا۔ علامہ اقبال سے متعلق کتاب ۱۴۰۲ھ ق / ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اقبال کے سفر افغانستان سے متعلق یادداشت، اقبال کی چند منظومات اور استاد کا

منظوم خراج تحسین شامل ہے۔ اس میں استاد خلیلی کی اقبال سے ملاقات کا ذکر بھی ہے۔

۸- قہرستان کوہستان (نائب سالار عبدالرحیم خان کی خدمات)، ۱۹۸۴ء، اسلام آباد

۹- مادلز خون فرزند می گذرد (فارسی داستان) ۱۳۶۵ھ ش ۱۹۸۶ء<sup>۲۵</sup>  
استاد خلیل اللہ خلیلی کے دیگر آثار و تالیفات درج ذیل ہیں:

۱- یمگان۔ شرح آرامگاہ ناصر خسرو مطبوعہ کابل

۲- داستان زمرد خونین

۳- از بلخ تا قونیہ

۴- شرح دیوان سنائی مطبوعہ کابل و ترکی

۵- آرامگاہ بابر (کابل میں مغل سلاطین کے آثار کی شرح)

۶- قرأت فارسی برائی صنوف یازده و دوازده

۷- کتابہای نوریان۔ سفرنامہ ایران

۸- قرآن کریم کے ۱۳ پاروں کا فارسی ترجمہ مشہور بہ تفسیر کابل

۹- دوشنبہ نامہ

۱۰- مراسلات زند گانی در اوستا

۱۱- رویت با وروایت با

۱۲- بلخ در ادب عربی

۱۳- بوزید بلخی و سفر افغانستان

۱۴- از محمود تا محمود

۱۵- درویشان چرخان (فارسی ترجمہ)

۱۶- نیا نشین

- ۱۷- مسجد جامع ہرات
- ۱۸- پنجشیر و قہرمان سعود
- ۱۹- ماتمسرا
- ۲۰- تخستن تجاوز روسیہ دا افغانستان
- ۲۱- ایاز از نگاہ صاحب‌دلان
- ۲۲- ناپید و دختران قہرمان کابل<sup>۲۶</sup>
- آپ کے منظوم آثار میں آپ کا دیوان سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اولین شعری مجموعہ کابل سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس سے پہلے ایک اور شعری مجموعہ ۱۹۵۵ء / ۱۳۳۴ھ میں کابل سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۱ء میں کابل سے رباعیات اور شعری مجموعہ ۵۱۰ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

یہ تمام مجموعے دیوان اول استاد خلیلی کے نام سے ۱۹۶۲ء میں تہران سے بھی شائع ہوئے۔ استاد خلیلی کے فن سے متعلق معاصر استادان سخن کی زریں آرا اور تقریظات شامل ہیں جن میں استاد سرور خان گویا اعتمادی، استاد صلاح الدین سلجوقی، گل باچا الفت اور عبدالرحمن پژواک نے استاد خلیلی کے فن کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ افغان دانشوروں کے علاوہ ایرانی مدبروں بدیع الزمان فروزانفر، استاد سعید نفیسی، دکتور رضا زادہ شفق، دکتور لطف علی صورت گر، حبیب پغمانی اور نوح سمنانی وغیرہ کی آرا موجود ہیں۔

ہجرت کے بعد دیگر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:

- یاد گلگون کفنان، گزیدہ آثار ناگور از گیتانجلی و داستان کابل والا، زمزم
- اشک، از سجاده تا شمشیر، فرہاد، اشک با و خون ہا، شب ہائی آوارگی،
- غوث الاعظم، شیخ الاسلام صاحب مبارک ثکاب۔<sup>۲۷</sup>
- استاد خلیل اللہ خلیلی معتقد اقبال تھے۔ آپ نے حضرت علامہ کو خوب پڑھا سمجھا۔ علامہ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے۔<sup>۲۸</sup> اسی بنا پر علامہ کے فلسفہ اور نظریہ سے بے حد متاثر تھے۔ اقبال کے فلسفہ خودی کے قائل اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ان کی گراں قدر خدمات کے معترف تھے۔ چنانچہ جب منظوم خراج تحسین پیش کر کے قلبی تسکین پائی۔

استاد خلیلی افغانستان کے پہلے فارسی شاعر ہیں جنہوں نے حضرت علامہ کے حضور سب سے زیادہ خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں حضرت علامہ کی سٹائیموس برسی کے موقع پر جو تقریب منعقد ہوئی تھی اس کی صدارت استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔<sup>۲۹</sup>

آپ نے ۱۳۴۳ھ ش میں لاہور میں حضرت علامہ کے مزار پر حاضری اور دی دل سوختہ کو ”آموزگار بزرگ“ کے ابیات سے تسکین بخشی:

ای کہ مارا گرش چشم عقاب آموختی	دیدہ دیدار خود را از چہ خواب آموختی
شام جمعی را نمودی از فروغ فیض روز	تیرہ شب راروز کردن ز آفتاب آموختی
خفتگان را باصیر شعلاء انگیز قلم	صد تکان دادی و چندین انقلاب آموختی
گردن اصرار در یوغ اسارت بود خم	بند بگستن بہ مردم از رقاب آموختی
زندگی گفتی خط فاصل بود بابتدگی	این دلیل قاطع از فصل الخطاب آموختی
ہر سوالی را کہ مشکل بود بر عقل سلیم	از دبستان دل آترا صد جواب آموختی
بار سوز بیخودی راز خودی آمیختی	مشت خاک مرده دار فکار آب آموختی
کاروان در راہ و منزل دور و دشمن در کمین	رہروان شرق را درس شتاب آموختی
عقل راہ شوق راجان قلب را ذوق حضور	این بہ درو ماندگان رافع باب آموختی
خواجہ را گفتی تو شد بعد از این خون فقیر	بینوا را راہ و رسم اعتصاب آموختی
آہ از آن ملت کہ باشد یاس در اہش حجاب	ایں امید قوم تو رفع حجاب آموختی
مولوی در گوش جانب گفت رازی بس بزرگ	زان معلم معنی ام الکتاب آموختی
ملت تو حید را از مکر دنیای فرنگ	حرف حرف و فصل فصل و باب باب آموختی

در کہن تاریخ شوق انگیزختی شور نوین

شوکت پارینہ را عہد شباب آموختی۔<sup>۳۰</sup>

نور ۱۳۴۵ھ ش میں لاہور کے دانشوروں کی جانب سے حضرت علامہ سے منسوب پروگراموں کے سلسلے میں جناب خلیل اللہ خلیلی کو دعوت دی گئی لیکن عین اسی وقت آپ

حرمین شریفین کے دیدار کے لیے رختِ سفر باندھ چکے تھے۔ چنانچہ ”کعبہ و اقبال“ کے عنوان سے درج ذیل نظم کے ذریعے اپنی معذرت دائر کی:

شوکت یارینہ راعہد شباب آموختی	وی مجمع دوستان اقبال
بودیم بہ آرزو کہ اماں	آسیم بہ آستان اقبال
صد بومہ زینم از سر شوق	برخاک سپھر شان اقبال
اسرار خودی ز سر بخوانیم	در نامہ جاوداں اقبال
جوینم رموز بیخودی را	بار دگر از زبان اقبال
راز دل دردمند گویم	بامردم را ز دان اقبال
بینم کہ باز شہر لاہور	گردید مدیحہ خوان اقبال
بینم کہ باز آن کھن شہر	ناز دبہ دل جوان اقبال
گویم پیام از سنای	ہر روز بہ گوش جان اقبال
خوانیم زمولوی سخن ہا	تا مست شود روان اقبال

بودیم بدین	امید شادان
کامد خبری	زکشور جان
گفتند حرم درش گشادہ	بر خلق صلائی عام دادہ
لیلای سیاہ پوش کعبہ	از چہرہ نقاب برگشادہ
آنجا کہ ہنر ار ماہ و خورشید	سر بر در ہنرش نہادہ
آنجا کہ امین وحی جبریل	دربان صفت از ادب ستادہ
آنجا کہ کلاہ فخر شامان	برخاک نیاز او قتادہ
برگردن سرکشان گیتی	بخدادہ شکوہ وی تلادہ
بر پایہ آستانہ آں	کردہ فلک از ادب و سادہ
آن مہد مہین کہ خاک پایش	رشک مہ و آفتاب زادہ
یعنی کہ جمال نور احمد	زین طور جلال جلوہ دادہ

زین قلمہ ہای فخر و اقبال  
بگرفتہ جہان جان تہ بال

این مرده چو آفتاب یکبار  
 ہم حافظہ رخت بست و ہم ہوش  
 عشق آمد و شد بہ یک تجلی  
 احرام حریم شوق بستیم  
 ماند یم رُخ نیاز بر در  
 پروانہ صفت طواف کردیم  
 این عذر من ار بہ خاک اقبال  
 از تربت او صدا بر آید  
 چون یافت خلیل بتگرما  
 این خلعت تو مبارکش باد  
 وین تاج طراز تارکش با د<sup>۳۱</sup>

۱۳۵۶ھ / ۱۹۷۷ء میں پنجاب یونیورسٹی نے حضرت علامہ کی صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کی مناسبت سے منعقدہ پروگرام کی دعوت ارسال کی لیکن استاد خلیل اللہ خلیلی کو حکومت افغانستان کی جانب سے اس سیمینار میں شرکت کی اجازت نہ ملی چنانچہ جناب خلیلی نے پنجاب یونیورسٹی کو حضرت علامہ کے حضور اپنی تہنیت ”بہ پیشگاہ علامہ محمد اقبال لاہوری“ کے عنوان سے ارسال کی:

باد آبان آمد و آورد باخود مشک ناب  
 قاصد آمد نامہ لاہور دارد در بغل  
 نامہ شوق است باید برسر چشش نہاد  
 شہر لاہور است شہر دوستان از باستان  
 داستان غزنہ و لاہور بس دلکش بود  
 این دو شہر سالخورد از خرد سالی بودہ اند  
 قاصد آمد خواند برگوش دلم پیغام جان  
 گفت آنجا انجمن برپا نمودہ اہل دل  
 خوش بخندالی صجدم خرم بتاب ای آفتاب  
 نامہ ایک نغمہ فردوس دارد در خطاب  
 قاصد یار است از من بوسہ خواہد بی حساب  
 دوستان را یاد کردن نبود از صواب  
 ای حریف کثیر دان از حرف حق ابر و متاب  
 چوں دو حرف از یک عبارت چوں دو باب از یک کتب  
 عاشق لب تشنہ راداد از نوید و صل آب  
 انجمن با انجمن تابان ز جمع شیخ و شاب

گفت بر بالین قالین است روشن شمع فیض  
 چون کشد منت ز نور شمع بالین کسی  
 در سیه عصری که شد در پرده لیلای سخن  
 کعبه حق پایمال لشکر دجال شد  
 در سیه عصری که استعمار شد در شرق و غرب  
 خاصه بر آزاد مردان دیار مصطفی  
 شہسواران عجم را تیغ ہمت شد ز کف  
 روز میدان بود اما جنگجویان خفته خوش  
 مغزهای اہل فکر آشفته اندر جزو بحث  
 باز ماند از اوج مؤمن با پرو بال یقین  
 راہزن شد میر شب تار اجگر شد تاجور  
 آن ذریوبی خبر این ناخدای بی خدا  
 اختلاف اہل قدرت کرد یکبارہ تباہ  
 سود خوار سنگدل ز اشک یتیم بیگناہ  
 بیوہ فرزند مرده جان سپرد از فرط جوع  
 در سیه عصری کہ در اکلیل فرماندار ہند  
 (بانو گیتی) ز نخوت داشت بر سر کویہ نور  
 در چنین عصر سیه تا باید ناگہ اختری  
 اخترہ (اقبال) مؤمن جلوہ افزاشد ز شرق  
 برگرامی نامہ وی ثبت آثار عمر  
 نعرہ زد کامی ملت افسردہ تا کی خواب ناز  
 گردن آزادگان را تیغ بہتر جای طوق  
 در مسلمانی غلامی نیست فرمانش بدر  
 قفل را بشکن کہ فرمان خدا در دست تست

ماہ و انجم دوروی پروانہ سان در پیچ و تاب  
 کز دل روشن بر آوردہ ہزاران آفتاب  
 شاہد معنی بہ رخ افگندہ از دہشت نقاب  
 لانہ طاوس دین شد جای پرواز عذاب  
 برہمہ گردن فرازان جہان مالک رتاب  
 قافلہ سالار امی حامل ام الکتاب  
 پاسداران حرم را چشم غیرت شد بخواب  
 وقت جولان بود اما بال و پرستہ عقاب  
 لفظ ہا جای معانی قشر ہا جای لباب  
 شد فرو آسیمہ سرمایای شک در منجلاب  
 خانہ خلق خدا از جورانیان شد خراب  
 کرد از خون ستمکش جام عشرت پر شراب  
 خرمن این را در آتش حاصل آترا در آب  
 بست خلخال نگار خویش را لعل مذاب  
 خواجہ را خوناب اشکش زینت زین و رکاب  
 داندہای اشک می تا بید چون در خوشاب  
 مہر را یکدم نبود از کشور حکمش غیب  
 نور افشان از ورای ظلمت چندین حجاب  
 کز فرو غش دیدہ و دل جاودان شد بہرہ باب  
 بر نگارین خاتم وی نقش نام بو تراب  
 صبح شد برپای شود در دہر افکن انقلاب  
 مرد حق را سرفرازی باشد از دار و طناب  
 در مسلمانی اسارت نیست زنجیرش بتاب  
 بند را بگل کہ مومن را نباشد بند و باب



زمزم این جانشته تا کہ می روی جو یای آب  
از بهشت اجنبی الاجتناب الاجتناب  
ہم جرس جنبیدو ہم موکب روان شد باشتاب  
نعرہ ی برق جہانسوزی کہ بشگاند سحاب  
رند ما بردش بہ میدان ماز چون عہد شباب  
داغ خون برسینہ اش بہتر بود از لعل ناب  
ای معلم ای ز تو روشن چراغ جدو ناب  
لب گشاید کم کہ جان آمد لب از اضطراب  
روی این فرش رمادی زیر این بنیلی قباب  
جان بتنگر سوزد از غم پیکروی از عذاب  
ای جبینت صبح امت صبح شد یکدم بتاب  
دیو عصر ما گریزد ہنچو شیطان از شہاب  
خواجہ را چتر مرصع پونج گرد چون حباب  
تا نماید رھسہر و ما را حقیقت از سراب  
تا ستاند جام از جم تیغ از افراسیاب  
مہرہ ما از مہر بر کف مارھا زیر شتاب

ای علم دار حرم راہ کجا داری بہ پیش  
چون توی معمار فطرت خود جہاں خویش ساز  
از شکوہ نعرہ وی چاک شد حبیب سحر  
نعرہ ای توفندہ طوفانی کہ لرزاند زمین  
واعظ از میدان مسلمان را بہ خلوت داد راہ  
گفت مومن را بود راہ حق فخر از جہاد  
ای مجدد! ای ز تو آرایش کاخ کہن  
ای بلال قرن ما خاموش گردیدی چرا  
بانگ لالہ برکش تا بلرزد کاخھا  
ای خلیل حق نواں کش کہ از تائید آن  
حرف زن تعلیم دہ تدبیر کن تکبیر گو  
دیدہ بگشا تا ز تاثیر نگاہ نافذت  
بردہ راشو جنون آموز کز فریاد وی  
عشق را باز دگر افروز در قندیل دل  
نوجوان عصر را آموز اسرار خودی  
تا شناسہ مہرہ بازیگران دہر را

مشت خاری داشتہم کردم نثار روضہ ات

مشت خادم را بہ لطف خویش کن بویا گلاب<sup>۳۲</sup>

اس کے علاوہ کلیات خلیل اللہ خلیلی کے حصہ مثنویات میں ہمیں ایک مثنوی  
”حضرت علامہ کے حضور“ ملتی ہے جس کا عنوان ہے ”دی اقبال“۔ اس مثنوی میں حضرت  
علامہ کے سفر افغانستان کے موقع پر اپنی ملاقات کی یادداشتوں کو محفوظ کیا ہے۔

یاد ایامی کہ با شعر و کتاب  
بستہ بودم با سخن پیوند نو  
مشتق می کردم غزلھای دری  
آشنا گشتم در آغاز شباب  
دادہ بودم دل بہ مہوش در گرو  
بال افشان ہمچو پرواز پری

پایکوبان دست افشان می شود  
 مست و شور انگیز و جان افزا شود  
 شهر کابل رشک گلزار جنان  
 آسمانش صاف و لغزو نیلگون  
 ہچو آیینہ فروزان آب ہا  
 مشک افشان از جنوب و از شمال  
 کردہ با ذرات طلا زر فشان  
 زر بہ بار آورده جاں خار و گل  
 گشتم از بخت ہمایون سرفراز  
 تابہ باغ آیم بہ نام میزبان  
 ہمدم مردان صاحب دل شوم  
 در سرای خویشتن میصمان شدن  
 عالم دین عارف ہندوستان  
 از علوم شرقی و غربی خبیر  
 آفتاب شعر اتشال بود  
 و زلقای وی خزان ما بھار  
 در بساط لای خواران جنون  
 عصر حاضر را چراغ معنوی  
 درس امت جاودانی نامہ اش  
 با در و دیوار افغان گفت راز  
 ملت کہسار را نقش جبین  
 گفتہ افغان راداران پیکر چوں دل  
 شاہ خفتہ بی خبر در خوابگاہ  
 نی نوای نغمہ نی شہپر جنگ

در جوانی شعر قصان می شود  
 با جوانی شرر چو کیجا شود  
 بود عصری برگریزان و خزان  
 نور خورشیدش زہر روزی فزون  
 آرمیدی در دل تالاب ہا  
 بادہائیش در کمال اعتدال  
 برگھا را کیمیا ساز خزان  
 بانم بابر شاہ باذوق مغل  
 من درین فرخندہ روز دلنواز  
 حکم شد از سوی دولت ناگھان  
 با رفیقان و گر شامل شوم  
 میصمانان وارد بستان شدند  
 سید والا سلیمان زمان  
 واں دگر سر راس مسعود شہیر  
 در میانہ حضرت اقبال بود  
 از جبینش نور قرآن آشکار  
 با سنائی کردہ ساغرھا نگون  
 عارف راز آشنائی مولوی  
 شرق را خلاق غیرت خامہ اش  
 آنکہ بعد از کشور پاک حجاز  
 دیدہ در چشم عقاب حتمگین  
 آسیا را خواندہ نقش آب و گل  
 ہر سہ تن بستند صف بر قبر شاہ  
 مشت خاک وی نھای در جوف سنگ

نماز کوہ نور برقی نی زتاج  
 عرضہ کردند آنچه در دل داشتند  
 صفحہ سیما بگون آسمان  
 خاکیان را آسمان اندیش کرد  
 می نهد لرزان بہ بام چرخ گام  
 کوهساران را گزارد بر جبین  
 برگ برگش شسته و پیراسته  
 این بہشت روح بخش بی مثال  
 شاہ را بر دست و پا زنجیر کرد  
 جا دہندش در دل این بوستان  
 از رموز حال و ماضی بانجر  
 جوش زد در رگ رگ وی موج خون  
 خاصہ ای جا دوکش معجز نما  
 حرف حق برہان مردان خداست  
 بر فضای نیلگون بیکران  
 محمل خورشید شان بر روی دوش  
 مولد آزادگان شیر گیر  
 جای مسند سنگ گورش تکیہ گاہ  
 آسمان پرواز و اختر بار بود  
 قول سید را بہ شہر انگار کرد

نی بساط خسروی نی تحت عاج  
 زایران دست دعا افراشتند  
 منظر خورشید و الوان خزان  
 زایران را جذب سوی خویش کرد  
 مہر را دیدند پویا سوی شام  
 می رود تا بوسہ های آخرین  
 باغ مانند بہشت آراستہ  
 گفت سید این مناظر این جمال  
 قلب بابر را بہ خود تسخیر کرد  
 زان جہت فرمود کز ہندوستان  
 شاعر آزادہٗ بالغ نظر  
 سبزگون سیمای وی شد لالہ گون  
 خامہ را بگرفت بر جای عصا  
 اہل دل را خامہ جای اژدہاست  
 گاہ چشمش بود سوی آسمان  
 گاہ سوی قلہ ہای برف پوش  
 گاہ سوی کابل جنت نظیر  
 گاہ سوی تربت خاموش شاہ  
 خامہ با انگشت وی ہمکار بود  
 راہ خود را بہ قلم اظہار کرد

این غزل رو شکر سیمای ماست

ماضی ما حال ما فردای ماست<sup>۳۳</sup>

اس ہی طرح ایک اور چھوٹی سی مثنوی حضرت علامہ کے حضور ہے:

### بر آرمگاہ عارف مشرق علامہ اقبال لاہوری

دولتی دیدم در انجا بی خلاف	ترتبت اقبال را کردم طواف
دان دوستی تیغ خفته در نیام	دیدہ بیدار از اندر منام
تابدار ہر زہ اش انوار حق	مشت خاکش برده برگدوں سبقت
”آفتابی در میان سیایہ ای“	آسمان بر خاک او پیرایہ ای
محرم اسرار آیات خودی	خلوت آرای رموز بیخودی
بشنوی فریاد الا اللہ او	تابہ حشر او سینہ آگاہ او
روشن ازوی خانقاہ مولوی	زندہ ازوی رسم و راہ معنوی
وزنی بلخی نوادر نغمہ اش	از سنائی سوزہا در سینہ اش
کاروان خفتہ را بانگ دراست	این نواہا از نوای کبریاست
وین گہرہا زایہ دریای عشق	این نوا بیرون امداز نای عشق
از غریب نعرہ وحدت سنگ	ز سبوی بادہ نوشتان فرنگ
خفتگان شرق را بیدار کرد	نعرہ او در دل ما کار کرد
یادگار سرزمین کوهسار	بر مزارش بود لوجی تابدار

در دل آن سنگ از افکار وی

باز خواندم بہترین اشعار وی<sup>۳۳</sup>

استاد خلیل اللہ خلیلی کی کلیات کے حصہ غزلیات میں ”غزل حکیم شرق علامہ اقبال“ ایک غزل موجود ہے۔ یہ غزل خلیلی نے حضرت علامہ کی تضمین پر لکھی ہے جو مسافر میں ”بر مزار شہنشاہِ باہر خلد آشیانی“ کے عنوان سے موجود ہے۔ خلیلی کی غزل یہ ہے:

درون پردہ او نغمہ نیست فریاد است	بیا کہ ساز فرنگ از نوا بر افتاد است
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است	زمانہ کہنہ بتان را ہزار بار آراست
چہ گویمت کہ بہ تیموریان چہ افتاد است	درفش ملت عثمانیان دوبارہ بلند
کہ این زمین ز طلسم فرنگ آزاد است	خوشا نصیب کہ خاک تو آرمید اینجا

ہزار مرتبہ کابل نگو تراز دہلی است ”کہ آن بجوزہ عروس ہزار داماد است“  
درون دیدہ نگہ دارم اشک خویش را کہ من فقیرم راین دولت خدا است

اگرچہ پیر حرم درد لا الہ دارد

کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولاد است<sup>۳۵</sup>

استاد خلیل اللہ خلیلی نے مندرجہ بالا منظومات میں حضرت علامہ کو عارف شرق، حکیم شرق وغیرہ کے خطابات دیے ہیں اور حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے متاثر ہو کر ایک مستقل کتاب یار آشنا لکھی۔ یہ منظوم و منشور کتاب افغانستان کی جمعیت اسلامی کی علمی و مشاورتی انجمن کی جانب سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی کتاب اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت علامہ کی یاد، ان کے فن و شخصیت سے متعلق متعدد نکات پر بحث کی گئی ہے۔<sup>۳۶</sup>

اس کتاب کا نام حبیب اللہ رفیع نے ایک اور مقالے سھوا دیار آشنا لکھا ہے جو علامہ اقبال اور افغانستان سے متعلق ہے۔<sup>۳۷</sup> جبکہ اسی مقالے میں استاد خلیل اللہ خلیلی کو ملت کی بیداری کے سلسلے میں اقبال کی راہ کار اہی قرار دیا ہے۔<sup>۳۸</sup>

حضرت علامہ نے سفر افغانستان کے دوران نومبر ۱۹۳۳ء میں غزنی میں حضرت حکیم سنائی غزنوی کے مشہور و معروف قصیدہ کے بحر و ردیف میں ایک اور نظم تخلیق کی۔ جو بال جبریل میں شائع ہوئی۔ حکیم سنائی غزنوی کے قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے:

مکن در جسم و جان منزل کہ این دو نیست و آن والا

قدم زین ہر دو بیرون نہ نہ این جاباش نی آنجا

اور حضرت علامہ کی اردو نظم درج ذیل ہے:

سامسکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا

غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا!

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں

یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے

کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

رقابت علم و عرفان میں غلط بینی ہے منبر کی کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی تن آساں عرشوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ بہت دیکھے ہیں میں نے مغرب و مشرق کے میخانے یہاں ساتی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا! نہ ایراں میں رہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوڑڑ و دلوق اولیسٹ و چادر زہرا؟ حضورِ حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا ندا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے ”گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا! لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مے ’لا‘ سے مگر ساتی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ ’الا‘ دبار کھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا داویلا اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی ہنگلوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا غلامی کیا ہے؟ ذوق حسن و زیبائی سے محرومی جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا! بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا!

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے  
 زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا  
 فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی  
 مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سخی خارا!  
 رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک  
 مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا!  
 وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے  
 جسے حق نے کیا ہونیتاں کے واسطے پیدا!  
 محبتِ خویشتنِ بنی، محبتِ خویشتنِ داری  
 محبتِ آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا  
 عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نچھیر ہو جائیں  
 ”کہ برفتراک صاحبِ دولتے بستم سر خود را“  
 وہ دوائے سُبُل، ختمِ الرسل، مولائے کُل جس نے  
 غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا  
 نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر  
 وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یسین، وہی لُطَّا!  
 سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ  
 ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا<sup>۳۹</sup>

جناب خلیل اللہ خلیلی نے اس منظومے کا یوں فارسی منظوم ترجمہ کیا:

نگبجد وسعت سودای من در پہنہ دنیا  
 خطا بود ای جنون شاہد تر اندازہ صحرا  
 شکست این طلسم رنگ و بورا از خودی می جوی  
 کہ این توحید بود اما نکردش فہم عقل ما  
 نگاہی کن تو ای غافل تجلی نیست جز فطرت

کہ دریائیںست غیر از موج نبود موج جز دریا  
 چه چوب دار حلاج و چه چوب پایہ منبر  
 خلاف علم و عرفان از غلط بینی شدہ بیدار  
 تو ای روح القدس از جذبہ مستال مکن تقلید  
 تن آسان عرشیا ز ذکر و تسبیح و طواف اولی  
 بسا میخانہ ہا دیدم من اندر مغرب و مشرق  
 درین جا بزم بی ساقی، در انجا بادہ ناگیرد  
 نہ در ایران اثر پیدا نہ در توران نشان باقی  
 ..... قیصر و کسری  
 بہین شیخ حرم گیرد فروشد مال خود سازد  
 گلیم بو ذرّ و دلّق اویس و چادر زہرا  
 بہ یزدان کرد اسرافیل شکوہ کای خدا تر سم  
 قیامت بیشتر از وقت گردد در جہان برپا  
 ندا آمد کز آشوب قیامت کی بود کمتر  
 ”گرفته چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحا  
 لبالب جام تہذیب زمان از بادہ ’لا‘ بشد  
 نبا شد در کف ساقی مگر پیانہ ’الا‘  
 چو سرکش موجہا کز قلب این دریا برون تازہ  
 کند کاخ نہنگان را بیک جنبش تہ و بالا  
 غلامی چہیست محرومی ز ذوق حسن و زیبائی  
 بود زیبا اگر آزاد مردی گویدش زیبا  
 غلامان را بصیرت قابل باور نمی باشد  
 بجز آزادہ در دنیا ندارد دیدہ بینا  
 زمام حال در دست کسی باشد کہ از ہمت



ز دریای زمانہ باز گیرد گوہر فردا  
 فرنگ از شیشہ سازی سنگ خارارا نماید آب  
 بجشد کیسای من بہ شیشہ سختی خارا  
 ندارم غم اگر فرعون باشد در کمین من  
 چومن در آستین خویشتن دارم ید بیضا  
 چه ممکن کاین خس و خاشاک برقی را کند خاموش  
 کہ از بہر نیستانش نموده وسعت حق پیدا  
 محبت خویشتن بنی محبت خویشتن داری  
 محبت ز استان قیصر و کسری ست بے پروا  
 عجب نبود اگر پروین ومہ گردد شکار من  
 کہ بر فتراک صاحب دولتی بستم سر خود را  
 شناساں سُبُلُ ختم رُسل مولای کل ذاتی  
 کہ خاک راہ را بخشد فروغ وادی سینا  
 پچشم عشق و مستی اوست ہم آغاز ہم انجام  
 بود قرآن بود فرقان بود یسین بود ظل  
 ز غواصی مر پاس سنائی باز می دارد  
 وگرنہ اندرین بحر ست چندین لولوی لالائ<sup>۴۱</sup>

اقبال سے متعلق منظومات اور تراجم کے علاوہ جناب خلیلی کی شاعری میں جا بجا حضرت  
 علامہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ ۱۹۸۳ء میں اسلام آباد میں جناب خلیلی کے اعزاز میں منعقدہ ایک  
 تقریب میں آپ نے نظم ”سفیر ماتم“ سنائی۔ اس نظم میں افغانستان میں خونیں انقلاب اور  
 اپنی در بدری اور مہاجرت کے درد انگیز جذبات کو درد انگیز انداز میں بیان فرمایا۔ یہاں بھی  
 علامہ کا ذکر ہے۔

مست وی فارغ ز جام و بادہ است  
 سایہ اقبال را سازم پناہ<sup>۴۱</sup>

بندہ حق در جہان آزادہ است  
 خواستم تا اندرین شام سیاہ

گو ہمیشہ کابل بخون لگکون شدہ  
 زادگاہ مولوی را آب برد  
 شہر غزنی جلوہ گاہ علم و فن  
 در شرار ظلم دشمن در گرفت  
 ”سید السادات مخدوم امم  
 کابل و لاهور باہم تو امند  
 این دو گلشن خورده از یک چشمہ آب  
 دوری از یاران گنہای بودہ است  
 اینک این آوارگان بیگناہ  
 سرزمین پاک با ما آشنا ست  
 ہر نگہ این جازبان الفتاست  
 من عیان بینم بہ برق ہر نگاہ  
 تا سحرمی آیدم جا بگوش  
 می سراید از زبان حال تان  
 می شود از تربت باکش بلند  
 زلمتی آوارہ کویہ و دمن  
 آسیایک پیکر آب و گل است  
 سید السادات و مخدوم امم لقبی است کہ دکتر علامہ اقبال بہ علی بن عثمان ہجویری  
 غزنوی صاحب کشف المحجوب دادہ۔

## سرور خان گویا

میری تحقیق کے مطابق سرور خان گویا کو افغانستان کے دوسرے افغان اقبال شناس  
 سکالر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم:

افغانستان کے فضلا کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوتی اور سرور خان گویا ان کے احباب میں شامل تھے اور دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد ہے۔<sup>۴۵</sup>

افغانستان میں اقبال کے فن و شخصیت سے متعلق عبد الہادی داوئی کے بعد پہلی تحریر سرور خان گویا کی ملتی ہے جو کہ ”دکتر اقبال“ کے عنوان سے مجلہ کابل میں مارچ ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔<sup>۴۶</sup>

حضرت علامہ اور ان کے رفقاء سفر کے لیے سفر افغانستان کے دوران آپ ہی حکومت افغانستان کی جانب سے پروٹوکول آفیسر تھے۔

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کابل کے شاہی مہمان خانہ ”باغ“ کے پھانک پر وہ صاحب ملے جو ہم نووارد مہمانوں کی خاطر مدارت اور دیکھ بھال کے لیے مقرر تھے ان کا نام سرور خان اور گویا تخلص۔<sup>۴۷</sup>

آپ اس تمام سفر میں حضرت علامہ کے ہمراہ رہے۔ کابل کے بعد غزنین کے پر کیف، روحانی اسرار سے بھرپور سفر میں ہمراہ ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔<sup>۴۸</sup>

قندھار کے تاریخی شہر اور زیارت خرقہ آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دوران بھی سرور خان گویا ساتھ تھے۔ افغان قہرمان اور فاتح پانی پت احمد شاہ ابدالی کے مزار پر حاضری کے وقت بھی شریک سفر رہے۔ تا آنکہ افغانستان کے آخری بارڈر باب چمن تک گویا نے ساتھ دیا۔ یوں حضرت علامہ کے ساتھ قربت اور جستجوئے آگہی کا یہ سفر اختتام پذیر ہوا۔ ملت اسلامیہ کے عظیم فلسفی، شاعر مشرق اور افغانوں کے عظیم محسن سے فرقت کا احساس ان کے لیے ایک ناقابل برداشت المیے کے برابر تھا۔ اس لمحے کو سید سلیمان ندوی نے تا ابد یوں محفوظ کیا ہے:

اب ہم افغانستان کی آخری سرحد میں تھے۔ اور اپنے میزبانوں سے شاید ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے تھے۔ ایک اسلامی حکومت کے روح افزا مناظر کی سیر ابھی دل بھر کرنے بھی نہ پائے تھے کہ موسم بہار آخر ہو گیا۔ قلعہ کے تمام آفیسر اور عملہ نے رخصت ہاتھ ملائے۔ رفیق سفر

سرور خان گویا جو اتنے دنوں تک جلوت و خلوت میں ساتھ رہے تھے ہم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور ہم ان کو تک رہے تھے۔

روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

بے چارہ گویا نفس کی طرح ابھی تک افغانستان سے باہر نہیں گیا ہے اور باہر کی دنیا کو صرف کتابوں کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ اس سرحد کے پاس پہنچ کر پھٹک کر رہ گیا۔ زبان حال یہ کہہ رہی تھی۔

اگر یک سر موئے برتر پر م فروغ تجلی سوزد پر م  
سب سے زیادہ..... افغانستان کا چہکنا بلبل گویا اس وقت خاموش تھا اور مصافحہ و معانقہ کے بعد باہم مکاتیب و مراسلت کے وعدہ پر ہماری چند روزہ ملاقات ختم ہو گئی۔ موٹروں نے آگے کو حرکت کی اور چند منٹ کے اندر افغانستان کی سرحد کو چھاند کر انگریزی علاقہ میں داخل ہو گئے۔<sup>۴۹</sup>

تو گویا جناب گویا صاحب کو اپنے آئیڈیل اقبال سے خلوت و جلوت میں ساتھ رہنے کا اعزاز حاصل رہا۔ تصورات و خیالات میں آئیڈیلائز (Idealize) کرنے والے مددوح سے براہ راست استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ ان کو سمجھنے اور ان کی عالمی آفاقی شخصیت سے براہ راست مستفید ہونے کا موقع ملا جس کی بدولت گویا کو حضرت علامہ سے خلوص و نیاز کا عطیہ ان کی زندگی ہی میں نصیب ہوا۔

مجلہ کابل کے قدیم شماروں میں حضرت علامہ کی حیات میں ہی حضرت علامہ کے فکر و فن پر جناب سرور خان گویا کی کئی تحریرات ملتی ہیں۔ انجمن ادبی کابل کی جانب سے مثنوی مسافر پر تقریظ شائع کی۔<sup>۵۰</sup>

ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم لکھتے ہیں: ”اقبال افغانوں کی نظر میں رومی، سعدی، حافظ اور بیدل کے بعد فارسی کے پانچویں بڑے شاعر ہیں۔“<sup>۵۱</sup>

ڈاکٹر صاحب اس بات کی توثیق میں سرور خان گویا مرحوم ہی کے تاثرات کا حوالہ

دیتے ہیں:

یکی از فضائل عمدہ و بزرگ علامہ ممدوح کہ مارا بہ مدحش اختیاری نماید، این است کہ وی فضل و استعداد خود را مخصوص بہ ہند نساختہ بلکہ از جملہ فضلا و خدام بین المللی اسلام بشمار می رود۔ این فاضل شہید یک سوز حقیقی ہموارہ برای معارف گذشتہ و عظمت رفتہ اسلام دستہ و با تمام قومی و موجودیت خود در صدر رہنمونی و سنجیدن جادہ ہا برای عورت ترقی و عظمت اسلام می باشد۔<sup>۵۲</sup>

ڈاکٹر ریاض مرحوم نے اپنی تحریر میں اس اقتباس کا حوالہ مجلہ کابل میں صفحہ نمبر ۸۴ لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ درست صفحہ نمبر ۸۵ ہے۔<sup>۵۳</sup>

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت علامہ کی وفات کے بعد اپریل ہی کے اواخر میں کابل میں انجمن ادبی کی جانب سے تعزیتی تقریب میں سرور خان گویا ہی نے نظامت کے فرائض سرانجام دیے تھے جس میں حضرت علامہ کا سوانحی تذکرہ گویا نے پیش کیا تھا۔<sup>۵۴</sup> جبکہ اسی محفل میں سرور خان گویا نے حضرت علامہ کی فارسی منتخبات ترنم سے سنا کر محفل کو پر کیف بنا دیا تھا۔<sup>۵۵</sup>

اسی محفل کی روداد اور سرور خان گویا کی طرف سے حضرت علامہ کی انجمنی سائٹی گئی منتخبات کو مجلہ کابل نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔<sup>۵۶</sup>

اس موقع پر میں انتہائی افسوس کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو کہ نہ صرف علمی دیانت کا تقاضا ہے بلکہ تحقیقی اصولوں کے تحت اس کا اعتراف کرنا میرے لیے ناگزیر ہے کہ میں حضرت علامہ کے اس بڑے افغان اقبال شناس کا مستقل سوانحی تذکرہ حاصل کرنے سے محروم رہا۔ افغانستان میں جاری پچیس سالہ خانہ جنگی، کتب خانوں کی آتشزدگی اور بربادی کی وجہ سے بعض ماخذات تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ تلاشِ بسیار کے باوجود گویا کے سوانحی مواد کا ملنا ناممکن رہا۔

البتہ جناب گویا کی علمی شخصیت کو مردم شناس سید سلیمان ندوی نے یک نگاہ طائرانہ میں یوں محفوظ کیا ہے:

ان کا نام سرور خان اور گویا تخلص ہے۔ یہ امیر عبدالرحمن مرحوم کے زمانے کے مشہور سردار عبدالقدوس خان کے پوتے ہیں۔ پچیس تیس کے درمیان عمر ہوگی۔ یہ فارسی کے

علاوہ عربی اور انگریزی بھی جانتے ہیں۔ شعر و شاعری کا بہت اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں۔ فارسی میں کم کوئی اچھا شعر ہو گا جو ان کو یاد نہ ہو۔ شعر الجعم اور میرزا مظہر کے خریطہ جواہر کے تمام منتخب اشعار ان کی نوک زبان ہیں۔ اندازہ ہے کہ پچیس تیس ہزار شعر ان کو یاد ہوں گے۔ اخلاق پندیدہ، اطوار شائستہ، ذہن رسا، مذاق عالی، تذکروں کے حافظ اور قلمی کتابوں کے جو یا، فارسی تحریر کا سلیقہ بہت خاص رکھتے ہیں۔ کابل کی شاہی انجمن ادبی (جس کو رائل اکادمی کہنا چاہیے اور جس کو موجودہ حکومت نے قائم کیا ہے) کے رکن رکین ہیں۔ رسالہ کابل میں ان کے مضامین چھپا کرتے ہیں۔<sup>۵۷</sup>

سرور خان گویا نے ۱۹۶۷ء میں جس وقت وہ افغانستان میں مشیر تعلیم کے عہدے پر فائز تھے اقبال کو نسل کراچی کے زیر اہتمام تقریب یوم اقبال میں شرکت کی تھی۔ اس تقریب میں آپ نے مقالہ ”اقبال اور افغانستان“ پیش کیا تھا۔ بالخصوص حضرت علامہ کے سفر افغانستان کے دوران اپنی ذاتی یادداشتوں کے ذریعے حضرت علامہ سے متعلق یادوں کو نہ صرف تازہ کیا بلکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ بھی کیا۔<sup>۵۸</sup>

یہ مقالہ فارسی میں علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان میں بھی شائع ہوا ہے۔<sup>۵۹</sup>

گویا مرحوم کی صحیح تاریخ وفات کا پتا نہیں چل سکا البتہ اقبال ممدوح عالم مطبوعہ بار اول نومبر ۱۹۷۸ء میں استاد محترم مرحوم ڈاکٹر محمد ریاض کے مقالے ”افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات و کتب“ میں جناب گویا کو مرحوم لکھا گیا ہے۔<sup>۶۰</sup> جس سے پتا چلتا ہے کہ جناب گویا ۱۹۷۸ء سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

افغانستان میں اقبال شناسی کے علاوہ بھی جناب سرور خان گویا کی کئی علمی و ادبی خدمات ہیں جن کا یہاں مختصر تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

آپ نے شبلی نعمانی کی شعر العجم حصہ سوم (از فغانی تا ابوطالب کلیم) کا فارسی ترجمہ کیا جو کابل کے انجمن ادبی کی جانب سے ۱۳۱۵ھ ش کو ۱۵۲ صفحات پر مطبع عمومی کابل سے شائع ہوئی۔<sup>۶۱</sup>

اس باقاعدہ اشاعت سے قبل مجلہ کابل کے مختلف شماروں میں متذکرہ اثر قسط وار شائع ہوتا رہا۔

- آخرین درہ شاعری فارسی دلو ۱۳۱۳ھ ش<sup>۶۲</sup>
  - از فغانی تا ابو طالب کلیم حوت ۱۳۱۳ھ ش<sup>۶۳</sup>
  - فغانی، شیرازی حمل ۱۳۲۲ھ ش<sup>۶۴</sup>
  - ملک الشعرا فیضی جوزا / ۱۳۱۴ھ ش<sup>۶۵</sup>
  - ملک الشعرا شاہجہان جوزا / ۱۳۱۵ھ ش<sup>۶۶</sup>
- سرور خان گویا کا دوسرا اثر ”آیدات نفیہ ہرات“ انجمن تاریخ افغانستان کی جانب سے ۱۳۲۶ھ ش میں شائع ہوا۔ جبکہ اس کی دوسری اشاعت مولانا جامی کے ساڑھے پانچ سو سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے کابل کی انجمن جامی کی جانب سے ۱۳۴۳ھ ش میں مطبع معارف کی جانب سے ہوئی۔<sup>۶۷</sup>

## عبد الباری شہرت نگلیال

الحاج عبد الباری شہرت نگلیال ۱۳۳۷ھ ش افغانستان کے میں ولایت وردگ کے چک ضلع کے قریہ بمبئی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کرنے کے بعد کابل کے امام ابو حنیفہ مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۵۶ھ ش میں انٹر میڈیٹ کرنے کے بعد افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا۔ چنانچہ پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں پشاور میں جمعیت اسلامی افغانستان کے نشریاتی شعبے سے منسلک ہوئے اور جریدہ مجاہد کے رائٹر منتخب ہوئے۔ مجاہد تنظیموں کے اتحاد کے بعد قیام حق مجلہ کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مجاہد جریدہ اور بصیرت کے مسؤل مدیر بنے۔<sup>۶۸</sup>

۱۳۶۸ھ ش میں صوبہ پکتیا کے مجاہد کمانڈر جلال الدین حقانی کی فرہنگی کمیٹی کے چیف مقرر ہوئے۔ جہاد اخبار، دجہاد ہندارہ (آئینہ جہاد) اور منبع الجہاد پشتو، اردو، فارسی اور عربی مجلات کے مدیر مقرر کیے گئے۔ کئی سال تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران اسلام آباد میں قائم جہادی ثقافتی شوریٰ اور مرکز تحقیقات افغانستان سے بھی وابستہ رہے۔

نگیال صاحب سے راقم الحروف کی کوئٹہ اور پشاور میں کئی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ آپ ایک مستعد لکھاری ہیں۔ کئی مجلات کے علاوہ اخبارات (افغان مجاہد، مجاد اولس، شہادت، سہار، اور وحدت وغیرہ) میں مقالات اور کالم چھپتے رہے ہیں۔

آپ بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور پشتو میں لکھتے رہے ہیں۔ آپ کے مطبوعہ آثار و تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱- پہ افغانستان کنبی د کمونستانو قدرت ته رسبدل۔
- ۲- د افغان مجاهد آواز (شعری مجموعہ)۔
- ۳- د افغانسان سیاسی احزاب۔
- ۴- د مجاهد پیغام (شعری مجموعہ)۔
- ۵- پہ افغانستان کنبی روان سیاسی جہاد۔
- ۶- دوی مشاعری۔
- ۷- جراید غیر دولتی افغانستان۔
- ۸- خبری (شعری مجموعہ)۔
- ۹- شارقی د خپلو انقلابی لیکونه رنړا کنبی۔
- ۱۰- د گھیخ یاد۔
- ۱۱- احدی واحدیت پہ لار د ابدیت پہ لور۔
- ۱۲- به یاد سخن آفرین د سخنور بزرگ استاد خلیلی۔
- ۱۳- اسناد تاریخی افغانستان۔
- ۱۴- جہادی فتوی گمانی۔
- ۱۵- او هغوی چې مرگ یی نه شی وژلای۔
- ۱۶- سنگرداران قلم۔
- ۱۷- معرفی جرائد و مجلات مقاومت۔
- ۱۸- هلته چې تاریخ تکراری۔



- ۱۹- منزلونہ او منزلونہ (شعری مجموعہ)۔
- ۲۰- داور ترانی د ژوند شعرونہ۔
- ۲۱- تیارې لارې رنې کرنې۔
- ۲۲- وینہ په قلم کښې (تذکرہ) ۸۱۰ صفحات۔
- ۲۳- کارتون سخن میگوید۔
- ۲۴- او گولی و چلیدی۔
- ۲۵- د ورځې او دا یادونه۔
- ۲۶- قهرمان شهید عزیز الرحمان الفت۔
- ۲۷- خوست د آزادی په لمر څرک کښې۔
- ۲۸- د تاریخ په سپیده داغ کښې۔
- ۲۹- نه هیریدونکی حیرې۔
- ۳۰- تاریخی معرکې ستره فتح۔
- ۳۱- خون کی پکار۔
- ۳۲- نبوی لیکونه۔
- ۳۳- د دوز خونپه لمبو کښې سوځېدلی جنت۔
- ۳۴- گنگ سخنگو۔
- ۳۵- اسناد و نامه های تاریخی افغانستان۔
- ۳۶- ترهیدلی خاطری نا آشنا حقیقونه۔
- ۳۷- ستوری ولویدل۔
- ۳۸- کابل د زیرو گلو باغ وو۔
- ۳۹- مالاگل بوئی کرې نه وو بهار تېرشو (ترجمہ)۔
- ۴۰- اسلامی قانون جوړونه۔
- ۴۱- د مرگ په وزرو۔<sup>۶۹</sup>

شہرت نگلیال کے فکر و فن پر حضرت علامہ کے افکار کا پرتو جلوہ گر ہے۔ آپ کے عمومی شہ پاروں پر حضرت علامہ کے گہرے اثرات کا غالب ہونا آپ کے اقبال سے قلبی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔ آپ کی شاعری ایمانی جذبے اور جہاد کی شاعری ہے اور شاعری میں جا بجا حضرت علامہ کی تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ افغان جہاد سے متعلق اردو اشعار و منظومات کو یکجا کر کے نگلیال نے خون کشی پیکار کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے بیک ٹائٹل پر حضرت علامہ کی تصویر اور عقاب کے ساتھ درج ذیل ابیات شائع کیے ہیں:

آسیا یک پیکر آب و گل است      ملتِ افغان در آن پیکر دل است  
از فسادِ او فسادِ آسیا      در کشادِ او کشادِ آسیا  
تادل آزاد است آزاد است تن      ورنہ کاہے در رہ باد است تن<sup>۱۷</sup>

شہرت نگلیال نے سید سلیمان ندوی کا سفر نامہ سیر افغانستان پشتو میں ترجمہ کیا ہے جو قسط وار مجلہ افغانستان میں شائع ہوتا رہا۔<sup>۱۸</sup>

آپ نے لاہور میں حضرت علامہ کے مزار پر حاضری دی اور پشتو میں یوں خراج تحسین پیش کیا:

چہی خاوند د ژور فکر او لوړ خیال دہی  
فلسفی شاعر دانا د ژوند پہ حال دہی  
خود یہ اوسی لاهور لوړ سر ہسکہ غارہی  
چہی روزلی یی نامتو ادیب اقبال دہی<sup>۱۹</sup>

ترجمہ: جو گہرے فکر اور بلند خیالات کا مالک ہے وہ فلسفی شاعر اور رمز حیات کا دانا ہے۔  
لاہور یقیناً فخر سے سر بلند رکھے کا حقدار ہے جس نے معروف ادیب اقبال کو پیدا کیا۔

علامہ عبدالحی حبیبیؒ

پشتو زبان و ادب اور تاریخ اس حوالے سے نہایت خوش قسمت ہے کہ علامہ حبیبیؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیت اس کے حصے میں آئی۔ آپ کے رشحاتِ قلم اور تحقیقات علمی ہمیشہ پشتو ادب کے بنیادی ماخذات کے طور پر یادگار رہیں گے۔

علامہ حبیبی کا تعلق قندھار کے علمی و ادبی گھرانے سے رہا۔ آپ ملا عبدالحق اخوندزادہ بن مولوی عبدالرحیم بن علامہ مولوی حبیب اللہ کا کڑ مشہور بہ محقق کندھاری بن ملا فیض اللہ بن ملا بابڑ کے گھر کندھار کے کوچہ بامیزی بروز پنجشنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ ق ثور ۱۲۸۹ھ ش / مئی ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔<sup>۴۳</sup>

بچپن ہی میں والد دار فانی سے کوچ کر گئے۔ میراث میں حبیبی کو کچھ کتابیں اور بعض رسائل و مجلات ملے۔<sup>۴۴</sup> حبیبی کا سوانحی تذکرہ تقویٰ لحاظ سے کچھ یوں ہے:

۱۲۹۹ھ ش / ۱۹۲۰ء کندھار کے شالیہار مکتب میں داخلہ لیا۔

۱۳۰۲ھ ش / ۱۹۲۵ء کندھار کے شالیہار سکول سے فارغ ہوئے۔

۱۳۰۲ھ ش سے ۱۳۰۶ھ ش / ۱۹۲۸ء تک قندھار کے پرائمری سکول میں پڑھاتے رہے جبکہ اس دوران خود بھی شہر کی بڑی بڑی مساجد میں حصول علم میں مصروف رہے۔ مولوی عبدالواسع سے مبادیات صرف و نحو، عربی، ریاضی و ہیئت، اصول و قواعد فقہ عروض فصاحت و بلاغت پڑھے۔ مشہور عالم دین ابوالوفا کندھاری (جو مدرسہ نظامیہ دکن کے فارغ تھے اور فقہ والہیات کے مانے ہوئے استاد تھے) کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ سراج الاخبار افغانیہ (کابل) حبل المتین (کلکتہ) اور علامہ محمود طرازی کی تصنیفات و تالیفات، حافظ شیرازی، سعدی، جلال الدین بلخی رومی وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ ایرانی دانشوروں سید حسن تقی زادہ، علامہ میرزا محمد قزوینی، سید کاظم، ایرانشہر سید محمد علی جمالزادہ وغیرہ۔ مصری دانشوروں جرجی زیدان اور ہندی علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کے علمی و ادبی خدمات سے مستفید ہوتے رہے۔<sup>۴۵</sup>

۱۳۰۶ھ ش سے ۱۳۱۰ھ ش / ۱۹۳۱ء تک جریدہ طلوع افغان قندھار کے

مدیر معاون رہے۔

۱۳۱۰ھ ش / ۱۹۳۱ء تا ۱۳۳۹ھ ش / ۱۹۴۰ء

اس جریدے کے مسؤل مدیر ہے۔

۱۳۱۹ھ ش / ۱۹۴۰ء تا ۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء

پشتونولند کے رئیس اور مطبوعات کے مستقل ریاست کے معاون رہے۔

۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء تا ۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ء

وزارت معارف کے مشاور رہے۔

۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ء تا ۱۳۲۵ھ ش / ۱۹۴۶ء

کابل یونیورسٹی کے دانش کدہ ادبیات کے سربراہ رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پشتو ادب اور تاریخ کے استاد اور پشتو ٹولنے کے صدر رہے۔

۱۳۲۵ھ ش / ۱۹۴۶ء تا ۱۳۲۶ھ ش / ۱۹۴۷ء

کندھار کی معارف کے رئیس اور تاریخ کے استاد رہے۔

۱۳۲۶ھ ش / ۱۹۴۷ء

چمن میں افغان وکیل التجار رہے۔

۱۳۲۷ھ ش / ۱۹۴۸ء تا ۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۲ء

افغانستان کی ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ممبر رہے۔

۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۲ء تا ۱۳۴۱ھ ش / ۱۹۶۲ء

افغان حکومت سے سیاسی اختلافات کی بنا پر پاکستان میں سیاسی جلاوطن رہے۔

۱۶ سنبہ ۱۳۴۱ھ ش / ۱۹۶۲ء

دوبارہ عازم وطن ہوئے۔

۱۳۴۴ھ ش / ۱۹۶۶ء

کابل یونیورسٹی میں پوهاند کے اعلیٰ علمی رتبے تک پہنچ گئے۔

۱۳۴۵ھ ش / ۱۹۶۶ء

افغانستان کے انجمن تاریخ کے رئیس رہے۔

۱۳۵۱ھ ش / ۱۹۶۷ء

صدر اعظم افغانستان کے فرہنگی مشاور رہے۔

اس کے بعد عرصے تک پوہنچی ادبیات پشتو ادب و تاریخ کے استاد رہے۔ اس دوران

زیادہ عرصے تک شعبہ پشتو ادبیات کے سربراہ رہے۔

۱۳۵۸ھ ش / ۱۹۸۰ء

افغانستان کی اکیڈمی علوم میں پشتو ادبیات کے علمی رکن بنے۔

اس کے بعد مختلف علمی و ادبی حیثیتوں سے خدمات انجام دیتے رہے۔

۲۰ ثور ۱۳۶۳ھ ش / ۱۹۸۲ء کو علم و ادب کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہوا اور اگلے

روز شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔<sup>۷۱</sup>

علامہ عبدالحی حبیبی نے کئی ملکی و عالمی نوعیت کی کانفرنسوں، سیمیناروں اور مباحثوں و

مذاکروں میں مختلف حیثیتوں سے شرکت کی۔ خود علمی و ادبی جواہر ریزے سمیٹے اور دوسروں

کو چشمہ علم و عرفان سے فیض یاب کیا۔ ان کانفرنسوں کا مختصر تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں:

۱- مراسم بسیت و پنجمین سال بیانگذاری تاشکند یونیورسٹی ۱۳۲۵ھ ش

۲- ہیئت کلتوری افغانی، دہلی ۱۳۲۶ھ ش

۳- اورینٹل کانفرنس (Oriental Conference) لاہور ۱۳۳۶ھ ش

۴- اجتماع یادبود خواجہ عبداللہ انصاری کا بل ۱۳۴۱ھ ش

۵- مجلس یادبود و گرامیداشت مولانا عبد الرحمن جامی، دوشنبہ تاجکستان ۱۳۴۳ھ ش

۶- کنفرانس ایرانشاسی، تہران ۱۳۴۵ھ ش

۷- سیمینار ترجمہ، کا بل ۱۳۴۵ھ ش

۸- کنفرانس کوشانیان شناسی، دوشنبہ تاجکستان ۱۳۴۷ھ ش

۹- کنفرانس وسیع نسخ خطی، کا بل ۱۳۴۶ھ ش

۱۰- سمپوزیم ہنر عہد تیموریان، سمرقند ازبکستان ۱۳۴۸ھ ش

۱۱- گردہم آبی بزرگداشت خواجہ رشید الدین فضل اللہ وزیر، تہران و تبریز ۱۳۴۸ھ ش

۱۲- سیمینار کوشانیان، کا بل ۱۳۴۹ھ ش

۱۳- مجلس ہزارہ شیخ طوسی، مشہد یونیورسٹی ۱۳۴۹ھ ش

۱۴- کنفرانس ہزارہ ابوریحان البیرونی، دہلی ۱۹۷۱ء / ۱۳۵۰ھ ش

۱۵- سیمینار فتح پور سیکری، آگرہ ہندوستان ۱۳۵۱ھ ش

۱۶- گردہم آبی وسیع و بزرگ بہ مناسبت تجلیل ہزارہ البیرونی، کا بل ۱۳۵۲ھ ش

- ۱۷- مراسم یادبود مولوی جلال الدین بلخی، کابل ۱۳۵۳ھ ش
- ۱۸- محفل گرامیداشت بایزید روشن، کابل ۱۳۵۳ھ ش
- ۱۹- جلسہ بزرگداشت و تحلیل از شخصیت امیر خسرو، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۳ھ ش
- ۲۰- مراسم تحلیل از شخصیت فرہنگی ابونصر فارابی، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۳ھ ش
- ۲۱- کنفرانس یونیسکو در بارہ السنہ و ادبیات کشورہای آسیای میانہ، تہران ۱۳۵۴ھ ش
- ۲۲- کنفرانس ہزارہ دقیق بلخی، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش
- ۲۳- مراسم تحلیل و گرامیداشت امیر خسرو، دہلی ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش
- ۲۴- سیمینار تحقیقات بین المللی پشتو، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش
- ۲۵- گردہم آی ہزارہ مین سا لگرہ تولد خواجہ عبداللہ انصاری، کابل ۱۳۵۵ھ ش
- ۲۶- مراسم تحلیل از شخصیت نجبہ و برگزیدہ افغان سید جمال الدین افغانی، کابل ۱۳۵۵ھ ش
- ۲۷- سیمینار آثار چاپ شد پشتو در دو قرن آخر، کابل ۱۳۵۶ھ ش
- ۲۸- مجلس بزرگداشت نہصد مین سال تولد سنائی غزنوی، کابل ۱۳۵۶ھ ش
- ۲۹- محفل تحقیقات در بارہ کوشانیان در کابل ۱۳۵۷ھ ش
- ۳۰- کنفرانس تحلیل از شخصیت علمی و فرہنگی کشور این سینادر کابل ۱۳۵۹ھ ش
- ۳۱- جلسہ بزرگداشت میا فقیر اللہ جلال آبادی، کابل ۱۳۵۹ھ ش
- ۳۲- کنفرانس یونیسکو، بلگراد ۱۳۵۹ھ ش
- ۳۳- سیمینار سوم خوشحال خان خٹک، کابل ۱۳۵۸ھ ش
- ۳۴- سیمینار ۲۲۰ من سالمرگ میا فقیر اللہ جلال آبادی، کابل ۱۳۵۹ھ ش
- ۳۵- گردہم آی بزرگ در خصوص تاریخ و تمدن آسیای میانہ دوشنبہ تاجکستان ۱۳۶۱ھ ش
- ۳۶- مجمع بزرگ و وسیع کوشانیان، کابل ۱۳۶۱ھ ش
- ۳۷- سیمینار ادبیات انقلابی، کابل ۱۳۶۲ھ ش
- ۳۸- سیمینار دزر غونی یاد، کابل ۱۳۶۲ھ ش ۷۷

جناب عبدالحی حبیبیؒ زندگی بھر مختلف علمی، ادبی و تحقیقی موضوعات پر لکھتے رہے۔ ان کے ایک معاصر ادیب جناب عبدالرؤف بیوآ ان کی جامع شخصیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جناب حبیبیؒ کو فارسی اور پشتو کے علاوہ عربی، اردو اور انگریزی پر بھی پوری قدرت حاصل ہے۔ کافی مطالعہ رکھتے ہیں اور خصوصاً ان کا افغانی و اسلامی تاریخ اور پشتو زبان و ادب کے حوالے سے مطالعہ غنی ہے۔<sup>۷۸</sup>

ان کے ایک اور معاصر افغان ادیب و شاعر عبداللہ بختانیؒ بھی ان کی جامع شخصیت اور علمی تحقیقات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آخر دم تک پشتو فارسی اور اردو زبان و ادبیات و تاریخ پر افغانستان ہندوستان اور ایران کے حوالے سے تحقیق کرتے رہے۔ ان ممالک سے متعلق ادبی و تاریخی مشاہیر کے نسخہ جات کو متعارف کراتے رہے۔<sup>۷۹</sup>

جناب عبدالحی حبیبیؒ کے آثار و تالیفات کی فہرست کافی طویل ہے اور اگر پوری فہرست دی جائے تو تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر موضوع سے ہٹ کر بے جا طوالت واقع ہو جائے گی۔ البتہ ہارون خیل نے حضرت علامہ کے ۱۱۸ آثار و تالیفات مطبوعہ و غیرہ مطبوعہ کی تفصیل درج کی ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے آثار کی تعداد درج ذیل ہے:

الف: ادبیات و زبان شناسی (پشتو و فارسی)

تعداد آثار ۳۵ عدد

ب: تاریخ و جغرافیائی تاریخی (پشتو و فارسی)

تعداد آثار ۳ عدد

ج: تصحیحات مقالات، حواشی، تراجم، تعلیقات و ترتیب (پشتو و فارسی)

تعداد آثار ۲۱ عدد

د: علمی و اجتماعی (پشتو و فارسی)

تعداد آثار ۱۰ عدد

ه: آثار غیر مطبوعہ (پشتو و فارسی)

تعداد آثار ۱۵ عدد<sup>۸۰</sup>

یہ آثار ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں راقم الحروف نے چمن پاکستان میں حبیبی اکیڈمی قائم کی ہے اور افغانستان کے اہل قلم حضرات نے ادارہ تحقیقات حبیبی بنایا ہے جو آپ کے آثار و تالیفات کو شائع کرائے گی اور آپ کی تحریرات پر مزید تحقیقات کرائے گی۔

حبیبی کو جہاں قدرت نے دیگر علمی فیاضیوں سے نوازا تھا وہاں اقبال شناسی بھی ان کے حصے میں آئی تھی۔ آپ کو حضرت علامہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل تھا۔ سفر افغانستان کے دوران جب حضرت علامہ قندھار پہنچے تھے وہاں ان کے ساتھ ملاقات کرنے والوں میں جناب حبیبی بھی شامل تھے۔

یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو اس ملاقات کے احوال حضرت علامہ کے ہمراہ سید سلیمان ندوی کے قلم سے ملاحظہ ہوں:

ہم لوگوں کے پہنچنے کے بعد شہر کے کچھ ممتاز اصحاب ملنے آئے جن میں قابل ذکر دو صاحب ہیں: وزارت خارجہ افغانستان کے نمائندہ متعینہ قندھار اور یہاں کے انجمن ادبی کے ناظم اور پشتور سالہ طلوع افغان کے ایڈیٹر عبدالحی خان۔ وزارت خارجہ کے یہ نمائندے پہلے ترکی کی افغان سفارت میں کسی عہدہ پر رہ چکے ہیں اور اب یہاں متعین ہیں۔ عبدالحی خان ہندوستان میں شاید سندھ اور ہند کر اچی میں کچھ دنوں مقیم رہے ہیں۔ اردو خاصی بولتے ہیں وہ اس تحریک کے کہ افغانوں کی قومی زبان پشتو کو ترقی دے کر یہاں کی تعلیمی و علمی سرکاری زبان بنایا جائے، علمبردار ہیں۔ انھوں نے آتے ہی ڈاکٹر اقبال سے اسی موضوع پر گفتگو شروع کی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب میں زبانوں کی نشوونما اور ترقی پر اصولی بحث فرمائی اور اس بات پر زور دیا کہ زبان ایک قوم کے مختلف افراد کی باہم پیوستگی کا سب سے ضروری اور مؤثر ذریعہ ہے۔ لیکن اگر اس تحریک سے قوم کے افراد کے درمیان اتحاد کے بجائے اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ پیوستگی کا پیغام ہونے کی جگہ نزاعات اور اختلافات کا ترانہ جنگ ہے۔<sup>۸۱</sup>

مجلہ کابل ۲۱ جنوری ۱۹۳۳ء کے شمارے میں جناب عبدالحی حبیبی کی ایک طویل فارسی نظم ”قطرات سرشک در بارگاہ محمود و سنائی“ شائع ہوئی ہے۔ اسلوبی لحاظ سے مثنوی بحر



میں اس نظم کا منبع و ماخذ حضرت علامہ کی مثنوی ”مسافر“ کو قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ فکری و معنوی اعتبار سے حضرت علامہ کے اسرار و رموز کا پر تو اس نظم میں جلوہ گر ہے۔ چنانچہ اس بات کا اشارہ خود حبیبی صاحب نے اس نظم کے بعض اشعار کے فٹ نوٹ میں کیا ہے:

خیز و اندر گردش آور جام عشق  
در قہستان تازہ کن پیغام عشق  
کے نیچے اس بیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”ابیات کی بعد ازیں در بین این علامت ” “گرفتہ شدہ تضمین است از کلام حضرت علامہ دکتور اقبال شاعر اسلامی ہند“<sup>۸۲</sup>

چنانچہ بقیہ نظم میں تو سین کے تحت درج ذیل ابیات کہے گئے ہیں:

”باز این اوراق را شیرازہ کن یا رب آن آتشی کہ باشد دلفروز ”کارمش در باغ و روید آتشی ”من شنیدم ستم ز نباض حیات ”از یک آئینی مسلمان زندہ است شعلہ وحدت بکوشش برفروز ای امانت دار تہذیب کہن مسلم استی دل باکلیسی بند سیر دل کن ہای کہ در پنہاں دل اس نظم میں فکری وابستگی کے علاوہ ویسے بھی مجموعی طور پر تو سین میں مندرج ابیات	باز آئین محبت تازہ کن بی قرار و مضطر و آرام سوز از قبائی لالہ شوید آتشی ”اختلاف تست مقراض حیات پیکر ملت ز قرآن زندہ است ”زندگی خود را دریں آتش بسوز پشت پا بر مسلک آبازمن گم مشو اندر جہان چون و چند می شود گم این شراری آب و گل“ <sup>۸۳</sup>
---	---

کے علاوہ بھی جا بجا اقبالیاتی تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے:

تغ ”لا“ را از نیا مشن آختی مسلم از تو ”قاہری“ آموختہ ”قاہری با دلبری“ آئین تو زندگانی را بقا از کوشش است رمز و سیر زندگانی کوشش است	آشکارا رمز ”الا“ ساختی ہم ز فیضت ”دلبری“ اندوختہ زاد عقبی از جہاد تمکین تو <sup>۸۴</sup> رمز و سیر زندگانی کوشش است واقف اسرار الا اللہ شو، <sup>۸۵</sup>
---	---

۱۹۵۱ء میں جب علامہ حبیبی افغانستان کے شاہی خاندان سے اختلاف اور اپنے سیاسی عزائم کی بنیاد پر سردار شاہ محمود خان کے دورہ صدارت کے دوران پاکستان مہاجر ہوئے تو پشاور میں رہنے لگے تھے چونکہ اس وقت وکی تحریک شروع ہوئی تھی اور افغانستان میں اخبارات کو بند کر دیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ کے نوین دور کے لیے کابل کے عوامی نمائندے ڈاکٹر عبدالرحمن محمودی کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور قندھار کے عوامی نمائندے علامہ عبدالحی حبیبی چن کے راستے افغانستان سے جلاوطن ہو کر پشاور آئے تھے۔ اسی لیے آپ نے پشاور میں ایک سیاسی تنظیم ”آزاد افغانستان“ کی بنیاد ڈالی۔ یہاں سے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک پندرہ روزہ جریدے آزاد افغانستان کا اجرا کیا۔ اخبار کے عنوان کے ساتھ حضرت علامہ کا یہ شعر کندہ ہوتا تھا:

آسیا یک پیکر آب و گل است

ملت افغان درآن پیکر دل است<sup>۸۶</sup>

علامہ حبیبی اپنی تحقیقی تحریرات سے بہت کم فرصت پاتے تھے۔ لہذا ان کی تخلیقات کی تعداد بہت کم ہے۔ فارسی شاعری کیساتھ ساتھ ان کی پشتو شاعری پر بھی حضرت علامہ کے فکری اثرات نمایاں ہیں۔

جدی ۱۳۲۳ھ ش ۱۹۴۲ء میں جب استنبول سے علامہ سید جمال الدین افغانی کا جسدِ خاکی لاکر کابل یونیورسٹی کے احاطے میں دفن کیا گیا تو اس مناسبت سے مجلہ کابل نے ایک خصوصی شمارہ جاری کیا۔ اس میں بیک ٹائٹل پر علامہ حبیبی کی درج ذیل تین رباعیات شائع ہوئی تھیں:

### خپل اصل ته رجوع

ملت درياب دې فرد بي قطره ده      له دې قطرې نه جوړه دجله ده  
 قطره چې بيله شى له دريا به      تل بي دې لوري ته تلوسه ده  
 ترجمہ: ملت دریا ہے اور فرد قطره۔ انھی قطرات سے دجلہ بنتا ہے۔ جب قطره دریا سے جدا ہوتا ہے۔ پھر بھی انھیں ہمیشہ واپس دریا سے الحاق کی جستجو رہتی ہے۔

د اوبو خاڅکي له بحره بېل شو  
 فضا ته ولاړی بیرته راگېل شو  
 بېلتون یې ولید په غرو و رغو کي  
 تېز شو هم توي شو خرو بنانه سپل شو  
 ترجمہ: پانی قطرہ بحر سے جدا ہوتی ہے فضا میں جا کر واپس آ جاتی ہے۔ دشت و کوہسار میں  
 فرقت کی بے تابیاں جھیلیں بحر سے مل کر تند و تیز ہو جاتا ہے۔  
 چى بیرته راغى د درياب مل شو  
 په سیندکى گډ شو په سیندکى حل شو  
 بیا یې ځای ورکړ پخپله غیږ کی  
 راستون شو هیر شو اصل ته خپل شو<sup>۸۷</sup>

ترجمہ: بحر سے جدا قطرہ جب دوبارہ دریا سے ملا اور دریا سے مل کر اس میں حل ہوا دریا نے  
 اسے آغوش میں جگہ دی گویا اس نے اصل کو رجوع کیا۔

حضرت علامہ کے مشہور و معروف فلسفہ فرد و ملت کے مفاہیم و مباحث کے اثرات  
 متذکرہ بالا رباعیات میں عیاں ہیں۔ انھی رباعیات کے نیچے حضرت علامہ کے درج ذیل  
 اشعار ”خطاب بہ اوقیانوس“ شائع ہوئے ہیں جو کہ موضوعی و معنوی لحاظ سے علامہ حبیبی  
 کے فکری منبع کا اعتراف ہے:

چمن دیدۀ دشت و در دیدۀ	تماشاے شام و سحر دیدۀ
درخشیدی از پرتو آفتاب	بہ برگ گیا ہے بدوش سحاب
گہے محروم سینہ چاکان باغ	گہے ہدم تشنہ کامانِ راغ
گہے خفتہ در خاک و بے سوز و ساز	گہے خفتہ در تاک و طاقت گداز
زمن زادۀ درمن افتادۀ	ز موج سبک سیر من زادۀ
چو جوہر درخش اندر آئینہ ام	بیا سائے در خلوت سینہ ام

گہر شو در آغوش قلمزم بزى

فروزاں تر از ماہ و انجم بزى<sup>۸۸</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ کی صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے کابل میں حبیبی صاحب کا مقالہ ”خودی و یخودی در اندیشہ اقبال“ شائع ہوا۔<sup>۸۹</sup>

حال ہی میں ۱۳۷۹ھ ش ۲۰۰۰ء افغانوں نے علامہ حبیبی کے نام سے ایک تحقیقاتی اشاعتی مرکز ”د علامہ حبیبی د حیر و نو مرکز“ (مرکز تحقیقات علامہ حبیبی) قائم کیا ہے۔ اس ادارے کی جانب سے پہلی کتاب علامہ حبیبی کا منظوم فارسی اثر ”درد دل و پیام عصر“ شائع ہوا۔ (۲۰۰۰ء میں) اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول ”درد دل“ جو حبیبی صاحب نے ۱۳۱۶ھ ش میں تخلیق کیا ہے اور حصہ دوم ”پیام عصر“ حبیبی صاحب نے ۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء میں تخلیق کیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ علامہ حبیبی نے حضرت علامہ کے فن و شخصیت کا کتنا اثر قبول کیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو ادارہ تحقیقات علامہ حبیبی کی جانب سے اس کتاب سے متعلق چند تعارفی کلمات:

ددې اثر لو مړې برخه د مولانا جلال الدين رومي بلخي د مثنوي په بحر کښې ويل شوی او ځای په ځای د مثنوي تضمینونه لري۔ او د مثنوي سلاست او صلابت په بشپړه قوت سره ساتی دویمه برخه یې دهندد انقلابی شاعر علامه اقبال د شعري ټوټو په بڼه ده۔ د موضوع له اړخه رشتینی اسلامی سیاست شرح کوي۔ او د علامه سید جمال الدین افغانی د هغه اسلامی نظام بڼه روښانوی چې باید د تمدن ټول وسائل دداسې نظام په خدمت کښې و گومارل شی اوله کورنی استبداد او ز بیساک او بیرونی شکيلاک او استعمار سره مبارزه وشي۔<sup>۹۰</sup>

ترجمہ: اس اثر کا حصہ اول مولانا جلال الدین رومی بلخی کی مثنوی کی بحر میں ہے۔ اور جا بجا مثنوی کی تضمین پر اشعار لکھے گئے ہیں۔ مثنوی کی سلاست اور صلابت پوری آب و تاب کے ساتھ اس میں جلوہ گر ہے۔ جبکہ حصہ دوم ہندوستان کے مشہور انقلابی شاعر علامہ اقبال کے اشعار کی طرز پر ہے۔ جو موضوع کے اعتبار سے اسلامی سیاست کی تشریح ہے اور علامہ سید جمال الدین افغانی کے اس اسلامی نظام کے خدو و خال کو واضح کرتا ہے جس کے تحت تمدن

کے تمام وسائل ایک مربوط نظام کے تابع ہونے چاہئیں۔ اندرونی استبداد اور بیرونی استعمار کے خلاف نبرد آزما ہونا چاہیے۔“

کتاب کے حصہ اول میں ”عشق و عقل“ کے عنوان سے ایک طویل نظم شامل ہے۔ مختلف مشاہیر کی تفسیموں سے آراستہ ہے۔ مثلاً پہلے حصے میں امام رازی کے اس بیت کی تفسیم ہے:

”نہایت اقدام العقول عقل غایت سعی العالمین ضلال  
 دلم نستفد من بختنا طول عمرنا سوی ان جمعنا فیہ قیل و قال“<sup>۹۱</sup>

(امام رازی)

پھر حضرت رومی کی درج ذیل تفسیم کا حوالہ ہے:

آموزم عقل در اندیش را بعد ازین دیوانہ سازم خویش را  
 ہست دیوانہ کہ دیوانہ نشد این عسس را دید و درخانہ نشد<sup>۹۲</sup>

(مولانا رومی)

متعلقہ موضوع پر مزید اکیس اشعار حضرت علامہ کے درج ذیل بیت کی تفسیم پر لکھے گئے ہیں:

ہیچ قوے زیر چرخ لا جورد بے جنون ذو فنون کارے نکرد<sup>۹۳</sup>

(علامہ اقبال)

اس حصے میں ایک اور نظم ”در بیان آنکہ حق ہموارہ در کثرت نیست“ آیا ہے۔ اس میں بھی اقبال کے مصرع کی تفسیم شامل ہے:

می فریبد مشرقی را از فسوں از تمدن گوید و علم و فنون  
 لیک این بجز دھانا بدرگ است ”مشک ایں سوداگر از ناف سگ است

(مصرع دوم تفسیم است از کلام علامہ اقبال مرحوم)<sup>۹۴</sup>

”ملت افغان“ کے عنوان سے ایک دلچسپ نظم حصہ اول کی زینت بنی ہے۔ نظم کے پہلے چوتھائی میں حضرت علامہ کے منظوم قول کو یوں منظوم رمز میں ادا فرمایا ہے:

آنکہ دا ند مردما نش مرورد آفرین بروی ہی یزدان کناد

شاعر مشرق ادیب نامور  
آسیا یک پیکر آب و گل است  
در میان آسیا قومی است حر  
نظم ”اشک“ میں اقبال کی تراکیب تنغ ”لا“ اور ”رمز الا“ اور ”دلبری و قاہری“ کو  
کتے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے:

آنکہ برق تنغ او پر تو فگند  
تنغ ”لا“ از نیامش آموختہ  
مسلم از ”او قاہری“ آموختہ  
”قاہری با دلبری“ آئین وی  
تیرگی برداز جہان پر گزند  
آشکار را رمز ”الا“ ساختہ  
”دلبری“ ہم زاو اندوختہ  
مسند شرع نبی تمکین وی<sup>۹۵</sup>  
کتاب کا حصہ دوم ”پیام عصر“ ہے جو کہ ۵ حمل ۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۱ء میں کہی گئی  
نظموں پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں کئی دلچسپ منظومات شامل ہیں: کتاب زندگانی، جوان  
مشرق، دخت مشرق، نظام نو، سپارہ اہر من، الهام سرش، شاعر نو، پیام عصر ہنر روشن، پیام  
ابدالی، امام مشرق و شاعر مشرق، مبادی ثلاثہ، وحدت اسلامی، جنگ بہ استعمار مغرب، جنگ  
با استبداد، علامہ اقبال مرحوم اور خطاب بہ مسلمان۔

نظام نو میں اقبال کے مصرعوں کو حوالے کے ساتھ اپنے کلام میں پرودیا گیا ہے:  
تنازع را اساس زندگی گفت<sup>(۱)</sup>  
”نشستم با خرد مند فرنگی“<sup>(۲)</sup>  
ازاں بے سوز تر روزی ندیدم“<sup>۹۷</sup>  
”شاعر نو“ کو خطاب کرتے ہوئے علامہ حبیبی انھیں علامہ اقبال، قاضی نذر الاسلام  
اور رحمان بابا سے الہام حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں:

ز اقبال و نذر و فکر رحمان<sup>(۳)</sup>  
ز ترکان عرب خوش نغمہ ای چند  
بگیر الہام نوای نغمہ پرداز  
حجازی راسرا در لمن شیراز<sup>۹۸</sup>

(۱) اشارہ بہ نظریہ نشو و ارتقائی داروین انگلیسی

(۲) بہ تغیر کم از علامہ اقبال

(۳) اقبال شاعر بزرگ اردو و فارسی و قاضی نذر الاسلام شاعر بزرگ بنگالی و رحمان بابا شاعر بزرگ پشتو۔

اس کتاب میں امام مشرق و شاعر مشرق سید جمال الدین افغانی و علامہ اقبال مرحوم شامل ہیں۔ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جبکہ حضرت علامہ اقبال کے عنوان سے الگ نظم کی نقل بھی ضروری سمجھتا ہوں تاکہ افغانستان کے اقبال شناسی میں علامہ حبیبی کے خدمات کو بقائے دوام نصیب ہو۔

## امام مشرق و شاعر مشرق

### (سید جمال الدین افغانی و علامہ اقبال مرحوم)

فراوان خفت مرد مشرقی زاد	نکرد از مجد دور رفتگان یاد
فروغِ شعلہٴ دل باز افسرد	بقید بندگی آزادہ افتاد
نیامد از نجف آوای حیدر	نگفت اسرارِ بلخی را کسی باز
زردشت خاوران و زطور سینا	نیامد بال شہبازی بہ پرواز
زدل آن جوشش و سوز کہن رفت	تب و تاب از روان انجمن رفت
نوای بلبلان گردید خامش	ازان صرصر کہ بالای چمن رفت
نگون شد پرچم ترک دلاور	ستم افسرد روح تر کیا نرا
شرار جور قاجاری بہ ایران	سرایا سوخت آل مرزیلانرا
نمید انم چه آمد بر خراسان	بہ مرز سوز آن شاہان جہارفت
چگلویم از دم افسوں افرنگ	ہمو ماراز خود بیگانہ تر ساخت
زخو دوا رفتگان وادی جہل	بنادانی عدو را راہبر ساخت
چمن افسرد و بلبل گشت خامش	خزان آمد کنون آنجا گل نیست
تہی شد آن قدح بشکست ساغر	بہ بزم اندر ہما نا قتل نیست
نماند آن شور و ذوق آن درد جاوید	نخیزد آہ گرم از سینہٴ سرد
ننالیم از فسوں غرب تنہا	کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد
زدست شاہ و میر افغان و نالہ	فروان تاخت این قوم جفاکار
چو شد شرقی اسیر قید شاہان	غلامی را و مردان را کند خوار

نہ بد در شرق یک مردل آگاہ  
 سراید پیش ما مزار نہضت  
 برآمد یک شہواری ز افغان  
 عصائی وی طلسم سحر غربی  
 ندائی قم از و شد وزندہ از نو  
 بکاخ شاہ و میر آتش در افگند  
 ز تاثیر نوایش واژگونہ  
 ز بطن مام مشرق ساہا بعد  
 شکست از ضرب او اصنام و اہام  
 با ایران و بمصر و ترک و افغان  
 رضا و کامل و زغلول و عبدہ  
 کہن فکر ملوکیت از و خوار  
 ہما تا فکر این مرد فدا کار  
 یکی مرد غیور و راد و آزاد  
 روان روشن دلی پردرد و دانش  
 نوایش محشر خوابیدگان بود

کہ خیزد برخلاف جور شاہان  
 فروز د شعلہ فرنیہ کان  
 جمال افزود مشرق راز نورش  
 بجاک افگند با افسون و زورش  
 بہ شرقی داد درس مجد و رفعت  
 نوایش سوزناک و دل پر الفت  
 فتاد آئین استبداد و بیداد  
 چنین فرخ اثر نیکو سپر زاد  
 وجودیش جامدان رامرگ نوبود  
 ندای قم از و ہر خفتہ بشنود  
 ازو خواندند درس زندگانی  
 ندایش انقلاب آورد انی  
 بمشرق روشنی داد و ضیا داد  
 بہ ندرت بچھوی اندر جہان زاد  
 پیام انقلاب آورد مارا  
 ازاں مرگی امیر و کد خدا را<sup>۹۹</sup>

### علامہ اقبال

پس از چندی چو سید از جہان رفت  
 برہمن زادہ رمز آشنائی<sup>(۱)</sup>  
 برآمد مرد دانائی ز کشمیر<sup>(۲)</sup>  
 در آمد بر افق رخنندہ خورشید  
 فراز چرخ چون اختر بتا بید  
 دلش گرم و روانش شعلہ انگیز

(۱) مقصد از سید جمال الدین افغانستان در بیت دوم تلخیص است باین مصراع علامہ اقبال ”برہمن زادہ رمز

آشنائی روم و تیریز است۔“

(۲) کشمیر مسکن اجداد برہمن علامہ اقبال بود۔



”کہ ای شرقی ز خواب ژرف برخیز“  
 رموز زندگی را کرد افشاد  
 درایش کاروان را کرد احیا  
 سرودی نغمہ ہا در نامی رومی  
 کزو بازار عشق آید بگرمی  
 زد لگفت از مقام روح و جان گفت  
 ازین گیتی سرود و از آن جہاں گفت  
 دل در سینہ ش پر درد و شوری  
 بکاخ انجماد ازوی فتوری  
 کلو درس خودی مرشرقیانرا  
 ازو رونق فردی این و آرا  
 رساں بر مرقدش در خاک لاہور  
 خدایا باد چشم بد آزان دور<sup>۱</sup>

پیامی داد مشرق را سر از نو  
 ز اسرار خودی درس بما داد<sup>(۱)</sup>  
 ز بورش نغمہ داود بودی  
 نمیدانم چہی مشوری دردش بود؟  
 نیاید بعد از و دانای رازی<sup>(۲)</sup>  
 بما اسرار عشق جاودان گفت  
 شب تاریک مارا نور افزود  
 فقیری بدولی دانائی رازی  
 نگاہش تیز بین و فکر صائب  
 خود آگہ مرد حق بین کہ وی داد  
 باسین و ثقافت پای بندی  
 الا باد صبا از ما درودی  
 دیار عشق جلابی و مسعود<sup>(۳)</sup>

## عبدالرحمن پژواک

پشتو ادب کی مشہور شخصیت ہیں۔ نام عبدالرحمن، تخلص پژواک ہے۔ آپ کے والد کا نام قاضی عبداللہ خان ہے۔ آپ غزنی میں ۱۲۹۷ھ ش میں پیدا ہوئے۔

جب آپ کی عمر دو برس تھی تو آپ کے والد کا بل میں قاضی مقرر ہوئے۔ اور آپ کو کا بل بلایا گیا۔ ابتدائی تعلیم ننگرہار کے سرخ رود گاؤں باغوانی میں اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر مطلع دانش میں دوسری جماعت تک پڑھا۔ تیسری جماعت خوجیانی کے کثرہ نامی مقام سے پاس کی۔ والد کے بلانے پر کا بل میں اندرابی سکول میں چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔ وہاں

(۱) پیام مشرق و اسرار خودی و رموز بیخودی و زبور عجم آثار علامہ مرحوم۔

(۲) تلخ از یک شعر علامہ اقبال۔

(۳) علی جلابی غزنوی مشہور بہ داتا گنج بخش و مزارش در لاہور است و مسعود سعد سلمان۔

سے فراغت کے بعد حبیبی سکول سے وابستہ رہے۔ بارہویں تک حبیبیہ لیسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبی کالج کابل میں داخل کیے گئے۔ عدم دلچسپی کی بنا پر دو سال کے بعد وہاں سے نکلے۔ والد کا انتقال ہوا مجبوراً سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا۔

کابل میں انجمن ادبی کے شعبہ تاریخ میں انگریزی زبان کے مترجم مقرر ہوئے، جب مطبوعات کی مستقل ریاست تشکیل پائی۔ تو اس سے وابستہ ہو گئے۔ اصلاح اخبار کابل کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ افغانستان کے سرکاری اطلاعاتی ادارے باختر انٹرنس کے مدیر اعلیٰ کا منصب عطا ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد پشتو ٹولنہ کے مدیر اعلیٰ اور پھر ریاست مطبوعات کی نشریات کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لندن میں افغانستان کے سفارتخانے میں سینڈ سیکریٹری کی حیثیت سے تعینات ہوئے اور وہاں پر یس اتاشی کا عہدہ سنبھالا۔

مجموعی طور پر اقوام متحدہ کی جانب سے منعقدہ بین الاقوامی اجلاس میں جناب پڑواک افغانستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ۱۹۵۴ء میں وزارت خارجہ سے منسلک ہوئے۔ اس کے بعد اقوام متحدہ میں افغانستان کے نمائندے کی حیثیت سے تعیناتی عمل میں آئی۔

جناب پڑواک پشتو اور فارسی میں نئے افکار سے آشنا شاعر اور ادیب تھے فارسی شاعری کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا شمار فارسی کے درجہ اول کے شعر میں ہوتا ہے۔<sup>۱۱</sup>

جناب پڑواک کے مطبوعہ آثار کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱- کلیمہ دارہ رویی پینتو ڈرامہ مطبوعہ پینتو ٹولنہ کابل۔
- ۲- افسانہ های مردم۔ فارسی میں ملی افسانے مطبوعہ ریڈیو افغانستان کابل۔
- ۳- آریانا انگریزی مطبوعہ لندن۔
- ۴- پینتوستان انگریزی مطبوعہ لندن۔
- ۵- زور افغانستان انگریزی مطبوعہ لندن۔
- ۶- د پینتوستان ورخ انگریزی مطبوعہ لندن۔

۷- دہستونستان مسئلہ انگریزی مطبوعہ لندن۔

۸- پیشوا۔ خلیل جبران کے پیامبر کا فارسی ترجمہ۔

۹- باغبان۔ ٹیگور کا فارسی ترجمہ۔<sup>۱۰۲</sup>

آپ کی شاعری پر اقبال کے فکر و فن کے گہرے نقوش ثبت ہیں۔ اس کا پر تو آپ کی فارسی شاعری کے مجموعے گلہ ہائے اندیشہ میں نمایاں ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۳۴۳ھ ش میں مطبع معارف کابل کی جانب سے شائع ہوا۔ اس مجموعے پر معروف افغان اقبال شناس سید خلیل اللہ ہاشمیان نے ادبی نقد لکھا ہے جو افغانستان کے میں مجلہ عرفان کے خصوصی شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔<sup>۱۰۳</sup>

اس کتاب کے دیباچے میں ڈاکٹر روان فرہادی نے پڑواکے کی غزلیات، قصائد اور مثنویوں میں اساتذہ فارسی شعر کی یاد کو پایا ہے۔ ان اساتذہ کی قطار میں حضرت علامہ اقبال بھی نمایاں ہیں۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر روان فرہادی کے تاثرات:

غزل پڑواکے یاد از رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ و صائب میدہد و قصیدہ و مثنوی او مانند فرخی و مولانای بلخی و اقبال لاہوریست.....

جناب ہاشمیان نے اس ادبی نقد میں جا بجا پڑواکے کے فکر و فن پر حضرت علامہ کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ویادریں مثنوی کہ در مقاسیہ شرق و غرب از اقبال نیز جلو تر رفته است کلمات ہر کدام مرو  
اریدوار تلو تلو دارد۔

درآن دریا بی ہنگامہ دیدم	ز ساحل سوی دریاہ بریدم
گنگفتی دریں آب و گل	بدریا گرشوی باری ز ساحل
گروگانش دل من جاودانہ	چہ گویم زان محیط بی کرانہ
بہ قلبش درجنون جذبہ و شور	لبو جش برفنون قوت و زور
چو دل اور انہ پیدا ساحل بود	بہ شور و شوق و مستی چون دل بود
چو لغزان مہرہ ای براگیہ	روان بر آب ہائی او سفینہ
شدہ آغوش او پر از ستارہ	ز عکس اختران از ہر کنارہ

زائیم دانش چون چرخ اخترہ  
 گہی آئینہ آرایش شید  
 زماہ نویدست او سوارہ  
 جمال دختران آسمانی  
 برش پر از فراوان درو گوہر  
 دگر گہ جلوگاہ نور ناہید  
 زروشن کوبکباش گو شواریہ  
 درو تابان چورج شادمانی<sup>۱۰۴</sup>  
 ایک اور مقام پر ہاشمیان پڑواک کے کلام کی روشنی میں حضرت علامہ اور پڑواک کے درد کو مشترک بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

در چکامہ مقاسیہ شرق و غرب کہ قسمتی از ان نقل میشود جہان بینی و دردی کہ شاعر از پنهانی شرق دارد پدیدار است پڑواک نیز مانند اقبال بدبختی مردم این سامان را بدوستی تشخیص نموده است۔

زمغرب سوی خاور شد خیالم  
 گراں اندیشہائی شرق چون خاک  
 مثال شرق چون کوہ گرانت  
 مثال این و آن چون بحر و ساحل  
 کہ ماہ و نور بیانید و بتابند  
 چو دریا غرب مگیر دد شتابان  
 کہ دریا بد فروغ زندگی را  
 سبک روح و سبک پرواز چون باد  
 دل شرقی دل است اما فسرده  
 زبانش بستہ و روحش اسیر است  
 دگر گوں گشت زین اندیشہ عالم  
 سبک اندیشہ ہائی غرب و چالاک  
 محیط غرب چون بحر روان ست  
 چو ساحل ماندہ بر جام شرق کابل  
 بہ قلب کو ہسار ش رہ نیابند  
 سرراہ مہ و خور شید تابان  
 بشوید ننگ بر جاماندگی را  
 سبک خیز و سبک جولانی و آزاد  
 فروہا شمع آزادیش مردہ  
 زبرجاماند گہبانا گزیر است<sup>۱۰۵</sup>

### عبدالرؤف بینوا

عبدالرؤف بینوا آکا شمار پشتو شعر و ادب کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔ آپ مفتی عبداللہ علیزئی ولد عبدالحق علیزئی کے گھر واقع کوچہ سید حسن نزد خرقتہ مبارکہ شہر قندھار ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ گھریلو تعلیم کے علاوہ کئی علوم پڑھے۔ پشتو کے علاوہ فارسی، اردو اور عربی پر عبور حاصل تھا جبکہ تحریرات پشتو اور فارسی میں موجود ہیں۔

- ۱۳۱۸ھ ش میں پشتو ٹولنہ سے منسلک ہوئے۔
- ۱۳۲۳ھ ش میں پشتو ٹولنہ کابل کے سربراہ منتخب ہوئے۔
- ۱۳۲۷ھ ش پشتو ٹولنہ کے صدر اور تاحیات ممبر۔ کابل یونیورسٹی کے لسانیات و ادبیات کے پشتو شعبہ کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔
- ۱۳۳۰ھ ش تا ۱۳۳۲ھ ش مطبوعات کی مستقل ریاست میں مدیر رہے۔
- ۱۳۳۲ھ ش ریڈیو افغانستان کے رئیس بنے۔
- ۱۳۴۰ھ ش مصر میں افغان سفارتخانے کے کلچرل اتاشی بنے۔
- ۱۳۴۳ھ ش دہلی میں افغان سفارتخانے کے پریس مشاور بنے۔
- ۱۳۴۵ھ ش افغانستان کے وزیر اطلاعات و کلچر منتخب ہوئے۔
- ۱۳۵۵ھ ش مرکز تحقیقات پشتو کے مشیر رہے۔
- ۱۳۵۷ھ ش افغانستان کی اکیڈمی علوم سے وابستہ رہے۔
- ۱۳۵۸ھ ش صدر افغانستان کے فرہنگی مشیر بنے۔
- ۱۳۵۹ھ ش لیبیا میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔<sup>۱۰۶</sup>
- ۱۳۶۳ - ۱۰ - ۱۲ بمطابق ۴ جنوری ۱۹۸۵ء نیویارک میں وفات پائی اور نیو جرسی میں سپرد خاک ہوئے۔

- استاد بیوا پشتو و فارسی میں لکھتے تھے جبکہ اردو و عربی سے تراجم کیے ہیں۔ مختلف علمی و ادبی اور تحقیقی موضوعات پر تقریباً پانچ سو مقالات تحریر کر چکے تھے۔<sup>۱۰۷</sup>
- جناب عبدالرؤف بیوا کے مطبوعہ آثار و تالیفات کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:
- ۱- اوسنی لیکوال، مطبوعہ جلد اول ۱۳۴۰ھ ش، جلد دوم ۱۳۴۱ھ ش، جلد سوم ۱۳۴۶ھ ش۔ مجموعی صفحات ۱۵۰۹ پشتو زبان کے ۲۲۹ شعر اور ادبا کا تعارف۔
  - ۲- د افغانستان نومینالی، مطبوعہ جلد اول و دوم ۱۳۵۳ھ ش سوم ۱۳۵۶ھ ش چہارم ۱۳۶۳ھ ش۔ افغانستان کے مشاہیر کا تعارف اور ان کے کارنامے۔

- ۳- هوتکی ہا، مطبوعہ انجمن تاریخ کابل ۱۳۳۵ھ ش صفحات ۱۷۷-۱۷۸۔
- ۴- پریشانہ افکار۔ پشتو شعری مجموعہ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۵- پښتونستان۔ ریاست مستقل مطبوعات کابل ۱۳۳۰ھ ش۔
- ۶- لنڈی۔ پشتو، انڈی، فارسی اور انگریزی تراجم، کابل ۱۳۳۷ھ ش۔
- ۷- د زرہ خوالہ۔ کابل ۱۳۴۵ھ ش۔
- ۸- پښتو خیرنی۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔
- ۹- خوشحال خان خٹک خہ وایی۔ ۱۳۲۷ھ ش محمدی چاپخانہ بمبئی۔
- ۱۰- پردیس۔ حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ ۱۳۲۱ھ ش انیس اخبار کابل۔
- ۱۱- د کاظم خان شیدآ دیوان۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۳۳ھ ش۔
- ۱۲- درحمان بابا دیوان۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۸ھ ش۔
- ۱۳- باچا خان۔ فارغ بخاری کے اردو اثر کا پشتو ترجمہ ۱۳۳۸ھ ش انیس اخبار کابل۔
- ۱۴- د لسم ټولگی پښتو قرأت۔ وزارت تعلیم کابل ۱۳۴۴ھ ش۔
- ۱۵- پشتو کلی۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۰ھ ش۔
- ۱۶- نظری بہ پښتونستان فارسی۔ کابل ۱۳۲۹ھ ش۔
- ۱۷- خوشحال او پسرلی۔ کابل ۱۳۳۷ھ ش۔
- ۱۸- د گیتا نجلی ژباړه۔ پوہنخی ادبایت کابل ۱۳۵۴ھ ش۔
- ۱۹- افغانستان الیوم (عربی) ۱۳۴۲ھ ش قاہرہ۔
- ۲۰- اربعین حقیقہ عن افغانستان۔ قاہرہ ۱۳۴۳ھ ش۔
- ۲۱- آثار افغانستان۔ قاہرہ ۱۳۴۲ھ ش۔
- ۲۲- ہدیة العام الحدید۔ قاہرہ ۱۹۶۶ء۔
- ۲۳- المرآة الافغانیہ۔ قاہرہ ۱۹۶۴ء۔

- ۲۴- آشیانہ عقاب۔ فارسی تاریخی ڈرامہ۔
- ۲۵- لیڈران امروز پشتونستان۔ کابل ۱۳۳۱ھ ش۔
- ۲۶- برگ سبز۔ فارسی فکاہی۔
- ۲۷- د چین سفر۔ محررہ ۱۳۳۶ھ ش غیر مطبوعہ۔
- ۲۸- خوشحال خان از زبان خوشحال خان فارسی انیس اخبار کابل۔
- ۲۹- د پیر محمد کاگر دیوان۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
- ۳۰- چند آہنگ ملی۔ کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
- ۳۱- ادبی فنون۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔
- ۳۲- ویش زلمیان۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔
- ۳۳- پښتو د شاهانو په دربار کښې۔ کابل ۱۳۲۲ھ ش۔
- ۳۴- پښتنې میر منې۔ ریاست مطبوعات کابل ۱۳۲۳ھ ش۔
- ۳۵- د هوتکو په دوره کښې پښتو۔ کابل ۱۳۲۴ھ ش۔
- ۳۶- میرویس نیکہ۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
- ۳۷- د غنمو وږی۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
- ۳۸- پښتو روزنہ۔ کابل ۱۳۵۷ھ ش۔
- ۳۹- پښتو لنډی۔ کابل ۱۳۵۸ھ ش۔
- ۴۰- پښتو متلونہ۔ عالمی مرکز تحقیقات پشتو ۱۳۵۸ھ ش۔
- ۴۱- د افغانستان تاریخی پېښې۔ جلد اول ۱۳۵۶ھ ش جلد دوم ۱۳۵۸ھ ش۔
- ۴۲- آریای پارسی پښتو ویرنی۔ پشتو ٹولہ کابل ۱۳۶۲ھ ش۔
- ۴۳- د هسک پیغلہ۔ انجمن نویسندگان افغانستان ۱۳۶۷ھ ش۔
- ۴۴- زوړ گنگهار۔ کابل ۱۳۶۷ھ ش۔

۴۵- د افغانستان لنډ تاریخ۔ عبدالحی حبیبی کی تاریخ مختصر افغانستان کی دونوں جلدوں کا ترجمہ۔

۴۶- د بینوا شعری کلیات۔ صحاف نثرانی مؤسسہ کوئٹہ ۷۸-۱۳ھ ش۔

بینوا کے غیر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:

۱- خوردہ ژبہ۔

۲- د پښتو دلرغونی او اوسنی ادب منتخبات۔

۳- د جامی کتابنود۔

۴- ادبی وړانگې۔

۵- پښتونخواه (تیرہ ہزار لغات)۔

۶- کچکول۔

۷- عربی پشتو فرہنگ۔<sup>۱۰۸</sup>

عبدالرؤف بینوا کے اشعار و افکار پر جا بجا حضرت علامہ کے گہرے اثرات ملتے ہیں۔ حضرت علامہ سے فکری و معنوی ہم آہنگی اور ان کی سوچ سے یکسانیت کی بنیاد پر حضرت علامہ سے کافی شغف رکھتے تھے۔

حبیب اللہ اولس یار کے ایک مقالے ”معاصر افغانی ادب“ میں یہ حوالہ یوں دیا گیا ہے:

بینوا د هند د سترو لیکوالو پہ تیرہ بیاد تاگور او اقبال د آثار و خخہ پورہ متاثر

دی د تاگور د گیتانجلی او دا اقبال ”مسافر“ دده ادبی ترجمہ دی۔<sup>۱۰۹</sup>

ترجمہ: ”بینوا ہندوستان کے لکھنے والوں خاص کر ٹیگور اور اقبال کے آثار سے خاصے متاثر

ہیں۔ ٹیگور کے گیتانجلی اور اقبال کی مسافر کے ادبی تراجم کیے ہیں۔“

حضرت علامہ کی فارسی مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ کر کے بینوا نے افغانستان

میں اقبال شناسی کی راہ کو مزید ہموار کر دیا۔ آپ کا یہ اثر قسط وار کابل کے انیس اخبار میں

شائع ہوتا رہا۔ البتہ باقاعدہ طور پر تشہ طبع رہا۔



## سر محقق عبداللہ بختانی خد متگار

عبداللہ بختانی کا نام نامی پشتو ادب میں تحقیق کے حوالے سے معتبر ہے۔ آپ ننگرہار کے علاقے سرخ رود کے قریب بختان میں ۱۳۰۵ھ ش میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ملا آغا جان تھا۔ ابتدائی تعلیم پشتو، فارسی اور عربی ننگرہار کے مدارس سے حاصل کی۔ ۱۳۲۵ھ ش میں ننگرہار کی وزارتِ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ ۱۳۳۱ھ ش میں پشتو ٹولنہ کابل کے رکن منتخب ہوئے اور پشتو ہفت روزہ زبیری کے مدیر مقرر ہوئے۔

۱۳۳۶ھ ش میں ذنگر بار مجلہ کے مدیر بنے اور ۱۳۳۸ھ ش میں مطبوعات کی مستقل ریاست کے رکن بنے۔<sup>۱۰</sup> سوانحی تفصیلات مزید معلوم نہیں ہو سکیں البتہ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد کچھ عرصہ کے لیے پاکستان مہاجر ہو کر پشاور میں رہے۔ اب پھر عازم وطن ہو کر ننگرہار میں رہتے ہیں۔

مارچ ۲۰۰۳ء کے اوائل میں میرے محقق دوست میاں وکیل شاہ فقیر خیل کے گھر آئے تھے۔ ساؤل ڈھیر مردان تو راقم الحروف نے ان سے فون پر ان کی اقبال شناسی کے حوالے سے گفتگو کی۔

آپ پشتو فارسی میں نظم و نثر لکھتے ہیں۔<sup>۱۱</sup>

آپ کے درج ذیل آثار و تالیفات ہمارے علم میں آئے ہیں:

- ۱- شعر و ادب۔ مطبوعہ کابل ۱۳۳۲ھ ش۔
- ۲- پبسننی خویونہ۔ مطبوعہ کابل ۱۳۳۷ھ ش۔
- ۳- د زہ راز (پشتو شعری مجموعہ)۔ کابل ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۴- پبسنانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی۔ کابل ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۵- عبدالرحیم رحیمی۔ مطبوعہ کابل ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۶- خودی ترخی۔ بعض حصے مجلد کابل میں شائع ہوئے ہیں۔
- ۷- شرننگ۔ مطبوعہ ۱۳۳۶ھ ش۔
- ۸- مصائب الدخان عربی سے پشتو ترجمہ

- ۹- سیدو ملنگ ڈرامہ
- ۱۰- خودی نغمی۔ ملنگ جان مرحوم کے دیوان کا تدوین ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۱۱- پښتانه شعراء جلد ۵۔ مطبوعہ کابل ۱۳۵۷ھ ش۔
- ۱۲- پښتانه شعراء جلد ۶۔ مطبوعہ کابل ۱۳۶۷ھ ش۔
- ۱۳- تور برینس۔ مطبوعہ کابل ۱۳۴۷ھ ش۔
- ۱۴- د پښتو پت۔ مطبوعہ کابل ۱۳۵۲ھ ش۔
- ۱۵- راز۔ مطبوعہ کابل ۱۳۴۲ھ ش۔
- ۱۶- مرغلی۔ مطبوعہ کابل ۱۳۵۱ھ ش۔
- ۱۷- کلید افغانی از پادری ہیوز۔<sup>۱۱۲</sup>
- ۱۸- خوشحال خان خٹک او یو شو نور فرهنگیا پښتانه ۱۳۸۰ھ ش۔
- ۱۹- د باچا خان لیکونه جلد اول ۱۳۶۳ھ ش۔
- ۲۰- فراقنامہ
- ۲۱- ترنم دل۔ جدی ۱۳۸۱ھ ش۔
- ۲۲- ویرنی۔ جدی ۱۳۸۱ھ ش۔
- ۲۳- شمس الدین قلعتیکی۔ جدی ۱۳۸۱ھ ش۔

جناب عبداللہ بختانی وہ پہلے افغان اقبال شناس ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ افغانستان میں (پشتوزبان) میں اقبال کے فکر و فن پر مستقل کتاب لکھی۔ پښتانه د علامہ اقبال پہ نظر کنبسې (پشتون علامہ اقبال کے نظر میں) یہ کتاب ۱۳۳۵ھ ش کو کابل کے پشتو ٹولنہ کی جانب سے شائع ہوئی۔ اس کتاب پر افغانستان میں اقبالیاتی کتب میں مفصل تحقیق کی گئی ہے۔

جناب بختانی نے خوشحال خان خٹک اور حضرت علامہ اقبال کے بعض مشترک فکری نکات پر ایک طویل اور عالمانہ مقالہ تحریر کیا جو خوشحال خان خٹک سے متعلق کابل میں منعقدہ سیمینار ۱۳۴۵ھ ش میں سنایا گیا۔<sup>۱۱۳</sup>

اس مقالے پر ”افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات“ میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

حال ہی میں (۱۳۸۰ھ ش) جناب بختائی کی ایک اور کتاب خوشحال خان او یو شو نور فرھنگیالی ختیک شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مقالہ خوشحال خان خٹک اور اقبال کے افکار کا تقابلی جائزہ شامل کیا گیا ہے۔<sup>۱۴</sup> خوشحال خان خٹک کے سوانحی نوٹ میں بھی حضرت علامہ کے پانچ اردو اشعار اور خوشحال خان سے متعلق بالِ جبریل کے پانچ فارسی اشعار اور بالِ جبریل کے حاشیے میں درج حضرت علامہ کا خوشحال کے تراجم سے متعلق یادداشت کا ترجمہ شامل ہے۔<sup>۱۵</sup>

۱۹۷۲ء کو یونیسکو نے کتاب کا بین الاقوامی سال قرار دیا تھا۔ اس مناسبت سے حملہ ۱۳۵۱ھ ش میں جناب بختائی کا فارسی شعری مجموعہ ابر بہار بھی شائع ہوا۔ اس شعری مجموعے پر افغانستان کے مختلف نقادوں نے تحریرات شائع کیں۔ افغانستان کے اقبال شناس ادیب و شاعر قیام الدین خادم نے بھی ابر بہار پر اپنا نقد تحریر کیا اور بختائی کے فکر پر حضرت علامہ کے پرتو کا جلوہ دیکھا۔

ما چى د بختانى فارسى اشعار و لؤستل ډير كرته به مى د استاد علامه اقبال اشعار خاطرى ته راتلل۔<sup>۱۶</sup>

ترجمہ: میں جب کبھی بختائی کے فارسی اشعار پڑھتا تو حضرت علامہ اقبال کے اشعار اور یادیں میرے ذہن میں آجاتیں۔

به موج بحر حوادث چه غوطه ها خوردم به آرزوى نجاتى كه مدعاى من است  
به زاهدان زمان نيست اعتماد مرا خویش شدم عشق رهنماى من است  
نى خبر گشتم از عصر جديد نى عمل بر نص قرآن كرده ايم  
باهمه تن پرورى و تنبلى شان نام افغان كرده ايم<sup>۱۷</sup>

ترجمہ دل جناب بختائی کا دوسرا فارسی شعری مجموعہ ہے جو حال ہی میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس مجموعے کی شاعری پر حضرت علامہ کے فکری اثرات نہایت نمایاں ہیں۔ حتیٰ کہ مختلف نظموں کے عنوانات ہی فکرِ اقبال کے پرتو کے جلوہ گر ہیں۔ راز دل، نواى

من، چہ کردہ ایم، شاعر و بلبل، باغبان در گوشم خفت، بعد ازیں، زبان عشق، ای صبا، داستان زندگی، ترنم دل، صدای دل، افقش و انقلاب، داغ نو، الہی خلق خود را خود نگہ دار۔

جناب بختانی نے حضرت علامہ کی تضمین پر ترنم دل میں ”بہ استقبال اقبال“ کے عنوان سے نظم میں حضرت علامہ کو تحسین بھی پیش کی ہے اور ان کے افکار کی مدح سرائی بھی کی ہے۔

### ”بہ استقبال اقبال“

گوہر ناسفتہ ای دارم بہ دل	معنی سربستہ ای دارم بہ دل
مطلب ناگفتہ ای گر مدعا است	گفتہ را گرباز میگویم رواست
از دم اورندہ صد ہا مردہ دل	شاعر افغان شناس زندہ دل*
مرحباہا گفتہ افغانان ورا	آنکہ بابا گفت پاکستان ورا
”زندہ از گفتار او سنگ و سفال“ <sup>(۱)</sup>	حضرت اقبال مرد خوش مقال
گفتہ با صاحب دلان راز دلی	شاعر خوش مشرب و صاحب دلی
درد دل را وہ چہ خوش انظہار کرد	ازتہ دل گفت و در دل کار کرد
حرف دل از دل بگفت و خوش سرود	بحر الفاظ و معانی ”زندہ رود“ <sup>(۲)</sup>

(آسیا یک پیکر آب و گل است

ملتِ افغان در آن پیکر دل است

از فسادِ او فسادِ آسیا

در کشادِ او کشادِ آسیا

تادل آزاد است آزاد است تن

\* علامہ اقبال شاعر مشہور پشتون خوشحال خان خٹک را شاعر افغان شناس خواندہ است۔

(۱) علامہ اقبال در وصف سید جمال الدین افغانی سرود۔

سید السادات مولانا جمال زندہ از گفتار او سنگ و سفال

(۲) علامہ اقبال در جاوید نامہ در ضمن سفر شاعرانہ بہ افلاک خود را بنام (زندہ رود) نامیدہ است۔

ورنہ کاہے در رہ باد است تن

بشنو از من نغمہ اقبال را  
 یک کمی بگذار قیل و قال را  
 یک دمی خاموش و راز دل شنو  
 زندگی تن زکار دل بود  
 سکتہ دل ختم دوران حیات  
 دل اگر زخمی بود تن بی سبب  
 اندگی دل رابہ دل نزدیک کن  
 یاد داری آنکہ در ایام یار  
 حملہ ہا بر پیکر مشرق نمود  
 نان رپود و جامہ مارا برید  
 گوشت مارا خورد و ضربت روپنہاں  
 کار دہا در پیکر ما کار کرد  
 شب چو آخر شد سرما روز شد  
 آسیا از خواب خوش بیدار شد  
 رفت استعمار و قلب ما تنبید  
 داغ زخم تیغ استعمار ماند  
 قلب مشرق پارہ پارہ شد چین  
 تابہ کی باز خم قلب آسیا  
 ای صبا از ما بگو اقبال را  
 روح تو خوشنود و قبرت مرغزار  
 شاد باش آرام و فارغ باش  
 خود تو گفتی رقوم افغان غیور

خاکش از مردان حق بیگانہ نیست

در ضمیر صد ہزار افسانہ ایست

سرزمین کبک اپو شاہین مزاج  
 آہوی او گیرد از شیران خراج  
 در فضایش جبرہ بازان تیز چنگ  
 لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ

در بلوچستان بلوچان شجاع پشتونستان در نبرد و در دفاع  
 آسیا با قلب خود درارتباط می گزار مرہمش با احتیاط  
 می کند پیوند قلب ریش را می زداید زہر مار و نیش را  
 آسیا دانستہ سرکار را درک کردہ رمز این اشعار را

(آسیا یک پیکر آب و گل است  
 ملتِ افغان در آن پیکر دل است  
 از فسادِ او فسادِ آسیا  
 در کشادِ او کشادِ آسیا  
 تادل آزاد است آزاد است تن  
 ورنہ کاہے در رہ باد است تن)

(کابل سنبہ ۱۳۵۳ھ ش) <sup>۱۱۸</sup>

جناب عبد اللہ بختانی کا حضرت علامہ پر ایک اور فارسی مقالہ ”قلب آسیا گزر گاہ و نظر  
 گاہ علامہ اقبال“ شائع ہوا جو نہایت علمی انداز سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس پر مشمولات  
 مقالات میں بحث کی گئی ہے۔ <sup>۱۱۹</sup>

### عبد الہادی داوی پریشان

عبد الہادی داوی امیر حبیب اللہ کے زمانے سے افغانستان کے معروف لکھاری رہے  
 ہیں۔ <sup>۱۲۰</sup> آپ کا تخلص پریشان اور پشتون قبیلہ داوی سے تعلق ہے۔ والد کا نام عبد الاحد خان  
 تھا جو قندھار کے مشہور اطباء میں سے تھے جن کو امیر عبدالرحمن خان نے کابل بلا کر اطباء میں  
 شامل کیا تھا۔ <sup>۱۲۱</sup>

آپ کابل کے باغ علی مردان میں ۱۳۱۳ھ ق / ۱۲ جماد الاول / ۱۲۷۲ھ ش / ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ ش کابل کے حبیبہ لیسہ میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۰ھ ش میں یہاں سے سند فراغت عطا ہوئی۔ یہاں آپ مولوی عبدالرب اور مولوی محمد آصف سے پڑھے جن کی خصوصی توجہ سے آپ کی سیاسی فکر کو تقویت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ یہاں پرفارسی کے اساتذہ ملک الشتر، قاری عبداللہ اور عبدالغفور ندیم کی صحبتوں میں ادبی ذوق کو جلا نصیب ہوئی۔ مولوی محمد ظفر اور مولوی محمد حسین خان نے آپ کے سیاسی اور مجموعی ذوق کو پروان چڑھایا اور اردو زبان سے آشنا کروایا۔

۱۲۹۰ھ ش میں علامہ محمود طرازی کے بلائے پر سراج الاخبار افغانستانیہ کے ادارہ میں محرر مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ترکی زبان علی آفندی سے سیکھی جو کہ کابل میں حربیہ شعبے کے مدیر تھے۔ عربی صرف و نحو تو طالب علمی میں پڑھی تھی لیکن شام اور مصر کی جدید عربی سے جناب محمود طرازی کے ذریعے سے آشنائی حاصل کی جو کہ عربی کے دانشور تھے۔<sup>۱۲۲</sup>

۱۲۹۶ھ ش میں امیر حبیب اللہ خان پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا۔ داوی اس پاداش میں سات مہینے تک جیل بھیج دیے گئے۔ آپ نظر بند ہی تھے کہ امیر حبیب اللہ خان ایک اور قاتلانہ حملے میں مارے گئے۔ اس دوران آپ کے والد بھی دار فانی سے کوچ کر گئے۔ جیل سے رہائی کے بعد سراج الاخبار افغانستانیہ جس کا نام اس وقت امان افغان رکھا گیا کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔

۱۳۰۰ھ ش میں وزارت خارجہ میں ہندوستان اور یورپی شعبے کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس دوران افغانستان کے مستقل آزادی اور خود مختاری کے لیے علامہ محمود طرازی کی قیادت میں ایک وفد برطانیہ بھیجا۔ اس وفد میں عبدالہادی داوی بھی شامل تھے۔

۱۳۰۱ھ ش میں خارجہ امور میں متناور دوم کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔

۱۳۰۲ھ ش میں افغان حکومت کی جانب سے بخارا میں سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء کے اواخر تک وہیں رہے۔ افغان اور برطانوی حکومتوں کے مذاکرات کے نتیجے میں انگریزوں نے افغانستان کی آزاد حیثیت تسلیم کر لی۔ تو ۱۳۰۲ھ ش میں عبدالہادی داوی افغانستان کے سب سے پہلے مختار وزیر کی حیثیت سے لندن میں تعینات ہوئے۔<sup>۱۲۳</sup>

۱۳۰۵ھ ش میں وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد افغانستان کے وزیر تجارت کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران افغانستان میں بچہ سفقہ کا انقلاب برپا ہوا۔ داوی کچھ عرصے کے لیے جیل بھیج دیے گئے۔ رہائی کے بعد حکومت سے مقابلہ کرنے کے لیے قندھار، قلات اور شاہ جوی تک گئے لیکن نامساعد حالات سے مایوسی کے بعد بمبئی چلے گئے۔ اقتصادی بحران کی وجہ سے کراچی آئے۔ افغان ملت کے لیے سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ کیا۔ لاہور سے افغانستان کے نام سے ایک فارسی جریدہ جاری کیا۔

۱۳۰۸ھ ش میں نادر شاہ کی حکومت کی بحالی کے بعد آپ کو کابل بلا کر جرمنی میں افغانستان کا وزیر مختار مقرر کیا گیا۔ ایک سال وہاں رہنے کے بعد حج کی سعادت بھی حاصل کی اور واپس وطن آئے۔

۱۳۰۸ھ ش انجمن ادبی کے اعزازی رکن منتخب ہوئے۔

۱۳۱۲ھ ش نادر شاہ کی شہادت کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ داوی تیرہ سال تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔<sup>۱۲۴</sup>

۲۵ قوس ۱۳۲۵ھ ش میں رہائی ملی۔

۱۳۲۷ھ ش میں ظاہر شاہ کے دربار سے منسلک ہوئے۔

۱۳۲۸ھ ش میں دہ سبز کے عوام کی جانب سے ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن منتخب ہوئے اور وہاں نمائندگان شوریٰ کی جانب سے ملی شوریٰ کے رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۳۲ھ ش میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے مصر تشریف لے گئے۔

۱۳۳۴ھ ش میں افغان سفیر کی حیثیت سے انڈونیشیا تبادلہ ہوا۔ چار سال وہاں رہنے کے بعد خرابی صحت کی بنا پر واپس وطن آئے۔<sup>۱۲۵</sup>

۱۳۴۴ھ ش کابل جرگہ مشران میں سینیٹر اور پھر اس جرگہ کے رئیس منتخب ہوئے۔

جہاں چار سال تک خدمات انجام دیں۔ جسمانی معذوری لاحق ہو گئی۔ قوت سامعہ جواب دے گئی۔ تحریر اور اشاروں سے آپ کے ساتھ باتیں ہوا کرتی تھیں۔



۱۳۶۰ھ ش میں ضعف و معذوری کے باوجود پلار وطنہ ملی جبہ کی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۲۷ / ۱ / اسد ۱۳۶۱ھ ش / ۱۴۰۲ھ ق / ۱۹۸۲ء کو کابل میں وفات پائی۔ اگلے روز پورے اعزاز کے ساتھ شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔<sup>۱۲۶</sup>

عبدالہادی داوی کی شخصیت پشتو و فارسی ادبیات میں ایک قابلِ قدر حیثیت رکھتی تھی۔ لاہور سے افغانستان مجلے کا اجرا کیا اور اسی نام سے مصر سے عربی مجلے کا اجرا بھی کیا۔ آپ پشتو و فارسی کے مقتدر ادیب و شاعر تھے۔ آپ نے سیکڑوں موضوعات پر مقالات لکھے۔ مقالہ نگاری کے علاوہ کئی مستقل آثار و تالیفات بھی یادگار ہیں:

۱- زما پاک رسول ﷺ (اردو کے ”پیغمبر اسلام“ از عبدالحمید قریشی کا پشتو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۱۳۳۸ھ ش۔

۲- تجارت ماباس - س - س - س - ر - فارسی مطبع انیس کابل ۱۹۲۲ء۔

۳- غیاصہ - منظوم پشتو ۱۳۶۵ھ ق۔

۴- گلخانہ باجموعہ پریشان - شعری مجموعہ جس میں بعض متاخرین اور متقدمین شعر اکا کلام بھی شامل ہے۔

۵- نغمہ - شعری مجموعہ۔

۶- رجال وطن - افغانستان کے بعض مشاہیر ادبا و شعر اکا تذکرہ۔

۷- لالی ریختہ - شاعر مشرق حضرت علامہ کے اردو اشعار کا منظوم فارسی ترجمہ۔

۸- آثار اردوی اقبال - ۲ جلد مطبوعہ کابل - ۱۳۷۰ھ

جناب عبدالہادی داوی وہ پہلے افغان اقبال شناس تھے جنہوں نے حضرت علامہ پر فارسی میں باقاعدہ کتابیں لکھیں۔ اقبال شناسی کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے حضرت علامہ کے اردو اشعار کے منظوم فارسی تراجم کیے۔ جا بجا حاشیہ و تشریح بھی رقم کی ہے۔ ان کاوشوں کی دو جلدیں آثار اردوی اقبال زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جن پر افغانستان میں کتابیات اقبال کے باب میں بحث کی گئی ہے۔ البتہ لالی ریختہ کی

طباعت یا غیر مطبوعہ ہونے کا حوالہ نہیں ملا۔ آپ کے بیاض میں حضرت علامہ کے نام منظوم فارسی خراج تحسین محفوظ ہے:

### ”خطاب بہ اقبال“

صبا بگویی بہ اقبال خوش بیان از من  
صدای زندگی از سر زمین مرده خوش است  
عجب نباشد اگر سرزده است از ظلمات  
چگو نہ ظلمت آفاق را سخن ندارد  
چرا خراب نسا زد چگونہ درند ہ  
چرا زمین دل آسیا نخذ اند  
جذور جامعہ را آب میدہد جودت  
شعار نظم تو تریاق سم استعمار  
چو تیشہ تو زبان اشای کوسار است  
توبہ توبہ این ملت بلند خیال  
خطا بہ توبہ عنوان ”ای جوان عجم“

کلام تست کے سر تا بہ پائی آن اثر است  
کہ نالہ ہای اسیران ز سوزش جگر است  
کہ آب چشمہ حیوان و کوکب سحر است  
کہ نہ سپیدہ مجزا ”امید“ منفرج است  
چو سیل تند و چو صہیلی ناب شعلہ و راست  
کذاب دیدہ ابر بہار پاکتر است  
ہم آن فروغ گر انما یہ راسر و شمر است  
نظام نثر تو اسہام ظلم راسپر است  
بہ گوش کاہن مانیز گرم و پرشر است  
زرو شنای قلب و زیبا کی گہر است  
بہشت گوش پریشان سر مہ بصر است

دل و دماغ منور کجاست تا داند

چہ تپش گوی صادق چہ کشف معتبر است<sup>۱۲۸</sup>

### عزیز الدین و کیلی پولزائی

افغانستان کے مشہور خطاط، مؤرخ، انشا پرداز عزیز الدین و کیلی کا تعلق قندھار کے مشہور پولزائی گھرانے سے ہے۔ آپ فارسی کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ آپ کی تفصیلی سوانحی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب ۱۹۷۸ء کے بعد ہجرت کر کے ہندوستان چلے گئے۔ آج کل دہلی میں ہجرت کی تلخیوں سے نبرد آزما ہیں۔ آپ افغانستان میں ایک مستند محقق کے طور پر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کے شائع شدہ بعض آثار و تالیفات کی تفصیل ذیل ہے:

- ۱- درة الزمان فی تاریخ شاہ زمان۔ مطبع دولتی کابل ۱۳۳۵ھ ش صفحات ۴۶۸-
  - ۲- احمد شاہ درانی جلد ۱- مطبع دولتی کابل ۱۳۵۹ھ ش صفحات ۶۸۴-
  - ۳- تیمور شاہ درانی جلد ۱- انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۲۶ھ ش صفحات ۳۱۲-
  - ۴- تیمور شاہ درانی جلد ۲- انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۲۶ھ ش صفحات ۴۱۵-
- ۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کے سلسلے میں آپ نے حضرت علامہ کے کئی اشعار و رباعیات کی خطاطی کر کے افغانستان کے اقبال شناسوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ یہ نمونے دیگر آثار کے علاوہ صدیق رھپو کے افغانستان و اقبال میں بھی شائع ہوئے ہیں۔<sup>۱۲۹</sup>

## غلام دستگیر خان مہمند

غلام دستگیر خان کا تعلق پشتون قبیلہ مہمند سے ہے۔ آپ بھی افغانستان کے ایک مقتدر اقبال شناس ہیں۔ حضرت علامہ کی وفات کے بعد مجلہ کابل کے خصوصی شماره می / جون ۱۹۳۸ء میں آپ کا ایک فارسی مرثیہ شائع ہوا۔ جس میں آپ نے حضرت علامہ کے دردِ فرقت کو نہایت درد انگیز انداز میں بیان کیا ہے۔ جبکہ غلام دستگیر خان سطر دیگر سوانحی تفصیلات تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکیں۔

## رثای اقبال

چیست این شور و شر مردم و آواز و خروش کہ رسد دمدم از عمکدہ ہند بگوش  
نالہ و شور و فغانی کہ برداز سر ہوش شنود گوش دل این واقعہ از بانگ سروش  
می ندانی کہ بہ ہند این چہ خروش و زاریست  
شیون مرگ سر اقبال بعالم طاریست  
شاعر ہند زوہر عدم آباد برفت رخت بستہ و باخاطر ناشاد برفت  
تا کہ از بزم سخن نامور استاد برفت ساز عشرت ہمہ را یک و بہ یک از یاد برفت  
نہ مسلمان بہ غمش ماتم و شیون دارد  
سینہ چاک بین گبرو برہمن دارد

شاعری بھجو سر اقبال بہ دنیا کم بود سخنانش بدل خستہ دلان مرہم بود  
طبع او صاف ز آئینہ و جام جم بود دیدہ اش از غم ابنای وطن پر نم بود  
روز و شب فکر بہ بہبود مسلمان می داشت

خانہ قلب پراز جوہر ایمان می داشت  
کرد با طرز غزل تازہ روان سعدی از سخن لطف بہ بخشید بیان رومی  
ماند بنیاد سخن خوبتر از فردوسی گوی سبقت بر بود از شعرای نامی  
روح دانستی شدی مسبوت ازان فکر رساش

خاست از مرقد گویتی بہ فضا مدح و ثنائش  
رفت آن قافلہ سالار ادب قافلہ ماند خاک غم رفتن او بر سر گیتی افشاند  
اشہب مرگ بر انگیخت و تند بر آند چشم پوشید ازین غمگدہ ویر نہماند  
پس ازین چشم نہ بیند رخ اقبال دگر  
نکتہ گوہر گفتار شود ابدال دگر

مردعارف چورود دولت پائیندہ ازوست ہم در اقلیم سخن خاطرہا زندہ ازوست  
شمع عرفان بجہان روشن و تابندہ ازوست گوہر فیض بہر جای پراکندہ ازوست  
صاحب فیض دلامردم فرخندہ بود  
کشت روشنان ثمر و حاصل آسیندہ بود

وز فکر ت و از عقل رسای اقبال آوخ از شیوہ و از حسن ادای اقبال  
حیف از طبع گہر ریز و صفائی اقبال می سزدنو حہ نمایم برای اقبال  
حیف دانا کہ رود زودتر از دیر فنا  
نشود زود نظیرش بجہان ہم پیدا<sup>۱۳۰</sup>

## قیام الدین خادم

قیام الدین نام، خادم تخلص، ملاحسام الدین کے فرزند اور ملا علی گل کے پوتے ۱۳۲۵  
ھ ش کے میں پیدا ہوئے۔ اور ۵ شوال ۱۳۹۹ ھ ق بروز سوموار ۵ سنبلہ ۱۳۵۸ ھ ش

بمطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۹ء کو کابل کے علی آباد ہسپتال میں وفات پائی۔ ننگرہار کے کامہ میں اپنے آبائی گاؤں میں سپردِ خاک ہوئے۔ نسلاً زرخیل مومند تھے اور کوئٹہ کے انخوند زادہ خاندان سے تعلق تھا۔ یہ خاندان دینی علما اور دانشوروں کا خاندان ہے۔<sup>۱۳۱</sup>

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ قرآن شریف اور فارسی ادبیات بھی انھیں سے پڑھے۔ پھر کوئٹہ بونیڈی، کامہ نعمان، لڑ، موڑی، چپرہار، کنڈی باغ، آگام، خوگیانی، ارغچ، کیلفو حصارک، حصار شاہی، کابل، پشاور، ملاکنڈ، دہلی اور لودھیانہ کے دینی و مذہبی حلقوں اور مدارس سے مروجہ علوم صرف، نحو، منطق، کلام، حکمت، فقہ، تفسیر، حدیث، مناظرہ، اصولِ فقہ، یونانی طب اور دیگر علوم سیکھے۔ درج بالا مقامات میں حصولِ علم کے لیے مولانا نے پندرہ سال کا عرصہ گزارا۔ کچھ عرصے تک جلال آباد میں تدریس کے شعبے سے منسلک ہوئے۔ پھر پشاور کے لوڈگی میں طلبا کو درس دینے لگے۔ یہاں پر ادبی ذوق اور شاعری نے فروغ پایا۔ ۱۳۱۲ھ ش کے آخر میں قندھار کی انجمن ادبی پشتو کی رکنیت عطا ہوئی۔

۱۵ / ۱۳۱۴ھ ش کو ”انجمن پشتو“ قندھار سے کابل منتقل ہوئی اور ۱۳۱۵ھ ش میں کابل کی ادبی انجمن سے وابستہ ہوئے۔ اس انجمن سے بعد میں پشتو ٹولہ بنا تو خادم صاحب پشتو ٹولہ میں تعلیمی جریدے ”زیرِ“ کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۲ھ ش تک مختلف عہدوں پر رہنے کے بعد افغانستان کے ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے سینئر ممبر منتخب ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ تک اپنا ایک رسالہ افغان اولس بھی جاری کیا۔ خادم نے ویش زلمیان کے قیام اور اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔<sup>۱۳۲</sup>

قیام الدین خادم کا شمار پشتو کے چند اہم شعرا و ادبا میں ہوتا ہے۔ آپ عربی اور اردو بھی جانتے تھے۔ جبکہ پشتو و فارسی میں نظم و نثر لکھتے رہے اور تراجم کرتے رہے۔ آپ کے مطبوعہ آثار و تالیفات درج ذیل ہیں:

- ۱- معلم پشتو۔ مطبوعہ قندھار
- ۲- پبنتو کلی۔ جلد اول، جلد دوم
- ۳- دکو چیانو ۱۱ اخلاقی پالنہ۔ (ترجمہ)

- ۴- نوې ژوندون (مجموعه ادبی نثر)
- ۵- روہی گلونه (قدیم پشتو شعر کے اشعار کا انتخاب)
- ۶- پښتو نولۍ (پشتونوں کی ثقافت و اخلاق)
- ۷- بايزيد روښان (تحقیقی تاریخی مقالہ)
- ۸- د شریف سرگذشت (اردو سے ترجمہ شدہ ناول)
- ۹- د مرغلر و امیل (شعری مجموعہ)
- ۱۰- څاروان (دوسرا شعری مجموعہ)
- ۱۱- خیالی دنیا (ادبی نثر)
- ۱۲- نبوغ او عقبرت (اجتماعی فلسفی جائزہ)
- ۱۳- نوې رڼا (مجموعہ مقالات)
- ۱۴- د پښتو نڼی لیکوال (تذکرہ کابل کالنی ۱۷-۱۸۱۸ھ شائع ہوا۔)
- ۱۵- د پښتنو د تاریخ سربانہ
- ۱۶- د خوشحال او د رحمان موازنہ
- ۱۷- مکارم اخلاق (عربی سے ترجمہ)
- ۱۸- پښتو قرأت (چوتھی جماعت کے لیے)
- ۱۹- پښتانه شعراء جلد اول، دوم کے بعض حصے
- ۲۰- پارتیان څوک وو (تاریخی)
- ۲۱- تبصرہ بر تذکرہ اولیاء۔
- ۲۲- کوشانیان څوک وو (تاریخی)
- ۲۳- د بابا نصیحت (منظوم)
- ۲۴- سید کمال او ببوجانہ (داستان)
- ۲۵- د پښتو تپې۔

۲۶- لوی اصحابان (مذہبی تاریخی)

۲۷- افغانی حکومت

۲۸- نیشنلزم او اتھرنیشنلزم (ملت او بین الملت)

۲۹- د پنبتو نثر تاریخی تصورات او د نثر لیکونو تذکرہ (کابل کالنی ۱۹-

۱۳۲۰ھ ش)

۳۰- معیاری پنبتو

۳۱- لرغونی پنبستانہ قومونہ وغیرہ<sup>۱۳۳</sup>

قیام الدین خادم اعصظ پائے کے افغان اقبال شناس تھے۔ چونکہ خادم کافی عرصے تک لنڈی کوتل میں رہے تھے اس لیے اردو سے شناسائی رکھتے تھے اور فارسی کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ کے اردو کلام سے براہ راست مستفید ہو سکتے تھے۔

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے حضرت علامہ کی حیات ہی میں کلام اقبال کے منظوم تراجم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ چنانچہ مجلہ کابل جنوری فروری ۱۹۳۷ء کے شمارے میں حضرت علامہ کے پیام مشرق کی نظم ”زندگی“ کا منظوم پشتو ترجمہ شائع کرایا:

وریخی دسپرلی وہ شپہ ډیری او بنکی توې کرې

دغه دې ژوندون تمام عمر په ژړا

داسې گړندې بریننا په منډه ورته ووئیل

زه یې بولمه په نیمه خوله خدا

دا خبره خدای زده چا په خوا کنبې وکړله

دغې مجلس د گل د پرڅې و سببا<sup>۱۳۴</sup>

قیام الدین خادم کے کلام میں جا بجا کلام اقبال کے منظوم تراجم ملتے ہیں:

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کا منظوم پشتو ترجمہ ملا محمد شریف جانان کا کڑ قدھاری نے بہار جانان میں محفوظ کیا ہے۔<sup>۱۳۵</sup>

قیام الدین خادم نے مجلہ کابل میں ۱۳۱۸ھ ش / ۱۹۳۹ء کے شمارے میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی میں ترجمہ ”خودی در نظر اقبال“ شائع کرایا۔<sup>۱۳۶</sup>

قیام الدین خادم کے اپنے فن پر اقبال کے اثرات مرتب ہونا فطری عمل تھا چنانچہ سالنامہ کابل ۳۸-۱۳۳۹ھ ش کے ایک مقالے میں اس حقیقت کا اظہار بر ملا کیا گیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے خادم کے فن و شخصیت پر اقبال کے اثرات اور منظومات اقبال کے تراجم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

خادم ہم د تاگور او اقبال د آثار و خخہ ډیر سخت متاثر دی یونہاست زیاتی  
ترجمې بی ہم د دوی د آثار و خخہ کړی دی۔<sup>۱۳۷</sup>

آپ نے ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ کی وفات پر پشتو میں ایک دلکش مرثیہ تحریر کیا جو مجلہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر مئی / جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

### د اقبال پہ وفات

څنگه په مشرق نن د رنډا و تيرې جنگ دی  
ولې د فلک گريوان په وینو باندي رنګ دی  
غلی په طلسم د تیری دی هر بلبل د باغ  
زړه د هر انسان لکه غوټی له غمه تنګ دی  
نشته دی نغمې د زرکو چیري په راغونو کنبې  
نه د چاپه غوږ کنبې د نسیم د رباب شرنګ دی  
لکه بې اسرې چې هر یو ژاړی پټ له ځان سره  
ستوری د مشرق هر یوه پری ایښی د بل څنګ دی  
ډوب په آه و واہ کنبې لمر خاته دی سر تر پایه اوس  
پروت په هر زړه باندي د لوی بارد تیری زنګ دی



ځکه چې لويديلی د مشرق لمر د اقبال دی  
 څر آسمان د فن و د ادب او د کمال دی  
 ای اقباله ستا په غم کښې ژاړي مسلمان ټول  
 چین تر شام و رومه ترکیه هند و افغان ټول  
 ته تمامی عمر ژړیدلی د امت په غم  
 ځکه دی قومونه ستا په تلو باندی گریان ټول  
 مړاوی لاله زار دي د خلیل تازه په اوبښکو کړو  
 مه اوچوه سترگې چې اوچ نه شی گلان ټول  
 بیا دي هیر سبق امت یاد به زیر و زور کړو  
 ودي نبوده دوی ته محکمت د نبه قرآن ټول  
 پیتي وو درانه او منزلگاه لری بیحده وه  
 ستا و دې نغمو ته دمه لودی که کاروان ټول  
 پاتی چې سید شبلی حالی څخه وه لاره کښې  
 تا هغه بارونه کړه اوچت په یوه ځان ټول  
 مخ کې لږ مزل دی چې یی پرې نه ږدی په لار کښې  
 داسې لارباندي هیڅوک نشته په قطار کښې  
 تاچی مخ کړو پټ او په خدا لاری مولاره  
 اوس به نور رهبر د خودی څوک شی ایشیالره  
 پورته د کوشش په نغمه ستړي د تقدیر کړه  
 دا قدرت درکړی دی خاوند یواځې تا لره  
 نن له بغاوت د عقله ویره په حرم کښې ده  
 جنگ د ولایت د عشقه فوج که دی بلا لره  
 شعر و فلسفه تاریخ دی گد کړه په حکمت سره  
 جوړه دې نسخه کړه ترینه ملت بیضا لره

ای د ژوند حکیمه زړه دې ډک وو د بشر په غم  
تا پیام راوړې تمامی وارہ دنیا لره  
شرق و غرب دې محکبې دیوې منډې میدان وو  
ځکه دې نظر تل په حصار د کھکشان وو<sup>۱۳۸</sup>

ترجمہ: مشرق پر آج کیونکر اندھیرے اور اجالے کی جنگ ہے، آج کیونکر فلک کا گریباں خون سے تر ہے۔

باغ کی ہر بلبل ظلم کے طلسم سے پریشان ہے، ہر انسان کا دل کلی کی طرح غم سے تنگ ہے۔  
باغوں میں چکوروں کے نغے کہاں ہیں۔ نہ کسی کے کان میں نسیم کے رباب کا سُر ہے۔  
ہر ایک تنہائی میں اپنے ساتھ رو رہا ہے، مشرق کے ستاروں نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

مشرق آہ و فغان سے دوچار ہے۔ ہر دل پر اندھیرے کا رنگ لگا ہوا ہے۔  
اس لیے کہ مشرق کے اقبال کا آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ علم و فن و ادب کا آسمان پھیکا سا ہے۔

اے اقبال تیرے غم میں ساری ملت رو رہی ہے۔ چین و شام و روم، ترکی، ہندوستان و افغان سب محو غم ہیں۔

تو تمام عمر ملت کے غم میں رویا اسی لیے تمام اقوام تیرے غم میں نوحہ خواں ہیں۔  
تو نے مرجھائے ہوئے لالہ زار خلیل کو آنسوؤں سے ترکیا۔ آنکھوں کو ترہنے دے ایسا نہ ہو کہ یہ پھول مرجھا جائے۔

پھر ملت کو زور و زبر سے سبق دیرینہ یاد دلا اور ان کو قرآنی حکمت سے آگاہ کر۔  
ان کے بوجھ زیادہ تھے اور منزل بھی دور تھی۔ مگر تیرے نعمت نے انھیں تازہ دم رکھا۔ جو سرسید شبلی اور حالی سے رہ گیا تو نے وہی بوجھ اکیلے اٹھایا۔

آگے تھوڑا سا فاصلہ ہے اس کو راستے میں نہ چھوڑ، ان راہوں سے آشنا اور کوئی دوسرا امیر کاروان نہیں ہے۔

تو نے جب چہرہ ڈھانپا اور مسرور ہو کر پروردگار سے ملا اب خودی کار ہر ایشیا کے لیے کون ہو گا۔ اٹھادو نغمہ کوشش سے تقدیر کے تھکے ہوؤں کو، پروردگار نے یہ صلاحیت فقط تجھے بخشی

ہے۔ آج بغاوتِ عقل سے حرم کے لیے ڈر ہے۔ ولایت سے عشق کی طرف فوج کو گامزن کر۔ تو نے شعر، فلسفہ اور تاریخ کو حکمت سے یکجا کیا اور ملت کے لیے نسخہ بنایا۔ اے حکیم حیات تو نے سارے جہاں کو پیغامِ نوعطا کیا۔ شرق و غرب تیرے سامنے ایک میدان تھا اسی لیے تیری نظر کا حصار کہکشاں پر تھا۔

## گل باچا الفت

گل باچا الفت پشتو ادب کی مشہور و معروف ادبی شخصیت ہیں۔ آپ کے والد کا نام میر سید باچا اور دادا کا نام سید فقیر باچا تھا۔ نسلاً سید پٹھان تھے۔<sup>۱۳۹</sup>

عبدالروف بیوآنے آپ کا سن پیدائش ۱۲۸۷ھ ش لکھا ہے جبکہ پشتانہ شعر میں سر محقق عبداللہ بختانی خد متگار نے آپ کا سن پیدائش ۱۲۸۸ھ ش / ۱۹۰۹ء لکھا ہے۔<sup>۱۴۰</sup> آپ لغمان کے عزیز خان کچ میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے دوران مروجہ علوم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث ننگرہار اور کابل کے مشہور اساتذہ سے پڑھے۔ جناب بختانی نے آپ کی زندگی کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا ہے:

۱۳۱۲ھ ش: روزنامہ انیس کابل میں کاتب مقرر ہوئے۔

۱۳۱۵ھ ش: انجمن ادبی کابل کی رکن بنے۔

۱۳۱۶ھ ش: انجمن ادبی کابل کی رکنیت کے ساتھ زیری مجلہ کے ادارے سے منسلک

رہے۔

۱۳۱۸ھ ش: پشتو ٹولنہ کے مدیر صحافت کے معاون رہے۔

۱۳۱۹ھ ش: پشتو ٹولنہ کے شعبہ لغات و قواعد میں مدیر کی حیثیت سے تقرری۔

۱۳۲۰ھ ش: روزنامہ اصلاح کابل کے مشاور اور مجلہ کابل کے مدیر مسئول رہے۔

۱۳۲۵ھ ش: اتحاد مشرقی ننگرہار کے جریدے کے مدیر مسئول۔

۱۳۲۷ھ ش: ننگرہار میں قبائل کے عمومی مدیر بنے۔

۱۳۲۸ھ ش: جلال آباد کے شہریوں کی جانب سے ملی شوروی (پارلیمنٹ) کے رکن بنے۔

۱۳۳۱ھ ش: لغمان کے قرغی باشندوں کی جانب سے جرگہ کے نمائندہ منتخب ہوئے۔

۱۳۳۴ھ ش: جلال آباد کے باشندوں کی جانب سے لوی جرگہ کے نمائندہ منتخب ہوئے۔  
 ۱۳۳۵ھ ش: پشتو ٹولنے کے رئیس۔ وزارت تعلیم میں رکن کی حیثیت سے انتخاب اور کابل  
 یونیورسٹی کے حقوق و ادبیات کے شعبہ میں استاد کی حیثیت سے تقرری۔  
 ۱۳۳۸ھ ش: افغان شوروی دوستی کی انجمن کی تاسیس کے ساتھ ہی اس انجمن کے رئیس  
 منتخب ہوئے۔

۱۳۴۰ھ ش: جوزا کے شروع سے ۱۳۴۲ھ ش عقرب کے اوخر تک ویش زلمیان کے نشراتی  
 ارکان اولس جریدے کے اعزازی سربراہ رہے۔

۱۳۴۲ھ ش: قبائل کے مستقل رئیس کی حیثیت سے کابینہ کے رکن بنے۔  
 ۱۳۴۴ھ ش: جلال آباد کے عوام کی جانب سے اوسی جرگہ کے بارہویں دور کے لیے وکیل  
 منتخب ہوئے۔ وکالت کے چار سالہ عرصے کے بعد ریٹائرڈ ہوئے۔<sup>۱۴۱</sup>

۱۳۵۶ھ ش ۲۸ قوس - ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو جناب گل باچا الفت وفات پاگئے۔ عین  
 اس وقت رحلت فرمائی جب حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات منعقد کی  
 جا رہی تھیں۔ آپ جلال آباد کی شاہراہ کابل جی ٹی روڈ کی جنوبی جانب دفن کیے گئے۔<sup>۱۴۲</sup>  
 گل باچا الفت کے آثار و تالیفات درج ذیل ہیں:

الف: مطبوعہ:

۱- د پسرلی نغمہ ۲- بلہ ډیوہ

۳- لغوی خیرنہ ۴- پښتو سندری

۵- عالی افکار ۶- خہ لیکل یا لیک پوهنه

۷- ادبی بحثونه ۸- پښتو کلی جلد ۵

۹- د آزادی پیغام ۱۰- غوره اشعار

۱۱- لوږ خیالونه او ژور فکرونه ۱۲- منطق

۱۳- غوره نثرونه ۱۴- د ژپه دنیا

ب: غیر مطبوعہ:

- ۱- نوې څرک  
۲- بنه لمسون  
۳- نوې سبک  
۴- اجتماعی نظریات  
۵- څه څورم او څه آورم  
۶- وتولنی علم (ترجمہ)
- گل باچا الفت افغانستان کے پشتون اقبال شناس تھے۔ آپ نے اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ کاپشتو مرثیہ لکھا جس سے آپ کی اقبال شناسی جھلکتی ہے:

## د اقبال ویر

د ادب په مانى ولويده غدى نن  
د اقبال له سره پريوته خولى نن  
نن په شرق د مصيبت بلا راغلى  
د ادب په باغ و بن وشوه ږلى نن  
فلک بيا په زرونو کښيښووه داغونه  
بيا هر چا په زړه خوړلى ده گولى نن  
په مرور د زمانى به هضم نه شى  
چې له دې غمه چا کړى ده مړى نن  
د اقبال غم رپوى نن هغه زړونه  
چې به ځاى په ځاى ولاړ وو لکه غرونه  
اقبال څوک وو فيلسوف و ناز کخيال  
د ادب سرمايه ټوله د ده مال  
تيز قلم يى لکه توپ و تيره توره  
مقابل کښې هيڅ نه وو سپر و ډال  
زمانه به په هيڅ طور پيدا نه کړي  
د ادب په مملکت کښې د ده سيال  
د خپل قرن په جبين باندې يي کښنود  
د تفضيل او سرلورې بنه بنکلى خال  
د دنيا په سراى کى دى نه ځائيدلو  
له ناکامه يي قصد وکو د وتلو  
اقبال ولاړ وينا يي پاته په غوږو کښې  
د اقبال د رغ اثر دى پاته شوى  
اقبال مړه زړونه په خپل آواز ژوندى کړل  
اقبال مونږ ته بنه غذا د روح پرې ايښى  
محبت د اقبال شته د خلکو زړو کښې  
د هر ملک او هر وطن بيدار مغزو کښې  
څوک شميرلى شى اقبال په جم دمړو کښې  
په بنائسته بنائسته خوږو خوږو نغمو کښې

ربہ تہ ئی جنتونہ بہ نصیب کړې

واړه سعی تہ مقبول ددې ادیب کړې<sup>۱۴۳</sup>

ترجمہ: ایوان ادب پر ڈاکہ ڈالا گیا جب اقبال کے سر سے ٹوپی گر گئی۔

آج مشرق پر مصیبت کا سیلاب آیا ہے، ادب کے بارغ و گلشن پر ژالہ باری ہوئی ہے۔

فلک نے آج پھر دلوں کو داغ دیے۔ پھر ہر سینے پر گولی لگی ہے۔ ایسی گولی کا زخم زمانہ گزرنے سے بھی مندمل نہیں ہو گا۔

آج جس نے اس دسترخوانِ غم سے کھانا کھایا وہ زمانے گزرنے کے بعد بھی بغیر نہیں کر سکے گا۔ اقبال کے غم نے آج ان دلوں کو بلا دیا ہے جو اپنی جگہوں پر ہمیشہ پہاڑ کی مانند مستحکم قائم رہے۔

اقبال کون تھے؟ ایک نازک خیال اور فلسفی تھے، سرمایہ ادب ان کا مال تھا۔

ان کے قلم کی دھار تلوار اور توپ کی مانند تھی جس کے آگے زمانے کی کسی ڈھال کی حیثیت نہیں تھی۔

زمانہ کبھی بھی ادب کی مملکت میں ان کا ہمسر پیدا نہیں کر سکے گا۔

اپنے قرن کے جبین پر فضیلتِ فخر اور اعزاز کا دستار رکھا۔

اس فانی دنیا کے مکان میں نہیں سما سکے تب انھوں نے مجبوراً دُئی جہاں کا رخ کیا۔

اقبال چلے گئے لیکن ان کے فرمودات تا ابد رہیں گے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت گھر

کر گئی ہے۔ اقبال کی آواز کا اثر ہر مملکت کے بیدار و روشن دماغوں میں تا ابد رہے گا۔ کیونکہ

اقبال ہی نے اپنی صد سے مردہ دلوں کو حیاتِ عطا کی تھی بھلا کون اقبال کو مردوں میں شمار کرے گا۔

اقبال نے ہمارے لیے پُر لطف نظموں اور پر کیف نغموں کے ذریعے روح کی بہترین غذا مہیا

کی ہے۔ اے پروردگار تو انھیں جنت عطا فرما اور اس ادیب و مفکر کی تمام سعی کو مشکور فرما۔

**محمد رحیم الہام**

محمد رحیم نام، الہام تخلص، فضل الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ والد مومند اور والدہ کا

تعلق توخی قبیلے سے تھا۔ ۱۳۱۰ھ ش کو کابل کے چاردہی کے ریشمنور نامی گاؤں میں پیدا

ہوئے۔ پشتو و فارسی ادبیات پڑھے۔ فقہ تفسیر، احادیث، علم الکلام، منطق، صرف، نحو اور اسلامی تصوف مقامی علما سے پڑھے۔ ۱۳۳۲ھ ش میں غازی کالج کابل سے بکلوریا کیا۔ ۱۳۳۵ھ ش میں کابل کے ادارہ ابیات سے لسان حاصل کیا۔ ۱۹۶۴ء کو امریکہ کی مشیکانی یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور اسی یونیورسٹی سے انگریزی سپیشلائزیشن کی سند بھی لی۔ ۱۳۳۵ھ ش میں کابل کے ادارہ ادبیات سے منسلک ہوئے۔ ۱۳۳۶ھ ش کو یہیں استاد مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ وژمہ مجلہ بھی چلاتے رہے۔ ۱۳۴۰ھ ش میں ادبیات کے پوہنچی میں لسان کے آمر مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ ش میں ایران شناسی کی بین الاقوامی کانفرنس میں افغان وفد کے رکن کی حیثیت سے تہران گئے۔ وہاں سے واپسی پر وزارت عدل میں نشریات کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد مساوات اخبار کے مدیر بننے کے بعد ملازمت سے مستعفی ہوئے۔

جناب الہام پشتو اور فارسی کے اعلیٰ پائے کے ادبا شعر امین سے ہیں۔ انگریزی میں تو سپیشلائزیشن کی ہے جبکہ فرانسیسی اور سنسکرت بھی تھوڑی بہت جانتے تھے۔ جناب الہام کی کئی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ جن میں سے ۳۱ کی تفصیل اوسنی لیکول میں درج کی گئی ہے۔<sup>۱۴۴</sup>

جناب الہام کے نظم و نثر سے ان کی علمیت اور کمال نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تحریرات آپ کی علمی بصیرت کی مظہر ہیں۔ بین الاقوامی ادبیات کا جو مطالعہ الہام نے کیا ہے ان کا عکس ان کے آثار میں جا بجا پایا جاتا ہے۔

الہام ایک افغان اقبال شناس بھی ہیں۔ حضرت علامہ سے فکری وابستگی اور قلبی عشق آسانی سے آپ کے آثار میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

آپ نے جواب مسافر کے نام سے حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا جواب لکھا اور ۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کو علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے بین الاقوامی کانفرنس اقبال منعقدہ لاہور میں سنایا۔ یہ مشہور منظومہ پہلی بار ہفت روزہ وفا میں شائع ہوا جو یہاں درج ہے:

## اهدایہ علامہ داکتر محمد اقبال لاہوری

### ”جواب مسافر“

اندران وقتی کہ آن دانای راز  
آن خدیو ملک فقر و بے نیاز  
کرد سوی کشور افغان گداز  
اندران دفتر لبی در سفتہ امت  
نزد ہر افغان شد آن دفتر عزیز  
گرچہ آن پاییزہ بد ہمزما  
کام وی شیرین بد از جام جلال<sup>(۱)</sup>  
گرچہ بود اندر کنار گنج بخش<sup>(۲)</sup>  
گرچہ بہ لعل بد خشانش نگین  
گرچہ آن دانای راز انجمن  
گرچہ اندر شعرش آن صاحب یقین  
”آسیا یک پیکر آب و گل است  
از فساد او فساد آسیا  
گرچہ درس از بوعلی آئینتہ بود  
باز ہم خود را مسافر خواندہ بود  
خواستم من ہم خطابی آورم  
گرچہ من مہجور از نور وصال  
اشک چشمی میفاشم پر ز درد

حضرت اقبال پیر سرفراز  
شمسان روشن و لیکن بے گداز  
دفتری بنوشت در ختم سفر  
نکتہ های بہتر از در گفتمہ است  
ہجو لعل و چون در و گوہر عزیز  
با خبر از درد و سوز و ساز ما  
پیر بلخ آن راز دان با کمال  
آن کہ از غزنین بہ لاہور راندہ رخس  
کرد چون در کلک شعر انگشترین  
گفت با دنیا بہ لفظ ما سخن<sup>(۳)</sup>  
گفتمہ بود این نکتہ مہر آفرین  
ملت افغان در آن پیکر دل است  
در گشاد او گشاد آسیا  
دیگ فکر ت با سنای پختہ بود  
وین لقب برد فتر خود ماندہ بود  
واں مسافر را جوابی آورم  
نیرنم اندھوای وصل بال  
از رخم تا بسترد آہستہ گرد

(۱) مقصود مولانا جلال الدین بلخی است۔

(۲) مقصود علی بن عثمان جلابی بجویری غزنوی معروف بہ داتا گنج بخش صاحب کشف المحجوب است۔

(۳) مقصود زبان فارسی دری است۔



بہر ما آورد این خرم پیام  
مقصد نزدیک و راه دور گیر  
یادگار روز گاران دراز  
ہر گلشن بنشانده فرزانه ی  
گلبنش بیچادہ دارد پر گہر  
دارد اندر دفتر تاریخ زیب  
زگس آنجا چشم مردم کاشته ست  
می جہد مستانہ و سیماب راز  
راز دانی راد مردی مقبلی  
گردد از اسرار ہستی باخبر

صبحگاہاں چون برید خوشخرام  
گفت راہ خطہ لاهور گیر  
روید انجامی کہ باشد مہر راز  
ہر درخت باغ وی افسانہ ی  
طوطیش منتقار دارد پر شکر  
دیدہ خاکش پس فراز و بس نشیب  
بس کہ از خون شہید انباشتہ ست  
آبھا در جو صہائی شاملار  
تا رسد بر تربت صاحبلی  
تا نہد بر تربت اقبال سر

شوق شد آتش بہ جانم زد شرار  
سوز جان را سازھا آمد پدید  
لاف درویشی زدم از انساب  
پر کشودم پیخبر دیوانہ وار  
جانم از تن پیشدستی مینمود  
آن کہ ہست الہام یزدان را بدیل  
درد ہجویری<sup>(۱)</sup> لانخان اندر بیان  
پرتوم از شمع بلخی<sup>(۳)</sup> در سیل  
مہر وی دارد چو خورتابندہ گی

چون شنیدم این پیام خوشگوار  
در دل من رازھا آمد پدید  
برگ بی برگی گرفتم در بساط  
ہجو شاپہن از فراز کوسار  
شوق وصل از بس کہ مستی میفرود  
محمل من بود ”بال جبریل“  
جرعہ جام سنائی در دہان  
سید افغانیم<sup>(۲)</sup> بہ رہ دلیل  
آن کہ در شبھای تار زندگی

(۱) علی بن عثمان جلابی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش۔

(۲) سید جمال الدین افغانی۔

(۳) بوعلی سینا۔

از سراب و ہم بگریز ای سپر  
موج زن چون ریگ در ساحل خراب  
عشق باید گاہ رفتن شہرت

خفتہ را گوید کہ بر خیز ای سپر  
تو ز دریایی سوی دریا شتاب  
گر خرد ہر چند باشد رہبرت

پیش اقبال این چراغ را ہ عشق  
درد بود و سوز بود و آہ بود  
دردہای مردمان را چارہ کرد  
سوی باغ آرزو دروازہ یافت  
سر کشید از دیر در کنج حرم  
در خطرہا آرزو را برگزید  
ہر کجا خلق او ہمراہ گشت  
دست گشت و دامن ظالم درید  
آن قدر شد نشہ تا ہشیار شد  
تا شکستش ریخت زان مینا سرنگ  
گرد زلت از رخ مردم زدود  
ہم ز حق گفت و ہم از مردان حق  
صد سلام بر روان پاک او  
تخفہ ی از سوز و ساز آورده ام  
خون دل بُد شعر شد لوش شد

آدم ایک بہ پیش شاہ عشق  
آن کہ از رمز خودی آگاہ بود  
آن کہ زنجیر غلامی پارہ کرد  
از کلام اللہ کلید تازہ یافت  
گشت فارغ از گزند پیش و کم  
رہبر خود جستجو را برگزید  
از رموز سر حق آگاہ گشت  
نالہ مظلوم در شعر اش درید  
از شراب زندگی سرشار شد  
سنگ زد چندان بہ مینای فرنگ  
مردمان ہند را بنیش فرود  
بر گرفت از حکمت قرآن سبق  
باشد از افلاک برتر خاک او  
من بہ درگاہش نیاز آورہ دام  
قطرہ ی چند ازدو چشم من چکید

تا شود گلدستہ برسنگ مزار

تا ابد مساند در آنجا یادگار<sup>۱۳۵</sup>

### ڈاکٹر محمد صادق فطرت "ناشناس"

ڈاکٹر محمد صادق فطرت افغانستان میں اعلیٰ پائے کے گلوکار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کا تعلق قندھار کے معروف علمی، روحانی اور ادبی گھرانے سے ہے۔ اس گھرانے کے سرخیل

علامہ حبیب اللہ کاکڑ قندھاری (محقق قندھاری) المعروف بہ حبواخوندزادہ (تولد قندھار کوچہ بامیزی ۱۲۱۳ھ ق وفات رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ ق مدفن قبرستان عید گاہ قندھار) تھے۔ جو اپنے دور کے اعلیٰ پائے کے عالم، فاضل، معقول و منقول علوم کے جاننے والے تھے۔ جدید علوم، فلسفہ، تاریخ، طب، ریاضی اور الجبرا کے استاد تھے۔ عربی، فارسی اور پشتو میں کئی تصنیفات یاد گار ہیں۔<sup>۱۲۶</sup>

اس گھرانے میں کئی نامور علمی و ادبی ہستیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں مولانا عبد الواسع کاکڑ (امام اعلیٰ حضرت امان اللہ غازی) مولوی عبدالرؤف خاکی کاکڑ، مولانا عبد الرب وغیرہ شامل ہیں۔ معاصر مقتدر علمی و ادبی شخصیت علامہ عبدالحی حبیبی کا تعلق بھی اس علمی گھرانے سے تھا۔<sup>۱۲۷</sup>

ڈاکٹر محمد صادق کا تخلص فطرت ہے، تولد قندھار میں ہوئے۔ پاکستان و ہندوستان سے علوم حاصل کیے۔ موسیقی کی ریاضت کے لیے بھی برصغیر پاک و ہند کے سفر کیے۔ آپ نے افغانستان میں اقبال شناسی کا حق افغان موسیقی کے ذریعے ادا کیا۔ علامہ سٹو کئی اردو اور فارسی غزلیات اور منظومات کو افغان موسیقی کے سُروں میں ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔ افغانستان میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اہم عہدوں پر فائز رہے اور افغان انقلاب کے بعد پاکستان مہاجر ہوئے۔ یہاں سے یورپ چلے گئے اور آج کل لندن میں رہتے ہیں۔

## ماخذات باب پنجم:

- ۱- دار غند د خپوژبہ، ص ۱۹
- ۲- اوسنی لیکوال، جلد ۳، ص ۱۴۲۰
- ۳- پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات، ص ۲۷۵
- ۴- مکتوب احمد صمیم بنام رقم الحروف، ص ۱
- ۵- ایضاً، ص ۱-۲

ایضاً، ص ۵	۶
دارغند خپوژبہ، ص ۱۹	۷
د شاعر فریاد، ص ۴-۱۵-۱۹	۸
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۴۴	۹
سیر افغانستان، ص ۱۴	۱۰
مجلہ کابل، ۲۲/جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲-۲۰	۱۱
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۴۴	۱۲
افغانستان و اقبال، ص ۱۵	۱۳
مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۹-۸۲	۱۴
وینہ پہ قلم کنہی، ص ۲۲۷-۲۲۵	۱۵
اوسنی لیکوال، جلد ۳، ص ۱۴۴	۱۶
پشتو، پشاور، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۷	۱۷
ایضاً، ص ۷	۱۸
دانش مجلہ، ۱۳۶۶ھ ش، ص ۹	۱۹
ایضاً، ص ۱۱	۲۰
دانش مجلہ، زمستان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۱۳	۲۱
ایضاً، ص ۱۵	۲۲
ایضاً، ص ۱۴	۲۳
ایضاً، ص ۱۵	۲۴
ایضاً، ص ۱۶ تا ۲۸	۲۵
وینہ پہ قلم کنہی، ص ۱۶۸ تا ۱۷۱	۲۶
ایضاً، ص ۱۷۰ تا ۱۷۱	۲۷
دانش، زمستان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۵	۲۸
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۵	۲۹
کلیات اشعار استاد خلیل اللہ خلیلی، ص ۱۵۳ تا ۱۵۴	۳۰
ایضاً، ص ۱۸۲ تا ۱۸۳	۳۱

ایضاً، ص ۵۲ تا ۵۰	۳۲
ایضاً، ص ۵۸۴ تا ۵۸۵	۳۳
ایضاً، ص ۳۸۲ تا ۳۸۳	۳۴
ایضاً، ص ۵۸۶	۳۵
دو دو موبہیر، ص ۱۷	۳۶
مجلد قلم، پشاور، اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص ۶۹	۳۷
ایضاً، ص ۷۱	۳۸
بال جبریل، ص ۲۲ تا ۲۴	۳۹
مجلد دانش زمستان، ۱۳۶۶ھ ش، ص ۱۰۸	۴۰
ایضاً، ص ۹۰	۴۱
ایضاً، ص ۹۱	۴۲
مجلد دانش زمستان، ۱۳۶۶ھ ش، ص ۹۲	۴۳
ایضاً، ص ۹۳	۴۴
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۴-	۴۵
مجلد کابل، مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۱۹ تا ۲۳-	۴۶
سیر افغانستان، ص ۷-	۴۷
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۸ء، ص ۴۸-	۴۸
سیر افغانستان، ص ۳۹-	۴۹
مجلد کابل، دسمبر ۱۹۳۴ء، ص ۸۲ تا ۸۹-	۵۰
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۹۲-	۵۱
مجلد کابل، ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء، ص ۸۵-	۵۲
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۹۲-	۵۳
اخبار انیس کابل ۱۳ اور ۱۳۱۷ھ ش-	۵۴
مجلد کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸-	۵۵
ایضاً، ص ۹۱ تا ۸۶-	۵۶
سیر افغانستان، ص ۷-	۵۷

مقالات یوم اقبال، ص ۳۸۳ تا ۳۸۲-	۵۸
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۲۰۵ تا ۲۰۲	۵۹
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۹۲-	۶۰
مجلہ آریانا کابل، ستمبر ۱۹۷۶ء، ص ۹۲ تا ۹۱-	۶۱
مجلہ کابل، ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء، ص ۸۲ تا ۷۵-	۶۲
ایضاً، ۲۰ فروری ۱۹۳۴ء، ص ۵۸ تا ۴۳-	۶۳
ایضاً، ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء، ص ۶۱ تا ۵۹-	۶۴
مجلہ کابل، ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء، ص ۵۸ تا ۵۲-	۶۵
ایضاً، ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء، ص ۵۶ تا ۴۱-	۶۶
مجلہ آریانا کابل، ستمبر ۱۹۷۶ء، ص ۹۲ تا ۹۱	۶۷
ستوری د ادب بہ آسمان کنہی، ص ۵۰۸	۶۸
ایضاً، ص ۵۱۱ تا ۵۱۰	۶۹
خون کی پکار، بیک ٹائٹل	۷۰
مجلہ افغانستان، جولائی ۱۹۹۶ء، ص ۸۰	۷۱
د افغان مجاہد آواز، ص ۳۶	۷۲
آفریدہ ہای مہجور علامہ حبیبی، ص ۱۵	۷۳
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۳۳۹	۷۴
آفریدہ ہای مہجور علامہ حبیبی، ص ۱۶	۷۵
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۱۶۷ - ۱۶۸	۷۶
آفریدہ ہای مہجور علامہ حبیبی، ص ۲۱ - ۲۳	۷۷
اوسنی لیکوال، جلد ۱، ص ۲۴۴ تا ۲۴۵	۷۸
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۱۶۷ - ۱۶۸	۷۹
آفریدہ ہای مہجور علامہ حبیبی، ص ۳۴۲ - ۳۴۷	۸۰
سیر افغانستان، ص ۳۳	۸۱
مجلہ کابل، ص ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء، ص ۶۸	۸۲
ایضاً، ص ۷۵ تا ۷۱	۸۳

ایضاً، ص ۶۱	۸۴
ایضاً، ص ۷۱	۸۵
تبر وختونہ تبر یادونہ، ص ۳۳-۳۴	۸۶
مجلہ کابل، دلو ۱۳۲۳ھ ش، ص ۱۶۷	۸۷
مجلہ کابل، دلو ۱۳۲۳ھ ش، ص ۱۶۷	۸۸
مجلہ پشتو، پشاور، ستمبر ۱۹۸۴ھ ش، ص ۲۷	۸۹
در ددل و پیامِ عصر، ص ھ	۹۰
ایضاً، ص ۲۷	۹۱
ایضاً، ص ۲۸	۹۲
در ددل و پیامِ عصر، ص ۲۹	۹۳
ایضاً، ص ۶۳	۹۴
ایضاً، ص ۶۵	۹۵
ایضاً، ص ۷۳	۹۶
ایضاً، ص ۸۹	۹۷
ایضاً، ص ۹۶	۹۸
ایضاً، ص ۱۰۸ تا ۱۱۰	۹۹
ایضاً، ص ۱۱۳	۱۰۰
اوسنی لیکوال، جلد اول، ص ۱۶۷	۱۰۱
سیماھا آوارھا، ص ۱۲۸	۱۰۲
مجلہ عرفان کابل، اسد ۱۳۴۷ھ ش، ص ۱۱۲ تا ۹۹	۱۰۳
ایضاً، ص ۱۰۲	۱۰۴
ایضاً، ص ۱۰۹	۱۰۵
ستوری د ادب پہ آسمان کنبی، ص ۶۲۱ - ۶۲۲	۱۰۶
فرہنگ زبان و ادبیات پشتو، جلد ۲، ص ۲۳۳	۱۰۷
ستوری د ادب پہ آسمان کنبی، ص ۶۲۲ - ۶۲۹	۱۰۸
د افغانستان کالنی، ۳۸-۱۳۳۹ھ ش، ص ۴۶۱	۱۰۹

اوسنی لیکوال، جلد اول، ص ۱۱۶	۱۱۰
رشد زبان و ادب دری در گستره فرہنگی پشتو زبانان، ص ۱۵۸	۱۱۱
پنستو کتاب بنود، ص ۵۱ - ۵۲	۱۱۲
ننگیالی پنستون، ص ۴۶ - ۶۶	۱۱۳
خوشحال خان او یو خو نور فرہنگیالی ختک، ص ۲۷ - ۶۰	۱۱۴
خوشحال خان او یو خو نور فرہنگیالی ختک، ص ۲۶	۱۱۵
ترنم دل، ص ۱۷	۱۱۶
ایضاً، ص ۱۷	۱۱۷
ایضاً، ص ۶۹ تا ۷۲	۱۱۸
ہفت روزہ وفاء، ۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش	۱۱۹
تاریخ ادبیات افغانستان، ص ۱۱۰	۱۲۰
د افغانستان د ژور نالیزم مخکینان، ص ۶۹	۱۲۱
اوسنی لیکوال، جلد ۱، ص ۳۶۸ تا ۳۸۳	۱۲۲
د افغانستان کالنی، ص ۲۲۰	۱۲۳
اوسنی لیکوال، جلد ۱، ص ۳۷۳	۱۲۴
ایضاً، ص ۳۷۳	۱۲۵
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۳۲۲	۱۲۶
ایضاً، ص ۳۲۷ - ۳۲۸	۱۲۷
د افغانستان کالنی، شمارہ مسلسل ۴۵ - ۴۶ - ۱۳۵۹ھ ش، ص ۱۰۰۸	۱۲۸
افغانستان و اقبال، ص ۲ - ۶ - ۱۰ - ۱۸ - ۲۸ - ۳۲ - ۳۸ - ۵۶ - ۶۶ - ۷۰ - ۷۶	۱۲۹
مجلہ کابل می جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۳	۱۳۰
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۲۶۹	۱۳۱
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۲۷۱	۱۳۲
ایضاً، ص ۷۲ تا ۷۴	۱۳۳
مجلہ کابل جنوری فروری ۱۹۳۷ء، ص ۱۰۸۹	۱۳۴
بہار جانان قلبی، ص ۱۴۷	۱۳۵



- ۱۳۶  
مجلہ کابل ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء، ص ۳۹ تا ۲۲
- ۱۳۷  
د افغانستان کالنی، ۳۸-۱۳۳۹ھ ش، ص ۴۶۲
- ۱۳۸  
مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۲ - ۹۳
- ۱۳۹  
اوسنی لیکوال، جلد ۱، ص ۹۱
- ۱۴۰  
پنستانہ شعراء، جلد ۵، ص ۲۳۸
- ۱۴۱  
ایضاً، ص ۲۳۸ تا ۲۴۰
- ۱۴۲  
ایضاً، ص ۲۳۸
- ۱۴۳  
مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۱ - ۹۲
- ۱۴۴  
اوسنی لیکوال، جلد ۱، ص ۱۱۵۵
- ۱۴۵  
ہفت روزہ وفا، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش
- ۱۴۶  
د قندھار مشاہیر، ص ۱۶۲ تا ۱۷۴
- ۱۴۷  
آفریدہ بای مسجور علامہ حبیبی، ص ۱۴

## افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس

### ڈاکٹر اسد اللہ محقق

ڈاکٹر اسد اللہ محقق۔ جناب ڈاکٹر اسد اللہ محقق کا سن پیدائش ۱۳۳۹ھ ش ہے۔ آپ افغانستان کے وہ خوش قسمت سکالر ہیں جنہیں افغانستان میں اقبال کے حوالے سے تحقیقات کا باقاعدہ موقع ملا۔ آپ کے تفصیلی سوانح حالات نہیں مل سکے البتہ آپ نے افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد ۱۹۸۲ء میں پاکستان ہجرت کی۔ ۲۰۰۴ء کے اواخر تک یہاں ۲۲ سال رہے اور اس دوران آپ نے اسلام آباد یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے شعبہ فارسی سے ڈاکٹر نور محمد خاں مہر کی نگرانی میں ”علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان“ کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کے لیے مقالہ لکھا۔! یہ مقالہ ۱۳۸۳ھ ش / ۱۴۲۶ھ ق ۲۰۰۴ء میں ادارہ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کی جانب سے ۳۲۵ صفحات پر شائع ہوا۔ اس کے مشمولات میں افغانستان میں کتابیات اقبال پر بحث کی گئی ہے۔

### آقائی حیدری وجودی

افغانستان کے مشہور و معروف معاصر اہل قلم جناب حیدری وجودی علمی دنیا میں نہایت قابل احترام شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ افغانستان میں مولانا جلال الدین بلخی رومی میرزا عبدالقادر بیدل اور علامہ اقبال کے بارے میں کئی مقالات تحریر کر چکے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ افغانستان میں مولانا شناس، بیدل شناس اور اقبال شناس کے طور پر شہرت رکھتے ہیں۔

آپ ہر ہفتہ ان تین شخصیات کے فکر و فن کے حوالے سے کابل کے کتابخانہ عمومی میں دوبارہ لیکچر دیتے ہیں۔

اقبال پر آپ کے ذیل مقالات سامنے آئے ہیں:

اسرار خودی و رموز بیخودی اقبال، جلوہ ہائی سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال۔ یہ دونوں مقالات علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان میں ہیں۔<sup>۲</sup> جھش ہا۔ رہ آورد اقبال از سفر افغانستان۔

## رحمت اللہ منطقی

استاد رحمت اللہ منطقی افغانستان کے معاصر ادیب و شاعر ہیں۔ آپ نے اسلامی علوم میں ایم فل کیا ہے اور بلخ یونیورسٹی شریعہ فیکلٹی میں استاد ہیں۔ آپ نے نور ۱۳۸۳ھ ش میں علامہ کوفارسی میں منظوم خراج تحسین بھی پیش کیا ہے:

### چوں بحری بیکر اں علامہ اقبال

امیر کارواں علامہ اقبال	خبر کارواں علامہ اقبال
امیر کارواں راستگاراں	ظہیر راستاں علامہ اقبال
امیر کارواں صدق و ایماں	ایمن و رازداں علامہ اقبال
رہبر دستور معمار حرم را	بہ تعمیر جہاں علامہ اقبال
ابر مردی کہ ہر گز تن نمی داد	بہ بیداد زماں علامہ اقبال
عجب بگذاشت در دنیاى فانی	سرور جاوداں علامہ اقبال
چہ تحلیل بدیع و جالبی داشت	زا و ضاع زماں علامہ اقبال
علمبردار اسلام و عدالت	بہ دست پر تو اں علامہ اقبال
قلم آورد و در راه خدا کرد	جہاد بی اماں علامہ اقبال
بہ شرق آورده است از نقد افکار	چہ نیکو ارمغاں علامہ اقبال
کند در گلشن افکار پیدا	بہار بی خزاں علامہ اقبال
اگر اعلام عالم چون زمین اند	بود چون آسماں علامہ اقبال
بلاد شرق اگر چون آسمان است	بود خورشید آں علامہ اقبال
درین دنیا اگر دانای رازی است	بود آل راز داں علامہ اقبال

مرید پیر با تدبیر رومی  
 انیس اہل دل در بزم الفت  
 ہمیشہ داشت از الام امت  
 بہ حال زار امت اشک ریزاں  
 حکیمی، فیلسوف نامداری  
 بر احساس خودی دارد پیامی  
 پیامش را رسانیدہ است تا ما  
 دلش کانوں راز و رمز قرآن  
 کند اسرار بی پایاں آن را  
 علی التحقیق ممتاز است و کیتا  
 نگوید از گماں حرفی در ایجا  
 بود در دیدہ می دانا محقق  
 چنین حضرت تواند آن کہ گوید  
 چہ گویم ”منطقی“ و صفش کہ باشد

مراد مار خاں علامہ اقبال  
 جلیس بی دلاں علامہ اقبال  
 الم در جسم و جاں علامہ اقبال  
 ز چشم خون نشاں علامہ اقبال  
 بہ مقیاس جہاں علامہ اقبال  
 بہ ہر پیر و جواں علامہ اقبال  
 وراں کہکشاں علامہ اقبال  
 علیم رمز داں علامہ اقبال  
 زہر پھلو بیباں علامہ اقبال  
 در ابنای زماں علامہ اقبال  
 نگند در گماں علامہ اقبال  
 بہ ہر معنی عیاں علامہ اقبال  
 ”چنین بود و چناں علامہ اقبال“  
 چو بگری بکراں علامہ اقبال<sup>۳</sup>

### ڈاکٹر سعید

ڈاکٹر سعید افغانستان کے معاصر ادیب و نقاد ہیں۔ آپ کے سوانحی حالات معلوم نہ ہو سکے  
 البتہ آپ نے حال ہی میں ”اکسیر خودی۔ جوہر پیام علامہ اقبال“ کے نام سے ایک علمی و تحقیقی  
 کتاب شائع کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے علامہ کے فلسفہ خودی کی بہترین علمی و انتقادی انداز میں  
 تشریح کی ہے۔ اس کتاب کے مشمولات میں افغانستان میں کتابیات اقبال پر بحث کی گئی ہے۔

### صلاح الدین سلجوقی

صلاح الدین سلجوقی افغانستان کی مشہور و معروف شخصیت تھے۔ آپ نہ صرف  
 افغانستان کے سیاسی افق کے درخشندہ ستارے تھے بلکہ علمی و ادبی جہاں میں بھی ممتاز حیثیت

رکھتے تھے۔ آپ حضرت علامہ کے معاصر اور ان سے گہرے مراسم رکھنے والے بھی تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم:

افغانستان کے فضلا کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاصی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوتی اور سرور خان گویا ان کے خاص احباب میں شامل تھے اور دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد ہے۔<sup>۴</sup>

صلاح الدین سلجوتی ۱۳۱۳ھ ق / ۱۲۷۶ھ ش / ۱۸۹۶ کو ہرات کے گزرگاہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی گزرگاہ ہے جہاں پیر ہرات حضرت خواجہ عبداللہ انصاری مٹو خواب ابدی ہیں۔<sup>۵</sup>

آپ کے والد سراج الدین مفتی سلجوتی ہروی کا شمار ہرات کے زعماء میں ہوتا ہے۔<sup>۶</sup> سراج الدین سلجوتی فارسی کے زبردست شاعر اور مکتب شیرازی کے مشہور پیر و تھے۔<sup>۷</sup> صلاح الدین سلجوتی نے عربی و فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ تحصیل علم کے بعد مختلف عہدوں پر فائز رہے۔

۱۲۹۶ھ ش / ۱۹۱۴ء محکمہ شرعیہ ہرات میں مفتی (نائب قاضی مقرر ہوئے)۔

۱۲۹۹ھ ش مکتب حبیبہ کابل میں دینیات کے معلم مقرر ہوئے۔<sup>۸</sup>

جبکہ بقول نعمت حسین آپ اس دوران مکتب حبیبہ میں استاد ادبیات فارسی و عربی مقرر ہوئے۔<sup>۹</sup>

۱۳۰۰ھ ش مدیر معارف اور مدیر جریدہ فریاد ہرات مقرر ہوئے۔

۱۳۰۲ھ ش وزارت معارف میں دارالتالیف کے مصحح مقرر ہوئے۔

۱۳۰۴ھ ش / ۱۳۰۵ھ ش کابل میں مکتب استقلال اور مکتب دارالمعلمین میں

ادبیات کے استاد بنے۔

۱۳۰۵ھ ش / ۱۹۲۷ء تا ۱۳۰۷ھ ش شاہی دارالتحریر کے شعبہ سوم میں سرکاتب

مقرر ہوئے۔<sup>۱۰</sup>

۱۳۰۹ھ ش افغانستان کے کونسلر کی حیثیت سے بمبئی میں خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۱۲ھ ش دہلی میں افغان کونسلر کے کونسلر جنرل مقرر ہوئے۔

۱۳۱۸ھ ش / ۱۹۳۹ء جب افغانستان میں پہلی بار مطبوعات کی مستقل ریاست وجود میں آئی تو صلاح الدین سلجوقی اس کے پہلے رئیس تھے۔ آپ کے اس شاندار دور میں آپ کے درج ذیل کارہائے نمایاں افغانستان کی تاریخ میں یاد رکھے جائیں گے۔

- آریانا دائرۃ المعارف کی ریاست کا آغاز ہوا۔
- ۱۳۲۰ھ ش ریڈیو افغانستان کی نشریات کا افتتاح ہوا۔
- ہفت روزہ انیس نے روزنامہ کی حیثیت اختیار کی۔
- کابل میں کتب خانہ عمومی وجود میں آیا۔
- مختلف صوبوں میں فاریاب، پکتیا، بدخشان، سیستان (فراہ) اور دیگر صوبوں میں اخبارات اور مطبوعات کا اجرا ہوا۔

۱۳۲۷ھ ش پاکستان میں افغان سفارتخانے سے منسلک رہے۔

۱۳۲۸ھ ش / ۱۹۴۹ء اہالیان ہرات کی جانب سے افغانستان کے شورائی دورہ ہفتم کے لیے وکیل منتخب ہوئے۔

۱۳۳۲ھ ش دوسری مرتبہ مطبوعات کے مستقل رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۳۳ھ ش / ۱۹۵۴ء قاہرہ میں جمال عبدالناصر کے دور حکومت میں افغانستان کے سفیر مقرر ہوئے۔ اس دوران سوڈان، لبنان، اور یونان میں بھی افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ یہ سلسلہ ۱۳۴۱ھ ش کے اواخر تک جاری رہا۔ وہاں سے مستعفی ہو کر عازم وطن ہوئے۔<sup>۱۱</sup>

سرکاری عہدوں سے سبکدوشی کے بعد تصنیف و تالیف اور مطالعہ میں مصروف رہے۔ کابل کے دارالامان میں ۱۶ جولائی ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۲۶ جون ۱۹۷۰ء ہفتے کی شب حرکت قلب بند ہونے کے سبب خالق حقیقی سے جا ملے اور کابل کے شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔<sup>۱۲</sup>

علامہ سلجوقی فارسی کے علاوہ عربی و انگریزی سے بھی استفادہ کر سکتے تھے۔ علامہ سلجوقی کی تالیفات و تصانیف کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔

### ۱- تاریخ فتوحات اسلامیہ:

سید حسن بن سید زین دحلانی کا یہ عربی اثر استاد صلاح الدین سلجوقی، حاجی عبدالباقی، میر غلام حیدر، ملا تاج محمد اور چند دیگر زعمانے مشترکہ طور پر ترجمہ کیا جو عبدالرحیم خان نائب سالار کی زیر نگرانی ملا فخر الدین سلجوقی کے اہتمام سے مطبع فخریہ سے ۱۳۰۹ھ ش ۵۴۰ صفحات میں شائع ہوا۔

### ۲- مقدمہ علم اخلاق جلد اول:

استاد سلجوقی کی تالیف و ترجمہ ۱۳۳۱ھ ش میں ۴۰۲ صفحات پر مشتمل کابل کے مطبع عمومی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی جلد دوم بھی اسی سال ۳۵۲ صفحات پر شائع ہوئی۔

### ۳- علم اخلاق (نیکو ما کوسی):

علم اخلاق سے متعلق یونانی فلسفی ارسطو کا یہ اثر صلاح الدین سلجوقی نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۳۷۱ھ ش میں ۳۳۰ صفحات پر شائع ہوا۔

### ۴- تہذیب اخلاق:

ابن مسکویہ کا یہ اثر بھی استاد سلجوقی نے ترجمہ کیا اور مؤسسہ نشراتی اصلاح کی جانب سے ۱۳۳۴ھ ش میں ۸۶ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

### ۵- افکار شاعر:

فارسی ادبیات کے کلاسیک شعرا کے آثار و افکار سے متعلق استاد سلجوقی کا یہ اثر اصلاح اخبار کے ادارے کی جانب سے پہلی بار ۱۳۲۶ھ ش اور بعد میں ۱۳۳۴ھ ش کابل کے مطبع عمومی کی جانب سے شائع ہوا۔ تعداد صفحات ۷۳ ہیں۔

### ۶- جیمیرہ:

استاد سلجوقی کا یہ اثر کابل کی وزارت مطبوعات کی ریاست نشریات کی جانب سے ۳۲۴ صفحات میں شائع ہوا۔

### ۷- نگاہی بہ زیباہی:

سلجوقی کی تالیف و ترجمہ کردہ یہ کتاب بھی کابل سے ۱۳۴۲ھ ش ۱۷۳ صفحات میں شائع ہوئی۔

۸- محمد رشید خوارگی و فرد سائی یا سرگذشت یتیم جاوید:

مصر کے محمد شوکت التوی کی عربی اثر کا فارسی ترجمہ ۱۳۴۲ھ ش میں شائع ہوا۔

۹- نقد بیدل:

بیدل شناسی کے حوالے سے استاد سلجوتی کا یہ گراں بہا علمی اثر ۵۷۰ صفحات پر کابل

سے ۱۳۴۳ھ ش میں شائع ہوا۔

۱۰- تجلی خدادار آفاق و انفس:

دینی و عرفانی مسائل پر مشتمل استاد سلجوتی کا یہ اثر ۱۳۴۴ھ ش میں ۳۲۳ صفحات پر مشتمل کابل کے دولتی مطبع سے شائع ہوا ہے۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً فکرت خدا جوئی، عقیدہ بوجود خدا، علم و معرفت خدا، فکرت خدای دینی قدیم و جدید، دین و تصوف و فلسفہ، الحاد و اقسام آن، تجلی خدادار آفاق، تجلی خدادار انفس وغیرہ۔

۱۱- اضواء علی میادین الفلسفہ والعلم واللغۃ و فن الادب:

استاد سلجوتی کا یہ عربی اثر ۱۳۸۱ھ ق میں مصر سے شائع ہوا۔

۱۲- اثر الاسلام فی العلوم والفنون (عربی):

استاد سلجوتی کی یہ کتاب ۱۳۷۵ھ ق میں مصر سے شائع ہوئی۔

۱۳- تقویم الانسان:

استاد سلجوتی کا یہ اثر ان کی وفات کے بعد ۱۳۵۲ھ ش میں کابل سے ۳۴۴ صفحات پر

شائع ہوا۔

۱۴- اخلاق:

غازی امان اللہ خان کے دور حکومت میں رشیدیہ کلاسز کے لیے درسی کتاب۔

۱۵- ادبیات:

درسی کتاب معارف کے طالب علموں کے لیے غازی امان اللہ خان کے دور میں شائع ہوئی۔

۱۶- ثروت:

یہ بھی امانی دور کی درسی کتاب ہے۔



۱۷- قواعد عربیہ (تدریس):

استاد صلاح الدین سلجوقی قاری عبداللہ اور ہاشم شائق کی مشترکہ کاوش۔

۱۸- آئینہ تجلی (رسالہ منظوم):

استاد سلجوقی اور مایل ہروی کی مشترکہ تالیف شائع شدہ ۱۳۴۳ھ ش۔ اس رسالے میں بعض امور سے متعلق مائل ہروی کے منظوم سوالات اور سلجوقی کے منظوم جوابات شامل ہیں۔<sup>۱۳</sup>

جناب خلیل اللہ خلیلی نے آثار ہرات میں استاد صلاح الدین سلجوقی کو نہایت سپاس و تحسین پیش کیا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب استاد سلجوقی ہسبیبی میں افغانستان کے کونسلر تھے۔ ایک معاصر نقاد، ادیب اور شاعر سے اتنا زبردست اعتراف استاد سلجوقی ہی کے حصے میں آسکتا ہے۔

شاعر زبردستی کہ بایک روح شجاع و یک خامہ مقتدر در زمیہ نظم و نثر علم تصرف برافرشته  
بعبارت دیگر فرزند ہاہوشی کہ بہ مزایای علم و فضل و بہادری یک فطرت زندہ و بیدار نام  
تاریخی در ادبیات ہرات گزاشیہ آقائی سلجوقی است۔<sup>۱۴</sup>

استاد سلجوقی کی فکری بلندی، علمی بصیرت اور استدلال کی وسعت ان کے فن میں جھلکتی رہی۔ حضرت علامہ سے اتنے گہرے ذاتی مراسم پر جب بھی میں سوچتا ہوں تو دونوں شخصیات میں گہرے فکری تعلق کے علاوہ کئی دوسرے عوامل کا بھی دخل ہے۔ مثلاً اقبال بھی فلسفی اور سلجوقی بھی فلسفی، اقبال بھی شاعر اور سلجوقی بھی شاعر، اقبال بھی عالمگیر اسلامی وحدت کے شیدائی اور سلجوقی بھی اس ارمان کا شیدائی۔ چنانچہ یہ آئندہ کے مورخ و محقق کا کام ہے کہ وہ ان دونوں ہستیوں کی فکری مماثلتوں سے پردہ اٹھائے۔

صلاح الدین سلجوقی کی فارسی شاعری کے چند نمونے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

شی زکجر و شہای کنند گردون	ز ساز شعبد ہای سپہر بو قلمون
بدم بہ پیر فلک گرم در خطاب و عتاب	کہ ای ستیگر بد فعل کج نہاد حردون
زکین تست کہ کفار گشتہ متولی	زکید تست کہ اسلام گشتہ خوار و زبون
چرا و اچ اقا نیم در اقلیم است	چرا شعایر توحید گشتہ است نگون

چرا کر اسے اسلام در حقیض بلاست  
 چراست حالت شامات اینقدر ویران  
 ہمہ بقاع مقدس بدست کفر اسیر  
 زمین قدس و حکومت بدست متفقین  
 چراست است اسلام بورایای خموال  
 تونیز عیسوی کز معدل و محور  
 تویی بصورت دجال و من نمیدانم  
 نحوست توشده ہم ملت اسلام  
 زگردش تو نشد بچ بندہ خرم  
 نزیت شیردلی در جهان بدون گزند  
 تونیز بکذری از خود که خون خلقی را  
 چو گوش کرد فلک از من این خطاب رمین  
 مزن تو طعنه تر سا که نیستم تر سا  
 ازان مسخ بچشم اقامت اکنده است  
 وجود نیست مراتاکه خوانیم موجود  
 ز کج نهادی خود نحس گشته بجہان  
 ازان زمان کنراج شریعت افتادی  
 آب دیدہ وضو ساز پنج نوبت را  
 مباش منکر از نار الہی کہ در این عصر  
 گرانجیل او امر کہ عاقبت بری  
 بطور قرب یرانی ز صدق چون موسی  
 دروغ شب سبب بہت در حق نمرود  
 ازان نمائی سرگشته در فضائی خمول  
 توی سوار کر خر جہل در رہ حرمان

باوجود دبدبہ وطنظیہ است انگلیسون  
 زچہیست حالت بطحا اینچنین واژون  
 فسرده کشتہ زاثقال کا پتو لاسیون  
 جزیرۃ العرب و حکم نسا اکسون  
 چراست مسند کفار فرش سقیلاطون  
 شدہ است شکل چلیپاہ چہرہ است مکنون  
 بعیسی از چہ سبب گشتہ چنین مفتون  
 سعادت تو شدہ وقف ملت ملعون  
 زچنبر تو تشد بچ گردنی بیرون  
 زروز و شب کہ دوسک بستہ درین ہامون  
 ستاند از تویقین حکم خالق بیچون  
 جواب داد بمن کہ سیفہ سفلہ دون  
 کہ ہست مہر محمد بینہ ام مدفون  
 کہ از صلبیش گشتم بشکل لا مظنون  
 ارادہ نیست مراتاکہ دانیم مطعون  
 چراکئی تورخل را بہ نحسیت مطعون  
 بچادی ذلت ادبار رفیہ واژون  
 مباش در صف ہم عن صلواتہم ساہون  
 زاستخوان تو فسفور ساخت شیلہ و غون  
 مرد بصوب مناہی کہ نیستی ماذون  
 بقصر خاک درائی زنجل چون قارون  
 ز صدق شد بجہان فصیح اللسان ہارون  
 کہ دورگشتہ از نمش فضل چون بنطون  
 حریف بر شدہ باز بلیپسن و بربالون

توبر شتر زده باربید و خصم ظریف  
 ہمیشہ رخت بیرون کش ز محفل شعرا  
 مہار کردہ ہوا را بر شتہ سیمون  
 اگر تو منزل الا الذین ہی جوئی  
 بدوی نہرو دنیاردر تخوم شخون  
 رسول گفت کہ حب الوطنی من الایمان  
 سرای ذکر وطن را بنغمہ محزون

نمای مدحت او را تو در فراز و نشیب

سرای منتقشبش را تو در وہاد و قلون<sup>۱۵</sup>

آہ و فغان سر نوشت نوع انسان بوده است  
 تربیت در سایہ آشوب طوفانی بوده است  
 زد کیفیت امکان صفوت است و بس  
 مشکل اینجا شد کہ ما مشکل پسند افتادہ ایم  
 رنج و راحت سر بہم دارد بزم اعتبار  
 ہر کجا عشق است میناز دبا و پست و بلند  
 گردل صد پارہ ام صد چاک شد مغرور دار  
 تہچکس بیرون شدن نتوان از اوضاع محیط  
 گر نباشد عشرت امر و ز فر داحاضر است  
 مطلع صبح ازل چاک گریبان بوده است  
 قطرہ تا گوہر شود عمری بعمان بوده است  
 انعکاس است آنچہ در آئینہ پنهان بوده است  
 ورنہ حل راز امکان سخت آسان بوده است  
 می توان گفتن گل چشم گلستان بوده است  
 حلقہ ہازین خاکدان برگوش کیوان بوده است  
 کاین کتان در تابش آن ماہ تابان بوده است  
 شیر اگر نالد ز تا شیر نستان بوده است  
 زندگی را مایہ امید سامان بوده است

وی عطارد خامہ ام میدید و اشکی میفشاند

کاین نی افسردہ روزی چاہ ولگان بوده است<sup>۱۶</sup>

من کہ دارم بہ سینہ تنگی  
 مغز آشفتہ در سر تنگی  
 دلی باتار موی آونگی  
 چہ سرایم زپردہ آہنگی  
 عہد کردم دیگر کہ غم نخورم  
 از نشیب و فراز رم نخورم  
 ہر چہ آید ب فکر دم نخورم  
 کہ منم در زمانہ بی تنگی  
 حسن بیغم مرا غم نیست  
 درد و چشم سفید من غم نیست  
 در بہارم گیاہ ماتم نیست  
 وزدو عالم نباشد رنگی  
 تو بگو شم مخوان ندای وطن  
 کہ گریز انم از صدای وطن

موطنم جنت و درای وطن	نہ ہرات و مزار و خوشنگی
مینم از تنبلان شہ عباس	زرق و طامات موذی و کناس
ز جہان گشتہ ام خلاص و پلاس	سرو بر کم کدوئے و دنگی
مقصدم در دو گیتی آمدہ پول	نشنا سم کمال و ند ز غول
خط ارشاد دارم از بہلول	در بن غار یاسر سنگی <sup>۱۷</sup>

ہم جب علامہ صلاح الدین سلجوقی اور علامہ اقبال کے دیرینہ تعلقات اور گہرے مراسم کے آغاز پر تحقیق کرتے ہیں تو مولوی محمد علی قصوری ان تعلقات کا سبب معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے علامہ سلجوقی کو پہلے سے آگاہی حاصل رہی ہو لیکن باقاعدہ مراسم کے آغاز سے متعلق ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی تحریر ہمیں مدد دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی قصوری بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک گورنمنٹ کالج لہور علامہ اقبال سے پڑھا تھا جب وہ فلسفے کے پروفیسر تھے۔ انھوں نے کئی انگریزی نظمیں بھی علامہ اقبال سے پڑھی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ علامہ اقبال دوران لیکچر اکثر مطالب سمجھانے کے لیے فارسی اشعار بطور مثال پیش کر کے انگریزی شعروں کا مفہوم واضح کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بیان کیا تھا کہ ہم نے ملٹن کی نظم Paradise Lost اور ورڈز ور تھ کی نظم Ode to Immortality علامہ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ نے ان کو اس خوش اسلوبی سے سمجھایا کہ آج تک یاد ہے۔ میں نے اپنی یادداشتوں کو ایک مرتبہ علامہ صلاح الدین سلجوقی افغان کے سامنے بیان کیا جو ان دنوں بمبئی میں افغان گورنمنٹ کے کونسلر تھے تو ان کو بھی علامہ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ علامہ صلاح الدین سلجوقی مرحوم اسلامی رنگ کے خاص شان کے مالک تھے۔<sup>۱۸</sup>

مولانا محمد علی قصوری ایم اے اقبال کے مشہور معاصر تھے۔ ان دنوں کینٹن بمبئی میں کاروبار کرتے تھے۔ وہاں افغان کونسل خانے میں علامہ اقبال اور علامہ سلجوقی کی محفلوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

جب میں نے بمبئی میں کاروبار شروع کیا تو افغانستان کی طرف سے علامہ صلاح الدین سلجوتیؒ بمبئی میں کونسلر افغانستان مقرر ہوئے۔ علامہ موصوف بعد میں کونسلر جنرل ہو گئے تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد سفیر مختار افغانستان کے مشیر خصوصی بن کر آئے تھے۔ آج کل کابل میں ہیں اور افغان پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ انھیں ڈاکٹر اقبال سے بڑی محبت تھی۔ ڈاکٹر صاحب ولایت جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے انھی کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ میرے بھی علامہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ ڈاکٹر صاحب ان کے پاس ٹھہرتے تو مجھے ضرور بلایا جاتا میں نے بھی ان کے اعزاز میں ایک پارٹی دی تھی۔<sup>۱۹</sup>

مولوی محمد علی قصوریؒ، علامہ سلجوتیؒ اور علامہ اقبال کی ملاقاتوں میں مترجم کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

میں ایک خصوصیت بیان کر دوں کہ ڈاکٹر صاحب اگرچہ متعدد فارسی نظم کی کتابوں کے مصنف تھے اور ان نظموں کی وجہ سے ان کے کلام کو تمام اسلامی ممالک میں ہمہ گیر شہرت حاصل تھی لیکن وہ فارسی میں گفتگو نہیں کرتے تھے انگریزی بولتے تھے یا اردو۔ علامہ صلاح الدین سلجوتیؒ اس زمانے میں انگریزی سمجھ لیتے تھے لیکن بولتے نہیں تھے اس وجہ سے ان کی بات چیت میں مترجم کی خدمات مجھے سرانجام دینا پڑتی تھیں۔<sup>۲۰</sup>

مکاتیب اقبال کے مطالعے سے اقبال کے کئی ایسے مکتوبات ملتے ہیں جو یا تو صلاح الدین سلجوتیؒ کے نام ہیں اور یا ان مکاتیب میں علامہ سلجوتیؒ کا تذکرہ شامل ہے۔ ملاحظہ ہوں ایسے چند مکتوبات:

اقبال کا پہلا مکتوب جس میں صلاح الدین سلجوتیؒ (کونسلر افغانستان مقیم بمبئی) کی دعوت کا ذکر ملتا ہے۔ یہ خط اقبال نے ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء کو ملو جا جہاز میں ساحل فرانس پر پہنچنے سے پہلے بحر روم سے گزرتے ہوئے منشی طاہر الدین کے نام لکھا ہے:

بمبئی پہنچتے ہی سردار صلاح الدین سلجوتیؒ کو کونسلر افغانستان مقیم بمبئی نے دعوت دی۔ ان کے ہاں پر لطف صحبت رہی۔ اسی شام عطیہ بیگم صاحبہ کے ہاں سماع کی صحبت رہی۔ ۲۱ ستمبر کو ایک بجے کے قریب بمبئی سے روانہ ہوئے۔ ۱۶ کی شام کو عدن پہنچے۔<sup>۲۱</sup>

۱۹۳۲ء میں جب علامہ نے تیسری گول میز کانفرنس میں ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر غور و خوض کے سلسلے میں انگلستان کا سفر کیا سید امجد علی شاہ اس سفر میں آپ کا ہمراہ تھا۔ لاہور سے سفر شروع کیا جب بمبئی پہنچے تو افغان کونسل خانے کے سربراہ مسٹر سلجوتی نے آپ کا استقبال کیا.....<sup>۲۲</sup>

حضرت علامہ نے سفر افغانستان کے دوران ”التجائے مسافر“ اور ”پس چہ باید کرد اے اقوام شرق“ لکھی۔ مثنوی مسافر بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ سفر افغانستان ہی منظومات کا سبب بنا اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ سفر افغانستان کا سبب اگر ایک طرف خود علامہ کے جنرل نادر خان کے ساتھ مراسم تھے تو دوسری طرف علامہ سلجوتی کی کاوشوں کا نتیجہ بھی تھا کیونکہ دوران سفر کا بل علامہ سلجوتی بھی حضرت علامہ کے ہمراہ تھے۔<sup>۲۳</sup>

سفر افغانستان کے سلسلے میں افغان کونسل خانہ بمبئی کا تذکرہ اقبال کے مکتوبات میں تو اتر کے ساتھ پایا جاتا ہے جو اقبال اور ان کے ہمراہوں کے درمیان واقع ہوا ہے۔

مکتوب بنام سید سلیمان ندویٰ محررہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

اگر آپ کو پاسپورٹ ۱۷ کو مل جائے تو کونسلر جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں اور لاہور ۱۹ کی شام کو پہنچ جائیں۔<sup>۲۴</sup>

اسی طرح اگلے روز یعنی ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو حضرت علامہ نے پھر سید سلیمان ندویٰ کو لکھا کہ:

دعوت نامہ جو کونسلر صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے۔ آپ پاسپورٹ کے لیے درخواست دیں۔<sup>۲۵</sup>

ان دنوں ہندوستان میں افغان کونسلر جنرل سردار سلجوتی تھے اور اس کے علاوہ دیگر سٹاف کی تفصیل درج ذیل ہے:

جنرل کونسل ع۔ ص۔ صلاح الدین خان

سرکاتب س۔ صالح محمد خان

کاتب عبدالحق خان

کاتب صالح محمد خان<sup>۲۶</sup>

سید نذیر نیازی کے نام بھوپال سے ۲۷ فروری ۱۹۳۵ء کو دہلی میں قیام کے دوران سردار صلاح الدین سلجوتی کے ساتھ ٹھہرنے کے لیے نیازی صاحب کو اطلاع کی تاکید کرتے ہیں:

میں ۷/۸ مارچ کی شام یہاں سے چلوں گا اور ۸ یا ۹ کو ساڑھے نو بجے دہلی پہنچوں گا وہاں ایک دو روز قیام کروں گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوتی کو بھی مطلع کر دیں۔<sup>۲۷</sup>

سردار صلاح الدین سلجوتی سے تعلقات اس حد تک بڑھے کہ حضرت علامہ باوجود لا محدود تعلقات کے دہلی میں قیام کے دوران صلاح الدین سلجوتی کے ساتھ افغان کونسل خانے میں قیام فرماتے تھے۔ سید نذیر نیازی کے نام ۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو لکھے جانے والے مکتوب میں حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں:

بھوپال کے متعلق مفصل اطلاع دوں گا مگر ایک دو روز میں لیکچر کی صدارت ممکن ہوئی تو اس سے بھی انکار نہیں۔ دہلی ٹھہر سکا تو افغان کونسل خانے میں ہی ٹھہروں گا۔ مشرق کی روحانیت اور مغرب کی مادیت کے متعلق جو خیالات انھوں نے (خالدہ ادیب خانم نے) ظاہر کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظریت محدود ہے۔ انھوں نے اپنے خیالات کا اعادہ کیا ہے۔ جن کو یورپ کے سطحی نظر رکھنے والے مفکرین دہراتے ہیں۔<sup>۲۸</sup>

بھوپال سے ۴ مارچ ۱۹۳۵ء کو سید نیازی کے نام ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

میں ۷ کی شام کو لاہور روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوتی صاحب کو مطلع کر دیں حکیم صاحب سے بھی ۹ کی صبح کا وقت مقرر کر دیں۔ ان سے ملے بغیر لاہور جانا ٹھیک نہیں، ہاں راغب احسن صاحب کو بھی مطلع کر دیں۔<sup>۲۹</sup>

متذکرہ بالا مکتوبات سے اقبال کے صلاح الدین سلجوتی سے گہرے مراسم کا عندیہ ملتا ہے۔ بھوپال سے لاہور جاتے ہوئے راستے میں صلاح الدین سلجوتی کو سید نذیر نیازی کے ذریعے اطلاع دینا کہ وہ ملنے کا اہتمام کرے تعلقات کے پختہ تر ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت علامہ کی رفیقہ حیات کی رحلت پر تعزیت کے لیے صلاح الدین سلجوتی نہ صرف خود اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بلکہ شاہ افغانستان ظاہر شاہ کا پیغام بھی پہنچایا

تھا۔ ملاحظہ ہو اقبال کا مکتوب بنام سید راس مسعود محررہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء از لاہور میں اس ملاقات کا تذکرہ:

مجھے اس خط کا انتظار ہے جس کا ذکر میں نے اپنے گذشتہ خط میں کیا تھا۔ کل اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ کا تار اور تعزیتی خط آیا تھا اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰ حضرت کا زبانی پیغام لائے تھے۔ بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن پیغام تھا۔ لارڈ لودین کا خط بھی لندن سے آیا تھا وہ پوچھتے ہیں کہ ”رہوڈز لیکچر“ کے لیے کب آؤ گے؟ اب بچوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔<sup>۳۰</sup>

افغان کونسل خانہ میں قیام اقبال کی افغانوں سے عقیدت اور اقبال سے صلاح الدین سلجوقی کی انتہائی محبت ہی کے باعث ممکن تھا۔ سلجوقی کا اصرار اقبال سے ان کی بے تکلفی کی غمازی کرتا ہے۔

ملاحظہ ہو مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی محررہ ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء از مقام لاہور:  
۲۸ فروری یا یکم مارچ کو بھوپال کا قصد رکھتا ہوں، جاتی دفعہ دہلی نہ ٹھہروں گا۔ ان شاء اللہ وہاں ہی پر کونسل خانے میں ایک آدھ روز قیام رہے گا کہ سردار صلاح الدین سلجوقی اصرار کرتے ہیں۔<sup>۳۱</sup>

سر راس مسعود اور اقبال دیگر مراسم کے علاوہ سفر افغانستان کے دوران ہمراہ بھی رہے تھے۔ موصوف کی وفات کے بعد سردار صلاح الدین سلجوقی کونسل جنرل افغانستان کی حیثیت سے شملہ میں تعینات تھے۔ لیڈی مسعود کے نام تعزیتی تار سلجوقی نے اقبال ہی کے ذریعے بھجوا یا تھا۔ اقبال ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء کو لاہور سے ممنون حسن خان کے نام لکھتے ہیں:

صبح میں آپ کو لکھ چکا ہوں۔ آج صبح سے دوپہر تک مرحوم کے جانے والوں اور ان کے غائبانہ معترف تعزیت کے لیے آتے رہے۔ راس مسعود کا رنج عالمگیر ہے۔ یہ تار جو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں سردار صلاح الدین سلجوقی کونسل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا ہے۔ آپ یہ تار لیڈی مسعود اور مرحوم کی والدہ کو دکھادیں۔<sup>۳۲</sup>

اسی طرح یکم اگست ۱۹۳۷ء کو لیڈی مسعود کے نام مکتوب میں پھر اس تعزیتی تار کا تذکرہ کرتے ہیں:



اس کے بعد ہزارہا بکلسنسی سردار صلاح الدین سلجوتی کو نسل جہول افغانستان مقیم شملہ کا تعزیتی تار بھی میرے نام آیا جس میں انھوں نے خواہش کی تھی کہ ان کا پیغام ہمدردی مرحوم کے اعزہ تک پہنچا دیا جائے۔ یہ تار بھی میں نے بھوپال ہی بھیج دیا تھا، امید ہے کہ آپ تک پہنچ جائے گا۔<sup>۳۳</sup>

یہاں یہ اضافہ بھی کر دوں کہ سر راس مسعود کی وفات پر مجلہ کابل نے ان کی تصویر کے ساتھ ان کی ایک تعزیتی رپورٹ بھی شائع کی ہے جس میں حضرت علامہ کے ساتھ ان کے سفر افغانستان کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے۔<sup>۳۴</sup>

حضرت علامہ کے فکر و فن سے متعلق مجھے سردار صلاح الدین سلجوتی کی کوئی تحریر نہیں ملی۔ البتہ سید عبدالواحد علامہ سلجوتی اور علامہ اقبال کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے ایک نیا انکشاف کرتے ہیں کہ سردار صلاح الدین سلجوتی نے علامہ اقبال کی شاعری اور پیغام پر کئی مقالات لکھے تھے اور اسے کتابی شکل دی تھی۔

سردار صلاح الدین جو پہلے دہلی اور بعد میں کراچی میں کئی برسوں تک افغانستان کے کونسل جہول رہے علامہ اقبال کے بڑے گہرے دوست تھے۔ علامہ جب کبھی بھی دہلی جاتے سردار صلاح الدین سلجوتی کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ صلاح الدین نے علامہ کی شاعری اور پیغام پر کئی توضیحی مقالات سپرد قلم کیے جو اب کتابی روپ اختیار کر چکے ہیں۔<sup>۳۵</sup>

### صدیق رہبہو

محمد صدیق رہبہو محمد حسین طرازی کے گھر ۱۵ حوت ۱۳۲۱ھ ش کو کوچہ حضرت ہائی شور بازار کابل میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ کی عمر بمشکل دو مہینے تک پہنچی تھی کہ آپ کا گھر انہر ہرات چلا گیا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دیگر تحصیلات لیسہ سلطان غیاث الدین غوری ہرات اور لیسہ ابو نصر فارابی مہمنہ (باختر) و مزار شریف سے حاصل کیں۔ ۱۳۴۲ھ ش کو تحصیلات سے فراغت حاصل کی۔ جبکہ ۱۳۴۳ھ ش میں اعلیٰ تحصیلات کے لیے کابل کا رخ کیا۔ ۱۳۴۴ھ ش کو حقوق و علوم سیاسی کی فیکلٹی سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔

دارالمعلمین کندھار، لیسہ میر ویس نیکہ کندھار، مکتب ابتدائی سپین بولدک، لیسہ ابو عبید جوزجانی جوزجان، لیسہ محمود طرازی، لیسہ ادارہ عامہ اور لیسہ تربیت بدنی کابل میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

مجلہ ژوندون سے منسلک ہو کر صحافتی خدمات انجام دیے۔ روزنامہ انیس اور آریانا سے بھی وابستگی رہی۔ دہقان محلے کے مسئول مدیر رہے۔ ۱۳۵۷ھ ش میں ریٹائر ہو گئے۔ ۱۳۶۲ - ۱۳۶۵ھ ش کے درمیان بلغاریہ میں افغان سفارت خانے میں بھی خدمات انجام دیے۔ مختصر عرصے کے لیے شعبہ اول سیاسی وزارت امور خارجہ سے منسلک رہے۔ اس کے بعد کابل کے نیوز ٹائمز سے منسلک ہوئے۔

اس دوران صدیق رھپو کے سیاسی، اقتصادی، علمی و ادبی موضوعات پر مشتمل سیکڑوں مقالات شائع ہوئے۔

افسانوں کا مجموعہ خندہ اور ایک اور اثر زبرد اندیشہ و ادبیات شائع ہو چکے ہیں۔<sup>۳۶</sup> افغانستان میں اقبال شناسی سے متعلق آپ کا بہت ہی اہم کام آپ کی تالیف افغانستان و اقبال ہے جو اقبال کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں ۱۹۷۷ء میں بیہقی شریانی ادارے کی جانب سے دولتی مطبع کابل کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ آپ کی اس کاوش پر تفصیلی تحقیق ”افغانستان میں کتابیات اقبال“ کے حصے میں موجود ہے۔

### صوفی عبدالحق بیتاب (ملک الشعرا)

عبدالحق بیتاب عبد الاحد عطار کے گھر گزر قصاب پل خوشی کابل میں ۱۳۰۶ھ ق میں پیدا ہوئے۔ آپ عہد امیر حبیب اللہ خان کے مشہور فضلا و شعرا میں شمار ہوتے تھے۔<sup>۳۷</sup> ابھی بیتاب کی عمر آٹھ سال ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے گزر گیا لہذا ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری آپ کے اساتذہ ملا عبد الغفور اخوندزادہ و ملا عبد اللہ ملقب بہ مرشد نے اپنے سر لے لی۔<sup>۳۸</sup> آپ نے یہاں سے عربی علوم سیکھے اور ان کا رجحان شاعری کی طرف ہوا اور ملک الشعرا قاری عبد اللہ سے اس ضمن میں بھرپور استفادہ کیا۔ استاد بیتاب تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، صرف و نحو، معانی، بدیع، بیان، قافیہ اور نجوم کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔

عبدالحق بیتاب تقریباً پچاس سال تک مختلف تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ افغانستان بھر میں ایک قابل قدر استاد کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے تھے۔ مذہباً حنفی اور تصوف میں نقشبندیہ سلسلے سے تعلق تھا۔ تصوف میں خلیفہ کے درجے تک پہنچ چکے تھے۔<sup>۳۹</sup> ۱۳۳۱ھ ش میں افغانستان کے ملک الشعرا منتخب ہوئے۔ کئی تصنیفات و تالیفات کے مالک تھے۔ تراجم میں بھی فعال کردار ادا کیا۔ بدیع، بیان اور مفتاح الغموض کے رسالے تالیف کیے۔ چند مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

- ۱- ترجمان الشافعیہ (صرف)
- ۲- گفتار روان در علم بیان
- ۳- دیوان بیتاب
- غیر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:
- ۱- ترجمۃ الکافیہ (نحو)
- ۲- مفتاح الغموض (عروض)
- ۳- ترجمہ منطق (مؤلف خیر الدین مصری)
- ۴- ترجمہ موجز (طب) رسالہ الفروق الامراض
- ۵- اصول التریب (ترجمہ)
- ۶- شیخ نجیب الدین سمرقندی کے کتاب علم الاجتماع طبع مصر کے جز اول کا ترجمہ بھی کیا۔

پانچ سال تک شیخ الہند کی تفسیر کے ترجمہ و تصحیح کی کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔<sup>۴۰</sup> مشاہیر افغانستان میں عبدالحق بیتاب کی چند دیگر تالیفات کا ذکر ملتا ہے مثلاً:

- ۱- علم معانی
- ۲- علم بدیع
- ۳- تصوف (ادبیات کے طلبہ کے لیے)
- ۴- دستور زبان فارسی

۵- عربی (کالج نصاب کے لیے)

تراجم:

- ۱- انشامقالات
- ۲- ترجمہ ابن عقیل
- ۳- مقدمہ سرخاب (علم رمل کار سالہ)
- ۴- ایسا غوجی
- ۵- ترجمہ شافعیہ
- ۶- علم صنعت<sup>۲۱</sup>

جناب عبدالحق بیتاب ۸۲ سال کی عمر میں افغانستان میں سینٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔  
سہ شنبہ ۲۰ حوت ۱۳۴۷ھ ش ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ق / ۱۱ مارچ ۱۹۶۹ء کو حرکت قلب  
بند ہونے کی وجہ سے کابل کے ابن سینا ہسپتال میں انتقال لگا۔<sup>۲۲</sup>

عبدالحق بیتاب اپنے استاد ملک الشعرا قاری عبداللہ کی طرح ایک معروف اقبال شناس  
تھے۔ آپ نے اقبال کو علامہ مشرق کا خطاب دیا اور ایک مستقل منظومے میں حضرت علامہ  
کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کے گہرے قلبی جذبات اقبال سے آپ کے گہرے عشق کے  
آئینہ دار ہیں:

### ”علامہ مشرق“

مرد آزادہ	داکتر اقبال
تاکہ جان داشت	گفت آزادی
غیر خدمت	برای ہمنوعان
خامہ اوچو	سور اسرافیل
باغم قوم	خاطرش توام
برسرحق قوم	باعدا
پی تائین	وحدت ملنی

آن بھی خواہ قوم درہمہ حال  
تادم مرگ خواست استقلال  
درسر او دگر بنود خیال  
روح معنی د مید در اجیال  
در وطن دوستی نداشت مثال  
ہمہ اوقات داشت جنگ وجدال  
عمر در باخت آن ستودہ خصال

اندرین رہ کشیدز ہمتہا  
 ثمر سعی او بود کہ شدہ  
 کاش بودی حیات تادیدی  
 ابن زمان فرد فرد پاکستان  
 یادبودی از و کنند مدام  
 بلکہ این نوع شخص ملی را  
 قوام افغان کہ خطرہ ہستند  
 مسلکا دوستدار او باشند  
 روح این مرد دامنما خواهد  
 از برایش بہشت ازدر حق

گشت سیمای بدر او چو ہلال  
 ملکش آزاد بعد چندین سال  
 آخرین آرزوی خود اقبال  
 ہست ممنونش از سا ورجال  
 نمایند زین مدام احوال  
 عالمی قدردان بود بکمال  
 جملگی دوستدار استقلال  
 زوستایش کنند درہمہ حال  
 شاد و خرم زایزد متعال  
 ہچو بیتاب میکند سوال<sup>۴۳</sup>

### قاری عبد اللہ (ملک الشعرا)

قاری عبد اللہ امیر عبد الرحمن کے دور سے لے کر محمد ظاہر شاہ کے دور حکومت تک افغانستان کے شاہی دربار کی مدح سرائی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔<sup>۴۴</sup>

آپ کابل شہر میں حافظ قطب الدین کے گھر ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس وقت کے مشہور و معروف علما سے قواعد، صرف و نحو، علوم متد اولہ فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، حکمت، کلام وغیرہ پڑھے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور خط نستعلیق میں خوش نویسی سیکھی۔ امیر امان اللہ خان کے والد امیر حبیب اللہ خان شہید کے استاد اور مربی مقرر ہوئے۔ ان کی بادشاہی کے دوران ان کے علمی و مطبوعاتی مشیر بھی رہے۔ جبکہ عرصہ چالیس سال تک ادبیات کے استاد کی حیثیت سے مختلف تعلیمی اداروں مکتب حبیبیہ، مکتب حربیہ اور مکتب سراجیہ سے منسلک رہے۔<sup>۴۵</sup>

آپ افغانستان کے جہان شعر و ادب میں جداگانہ حیثیت کے مالک تصور کیے جاتے تھے۔ عربی و فارسی ادبیات پر دسترس کے ساتھ ساتھ مختلف درسی کتب تصنیف و تالیف کیں

اور ترجمہ سے وابستہ رہے جن کی تعداد اٹھارہ تک پہنچتی ہے اور زیادہ تر زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔<sup>۴۶</sup>

۱۳۰۲ھ ش میں قاری عبداللہ کا دیوان شائع ہوا۔

حمل ۱۳۱۲ھ ش میں افغانستان کی حکومت کی جانب سے قاری عبداللہ کو ملک الشعر کا خطاب عطا ہوا۔<sup>۴۷</sup>

کلیاتِ ملک الشعر قاری عبداللہ ۱۳۳۴ھ ش میں کابل سے ۵۱۳ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی۔ میر محمد عثمان نالاں آپ کی مختلف آثار و تالیفات کی تعداد اکتالیس بتاتے ہیں جن میں مشہور ترین درج ذیل ہیں:

ترجمہ فصوص الحکم، شیخ اکبر، ترجمہ سر اللہ الصید شیخ محمود حسن، ترجمہ سخندان فارسی، کتاب بلاغت، کلید الصرف، سراج النحو، ترجمہ منطق امام غزالی، تذکرۃ الشعراء، ترجمہ مغازی واحدی، کتاب الما، اصول تنقیط، دیوان اشعار قدیم طبع ہندو دیوان اشعار جدید بصورت کلیات وغیرہ۔<sup>۴۸</sup>

قاری عبداللہ کو افغان حکومت کی جانب سے کئی مطبوعاتی اعزازات ملے جبکہ ۱۳۱۷ھ ش کو انھیں معارف کا نشان درجہ دوم عطا ہوا۔ آپ کی علمی شہرت افغانستان کے باہر بھی پہنچی تھی چنانچہ ایران کے مشہور نقاد اور ادبیات کے استاد ڈاکٹر شفیع کدکنی نے آپ کے شعر، فن اور علمیت پر ایک مقالہ تہران کے مجلہ ہنز میں شائع کرایا جس میں انھوں نے اعتراف کیا کہ:

غزلباواشعار گہر بار قاری ملک الشعراء افغانستان مانند غزلباواشعار صائب و کلیم نفرو شیرین و قصائدش چون قصائد ظہیر انوری پر طغظہ، فاخرہ رنگین و استادانہ میباشد۔ قضاوت و محاکمہ کردر مورد اشعار مستندہ شیخ علی حزین صہبائی خان آرزو و مناظرہ و معارضہ مشار الہیم غودہ الحق، قوی علمی برہانی دیاکنتیک استادانہ و دلنشین و در تاریخ ادب بی نظیر است و ہکذا کتاب معروف فصوص الحکم اثر عالی عرفانی و تصوفی عالم ربانی و صوفی حقانی شیخ محی الدین عربی را ترجمہ نمودہ کہ کار بزرگی انجام داده است۔<sup>۴۹</sup>

قاری عبد اللہ کی شعری استادانہ حیثیت سب پر عیاں تھی۔ کابل کے تقریباً تمام شعرا پہلے آپ سے اصلاح لیتے تھے پھر رسائل و مجلات میں کوئی شعر شائع کرتے۔ فردوسی طوسی کے ہزار سالہ جشن منعقدہ تہران میں فردوسی سے متعلق آپ کا لکھا ہوا قصیدہ سنایا گیا تھا۔ شعر و ادب میں آپ کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ آپ کے شاگرد فلک علم و ادب کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے جن میں درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

پوباند بیتاب، استاد غلیل اللہ خلیلی، استاد عبد الہادی داوی، صفاء شائق، جمال، نوید، استاد پڑواک، حکیم ضیائی، آئینہ، لطیفی، احمد اللہ کریمی، قدیر ترکی، صبا، جوہا، میوندوال، عثمان صدیقی، رشتیاء، فرہنگ، گویا، ابراہیم خلیل، ضیا، قاریزادہ اور میر محمد عثمان نالائ۔<sup>۵۵</sup>

افغانستان میں ملک الشعرا قاری عبد اللہ کی اقبال شناسی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آپ کو نہ صرف افغانستان کے فرمانرواؤں امیر عبد الرحمن خان، امیر حبیب اللہ خان، امیر امان اللہ خان، اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی اور اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ سے قربت کا شرف حاصل تھا بلکہ اقبال جیسے مردِ خود آگاہ اور صاحبِ فقر و اخلاص کی صحبت سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملا۔

چنانچہ ۱۹۳۳ء میں فضلاء ہندوستان (حضرت علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر اس مسعود) کے دورہ افغانستان کے دوران آپ نے ۲۸ اکتوبر کی شام ساڑھے سات بجے شب انجمن ادبی کابل کی ضیافت میں ان مہمانوں کا منظوم استقبال کیا تھا۔ استقبالیہ فارسی منظومہ یوں ہے:

عزیزان زہندوستان آمدند	در افغانستان مہمال آمدند
در آناں یکے دکترا اقبال ہند	سخن پرور و واقف از حال ہند
ادیب سخن گستر و نکتہ سخ	کہ ہر نکتہ اش بہتر آمد ز گنج
چمن گروہ طرز رنگین اوست	شکر پارہ حرف شیرین اوست
کلامش چو اوج بلندی گرفت	سخن رتبہ ارجمندی گرفت
زند طعنہ آہنگ او برق را	کہ خواہاں بو نہضت شرق را
نویں شیوہ را بہ سبک کہن	در آمیخت از قدرت علم و فن
چون اندر سخن جاو دو گزید	پیامی ز مشرق بمغرب رسید

سخن را آمیخت چون باعلوم  
 چو فکرش پئے فیلسوفی گرفت  
 نوایش ہم آہنگ بانفخ صور  
 چو بلبل باہنگ کہسارما  
 دگر آنکہ او نامور سید است  
 ہنرمند سر اس مسعود نام  
 روان ہنرمندی و جانِ علم  
 بعالم گر آن مکتب آواز یافت  
 رئیس دبستان و رآن مرزو بوم  
 سوم سیدھا کہ از ندوہ است  
 ز فیض و دمش تازہ شد جانِ علم  
 چہ کلکش بمعنی طراز ندہ شد  
 چہ در شاہ سرہہ حقائق شافت  
 مضامین او جملہ محکم بود  
 دگر مرد دانائے ہادی حسن  
 بہ انگلیسی و فرس عالم بود  
 ادیب سخن پرورِ فارسی  
 بناظ دری چوں تکلم کند  
 سخنہاش دلکش بیانش ملیح  
 ز بہر سیاحت درین بوم ویر  
 زرہ ایں عزیزاں رسیدند خوش  
 و رود مشاہیر ہندی نژاد  
 ازین آمدن دل چوں گل گل شکفت  
 غنیمت بود دیدن دوستان

ازوزندہ شد طرزِ مولائے روم  
 طرز سخن طرزِ صوفی گرفت  
 کہ آفسردگان رادر آرد شور  
 ز ہند آمد این طوطی خوش نوا  
 گزین بجز آلِ سر سید است  
 کز و مکتب ہند دارد نظام  
 علی گڑھ بروزِ دبستان علم  
 ز جہدے این قدر داندازہ یافت  
 شناسائے قابل بطرزِ علوم  
 زدانش بہ ہندوستان قدوہ است  
 در اقلیم و اکش سلیمان علم  
 خیالاتِ شبلی ازو زندہ شد  
 معارف ازو رونق تازہ یافت  
 نگارش بگلکش مسلم بود  
 پروفیسرے واقف از علم و فن  
 زبانِ دری را معلم بود  
 سخنہائے او گوہرِ فارسی  
 ز شوقش شکر و ست و پیام کند  
 چوں ایرانیان لہجہ او فصیح  
 کشید نداز ہند رختِ سفر  
 بکابل کنوی آر میاند خوش  
 بود رابط افزائے حُب و داد  
 بصد خرمی خیر مقدم بگفت  
 چو در فصل گل جلوہ بوستان



مسلمان زہر جاہم دوست بہ  
 چو بادام توام بیک پوست بہ  
 ہمسایہ ہمسایہ گردارسد  
 برش بہرہ دین و دنیا رسد  
 کہ از دیدو داد بہ زاید و داد  
 زہم نگسدر ششہ اتحاد  
 دل صاف احباب خرم بود  
 چو در ہیں ہم رشتہ محکم بود

خوش است ادے عزیزان زہم پرس وجوئے

کہ آید مگر آب رفتہ بہ جوئے<sup>۵۱</sup>

یہ منظومہ سب سے پہلے مجلہ کابل میں شائع ہوا۔<sup>۵۲</sup> سید سلیمان ندوی نے اسی مجلے سے استفادہ کر کے اسے سیر افغانستان میں شائع کیا جبکہ ملک الشعرا قاری عبداللہ کے ”استقبالِ نظم و رود مہمانہای ہند و سروردہ شد“ کلیات میں موجود ہے جو کہ مکمل نہیں ہے۔ آخری بیت ذیل ہے:

ازین آمدن دل چوں گل گل شکفت

بصد خرمی خیر مقدم بگفت<sup>۵۳</sup>

اس کے بعد کے چھ ابیات شامل نہیں ہیں اور کلیات کا حصہ نمبر چار ”مثنویات“ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ حضرت علامہ کی وفات پر قاری عبداللہ نے فارسی میں ایک شاندار مرثیہ لکھا جو دہلی ریڈیو سے نشر ہوا اور ایران و ہندوستان کے علمی و ادبی اداروں میں بہت سراہا گیا۔<sup>۵۴</sup>

یہ مرثیہ اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر میں حضرت علامہ کی تعزیتی مجلس (انجمن ادبی کابل کی جانب سے منعقدہ) میں سنایا گیا تھا<sup>۵۵</sup> اور بعد میں مجلہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں بھی شائع ہوا۔

قصیدہ در مرثیہ فیلسوف و طن خواہ پروفیسر اقبال غفر اللہ

از طبع ملک الشعرا قاری عبداللہ

اقبال رخت بست و زہندوستان برفت  
 کان فیلسوف عالم شرق از میاں برفت  
 باید بنا رسائی بخت دژم گریست  
 کا قبال را گذاشت کہ زود از جہان برفت

افقادیہ گوہری زکف دہروی خاک  
 از دوست مفت دامن اقبال دادہ ی  
 پیر و جوان چو طفل یتیمند اشکریز  
 اقبال رفت ترسم از ادبار روزگار  
 دیگر کجا رسد بحر یقان ”پیام مشرق“  
 وا اندہ تلککام زحرمان خویش گوش  
 آہ خیر خواه عالم اسلام ناگہان  
 دلگیر رموز حکمت دین از کہ بشنوم  
 درس خوشش زکتاب مولوی روم بود  
 فکرش بان دو بال کہ از عقل و نقل داشت  
 از بسکہ داشت حب وطن در ضمیر پاک  
 دل راتوان شرح نباشد از او مپرس  
 رنگ ثبات در چمن دہر چون ندید  
 روحش بسان فکر بلندش گرفت اوج  
 دیدہ است بایزید و جنید و فضیل را  
 انجام مقام سید افغان نمود کشف  
 یکبارہ از نصائح پرسود لب سبت  
 درس خودی و خود نگری داد چون بقوم  
 آثار خود بر ہر چو جاوید ماندہ است  
 آسود از گداز غم دہر خوش بخاک  
 جسمش بزیر خاک اگر رفت پاک نیست  
 یادش مقم خلوت دلہا و نام او

بیچارہ دہر بین کہ براو این زیان برفت  
 شرمی کن ای زمانہ زدست جسان برفت  
 کان زندہ دل ادیب بطبع جوان برفت  
 می آید این بجای وی آری چو آن برفت  
 کان نکتہ سنج شاعر شیرین زبان برفت  
 کان منطق موثر و سحر بیان برفت  
 نادیدہ ذوق رابطہ این و آن برفت  
 آن کاشف حقائق راز نہاں برفت  
 در عقل و نقل زآن پی آن داستان برفت  
 چندان گرفت اوج کہ بر آسمان برفت  
 چندان شباب کرد کزین آشیان برفت  
 کزر فتنش جہا سر ناتوان برفت  
 چون بوی گل جریدہ ازین گلستان برفت  
 زین خاکدان پست بہاغ جنان برفت  
 روحش چو در عروج بوادی جان برفت  
 بارو میش حرف امام اذان برفت  
 شاید زما پجرخ برین گریفغان برفت  
 آنگاہ خود بمرحلہ بیخودان برفت  
 ہر گز نمرد گرچہ ازین خاکدان برفت  
 گوی چو اشک غمزہ از دیدگان برفت  
 روحش چون زین خرابہ بہ مدار جنان برفت  
 از بسکہ زندہ است کران تا کران برفت

تاریخ فوت خامہ الف برکشیدہ گفت

اقبال ہند ماہ صفر از جہان برفت

عدہٴ حروف مصرع اخیر بحساب جمل ۱۳۵۷ھ ہزار و سہ صد و پینجاہ ہشت میثود و چون الف را کہ یکی است ازان کشید، شود ہزار سہ صد و پینجاہ و ہفت می ماند کہ تاریخ فوت اوست۔<sup>۵۶</sup>

مجلہ کابل میں اس مرثیے کی اشاعت کے تقریباً سترہ سال بعد ۱۳۳۲ھ ش میں قاری عبد اللہ کی کدلیات میں شائع شدہ مرثیے میں درج ذیل تین ابیات زائد پائے گئے:

رنگ ثبات در چمن دہر چون ندید      چون بوی گل جریدہ ازین گلستان برفت  
روحش بسان فکر بلند اش گرفت اوج      زین خاکدان پست بباغ جنان برفت  
یکبارہ از نصاب پر سود لب ببت      شاید زما بچرخ بریں گر فغان برفت<sup>۵۷</sup>

افغانستان کا یہ مشہور زمانہ اقبال شناس ملک الشعرا قاری عبد اللہ ۹ ثور ۱۳۲۲ھ ش بروز جمعہ پچھتر سال کی عمر میں شہر کابل میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔<sup>۵۸</sup>

## عزیز اللہ مجددی

عزیز اللہ مجددی افغانستان کے ضلع کشم صوبہ بدخشاں میں پیدا ہوئے۔ دعوت و جہاد یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور اس وقت (۲۰۰۴ء) افغانستان میں کابل کے نشرات داستان کے رئیس ہیں۔ آپ کا شمار افغانستان کے اقبال شناس شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ نے علامہ کو ۱۵ حمل ۱۳۸۳ھ ش کو منظوم فارسی خراج تحسین میں اس خطے کا نجات دہندہ قرار دیا ہے:

آنکہ در مصر سخن از قرنها تا قرنها	چلچراغ افروختہ تا حضر سوزد جانفزا
در میان مجری ”رومی“ چنان پیچید و سوخت	رازہا از پر نیان مولوی بگوشد ما
در رموز بیخودی تفسیر صد اسرار کرد	پر زدن آموخت بر پرواندن خلد فنا
صدقس افروخت دریناں دل باخامہ اش	باحضور دل شکست عمران جسم بی بقا
بافرو غش صد خم جوش خودی ما پختہ شد	زورق ”ھیوی“ طریقت برد ساحل لنگرا
انخارا جز بہ اللہ الصمد مردود خواند	اقبالا فیلسوفا الی امام ای مقتدا
بر جبین ہند بنوشت خط سرخ حریت	پیکر وحشت بد خاک افتاد اندر آسیا
باختہ تا خاور و تا آسیا بیدار شد	مرحبا اقبال شور و انقلاب نی نوا

خاکروب آسانت تو تیا ”مجددی“ کند باشد از فیض تو روشن چشم قربانی مرا<sup>۵۹</sup>

## غلام جیلانی اعظمی

غلام جیلانی اعظمی ۱۳۱۶ھ کو کابل میں خوش دل خان کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور خاندان کے دیگر علمی زعماء سے حاصل کی۔

اعظمی نے ۱۳۳۲ھ ق میں عملی زندگی کا آغاز کیا اور ۱۳۰۸ھ ش کو شوریٰ عالی دولت کے ممبر بنے اور ایک سال کے بعد محررین دربار میں شامل ہو گئے۔<sup>۶۰</sup> اعظمی کا شمار انجمن ادبی کابل کے بانی اراکین میں ہوتا ہے آٹھ سال تک انجمن کے معاون کے عہدے پر علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۲۰ھ ش میں دولتی مطبع کابل کے معاون بنے۔ اسی دوران دمہ کے مرض کے باعث ۲۶ قوس ۱۳۳۳ھ ش میں وفات پائی اور کابل کے عاشقان و عارفان کے قبرستان میں دفن ہوئے۔<sup>۶۱</sup>

حضرت علامہ کے سفر افغانستان کے دوران جناب غلام جیلانی اعظمی ادبی کابل کے معاون تھے اور اسی انجمن نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اقبال اور ان کے ہمسفروں کے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔

جناب اعظمی کا شمار افغانستان کے صفِ اول کے اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔ اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر میں انجمن ادبی کابل کے زیر اہتمام حضرت علامہ کے تعزیتی پروگرام میں جناب اعظمی نے ”اقبال و افغانستان“ کے عنوان سے مقالہ پڑھا تھا<sup>۶۲</sup> جو بعد میں مجلہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں شائع ہوا۔<sup>۶۳</sup> اس مقالے پر افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات پر بحث کی جائے گی۔

## پروفیسر غلام حسن مجددی

پروفیسر غلام حسن مجددی ایک جید عالم اور افغانستان کے مشہور اقبال شناس تھے۔ آپ کابل یونیورسٹی کے فیکلٹی ادبیات کے ڈین تھے۔ آپ نے اقبال کے فلسفہ خودی سے متعلق ایک شاندار مقالہ لکھا تھا۔<sup>۶۴</sup>

یہ مقالہ کابل کے پاکستانی سفارتخانے کے زیر اہتمام یوم اقبال کے پروگرام میں سنایا گیا تھا۔ یاد رہے کہ اس تقریب کی صدارت مشہور اقبال شناس افغان شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔<sup>۱۵</sup> یہ مقالہ کابل کے دو ماہی ادب میں شائع ہوا تھا۔<sup>۱۶</sup> عنوان ”یادبود علامہ اقبال“ جبکہ یہی مقالہ پاکستان میں اقبال ریویو اپریل ۱۹۶۷ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ اس پر مقالات اقبال کے باب میں بحث ہوگی۔ غلام حسن مجددی کا ایک اور مقالہ دو ماہی ادب کابل اپریل تا جولائی ۱۹۶۷ء بعنوان ”فلسفہ اقبال“ شائع ہوا۔ جو مجھے نہیں مل سکا۔<sup>۱۷</sup>

مندرجہ بالا مقالات کی وجہ سے افغانستان میں اقبال شناسی کی تاریخ میں غلام حسن مجددی کا نام شامل کرنے کا حقدار ہے۔  
 پروفیسر صاحب کی سوانحی معلومات مجھے تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکیں۔ البتہ ان کے درج ذیل آثار و تراجم کا پتا چل سکا۔

### الف: تراجم:

- ۱- ترجمہ کتاب منطق از حسن عالی یو جل ریاست تدریسات کابل ثانوی معارف مطبع عمومی کابل ۱۳۲۸ھ ش ۷۹ صفحات۔
- ۲- ترجمہ کتاب منطق وضعی جز اول تالیف دکتور ذکی نجیب محمود فاکولتہ ادبیات مطبع معارف فرانکلین کابل ۱۳۴۶ھ ش ۳۱۰ صفحات۔
- ۳- ترجمہ کتاب فلسفہ علوم حصہ دوم منطق وضعی تالیف ذکی نجیب محمود فاکولتہ ادبیات مطبع معارف فرانکلین کابل ۱۳۴۷ھ ش ۳۵۶ صفحات۔

### ب: آثار:

- ۱- بیدل شناسی جلد اول کابل یونیورسٹی ۱۳۵۰ھ ش صفحات ۳۵۶۔
- ۲- بیدل شناسی جلد دوم کابل یونیورسٹی ۱۳۵۰ھ ش صفحات ۲۶۵۔<sup>۱۸</sup>

### غلام ربانی ادیب

غلام ربانی ادیب افغانستان کے مشہور نوجوان شعرا میں سے ہیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس وقت (۲۰۰۴ء) افغانستان میں وزارت عدلیہ قضایان

دولت کے رئیس ہیں۔ آپ نے ۲۰ ثور ۱۳۸۳ھ ش کو کابل میں حضرت علامہ گو فارسی میں یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

عشق اقبال روح و جان ہا را بہ فریاد آورد  
 رمز بیخودی او مارا بہ فریاد آورد  
 کوکب عشقش فروزاں ساحل بحر ش عریض  
 موج وی بیتاب در یارا بہ فریاد آورد  
 دعوتش بانگ اذان است و ہمہ از خواب بیدار شد  
 وی کوش آن اندی کہ دنیا را بہ فریاد آورد  
 رہبر والا گہر ہمت فزاں آسیا  
 شیوہی از مندگیت ہر جا را بہ فریاد آورد  
 ملت افغان و پاک و چین ہمہ ممنون تو  
 طرح و فکر دین ات گیتی را بہ فریاد آورد  
 لاجورد اندر بدخشان، کشور افغانستان  
 در دماغ چرخ فردا را بہ فریاد آورد  
 رمز اقبال رسخیز قل هو اللہ احد  
 رہروانش ملک دل ہا را بہ فریاد آورد  
 رزم و بزم آہینست پردہی ظلمت درید  
 ترک و تاتار تو اعدا را بہ فریاد آورد  
 آفرین بر طبع والای تو می گوید ”ادیب“  
 نکتہ مست تو معنی را بہ فریاد آورد<sup>۶۹</sup>

## غلام رضامائل ہر وی

جناب غلام رضامائل ہر وی ۱۳۰۱ھ ش کو ہرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علمی جواہر ریزے ہرات ہی کے علمی و ادبی اور تاریخی مٹی سے چٹنے۔ اس کے بعد دارالمعلمین کابل میں سلسلہ تعلیم پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

ادبیات شناسی، کتاب شناسی اور تاریخ وغیرہ آپ کے موضوعات ہیں۔ جن پر آپ کی نگارشات افغانستان اور ایران میں چھپتی رہیں۔ ایک شعری مجموعہ انجمن نویسندگان کی جانب سے قفقوس کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ نئے دیگر آثار و تالیفات کی تفصیل ذیل ہے:

- ۱- معرفی روزنامہ با جراید و مجلات افغانستان  
مطبع دولتی پروان ۱۳۴۱ھ ش صفحات ۱۴۴-
- ۲- امواج بہریوا (مجموعہ اشعار)۔  
ادارہ نشریات داخلی مطبوعات مطبع دولتی کابل ۱۳۴۳ھ ش صفحات ۱۸۶
- ۳- شرح حال و زندگی و مناظرات امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ  
درہرات  
ریاست تنویر افکار مطبع دولتی کابل ۱۳۴۳ھ ش صفحات ۳۷۳
- ۴- فہرست کتب مطبوع افغانستان از سال ۱۳۳۰ھ ش، ۱۳۴۴ھ ش  
مدیریت تشویق آثار و ہنر مطبع دولتی کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۷۷
- ۵- امیر حسینی غوری بہروی متوفی ۷۱۸ھ  
مدیریت تشویق آثار و ہنر مطبع دولتی کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۱۲۴
- ۶- آئینہ تجلی (منظوم سوال و جواب) ماکل ہروی اور صلاح الدین سلجوقی کا  
مشترکہ کاوش  
مدیریت تشویق آثار و ہنر کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۱۷
- ۷- سیاہ مولیٰ لتان مریم (سہ داستان منظوم)  
مؤسسہ طبع کتب مطبع دولتی کابل ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۳۰
- ۸- میرزایان برناد (تذکرہ شاعران)  
انجمن تاریخ افغانستان کابل ۱۳۴۸ھ ش صفحات ۸۴
- ۹- تاریخ مختصر سلوک کرت با افسانہ بہری  
مؤسسہ طبع کتب ہرات مطبع دولتی ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۳۴

۱۰- راہنمائی تاریخ افغانستان جلد دوم (معرفی ۶۵ء جلد کتب دربارہ تاریخ افغانستان)  
انجمن تاریخ کا بل ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۱۳۵ء

آپ کا شمار افغانستان کے اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا ایک منظوم فارسی خراج تحسین بعنوان بیاد اقبال اقبال سے آپ کے قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نظم حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے حوالے سے ۱۹۷۷ء میں کابل سے شائع ہوئی۔

### ”بیاد اقبال“

شاعر شوریدہ خود آگہی آسمان فضل و دانش راہمی  
در نیتان دلش سوز نفیر گرم رہ گرم تپش صاحب ضمیر  
دہ کہ دل شد سلسلہ جنبان او عشق آری عشق شد ایمان او  
کیست این شاعر کہ ذوق اور ساست نالہ اش سوزندہ جانش با صفاست

نام او اقبال و مقبول از نوا

ہست آہنگ کلامش جانفرا

ہچو رومی مست جام عشق بود شہپر روحش بدام عشق بود  
این یکی نقش خودی در باختہ وان دگر در بخودی پر داختہ  
صد خمستان نشہ در صہبای اوست لبہنہ از عشق بی پروای اوست  
خامہ پرتاب او تابندہ است آتش دلرا برون افگندہ است

پختہ سوز و پر نوا و درد زا

باتب و تاب خودی بود آشنا

می ندانم عشق جان افروز او مہرومہ رامیفرو زد سوز او  
از جگر تا گوہر ناب آورد نالہ را از سینہ بیتاب آورد  
سوز آہنگ کلامش دلنواز پردہ ہر ساز او سینہ گداز  
در خلال نغمہ او شورہا میجہد از آتش او طور ہا  
آتشین شعرش شرر افزا بود ہچو مژگان بتان گیرا بود  
بسکہ جولان میکند تاب و تپش بر فروغ افتادہ ماہ بخشش



لالہ از تاب و تمش داغ است داغ  
چوں فروز د دردل صحرا چراغ  
نغمہ اش جولان درد و آہ بود  
از دل خبیر نکو آگاہ بود  
من چگویم شوخی مضمون او  
از نوای او شرر جانم گرفت  
آتش اندر نیسانم گرفت  
از نوای او شرر جانم گرفت  
نالہ ہای او سرا پایم بسوخت  
در دل پر ذوقم بر فروخت  
در حق ماحق سرود ار تاب جان  
آن بلند آوازہ آتش بیان  
”آسیا یک پیکر آب و گل است  
ملت افغان در آن پیکر دل است“<sup>۴۲</sup>

## محمد ابراہیم خلیل

افغانستان کے معروف شاعر، ادیب اور خطاط جناب محمد ابراہیم خلیل میرزا فضل احمد بن میرزا محمد جان کے گھر گزر قاضی فیض الاسلام کابل ۱۳۱۴ھ ق میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تحصیلات کے حصول کے بعد والد سے خط نستعلیق، خط شکستہ، محاسبہ اور اصولِ دفتر داری سیکھے۔ ۱۳۳۷ھ ق میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ تک ہندوستان اور انگلستان میں افغان سفارتخانے کے سیکرٹری رہے۔<sup>۴۳</sup>

ہندوستان میں سفارتی ملازمت کے دوران ہی عربی علوم پر دسترس حاصل کی۔ سفارتی عہدوں کے بعد وطن واپسی پر شاہی حرم سرا میں انتظامی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران دوبارہ صرف، نحو، بیان، فقہ اور تفسیر وغیرہ پڑھے۔ غازی امان اللہ خان کے دورہ یورپ کے دوران آپ ملکہ ثریا کے منشی اور شہزادہ رحمت اللہ کے استاد کی حیثیت سے ان کے ہمراہ رہے۔ یورپ سے واپسی پر افغانستان میں ستقوی انقلاب برپا ہوا۔<sup>۴۴</sup> اس دوران آپ گھر پر رہے۔ ۱۳۰۸ھ ش میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے دور حکومت میں کچھ عرصہ کے لیے ہرات کی ریاست تنظیم کے محاسبہ مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ ش میں سہامی شرکت کے قیام کے وقت اس کی ادارت سے منسلک ہوئے۔ یہاں سے غازی امان اللہ خان کے ساتھ تعلقات کی پاداش میں جیل بھیجے گئے۔ یہاں جیل میں بھی علم و فن سے وابستہ رہے اور

۱۳۲۰ھ ش میں جیل سے رہائی ملی۔ ۱۳۲۱ھ ش میں انجمن تاریخ کے ممبر بنے اور ۱۳۲۹ھ ش میں مجلہ ”آریانا“ کے مدیر اور بعد میں انجمن تاریخ کی ریاست کے معاون رہے۔ ۱۳۳۹ھ ش میں ریٹائر ہوئے۔

سیما با و آوارہا میں آپ کے ذیل آثار و تالیفات کا حوالہ دیا گیا ہے:

- ۱- کلیات اشعار
  - ۲- مزارات کابل
  - ۳- مزارات بلخ
  - ۴- حالات سلطان ابراہیم ادہم
  - ۵- شرح حال امیر خسرو دہلوی<sup>۷۱</sup>
- آپ کے متذکرہ بالا آثار کے علاوہ مشابہت افغانستان میں درج ذیل آثار کا بھی پتا چلتا ہے:

- ۱- شرح حال شیخ سعد الدین انصاری۔
  - ۲- رسالہ در فن استخراج تاریخ در نظم۔
  - ۳- رہنمائی حج۔
  - ۴- رسالہ عروج و نزول اسلام۔
  - ۵- رسالہ رہنمائی خط۔<sup>۷۲</sup>
- ان آثار میں ذیل زیور طبع سے آراستہ ہوئے ہیں:

### الف: منشور آثار:

- ۱- یکمرد بزرگ حاوی شرح حال شیخ سعد الدین احمد انصاری مشہور بہ حاجی صاحب پلہنار انجمن تاریخ و وزارت معارف کابل ۱۳۳۶ھ ش۔
- ۲- استخراج تاریخ در نظم انجمن تاریخ و وزارت معارف کابل ۱۳۳۷ھ ش۔
- ۳- مزارات کابل

وزارت معارف کابل ۱۳۳۸ھ ش۔

۴- شرح حال و آثار امیر خسرو  
ریاست مستقل مطبوعات کابل ۱۳۴۹ھ ش۔

ب: منظوم آثار:

۱- رباعیات  
۱۳۲۹ھ ش میں روزنامہ انیس کابل کے متعدد شماروں میں شائع ہوئے۔ جن کو بعد میں عبدالشکور حمید زادہ نے مرتب کر کے اپنی کتابت سے ۱۳۳۶ھ ش میں شائع کرایا۔

۲- رسالہ عروج و زوال اسلام  
ریاست مستقل مطبوعات کابل کی جانب سے ۱۳۳۲ھ ش میں ان کی اپنی خطاطی سے شائع ہوا۔ بعد میں دوبارہ ۱۳۳۴ھ ش میں شائع ہوا۔<sup>۷۸</sup>  
ابراہیم خلیل کے فن و شخصیت سے متعلق بھی ہمیں مختلف آثار ملتے ہیں جن میں دو زیادہ مشہور ہیں۔

۱- اختصار منتجنی از آثار خلیل۔ مختلف رسالوں اور اخبارات میں ایک ایرانی سرکار نے ۱۳۳۱ھ ش میں شائع کرایا۔

۲- گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراہیم خلیل۔ جو پہلی بار ۱۳۳۴ھ ش میں عبدالشکور حمید زادہ اور دوسری بار عتیق اللہ خواجہ زادہ کی کوششوں سے ۱۳۴۱ھ ش میں شائع ہوئی۔

محمد ابراہیم خلیل نے نو بار سفر حج کی سعادت حاصل کی تھی جبکہ افغانستان سے باہر پشاور، لاہور، لودیانہ، سرہند، دہلی، بمبئی، چن اجیر، کوسٹہ، مصر، لندن، پیرس، اٹلی، سویزر لینڈ وغیرہ کے سفر کیے تھے۔<sup>۷۹</sup>

آپ شاعر، ادیب اور خطاط تھے۔ چنانچہ حضرت علامہ کے قریبی دوست علامہ صلاح الدین سلجوقی استاد ابراہیم خلیل کے فن و شخصیت سے متعلق رقم طراز ہیں:

طبع توانا و شیوا قلم مشکین رقص را باید تہنیت گفت کہ بھار قشنگ جوانی را بجز ان رساند کہ زیبا تر و پر زور تر است و زرو سیم را کہ نتوانست با او ہمراہی کند بجز اہری مشکشف ساخت کہ بجا ویرانی سرمایہ ضمیرش و جیرایہ روج است۔<sup>۸۰</sup>

اسی طرح افغانستان میں عاشق اقبال استاد خلیل اللہ خلیلی اور سفر افغانستان کے دوران حضرت علامہ کے ہمراہ سرور خان گویا استاد ابراہیم خلیل پر ایک تقریظ میں لکھتے ہیں:

مجموعہ نغز رباعیات شیوای استاد محترم محمد ابراہیم خلیل را بجز دلکش ایسان زیارت کر دیم شاعر بزرگوار چنانچہ شائستہ استعداد طبع موصوب ایشان است درین مجموعہ مضامین لطیف را در قالب سخنان دلکش پروردہ و باند وین این مجموعہ ار مغان دلپذیر بار یاب ذوق تقدیم داشته بر کلک گہر نگارش آفرین میخوانیم۔<sup>۸۱</sup>

استاد ابراہیم خلیل سن پیری کی وجہ سے آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ چونکہ حافظ قرآن بھی تھے اسی لیے زیادہ تر تلاوت قرآن پاک ہی میں مصروف رہتے۔ آخر ۱۷ میزان ۱۳۶۷ھ ش کو کابل میں وفات پائی اور وہاں شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔<sup>۸۲</sup>

ابراہیم خلیل کا شمار بھی افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آپ فکری اعتبار سے حضرت علامہ سے کافی متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ۱۳۳۱ھ ش میں ابراہیم خلیل نے حضرت علامہ کے حضور جو فارسی خراج تحسین پیش کیا تھا وہ حضرت علامہ سے ان کے قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

### بہ یاد علامہ اقبال

بنام روز جہاں احتشام اقبال است	بیار بادہ کہ محفل بنام اقبال است
کہ وصف آن ہمہ جادو کلام اقبال است	چہ بادہ بادہ پر زور عشق آزادی
بہ تقلقل لب مینا و جام اقبال است	پیالہ گیر کہ تبلیغ دین و حریت
رہین نشہ جام مدام اقبال است	بیا کہ ملت اسلام و کافہ مشرق
بہر نکات و حروف پیام اقبال است	بیا کہ دوستی قوم و ملت کہسار

بیا کہ خطہٴ ماقلب آسیا موسوم  
 خطاب ملت پشتون عقاب روئین چنگ  
 بہوش باش کہ غضب حقوق ہر قومی  
 بیا کہ ملت پشتون و ہند و پاکستان  
 بیا کہ بادہ عرفان و گردش ایام  
 بیا بیا کہ زبوی گل بہار مراد  
 بیا کہ فلسفہ و منطق و سخندان  
 زمہر تا بلجہ خوب گفت و خوب نوشت  
 بیا کہ گرچہ تہ خاک رفتہ بر سر خاک  
 بقول خواجہ بنگھوای حکم زندہ دلی  
 خطا بود کہ خطا ہش کینم لاهوری

بسک نظم حقیقت نظام اقبال است  
 ز فکر صائب و عقل تمام اقبال است  
 خلاف رای صواب التزام اقبال است  
 اسیر غیر نبودن مرام اقبال است  
 کنون بنزد حقیقت یکام اقبال است  
 بیچار فصل معطر مشام اقبال است  
 بہرک از اثر اش بدام اقبال است  
 کہ آنہمہ بجہان فیض عام اقبال است  
 بہر کجا سخن از احترام اقبال است  
 رقم بصفیہ عالم دوام اقبال است  
 کہ قلب مردم عارف مقام اقبال است

در اختتام ہدایای مغفرت ز خلیل  
 بجزسم نامی و جان گرام اقبال است<sup>۸۳</sup>

## محمد قاسم رشتیا

سید محمد قاسم رشتیا کا قلمی نام قاسم رشتیا ہے۔ آپ کا شمار افغانستان کی معروف علمی ادبی اور سیاسی شخصیات میں ہوتا ہے۔ سید قاسم رشتیا افغانستان میں انجمن ادبی کابل کے بانی اراکین میں سے ہیں۔<sup>۸۴</sup> نہ صرف افغانستان کی انجمن ادبی کے بانیوں میں سے ہیں بلکہ افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ کے سفر افغانستان کے دوران آپ انجمن ادبی کابل کے ممبر بھی تھے اور حضرت علامہ کی پذیرائی کے وفد میں بھی شامل تھے۔<sup>۸۵</sup>

آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ۱۹۳۵ء میں لاہور میں حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری دی تھی۔ اس ملاقات میں علامہ نے افغانستان سے اپنے قلبی و فکری لگاؤ اور محبت کے حوالے سے چند بنیادی انکشافات بھی کیے تھے۔<sup>۸۶</sup>

سید قاسم رشتیانے علامہ کی وفات پر کابل مجلہ میں بھی ایک تعزیتی مقالہ تحریر کیا تھا<sup>۸۷</sup> جو بعد میں صدیق رھونے اپنی تالیف افغانستان و اقبال میں بھی شائع کیا۔<sup>۸۸</sup> افغانستان میں آپ کئی اہم عہدوں پر فائز رہے۔ افغانستان کے سیاسی اور علمی افق پر درخشاں رہے۔ خصوصاً افغانستان کی سفارتی اور سیاسی تاریخ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔<sup>۸۹</sup>

آپ کی بنیادی سوانحی معلومات تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکیں۔ البتہ حال ہی میں ان کی شائع ہونے والی سیاسی یادداشتوں پر مشتمل کتاب خطرات سیاسی سید قاسم رشتیانے از ۱۹۳۲ء تا ۱۹۹۲ء سے آپ کی بھرپور سیاسی زندگی کا پتا چلتا ہے۔ آپ نے لاہور میں ۱۹۳۵ء میں حضرت علامہ سے ملاقات کی یادداشتوں کے حوالے سے ایک مقالہ تحریر کیا ”ساعتی در خدمت علامہ اقبال“ جو ہفت روزہ وفا میں شائع ہوا۔<sup>۹۰</sup> اس مقالے کے مباحث پر ”افغانستان میں مقالات اقبال کے مضمومات“ میں تحقیق کی جائے گی۔

## میر بہادر واصفی

افغانستان کے مشہور فارسی شاعر میر بہادر واصفی ۱۳۱۵ھ ش میں بدخشاں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے کلیلہ و دمنہ اور سیصد انداز لقمان حکیم کو فارسی میں منظوم کیا ہے۔ آپ کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے۔ دکتر اسد اللہ محقق کی فرمائش پر ۱۳۸۳ھ ش کو علامہ کے حضور ذیل فارسی خراج تحسین پیش کیا ہے:

ای عروج ناز اقبال سخن	غرق نور از تو پر و بال سخن
بر تو ای علامہ ی لاہور زاد	عارف آزادی دی گوہر خداد
ملک معنی از تو ای صاحب نبونم	یافتد شیرازہ مرفرو فروغ
حق شناس حکمت ام الکتاب	رند شومی وارہیدہ از حجاب
مرد عشق و مرد سوزد مرد درد	شرق را از معرفت فرزانه مرد
از بلوغ عشق قرآں و خدای	سرفرازی یافتہ در دوسرای

او ج معنی را ستون استوار  
 ناز را محرم ز آئین نیاز  
 خاک را دادی فغان معنوی  
 پرده ی او هام را بنموده عشق  
 هرد بان جان بود پیمان تو  
 کعبہ را پیبودہ در دیر خودی  
 در دل آئینہ ہا جام جم است  
 از تب عشقت جہان تب گرفت  
 رفتہ گوش کراں رازد ورق  
 سوختن بر دیگران آموختی  
 در روان خفتگان زد انقلاب  
 ملت خوابیدہ ای بیدار کرد  
 دادہ پیوند زمین بر آسمان  
 جاں او می سوزد از درد دگر  
 حق انصاف سخن کردہ ارا  
 عشق آزادی در و بال نموست  
 باشد اندر کشتی حق ہمنشین  
 صلح را خواہد سپہدار جہان  
 در جہان می افکند فصل دگر  
 زندہ با را جنبش آزادگان<sup>۹۱</sup>

ای سخن را سرخی خون وقار  
 ای طیب نغمہ خواں سر راز  
 یافتی تا عشق شمس و مولوی  
 ای بہ ہمت راز داں عشق حق  
 نور حق می تابد از عرفان تو  
 رفتہ از خود کردہ ی سیر خودی  
 آنچه از تو در ”زبور عجم“ است  
 تا دل شوق تو نور رب گرفت  
 نالہ مستاندا ت ای مرغ حق  
 سمع خود سوزی بہ جہان افروختی  
 طبع ہر شور توای عالی جناب  
 سوز تو در طور جانہا کار کرد  
 ای مسیح روح خاک مردگان  
 ہر کہ را در دل بود درد بشر  
 حسن تعبیر بہ وصف آسیا  
 کشور افغان دل ہر آرزوست  
 ملت افغان بہ افراد زمین  
 تانبیند بی وفای زین و آل  
 وا کند ہر لحظہ احساس خطر  
 ”واصفی در پھنہ روی جہان

## مآخذات باب ششم:

علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۲۴	۱
ایضاً، ص ۲۸۹	۲
ایضاً، ص ۱۹۱-۱۹۲	۳
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۴	۴
علامہ صلاح الدین سلجوقی، ص ۸	۵
د افغانستان د ژور نالیزم مخکینان، ص ۲۱۹	۶
آثار بہرات، جلد ۳، ص ۱۴۴	۷
مجلہ کابل، فروری ۱۹۴۰ء، ص ۲۷	۸
سیمہا و آوارہا، ص ۳۸۴	۹
د افغانستان د ژور نالیزم مخکینان، ص ۲۲۰	۱۰
ایضاً، ص ۲۲۱	۱۱
آریانا دائرۃ المعارف، جلد ۶، ص ۳۶۸ تا ۳۶۹	۱۲
د افغانستان د ژور نالیزم مخکینان، ص ۲۲۲ تا ۲۲۶	۱۳
آثار بہرات، جلد ۳، ص ۱۳۹	۱۴
ایضاً، ص ۱۳۹ تا ۱۵۵	۱۵
د افغانستان د ژور نالیزم مخکینان، ص ۲۲۸ تا ۲۲۹	۱۶
آثار بہرات، جلد ۳، ص ۱۵۶ تا ۱۵۷	۱۷
اقبال کی صحبت میں، ص ۳۲	۱۸
روایات اقبال، ص ۱۷۱	۱۹
ایضاً، ص ۱۷۱	۲۰
خطوط اقبال، ص ۲۰۴	۲۱
اقبال کی صحبت میں، ص ۲۶۷	۲۲
اقبال کی صحبت میں، ص ۳۷۷	۲۳
اقبال کی صحبت میں، ص ۱۷۵	۲۴



ایضاً، ص ۱۷۰	۲۵
سالنامہ کابل ۱۳۱۳ھ ش، ص ۴۴	۲۶
روح مکتوبات اقبال، ص ۵۵۰	۲۷
ایضاً، ص ۵۴۶-	۲۸
ایضاً، ص ۵۵۱	۲۹
اقبال نامہ، جلد ۱، ص ۳۶۴ تا ۳۶۵	۳۰
روح مکتوبات اقبال، ص ۵۹۶	۳۱
اقبال نامہ، جلد ۱، ص ۳۲۷ تا ۳۲۸	۳۲
اقبال اور بھوپال، ص ۶۴۳	۳۳
مجلہ کابل، اگست ستمبر ۱۹۳۷ء، ص ۸۹ تا ۹۰	۳۴
اقبال ممدوح عالم، ص ۳۱	۳۵
سیماها و آوارها، ص ۳۳۶	۳۶
تاریخ ادبیات افغانستان، ص ۹۲	۳۷
سیماها و آوارها، ص ۷۱	۳۸
آریانا دائرۃ المعارف، جلد ۶، ص ۵۳۹	۳۹
سیماها و آوارها، ص ۷۲	۴۰
مشابہیر افغانستان، جلد ۲، ص ۵۰	۴۱
آریانا دائرۃ المعارف، جلد ۶، ص ۵۴۰	۴۲
پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہی، ص ۶۵	۴۳
افغانستان در پنچ قرن آخر، جلد اول قسمت دوم، ص ۵۵۹	۴۴
ہفت روزہ وفا، ۱۰ اجدی ۱۳۷۳ھ ش، ص ۱۲	۴۵
آریانا دائرۃ المعارف، جلد ۶، ص ۵۳۷	۴۶
د افغانستان پینسلیک، ص ۷۳	۴۷
ہفت روزہ وفا، ۱۰ اجدی ۱۳۷۳ھ ش، ص ۱۲	۴۸
ایضاً، ص ۱۲	۴۹
ایضاً ص ۱۲	۵۰

سیر افغانستان، ص ۱۶	۵۱
مجلہ کابل، ۲۲/ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۸۵ تا ۸۶	۵۲
کلیات قاری عبداللہ، ص ۳۰۸	۵۳
ہفت روزہ وفاء، ۱۰ اجدی ۱۳۷۳ھ ش، ص ۱۲	۵۴
افغانستان و اقبال، ص ۵۱	۵۵
مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۹۴	۵۶
کلیات قاری عبداللہ، ص ۲۰۹	۵۷
د افغانستان مشاہیر، جلد ۳، ص ۳۴	۵۸
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۱۹۰-۱۹۱	۵۹
سیماها و آوارها، ص ۳۹	۶۰
معاصرین سخنور، ص ۲۹	۶۱
افغانستان و اقبال، ص ۵۱	۶۲
مجلہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۸۳ تا ۸۵	۶۳
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸	۶۴
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۷۶ء، ص	۶۵
دوماہی ادب کابل، جون جولائی ۱۹۶۵ء، ص ۸۳ تا ۸	۶۶
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸	۶۷
مجلہ آریانا کابل ستمبر ۱۹۷۶ء، ص ۹۷	۶۸
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۳۰۳ تا ۳۰۵	۶۹
سیماها و آوارها، ص ۶۲۴	۷۰
مجلہ آریانا، کابل ستمبر ۱۹۷۶ء، ص ۹۵ تا ۹۶	۷۱
افغانستان و اقبال، ص ۷۷ تا ۷۸	۷۲
سیماها و آوارها، ص ۲۶۸	۷۳
گلچین از آثار و شرح حال محمد ایراہیم خلیل، ص ۱۱	۷۴
د افغانستان مشاہیر، جلد ۳، ص ۴۴	۷۵
سیماها و آوارها، ص ۲۶۸	۷۶

د افغانستان مشاہیر، جلد ۳، ص ۴۵	<u>۷۷</u>
گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراہیم خلیل، ص ۱۸	<u>۷۸</u>
ایضاً، ص ۲۰	<u>۷۹</u>
ایضاً، ص ۲۳	<u>۸۰</u>
ایضاً، ص ۲۴	<u>۸۱</u>
د افغانستان مشاہیر، جلد ۳، ص ۴۶	<u>۸۲</u>
پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنہی، ص ۹۷	<u>۸۳</u>
سالنامہ کابل، ۱۱- ۱۳۱۲ھ ش، ص ۱۰۹	<u>۸۴</u>
ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش، ص ۴	<u>۸۵</u>
ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش، ص ۴	<u>۸۶</u>
مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸	<u>۸۷</u>
افغانستان و اقبال، ص ۵۰ - ۵۱	<u>۸۸</u>
خاطرات سیاسی، سید قاسم رشتیا، مختلف صفحات	<u>۸۹</u>
ہفت روزہ وفا، ۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش، ص ۴	<u>۹۰</u>
علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، ص ۱۸۸ - ۱۸۹	<u>۹۱</u>

## افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات

مقالہ نمبر ۱:

### پیامِ مشرق

از عبد الہادی داؤدی

افغانستان میں غازی امان اللہ خان کے دورِ حکومت میں علامہ پر یہ پہلا مقالہ ہے جو ۱۹۲۹ء سے پہلے امان افغان \* اخبار کابل کے مختلف شماروں ۹-۱۰-۱۱-۱۳-۱۷ میں پیامِ مشرق کے مشمولات پر شائع ہوا ہے۔ ہمیں امان افغان کے متعلقہ شمارے تو نہیں ملے ثانوی ماخذ افغانستان و اقبال میں صدیق رہبپونے متعلقہ مقالے کی اقساط کو شائع کیا ہے۔ البتہ مقالہ نگار کا نام نہیں دیا ہے۔<sup>۱</sup>

۱۹۵۵ء میں قاضی احمد میاں اختر جو ناگڑھی نے اقبالیات کا تنقیدی جائزہ میں اس مقالے کو آغا ہادی حسن سے منسوب کیا ہے۔ ”آغا ہادی حسن صاحب وزیر تجارت نے جو پہلے انگلستان میں افغانستان کے سفیر تھے امان افغان کابل میں پیامِ مشرق پر تبصرہ کے طور پر مضامین کا ایک سلسلہ تحریر کیا تھا جو کئی نمبروں میں چھپا۔<sup>۲</sup>

اس مقالے کے حوالے سے الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی نے یوں ذکر کیا ہے:

امان افغان کابل میں جناب آغا ہادی حسن صاحب وزیر تجارت جو پہلے انگلستان میں افغانستان کی طرف سے سفیر تھے ایک سلسلہ مضامین پیامِ مشرق پر بطور تبصرہ لکھا تھا جو کئی نمبروں میں شائع ہوا۔<sup>۳</sup>

متعلقہ مقالہ افغانستان میں اقبال کے حوالے سے ابتدائی مقالات میں شامل ہے جبکہ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے اپنے تحقیقی مقالے افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات اور کتب میں اس مقالے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔<sup>۴</sup>

مشہور افغان اقبال شناس جناب عبدالہادی داوی قاضی احمد میاں اختر جونگرہی کے حوالے پر برہم ہوئے ہیں۔ عبدالہادی خان کے بجائے آغاہادی حسن لکھنا ان کا سہو قرار دیتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ یہ مقالہ آغاہادی حسن کا نہیں بلکہ عبدالہادی خان داوی کا ہے۔

آثار اردو اقبال جلد اول میں یہ افغان اقبال شناس اس مقالے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بندہ از مدت ها قبل با آثار دري علامه علاقه پيدا کرده بودم چنانچه در امان افغان نام مجله سابقه مقالاتی عاید به علامه و آثار او نوشته بودم ولی مجمل و مختصر چنانچه مولف کتاب (جایزه تنقیدی اقبال) غفر اللہ له کہ از طرف (اکادمی اقبال) بہ زبان اردو در سنہ ۱۹۶۵ء طبع شدہ ست این مقالات مر اذکرو لی نام مرا سہو نموده است۔ (متذکرہ تحریر کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ:

در کتاب مذکور صفحہ ۳۵ نام مرا آغاہادی حسن نوشته اند غالباً نوشته یی کہ بمولف مذکور رسیدہ بخط شکستہ مغشوشی بودہ کہ کلمہ ”عمید“ را آغا و ”خان“ را حسن خواندہ ست زیر اباین نام شخصی در محیط ما موجود نیست و نہ مقالہ یی در امان افغان نوشته ست بلکہ ترکیب این نام در وطن ما مروج نیست۔ البتہ وظایف رسمیه مرا صحیح در کتاب مذکورہ کردہ کہ وزیر تجارت و قبل از آن سفیر افغانستان در لندن بودہ ام (داوی)۔<sup>۵</sup>

جناب داوی کے اس دلچسپ اکتشاف کے بعد اس بات میں کوئی گنجائش ہی نہ رہی کہ یہ مقالہ ان کا اپنا تحریر کردہ ہے اور اس لیے بھی کہ جناب داوی نے بعد میں علامہ کے اردو آثار پر دو جلدوں میں کتاب بھی لکھی۔ انھوں نے علامہ کی بعض اردو منظومات کا فارسی منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔

مقالے کا آغاز حضرت بیدل کے درج ذیل ابیات اور جناب داوی کی اس تمہید سے

ہوتا ہے:

نہ تر نمی نہ جوشی  
نہ طپیدنی نہ دردی  
بہ خم سپہر تا کی  
می نا رسیدہ باشی

(بیدل)

پیام مشرق نام مجموعہ اشعار و افکار کی از مجموعہ ہای جدیدی است کہ در ادبیات فارسی در این عالم تاریک مثل ماہ طلوع نمودہ کاروان برای افتادہ مارا نجم اھتدا ”میشود یا بانگ در راہ۔ محرر پیام مشرق شاعر شہیر عالم اسلام ”دوکتور اقبال“ است اقبال از خطہ کشمیر بینظیر و متیم لاہور ہندوستان است۔<sup>۱</sup>

ترجمہ: پیام مشرق نام ہے اس جدید شعری مجموعے کا جو اس عالم تاریک میں فارسی ادبیات میں چاند کی مانند طلوع ہوا ہے۔ پیام مشرق کا لکھاری عالم اسلام کا مشہور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں جن کا تعلق کشمیر کے بے نظیر خطے سے ہے مگر لاہور ہندوستان میں متیم ہیں۔ اس کے بعد داؤدی لکھتے ہیں کہ اقبال نے یورپ کے کیمبرج سے تکمیل تعلیم کے سلسلے کے بعد جرمنی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی اور اس وقت تک فلسفہ میں شاید جرمنی سے بڑھ کر کوئی اور ملک نہیں۔ اقبال اپنی اس درد مندی اور قلبی آگاہی کا منبع حضرت محمد ﷺ کی محبت اور بعض اہل دل حضرات کی نگاہ بتاتے ہیں:

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ

سینہ افزوخت مرا صحبت صاحب نظران

اسی بنا پر اقبال کی اپنے ملک میں بھی پذیرائی ہوئی لوگ انھیں ترجمانِ حقیقت اور مصورِ فطرت کہتے ہیں جبکہ ملک کے باہر تو لوگوں نے ان کے افکار کو درسی کتب میں بھی شامل کر دیا ہے۔ ابھی حال ہی میں حکومت نے انھیں ”سر“ کا خطاب دیا ہے جس کو منورین ہندوستان عجائب الخطابات گردانتے ہیں جبکہ علامہ خود اس خطاب کو باعثِ ابتلا سمجھتے ہیں۔

داؤدی شعر اکی دو اقسام بتاتے ہیں۔ جن میں ایک گروہ ان شعراء کا ہے جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَ الشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۱۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُرْحٍ وَاِدِیْمُونَ ﴿۱۱﴾ وَ اَنَّهُمْ یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ ﴿۱۲﴾** (القرآن: الشعراء، ۲۶: ۲۲۳ تا ۲۲۶) اور دوسرے وہ حضرات ہیں جو اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے راہیں ہموار کرتے ہیں۔ جیسے سعدی،

جامی، رومی، سنائی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ آخر وقتوں میں شعر کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جنہوں نے ملت کو خوابِ غفلت میں مبتلا کرنے کے سلسلے میں ایک لمحہ بھی غفلت نہیں دکھائی۔ یہ شعر معاشرے کے تنزل اور معنویات کو مسمار کرنے بلکہ خود معاشرے کے چہرے پر داغ رہے۔ ان کو پتا نہیں تھا کہ انہوں نے افراد کے دل و روح کو کس طرح زہر آلود نشتر سے زخمی کر دیا ہے۔

این شاعر ہا از تنزل و خرابی معنویات جامعہ خیلی ”بلی خیلی“ کتر متحسس بودند بلکہ خود یکی از خرابی ہا بودند این بدیہ ”شعری“ را کہ دردست ناشستہ شان زہر آگین شدہ بود نمیدانستند و درک نمی کردند کہ بہ دل و روح مردم چہ نشتر ہای زہر دارد میدرد آورند راینہا کشتیہ الفاظ بودند تلازم و تناسب معنی بیگانہ صنایع دیوانگانہ مبالغات فوق الامکان تشبیہات و استعارات بمعنی مقصد ان بمقصد ہا بود ”عشق“ این عاطفہ قدسی را بدرجہ ”امر دہ پرستی“ تنزل دادہ بودند کلمہ ہای عربی در شعر آوردن را ثقالت و سخافت می نامیدند۔ تنہا کلمات بلکہ مضامین جدی و تور اخلاقی و سیاسی ہم بر طبع وند و پریشان و میگسار غزل ہای شان مثل سنگ گران بود۔ شعر تنہا برای گل و مل چمن و بلبل و سراپا ہائی معشوق ناقابل تصور موہوم ایشان مخصوص بود۔

اس کے بعد داوی نے خدایا کی حمد کرتے ہوئے عالمی تہذیب کی ترتیب و شوکت میں بلند کردار ادا کرنے والوں کو غنیمت سمجھا ہے۔ اس استدلال سے جناب داوی کی علمی پختگی و فہم و فراست کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

ولی الحمد للہ این بی مبالاتی این مدہ (مود) فرسودہ دیگر از قلمر و عالم میرود فنا شود۔ (اگرچہ بقدر لازم ہنوز رفتار فانی آل سرعت ندارد) حالاً دیگر ملت اسلامیہ ایام غفلت خانمانان را تنفر میکنند۔ حالاً دیگر بجای الفاظ بہ معنی و بجای کالبد بہ روح متوجہ میشوند حالاً سیاسی استادانہ دہر مارا از خواندن ”واقف“ بادیہ ہای اشکبار منع کردہ میرود، مثلی کہ در ہر طرف لزوم راہ رہبر و راہ پیدا داریم ہر چیز نشان منزل مقصود می جویم شعر را ہم از ہمہ زیادہ تر و شاید از ہمہ اولتر باید برای ہمین سفر ”مسابقہ حیات“ ”تنازع البقا“ استعمال می کنیم۔

بلی مادر دست چرخ تقدیر ”خواہ خود را خبر کنیم با کنیم“ بمسابقہ حیات آغاز کردہ اہم ہر کہ مسابقہ راباخت مثل عہد رومای کبریٰ غذای شیر ان گرسنہ می شود حیات دیگر با او کاری

ندارد۔ او صرف ادامہ حیات دیگران میثود بلی حیات حیوانات بہ نحو حیات انسان هاوامہ میثود۔ صمیمین است احکام نیروهای امروزہ کہ بر تخت سطنت مدنیت نام و حشمت مطلقہ تمکن دارند۔<sup>۸</sup>

اس بحث کو خاصا طول دیا گیا ہے مگر اس طولانیت میں بھی علمی بصیرت و استعداد کو مسلسل قائم رکھا ہے۔ اس کے بعد داوی نے پیام مشرق کی تمہید پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ چونکہ پیام مشرق کی تمہید علامہ نے اردو میں لکھی ہے اس لیے اس تمہید کی تلخیص فارسی میں ترجمہ کر کے مقالے میں شامل کی ہے۔

تمہید کی اس تلخیص کے بعد کتاب کے ابتدائیہ کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے جو بقول ان کے درد سے بھرپور التماس اور نصائح پر مشتمل ہے جو ایک مردِ خود آگاہ غازی امان اللہ خان کے نام منسوب ہے۔

ابتدائیہ کو نقل کرنے کے بعد داوی نے لالہ طور کی رباعیات کو یوں متعارف کرایا ہے:

طبع فطرت دوست و صحر اپند اقبال بیش از ہمہ گلہا لالہ خود روی صحراي رامورد دقت هائی  
شاعرانہ و جستجو هائی حکیمانہ خود قرار داده است۔ سینہ مسلم تجلیگاہ دیگر و نالہ او شعلہ دیگر است  
از ہر لالہ کہ ازین طور سرزند اثر همان جذبہ ماملول است کہ موسیٰ امید العلم یصلطون داشت  
بیدل علیہ الرحمہ درین موضوع یکقدم بیشتر می نہد کہ میفرماید۔

شوق بر کسوت ناموس جنون میلرزد  
عوض داغ مباراید ریضا بخشند

لالہ طور چہ زیبا نامی است برای آن نالہ های سوخته برجسته کہ از ”وادی المقدس“ روح بیتاب ایمان میخیزد این مجموعہ رباعیات کہ شعر و دین در آن مزوج است در چار چوبہ ہر رباعی خود دروازہ شہرہ نو ”حیات“ باز مینماید و حتی باز دلہای بیخون رامایل تپش و نیاز۔<sup>۹</sup>

داوی لکھتے ہیں کہ لالہ طور میں شامل رباعیات کی تعداد ۱۵۵ ہے۔ اگرچہ میں ان رباعیات میں سے اپنا انتخاب پیش کر رہا ہوں لیکن بقیہ میں سے ہر ایک رباعی چھوڑتے ہوئے خونِ جگر پی رہا ہوں۔ اس انتخاب سے پہلے داوی نے ان رباعیات کے موضوعات و مطالب سے پر کشائی کی ہے۔



مقالے کے ایک اور عنوان ”حضور و نیاز“ کے تحت داوئی نے ایک دلچسپ تاریخی واقعے کا ذکر کیا ہے کہ وہ ایک دن نجی محفل میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید کے ساتھ بیٹھے تھے۔ موضوعِ اقبال شیرینی مجلس تھی۔ اعلیٰ حضرت علامہ کے افکار سے اظہار مسرت کر رہے تھے مگر ایک جگہ پر کہا کہ ”اقبال کا ایک عیب ہے کہ اللہ کے حضور ان کی گفتگو قدرے گستاخانہ ہو جاتی ہے“ مثلاً خدا و انسان، تو شبِ آفریدی چراغِ آفریدم وغیرہ۔ داوئی لکھتے ہیں کہ میں نے اس سلسلے میں بعض متقدمین شعراء کے حوالے بھی دیے جنہوں نے پروردگار سے بے تکلفانہ انداز میں راز و نیاز کیا ہے اور عرض کیا کہ شاید اقبال نے انسان کو اپنا تشخص یاد دلانے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہو۔ البتہ داوئی کا بھی یہی خیال ہے کہ اقبال بعض اوقات تجاوز کر جاتے ہیں۔

دریک وقت غیر رسمی خوشبختانہ بحضور اعلیٰ حضرت غازی پادشاہ حقایق آگاہ ماشر ف حضور داشتم و ذکر اقبال ”شیرینی مجلس“ بود اعلیٰ حضرت از افکار اقبال اظہار خوشی میکردند و تقدیر میبودند اما خبر مودند ”اقبال یک عیب دارد کہ بحضور الہی خطابہ های قدری گستاخانہ میکند مثلاً مکالمہ خدا و انسان تو شبِ آفریدی چراغِ آفریدم وغیرہ، مضمون ہمایون زمینہ مبادلہ افکار حضار گرام مجلس در حق نظہائی دیگر اقبال مثل ”شکوہ“ وغیرہ شدن، منہم حصہ گرفتہ ام این را ارادہ جدی اقبال نینگاشتہ و گفتہ شاید اقبال میخواہد ازین راہ بہ انسان ہا اہمیت و مکانت علو کرامت حقیقی شان را بفہماند۔ ولی من خود ہم قبول میکنم کہ تجاوزات اقبال یکقدری از اندازہ زیاد است۔ افکار و احساسات تصحیح پادشاہ ما اسباب صد مسرت و شکر ان است۔ اما اقبال از آداب و نیاز خالی نیست در ہجان حیات و بزم بی تکلف و بعضاً ادب ناشناسی شعر این گونہ زواید سرزدہ است ورنہ اقبال در ہر چیز جلوہ او ”جل جلالہ“ می بیند در نظر او ہر وقت معرفت است ہر موجودی آئینہ تجلیات احدیت و ہمہ کائنات مصروف نیاز و عبادت۔<sup>۱۱</sup>

داوئی کو بجا طور پر یہ اعتراف بھی ہے کہ اقبال بارگاہِ الہی میں آداب و نیاز سے خالی نہیں۔ وہ ہر چیز میں اللہ جل جلالہ، کا جلوہ دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں ہر صفحہ معرفت ہے۔ ہر موجود آئینہ ہے ان کی تجلیات کا۔

مقالے میں فلسفہ کے ضمنی عنوان میں داوی نے فلسفہ اقبال کے بنیادی خدو خال کو واضح کرتے ہوئے لالہ طور کی ۱۲ رباعیات کو اس موضوع سے منسلک قرار دیا ہے:

چسان زاید تمنا در دل ما	چسان سوزد چراغ منزل ما
بچشم ما کہ می بیند، چه بیند	چسان گنجید دل اندر گل ما
به شب‌نم غنچه نورستہ میگفت	نگاہ ما چمن زادان رسا نیست
در آن پہنا کہ صد خورشید دارد	تمیز پست و بالا هست یا نیست!۱

داوی کے خیال میں تاریخ اگرچہ فلسفہ کی عمر تین ہزار سال سے زائد بتائی ہے لیکن ہنوز یہ معمہ حل ہونے سے قاصر ہے۔ حیرت ہی عرفا کا آخری مقام ہے اور عقل سلیم بھی اس طرح۔

ہزاران سال بافطرت نشستم	باو پیوستم و از خود کسستم
ولیکن سرگذشتم این دو حرف است	تراشیدم پرستیدم شکستم
خرد زنجیری امروز و دوش است	پرستار بتاں چشم و گوش است
صنم در آستین پوشیدہ دارد	برہمن زادہ زناں پوش است!۲

داوی نے درج ذیل چودہ موضوعات کو لالہ طور کی رباعیات میں پنہاں پایا ہیں:

- ۱- عشق و درمندی، ۲- سخت جان و زحمت دوستی، ۳- اعتماد نفس، تحقیق، اجتہاد، ۴- طلب و جستجو، ۵- آرزو پروری، ۶- ہمت عالی، ۷- تقدیر اہمیت و مکانت انسانی، ۸- ترک جبن و فداکاری، ۹- گریز از پول دوستی، ۱۰- شناختن مواقع استعمال توای خود، ۱۱- عدم خوف از مرگ، ۱۲- دقت، ۱۳- ترک نیشنلزم، ۱۴- احترام دین۔

داوی نے عشق و درمندی کے سلسلے میں فکر اقبال کی ایک ہی جہت سے ترجمانی کی ہے۔

عشق از ”آرزو“ و تولد شدہ است و خادم ”آرزو“ و است نقطہ آتش است ”پرورش آرزو“ و پرورش عشق است ہم چنانکہ ”پرورش آرزو“ و عشق ”ہمت عالی“ پیدا میکند ہمت عالی نیز آرزو و مطلب بلند تمدنیہ بیناید اینہا لازم و ملزوم یک دیگرند انسان کہ صاحب ہمت عالی باشد باید ”بہ اہمیت“ خود مدد رک شود تا ”اعتماد نفس“ کامل تر گردد و در راہ طلب پختہ تر برای

اختیار کردن طرز صحیح برای ”طلب“ و موفق ”شدن شناختن موافق استعمال قوای خود“ و ”دقت“ در شناختن کیف و کم و خواص ہمہ ماحول خود ضروری است۔<sup>۱۳</sup>

مقالے کے دیگر ضمنی عنوانات عشق، سخت جان و زحمت دوستی، خود اعتمادی نفس، تحقیق و اجتہاد، طلب و جستجو اور آرزو کے سلسلے میں پہلے موضوع پر مختصر اظہارِ خیال اور اس کے بعد متعلقہ موضوع سے متعلق علامہ کے اشعار کے حوالے دیے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر ۲:

## دکتور اقبال

از سرور خان گویا

افغانستان میں حضرت علامہ پر دوسرا مقالہ سرور خان گویا نے ”دکتور اقبال“ کے عنوان سے لکھا جو مجلہ کابل کے مارچ ۱۹۳۱ء (سال اول شمارہ ۱۰، صفحہ ۱۹ تا ۲۲) شائع ہوا۔ اس مقالے میں پہلے تو گویا نے مختصراً علامہ کی ہمہ گیر شخصیت اور عالمگیر فکر کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ کس طرح مشرق و مغرب کے علوم پڑھ کر اقبال نے اپنے گراں قدر خیالات و افکار کو بقائے دوام دیا۔

گویا مغرب میں اقبال کو متعارف کرانے کا سہرا ڈاکٹر نکلسن کے حوالے کر دیتا ہے کہ انھوں نے علامہ کے افکار جاوید ان سے مغرب کو روشناس کرایا:

اشعار اقبال دارای آن تعلیم اخلاقی عالی است۔ کہ میتواند سر مشق زندگانی و نوید سعادت بشری قرار گیرد۔ اقبال علاوہ بر شہرت فوق العادہ کہ در خود مملکت بہناور ہند دارد در سائر مملکت اروپا و شرق نیز بی نہایت مشہور است۔ دکتور نکلسن مستشرق شہیر انگلیس و معلم ادبیات رادر دارالفنون اکسفورد انگلستان کہ یگانہ متبتج و زندہ کنندہ نام و آثار اقبال در عالم فرنگ است۔ میگوید کہ اقبال سرتاسر قارہ ہند را مسخر نمود و در تصوف خویش نگاہ داشت۔ و او یگانہ شاعر و پیشوائی است کہ مملکت پیر ہند از افکار جوان و تاملی و پیروی کردہ است۔<sup>۱۴</sup>

ترجمہ: علامہ کے اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عرفان سے بھرپور اشعار اس قابل ہیں کہ وہ زندگی اور حیاتِ انسانی کے ماخذ قرار دیے جائیں۔ اقبال اپنی مملکت میں انتہائی شہرت کے علاوہ

ہندوستان سے باہر یورپی ممالک اور دیگر مشرقی ممالک میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ مشہور انگریزی مستشرق ڈاکٹر نکلسن استاد دارالفنون آکسفورڈ جس نے اقبال کے نام و آثار کو مغرب سے متعارف کرایا کہتے ہیں کہ اقبال نے خطہ ہند کو مکمل تسخیر کیا ہے۔ یہ وہ واحد شاعر ہیں جن کے جو ان افکار کی پیروی تمام قدیم ہندوستان میں کی جاتی ہے۔

گویا کو یہ مقالہ لکھنے کے دوران علامہ کی درج ذیل کتب کے مطبوعہ ہونے کا پتا چل سکا تھا۔ از آثار دکتور اقبال تاجک، نگارندہ اطلاع دارم آثار و کتب ذیل بطبع رسید ہنوز در تحت طبع است۔ پیام مشرق (بزبان فارسی بجواب گوٹہ شاعر شہیر المان) نالہ یتیم (بزبان اردو) زبور عجم (بزبان فارسی) رموز بیخودی (فارسی) اسرار خودی (فارسی) بانگِ درا (اردو) جاوید نامہ (بزبان فارسی) بجواب دانیقی شاعر ایتالیا کہ ہنوز در تحت طبع است (از تاریخ تولد و مسقط الراس و سنین عمر و خطوط مسافرت و دورہ ہائی تحصیل و غیرہ عوارض و خصوصیات حیات این شاعر شہیر چون دستم تہی است نتوانستم کہ بدقت درین باب چیزی بنویسم ناچار بہ این و حیرہ اکتفا رفت و وعدہ کہ دانشمند معظم و دوست محترم آقائی صلاح الدین خان سلجوقی دادہ اند امید قوی دارم کہ شرح حال مبسوط و کاملی او حضرتش بقلم توانا و مقتدر خویش در ہمینی نگاشتنہ و مادر آئینہ قریب درج صحائف مجلہ کابل نمائیم۔<sup>۱۵</sup>

ترجمہ: نادم تحریر علامہ اقبال کے درج ذیل مطبوعہ آثار سے متعلق مجھے اطلاع ہے جبکہ کچھ اور زیر طبع ہیں۔ پیام مشرق (نامور جرمن شاعر گوٹہ کے جواب میں) نالہ یتیم (بزبان اردو) زبور عجم (فارسی) رموز بیخودی (فارسی) اسرار خودی (فارسی) بانگِ درا (اردو) جاوید نامہ (فارسی میں اٹلی کے شاعر دانٹے کے جواب میں زیر طبع) تاریخ پیدائش، مسقط الراس، سنن زندگی، حالات سفر اور حصول علم کے ادوار و غیرہ اور ان کے دیگر حالات و امور زندگی سے متعلق میرے پاس کوئی معلومات نہیں جس کے بارے میں، میں مزید تحریر کر سکوں۔ مجبوراً مجھے اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑ رہا ہے البتہ میرے محترم دوست جناب صلاح الدین خان سلجوقی نے وعدہ کیا ہے کہ انھوں نے علامہ کے اپنے قلم سے ان کے مکمل حالات زندگی ہمینی میں لکھے ہیں، مجھے فراہم کریں گے جو میں مستقبل قریب میں مجلہ کابل کے صفحات پر شائع کر ادوں گا۔

اس مقالے میں گویا نے اقبال کی نظم ”نالہ یتیم“ جو اردو زبان میں ہے کو بھی علامہ کی

گویا نے مقالے کے آخر میں اسرارِ خودی کے چیدہ چیدہ اشعار کا انتخاب درج ذیل ترتیب سے پیش کیا ہے۔

اطاعت: ۱۷، ابیات

ضبطِ نفس: ۲۲، ابیات

نیابت الہی: ۲۷، ابیات

مقالہ نمبر ۳:

## علامہ اقبال

از احمد علی خان درانی

علامہ کے فن و شخصیت کے حوالے سے افغانستان میں مطبوعہ تیسرا مقالہ سردار احمد علی خان درانی کا لکھا ہوا ہے اور مجلہ کابل کے جون ۱۹۳۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مقالہ بعد میں مجاز لکھنوی نے اردو میں ترجمہ کیا جس کو ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنی کتاب اقبال ممدوح عالم میں شائع کیا ہے۔

یہ مقالہ قدرِ طویل ہے۔ تمہیدی پیرا گراف بڑا دلچسپ ہے:

ملتی کہ میخو اهد از صیوطِ پستی و نکبتِ نجات یافتہ شان و عظمت خود را در انظارِ اعالم و خاطرِ جہانیاں روشن نماید، نخستین یک گونہ تموجِ پستی و ذلت را در خود احساس میکند و یکی از افراد آن جامعہ بیدار شدہ کاروانِ ساکت و صامت را از اثرِ کلامِ آن جامعہ بیدار شدہ کاروانِ ساکت و صامت را از اثرِ کلام و سوزِ نالہ خود بشاہراہِ صحیح سرگرم تلاش و جستجو میگرداند۔

آن ہمہ طوفاناتِ غنودہ وجودی کہ بر مللِ اسلامیہ طاری و مستولی شدہ اکنون ہمہ کس حس کردہ و در اکثر ممالک قایدین ملت بعقل رساو فہم دراک قوم خود را پیش میردند اقبال نیز یکی ازین قائدین بشمار میرود کہ صدای پر سوزی برای ملت و قومش کا رصور اسرافیل را دادہ است۔<sup>۱۶</sup>

ترجمہ: ”جس قوم میں پستی اور قعرِ ذلالت سے اُبھرنے کی صلاحیت پیدا ہونے لگتی ہے تو سب سے پہلے اس میں خود اپنی تباہ حالت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور پھر اس بیدار شدہ

جماعت میں کوئی ایک فرد (جس میں سیادت و قیادت کی اہلیت ہوتی ہے) اس کا روانہ ساکت و صامت کو اپنی بانگِ در اسے صحیح جاوے پر سرگرم عمل و جستجو بناتا ہے۔

چنانچہ وہ سارا وجود اور خوابِ غفلت جو کہ مللِ اسلامیہ پر طاری تھا اب اس کا کافی احساس ہوتا جاتا ہے اور اکثر ممالک میں قائدین ملت اپنی عقلِ رسا سے کام لے کر اپنی قوم کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اقبال بھی انھی قائدین میں سے ایک ہیں جن کی درد بھری آواز نے قوم و ملت کے حق میں صورِ اسرافیل کا کام کیا ہے۔<sup>۱۷</sup>

اس کے بعد احمد علی درانی نے علامہ کا سنہٴ پیدائش ۱۸۷۰ء بمقام سیالکوٹ بتایا ہے<sup>۱۸</sup> جبکہ صدیق رھپو نے ۱۹۷۷ء میں علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کے سلسلے میں افغانستان و اقبال کو مرتب کیا جس میں اس مقالے کو بھی شامل کیا ہے۔ اس وقت تک طویل تحقیقات کے بعد متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ علامہ کی صحیح سنہٴ ولادت ۱۸۷۷ء ہے لہذا صدیق رھپو نے یہاں ۱۸۷۰ء کے بجائے علامہ کے سنہٴ ولادت ۱۸۷۷ء لکھا ہے۔<sup>۱۹</sup> جبکہ مجاز لکھنوی نے اس مقالے کے ترجمے میں علامہ کے سنہٴ ولادت ۱۸۷۶ء لکھا ہے۔<sup>۲۰</sup>

درانی نے علامہ کی پیدائش کا مژدہ علامہ کی زبانی ان کی اس رباعی سے تعبیر کیا ہے:

نعرہ زد عشق کہ خونین جگرے پیدا شد

حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

فطرت آشفقت کہ از خاک جہاں مجبور

خود گری خود شکنی خود نگری پیدا شد<sup>۲۱</sup>

علامہ کے آبا و اجداد کا تعلق کشمیر سے بتایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے علامہ کے درج

ذیل ابیات کا حوالہ دیا ہے:

سرت گردم اے ساقیٰ ماہِ سیما بیار از نیاگانِ ما یادِ گارے

از آن مے فشائِ قطرہٴ برکشیری کہ خاکسترش آفریند شرارے

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی برہمن زادہٴ رمزِ آشنائے روم و تہریز است

مقالے میں علامہ کے مختصر سوانحی تذکرہ کے بعد ان کی فکری تشکیل کے حوالے سے

بحث کی گئی ہے۔ آغازِ جوانی سے اردو اشعار کی طرف میلان اور علمی و روحانی گھرانے میں

پرورش کی بنا پر ان کے کلام<sup>۲۲</sup> پر معنویت کے غلبے کا تذکرہ کیا ہے۔ ابتدا میں فطرت سے گہرے اثرات قبول کر کے فطری مناظر سے متعلق منظومات لکھیں۔ اس کے بعد حسن و عشق کے دلدادہ ہوتے ہوئے کلام میں فلسفہ، تاریخ و الہیات جیسے دقیق موضوعات تک کے ارتقائی سفر کا ذکر کیا ہے۔ اقبال نے قیس اعشیٰ (ناہینا عرب شاعر) کی طرح ساکت شاعری کو کاروانِ ملت کے زوال کا باعث بنایا بلکہ ملت کو کارزارِ علم و عمل میں جدوجہد کی تلقین کی:

اقبال با مہرہائی فلسفہ تاریخ و الہیات شطارت و مہارتش را بر بساط سیاست چیدہ از یکسو درین عالم جدوجہد درین عرصہ کون و فساد درین فراختای تنازع للبقا و دریں میدان میدانِ تنگ و تاز با شاطران سیاسی و شیوا بیابانان ہم عصر و فیلسوفان باریک بین دست و گریبان است و از جانب دیگر ممکنات حیات را در اخلاق اللہ دیدہ بملت راہ راست اسلام را احدایت میکند۔

اقبال اضمحلال و سکون شاعری را کہ تنزل و حکم تنزل اقوام و امم را دردم در شکستہ کاروان ملت را مثل (قیس اعشیٰ) بہ کارزارِ علم و عمل و گیر و دار جدوجہد پیش میداند۔

بیا کہ غلغلہ در شہر دلبران گلنیم

جنون زندہ دلان ہرزہ گرد صحرائیست

مرید ہمت آن رہروم کہ پانگداشت

بجادۂ کہ در و کوہ و دشت و دریا نیست

ترجمہ: اقبال فلسفہ، تاریخ، الہیات اور سیاسیات سب میں کمال رکھتے ہیں اور اس لیے وہ ایک ہی وقت میں مدبر بھی ہیں، شاعر بھی ہیں اور فلسفی بھی لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے یعنی مذہبیات۔ چنانچہ علامہ موصوف مذہب اسلام کے بہت بڑے رہنما بھی ہیں۔

اقبال نے شاعری کے سکون و اضمحلال (کہ شاعری کا زوال در حقیقت اقوام کے زوال کا پیش خیمہ ہوتا ہے) کی بیخ کنی کر دی ہے اور کاروانِ ملت کو مثل قیس اعشیٰ کے جدوجہد اور علم و عمل کے میدان میں سرگرم کر دیا ہے۔<sup>۲۳</sup>

اقبال نہ مثل بعضی جادو نفسان سحر بیان کہ ملت شانرا از تاثیر کلام خود مست و مبہوت ساختہ، یک عالم حیات و یک جہان زندہ را (کہ عبارت از شور و شغف و زود خورد است بموت مطلق سکون و حیرت خانہ جنون بادل شکستگی و مظلومیت جو گمانہ آشنا ساختہ اند بودہ بل میخو اھد ہم

باب ہفتم: افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات

اں اثراتی را کہ تعلیم مسلک قناعت و توکل شعر ای متصوفین شرق و قادر الکلامان جادو رقم و سحر طرازان بہ تخلیقات نامکن الوصول خود ملت و قوم رادر ورطہ نگبت و فلاک بردہ اند بر کشیدہ بجادہ محرک اعتلار ہمنونی کند از ہمین جاست کہ گرمی سختش در مجاذخو ابیدہ کشاکش سعی و عمل و در عروق مجہد اقوام، تہوج حیات و شور اضطراد راجریان دادہ در مصاف زندگی یا قوت ارادی مستنیر میسازد۔<sup>۲۴</sup>

ترجمہ: اقبال بعض اس قسم کے شعر میں سے نہیں ہیں جنہوں نے اپنی جادو بیانی کو کام میں لا کر اپنی قوم کو محو حیرت تو بنادیا ہو مگر بجائے زندگی کی روح چھونکنے کے موت کی تعلیم دے دی ہو۔ چنانچہ وہ ان لوگوں کے خلاف ہیں جنہوں نے چند نامکن الوصول تخلیقات کی تخم ریزی کی ہے یا مثل صوفیان مشرق کے بیجا توکل و قناعت کی تلقین کی ہے۔ اس لیے کہ اس طرح قوم سعی و عمل کے راستے میں بھٹک جاتی ہے اور ادبار و پستی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔<sup>۲۵</sup>

حضرت علامہ نے ۱۹۱۶ء میں ایک مضمون بعنوان جمہوریت اسلام ذیو ایرا اخبار میں لکھا تھا جس میں انہوں نے نقتشے سے اس سلسلے میں اختلاف کرتے ہوئے یورپ کی جمہوریت کا بھی نقشہ پیش کیا تھا۔<sup>۲۶</sup>

جناب احمد علی خان درانی اپنے اس خیال کہ علامہ کے کلام میں جادو بیانی اور سحر انگیزی کے باوجود ملت کی بقائے دوام کے لیے صرف اور صرف جہد مسلسل کو انحطاط سکوت اور جمود سے نجات کا راستہ بتاتے ہیں کی تصدیق کے لیے علامہ کے اس مقالے کے اقتباس کا حوالہ دیا ہے جن سے جناب درانی<sup>۲۷</sup> کے احاطہ مطالعہ کا پتا چلتا ہے جو صرف کلام اقبال کے آثار تک محدود نہیں تھا بلکہ علامہ کے افکار سے آگاہی کے لیے وہ ان کی دیگر تحریرات کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔

جناب احمد علی خان نے مقالے میں جا بجا علامہ کے اشعار کے حوالے دیے ہیں جو تحریر کی مناسبت سے بہترین انتخاب کا مرقع ہیں۔

اقبال ملت را بہ نیشہای قلمی خود از نواقص نفاق و بی مرونی کہ مایہ کلبت و ادبار است آگاہ ساختہ ابواب بہ پند و نصائح را گاہ از زبان طبیعت و گاہ از زبان طیور و گاہ از زبان احرام فلکی باز مینماید چنانچہ حالت کلبت و فلاکت جہاں ساکن و صامت را از زبان مہ گیتی فروش بتنبیہات دہشتناکی پیرایہ ذیل رسم میکند۔



شورہ بوم از نیش کشر دم خار خار  
 صر صر او آتش دوزخ نژاد  
 آتش اندر هوا غلطیدہ  
 آتش از دود بیجان تلخ پوش  
 در کنارش مارها اندر ستیز  
 شعلہ اش گیرندہ چون کلب عقور  
 مور او اثر در گز و عقرب شکار  
 زورق ابلیس را باد مراد  
 شعلہ در شعلہ پیچیدہ  
 آتش تندر غمو دریا خروش  
 مارها یا کفچہ ہاے زھر ریز  
 ہولناک و زندہ سوز و مردہ نور

اے خدا چشم کبود و کور بہ

اے خدا این خاکدان بے نور بہ

ترجمہ: اقبال نے اپنے قلم کو ان نقائص سے جو قوم و ملت کے ادبار و پستی کا باعث ہوئے ہیں مثلاً نفاق و بے مروتی وغیرہ۔ باز رکھا ہے اور پند و نصائح کا باب کبھی تو بطور کی زبانی اور کبھی اجرام فلکی کی زبان سے کھول دیا ہے۔ چنانچہ ایک جہان ساکت و صامت کے ادبار و فلاکت کو وہ چاند کی زبانی چند دہشتناک تشبیہوں کے وسیلے سے حسب ذیل انداز میں پیش کرتے ہیں:<sup>۲۸</sup>

یہ امر باعث مسرت ہے کہ علامہ کی زندگی ہی میں علامہ کے عالمگیر اسلامی سیاسی نظریے کو پذیرائی ملی۔ معاصرین اقبال نے علامہ کی اس تڑپ کو محسوس کیا اور اس نظریہ کے ابلاغ و تشریح میں عالم اسلام کے گوشے گوشے سے آرا آنے لگیں۔ ملتِ افغان بھی اس نظریہ کے ادراک میں پیش پیش رہا۔ چنانچہ احمد علی خان نے اپنے مقالے میں اس فکری حوالے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

اقبال در اول نظر انحطاط عالم اسلام را حس کرد۔ پستی ملت زبونی قوم مصائب امت زوال مفاخر اسلامی و سکوت قائدین طلسم خاموشی را در ہم تنگست طبع خدادادی آہ ہائی سینہ سوز و نالہ ہای جاںگاہش را با حسن فصاحت و شور بلاغت بر بستہ (نخست بزبان ہند باز بہ آہنگ فارس) بمشرق رسانید۔

عشق پامال خرد گشت و جہان دیگر شد

بود آیا کہ مرا رخصت آہے بخشد<sup>۲۹</sup>

ترجمہ: اقبال نے ایک نظر میں اخطاط عالمِ اسلامی کا احساس کر لیا اور پستیِ ملت، زبونی قومِ مصائبِ امت، زوالِ مفاخرِ اسلامی اور قائدین کے مہرِ سکوت کو بھی توڑ دیا۔ ان کی خداداد طبیعت نے سینہ سوز آہوں اور جاں کاہ نالوں کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ پہلے اردو اور پھر فارسی کے ذریعے تمام مشرق میں پہنچا دیا۔<sup>۳۰</sup>

جنابِ درانی صرف اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ علامہ کے فکری درد و معنوی سوز کی مزید تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

در حقیقت نوادہای شعری اقبال جذبات زخم خوردہ جدون پرورش را، بشغل سینہ کاوی از اعماق دل بر فراز سخن بر آورده تانالہ ہای بیتابی کہ در جگر و داستانِ غم آلودی کہ در نظر دارد و انمودہ تمام عالمِ اسلامی را از نتائج نواقص امتیازِ ملت و وطن (یعنی قیود ملی و نہایت مکانی) آگاہ نماید و سمند تخیلی ایشان را بتازیانہ ہای عبرت از حدود جغرافیای رنگ و بو توحید مطلق و ذوق طلب رھسپار جاہدہ رفعت و منازل ارتقا و اعتلا بگرداند بنا برین خواہش دارد کہ افراد و اقوام پریشان در سلک واحد منسلک گردیدہ برائی تمام عالمِ اسلامی یک قلب مشترک پیدا آرید۔

قلب ما از ہند و روم و شام نیست      مرزوم او بجز اسلام نیست  
گردشے باید کہ گردون از ضمیر روزگار      دوش من باز آرد اندر کسوت فردائے من  
گر تو مینواہی مسلمان زیستن      نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن  
دل بہ سلمائے عرب باید سپرد؟      تادم صبح حجاز از شام گرد  
اندکے از گرمی صحرا بخور      بادۂ دیرینہ از خرما بخور<sup>۳۱</sup>

ترجمہ: اقبال نے نالہ ہائے بیتاب کو جو جگر میں رکے ہوئے تھے آزاد کر دیا اور اس داستانِ غم کو جو نظروں سے پوشیدہ تھی نمایاں کر دیا۔ انھوں نے عالمِ اسلامی کو امتیازِ ملت و وطن کے نقائص اور ان کے نتائج سے متنبہ کیا۔ اقبال حدود جغرافیائی اور امتیازِ رنگ و نسل کو ذوقِ طلب، توحیدِ مطلق اور نیز مہذبِ اسلام کے ارتقا میں رکاوٹ پاتے ہیں اور اس بنا پر خواہش کرتے ہیں کہ تمام افراد و اقوام پریشان کو ایک ہی سلک میں منسلک ہونا چاہیے اور تمام عالمِ اسلامی کے لیے ایک ہی قلبِ مشترک ہونا چاہیے۔<sup>۳۲</sup>

مقالے میں جا بجا علامہ کے اردو اشعار کا منظوم فارسی ترجمہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے مثلاً:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا  
 لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا<sup>۳۳</sup>  
 کا منظوم فارسی ترجمہ یوں کیا ہے:

بخوان از بر صداقت را عدالت را شجاعت را  
 کہ عالم بازمی گیرد ز تو کار امامت را<sup>۳۴</sup>  
 اس مقالے کی تحریر تک جاوید نامہ علامہ کی تازہ ترین شائع شدہ تصنیف تھی۔  
 جناب درانی لکھتے ہیں:

تذکرہ جمیل (جاوید نامہ) کہ تازہ ترین تصنیف و آخرین اثر علامہ اقبال است در نظر  
 داشتیم تحت (تقریظ و انتقاد) بیاوریم ولی نظر بلزوم تذکرہ آں درین مقالہ بی مناسب نحو اھد بود  
 اگر یک نگاہ سرسری بہ آں معطوف شدہ در قید نگارش بیاید۔<sup>۳۵</sup>

اس کے بعد جاوید نامہ پر مختصر تقریظ لکھی ہے۔ اس تقریظ میں جاوید نامہ کے  
 مختلف مشمولات کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے جبکہ مجاز لکھنوی کے ترجمہ شدہ مقالے میں یہ  
 حصہ شامل نہیں ہے اور مجلہ کابل کے علاوہ صدیق رھپو کی افغانستان و اقبال میں یہ  
 پوری تقریظ شامل ہے۔

درانی کا یہ مقالہ مجلہ کابل کے مئی جون ۱۹۳۸ء کے شمارے میں دوبارہ شائع ہوا  
 ہے جبکہ اس بار مقالے کا اختتام جاوید نامہ کی تقریظ کے بجائے علامہ کی بیماری اور سفر  
 آخرت کے احوال پر ہوا ہے۔<sup>۳۶</sup>

مقالہ نمبر ۴:

## تنزل و انحطاط اسلام

از محمد سکندر خان

۱۹۳۲ء میں مجلہ کابل کی جانب سے ”انحطاط اسلام“ کے موضوع پر ایک تحریری  
 مقابلہ ہوا تھا جس کے تحت پہلے مرحلے میں دو قضاوند کو اول و دوم آنے پر انعامات دیے گئے

تھے۔ دوسرے مرحلے پر نثر میں لکھی گئی تحریرات کو شامل مقابلہ کیا گیا جس میں پہلے انعام کے حقدار محمد سکندر خان معلم دارالمعلمین کابل اور دوسرے کا آقائے رجب علی خان معلم مکتب حبیبیہ کابل کو ٹھہرایا گیا تھا۔

مجلہ کابل نے دسمبر ۱۹۳۲ء میں جناب محمد سکندر خان کا مقالہ ”تنزل و انحطاط اسلام“ کو پورے اہتمام اور ان کی تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ یہ مقالہ اگرچہ عنوان کے لحاظ سے براہ راست تو علامہ اقبال سے متعلق نہیں ہے۔ لیکن معنوی اور موضوعی لحاظ سے علامہ کے فکری و معنوی احساسات کا آئینہ دار ہے۔ اس مقالے کو یہاں افغانستان میں مقالات اقبال کے مباحث میں شامل کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس مقالے میں علامہ کے دیے گئے اشعار کی بنا پر ۱۹۳۲ء تک افغانستان میں اقبال شناسی کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک افغانستان میں علامہ کے افکار کو کتنی پذیرائی حاصل تھی اور شاید انھی قوی دلائل کی بنیاد پر اس مقالے کو اول انعام کا حقدار ٹھہرایا گیا تھا۔

اس مقالے کی ابتدا میں مسلمانوں کی مجموعی بد حالی، انحطاط اور زبوں حالی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے مضمرات اور علل و اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ جہالت جبکہ ایک اور وجہ مسلمان ممالک کا طرز حکومت بتائی گئی ہے جن میں طرز شوریائی کے بجائے غیر شوریائی نظام رائج ہے۔ اسی بنا پر وہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے روگردانی کی وجہ سے وہ ممالک پر آگندگی کے شکار ہیں اور وہاں عزت، غیرت، نافع اخلاق، اعمال صالحہ وغیرہ کا فقدان اور جہالت، افلاس، عادات قبیحہ کی فراوانی ہے۔ جناب سکندر خان لکھتے ہیں:

باید دانست کہ تعلیمات و اصول قرآنی تاہنوز ہچکچاہ غلط و غیر صحیح ثابت بالعکس در صحت قول و آیات قرآنی بسی شواہد و ثبوتہا وجود دارد لہذا الزام است اسلامیان من حیث القوم حالت موجودہ خود را بر مضامین و حکام قرآنی کی محک ہدایت است تحقیق و تفتیش نمایند کہ آیا سنجیہ مسلمانان بحیثیت عمومی مطابق از اسلامیہ هست یا تغیر یافته یا تعلیمات قرآنی مناسبتی ندارد؟

قرآن شریف مسلمانان را سخ العقیدہ، رانمرودہ سلطنت و حکومت مفتخر گردانیدہ است صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ مسلمانان ثابت قدم و اعمال شان موافق محک قرآنی بودہ حکومت..... ترین و بزرگترین رادر عالم دارا بودند بعد از صحابہ کرام ہر قدر کہ مسلمین از

تعلیم قرآنی غفلت نمودند بہمان اندازہ در حکومت و ترقی دینیو شان ضعف پدید آمدہ او عزت و اقبال شان زوال پذیر گردید و ذلت و ادبار در تجسس مسلمانان بودہ بر ایشان استیلا یافت تاریخ سیزدہ و بیستم صد سال برین مقال شاہد است کہ اسلامیان از منہ مختلفہ ہنگامیکہ برخلاف او امر اسلامی اقداماتی بموہ اند بر ایشان کامیابی ندادہ است۔<sup>۳۷</sup>

اس کے بعد محمد سکندر خان نے نامور اسلامی سکالر سید جمال الدین افغانی کے افکار کی طرف توجہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

فیلسوف شہیرہ جمال الدین افغانی کہ نہ صرف عالم متبحر بلکہ از ما بعد شرق بحساب میرفت در رسالہ رد نیچریت علت منزل اسلام را ضعف عقائد قرار دادہ و چنین اظہار داشتہ ”چوں آداب و اخلاق و دیانت محمدیہ از غالب نفوس مسلمانان بلبرہ زایل نشدہ لہذا ہر نوع کوشش بعد از سالہای دراز اراضی شامیہ از دست (صلیبیوں) گرفتہ چنگیزیان را بشرف اسلام مشرف کردند و لیکن نتواند کہ ان ضعف را بکلی زائل سازند و آن سلط و قوۃ خود را اعادہ نمایند زیرا آن نتیجہ آن عقائد حقہ و خصال پسندیدہ بودہ و بعد از تفرق فساد اعادہ آل عقاید متصر و ازین است کہ ارباب تاریخ ابتدائی انحطاط مسلمانان را از محاربہ صلیب میگیرند کہ آغاز ضعف مسلمانان و تفرق آنہا را از شروع آن تعلیمات فاسدہ ارادتہ بگیرند۔<sup>۳۸</sup>

اپنے انھی دلائل کے اثبات میں محمد سکندر خان نے حضرت علامہ کے آیات کا حوالہ دیا ہے اور ساتھ ہی حضرت علامہ کو ترجمان حقیقت کے خطاب سے یاد کیا ہے:

”داکتر اقبال کہ ترجمان حقیقت است چین مینویسد۔

تا ز اندام تو آید بوے جان	لا الہ گوئی؟ بگو از روئے جان
دیدہ ام این سوز را در کوہ و کہ	مہر و ماہ گردد ز سوز لا الہ
لا الہ جز تیغ بے زہار نیست	این دو حرف لا الہ گفتار نیست
ہم متاع خانہ و ہم خانہ سوخت	با پیشینے دین و ملت را فروخت
نازبا اندر نیازش بود و نیست	لا الہ اندر نمازش بود و نیست
جلوہ در کائنات او نماند	نور در صوم و صلوۃ او نماند
فتنہ او حُب جان و ترس مرگ	آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ

رفت از او آن مستی و ذوق و سرور      دین او اندر کتاب و او بگور  
 تاجہاد و حج نماںد از واجبات      رفت جان از پیکر صوم و صلوات  
 روح چون رفت از صلوة و از صیام      فرد ناہموار و ملت بے نظام  
 سینہ با از گرمی قرآن تہی      از چین مردان چہ امید ہی  
 از خودی مرد مسلمان در گذشت

اے خضر دستی کہ آب از سرگذشت<sup>۳۹</sup>

اس مقالے میں جا بجا مختلف فارسی اشعار کے حوالے دیے گئے ہیں جبکہ سید جمال الدین افغانی کا ایک اور اقتباس نقل کرنے سے پہلے انھیں رئیس الاحرار کا خطاب دیا گیا ہے۔ جمال الدین افغانی اور حضرت علامہ کے افکار کی مطابقت کے حوالے سے اگر ایک طرف علامہ کے اشعار کے حوالے دیے ہیں اور دوسری طرف افغانی کے افکار کے حوالے دیے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر ۵:

## تقریظ بر مسافر

از سرور خان گویا

۲۱ / اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۳۳ء حضرت علامہ اور ان کے ہمسفر حضرات: اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر افغانستان میں تعلیمی نظام کی مشاورت کے سلسلے میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر سید سلیمان ندوی نے اردو نثر میں سیر افغانستان قلمبند کی۔ جبکہ حضرت علامہ نے فارسی میں مثنوی مسافر تحریر کر کے طبع کرائی۔

مجلہ کابل کے دسمبر ۱۹۳۴ء کے شمارے میں حضرت علامہ کی مثنوی ”مسافر“ پر تقریظ شائع ہوئی۔ مجلہ میں تقریظ انجمن کی جانب سے دی گئی ہے جبکہ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے اس تقریظ کے نگارندہ کو سرور خان گویا لکھا ہے۔<sup>۴۰</sup>

یہاں اس تقریظ کے مشمولات پر بحث مقصود ہے۔ تقریظ کا آغاز یوں ہوتا ہے:

آخریں اثر نفیس ستارہ درخشان ہند و فاضل شہیر مشرق جناب علامہ دکتور سر محمد اقبال است کہ احساسات حقیقی جنابش رانست بجمبت عالم اسلام و رقت و افسوسیکہ راجح بتز قیات و عظمت از دست رفتہ کشور اسلامی داشتہ و امیدها و آمالیکہ مخصوصا برای استقبال مشعشہ داین خاک پاک اسلامی دارند۔ جناب شانزاد ادار ساختہ در ضمن مسافرت مختصر یکہ چندی قبل با افغانستان فرمودہ بودند انرا در حد و چند صد بیت بر شہیر نظم کشیدن اند۔

اقبال بزرگ اقبال سخن ور اقبال اسلام پرست رانہ تنہا ما از سبب اتشاد این رسالہ کہ از تحریک وجدان پاک و عواطف سرشار و احساس صادقانہ و شریفانہ کہ خاصہ آنمرد بزرگ بودہ و راجح بکشور و زما داران لائق ماسرودہ اند تجہید میکنیم، بلکہ مقام و منزلت اقبال در مشرق امروزی خاصہ دنیای اسلام بچو آفتاب روشن است ہ نور و فیوضات حضرتش ہمہ مشرقیان رامستیز و مستفید میگرداند۔<sup>۴۱</sup>

ترجمہ: (مسافر) ہندوستان کے تابندہ ستارے اور مشرق کے مشہور فاضل علامہ دکتور سر محمد اقبال کا عمدہ اثر ہے جو عالم اسلام کی عظمت رفتہ، ملت اسلامیہ کے ممالک کی مجموعی شان و شوکت، امید و توقعات سے متعلق علامہ کے حقیقی جذبات کا آئینہ دار ہے۔ مملکت افغانستان کی شان و شوکت اور مستقبل کے حوالے سے یہ وہ چند سوا شعرا ہیں جو آپ نے کچھ عرصہ قبل سفر افغانستان کے دوران لکھے تھے۔ محمد اقبال، عظیم اقبال، شاعر اقبال اور اسلام دوست کے نہ صرف ہم اس رسالے کے بہت شکر گزار ہیں جو ان کی اپنی ضمیر اور پاک، صادقانہ، شریفانہ احساسات اور جذبات کا آئینہ دار ہے جو ہمارے مملکت اور ارباب اختیار کے لیے بیان فرمائے بلکہ اقبال کا مقام اور مرتبہ آج کل مشرق میں بالعموم اور دنیائے اسلام میں بالخصوص اس آفتاب کی مانند ہے جس کے نور فیوضات سے اہلیان مشرق پوری طرح مستفید ہو رہے ہیں۔

اس تقریظ میں گویا نے علامہ کو سعدی، حافظ، مولوی و بیدل کی قطار میں کھڑا کیا ہے: امروز اگر ادبائی عالی مقامی از قبیل سعدی، حافظ، مولوی، بیدل آفتاب های بزرگی از افق کشور اسلام انول نمودہ اند ملل اسلام می باید بوجود اقبال خود را مسلکی سازند اقبال امروز سخن را جان و حیات تازہ بخشیدہ و آنہمہ ہدایات اخلاقی و اجتماعی کہ مقرون بعرفہ امروزہ ملل اسلام

بودہ و ایراد آل بہر واعظ و ناطق و سخن سنجی مشکل است، آفتابِ بکمال مہارت و تردستی توالب سخن یعنی سخن روح دار پر مغز، سخن مطبوع سخن موثر و جان پرور را نہہ و آمادہ میناید۔<sup>۴۲</sup>

ترجمہ: آج اگرچہ نامور ہستیاں جیسے سعدی، حافظ، مولوی اور بیدل اسلامی ممالک کے افق پر روشن آفتاب کی طرح چمکتی نظر آتی ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کو اقبال کے وجود سے بھی استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اقبال نے آج کے دور میں شاعری کو تازہ روح اور زندگی بخشی اور ان تمام اخلاقی اور معاشرتی عوامل کی جن سے اسلامی امہ دوچار ہے نشانہ ہی کی ان کی اصلاح اگرچہ مشکل ہے لیکن اقبال نے انتہائی مہارت کے ساتھ ان مواعظ کو شاعری کے قالب میں ڈھالا۔ شاعری کو روح مغز اور اثر عطا فرمایا۔

اس تقریظ میں علامہ کی شخصیت کی آفاقیت کی نشانہ ہی کی گئی ہے جس کی بنا پر انھیں عالمگیر شہرت نصیب ہوئی:

یکی از فضائل عمدہ و زرک علامہ مدوح کہ مارا بہد حش بی اختیار می نماید اینست کہ وی فضل و استعداد خود را مخصوص ہند نساختہ بلکہ از جملہ فضلا و خدام بین المللی اسلامی بشمار میرود۔ این فاضل شہیر یک شورش حقیقی ہموارہ برائی سعادت گذشتہ و از دست رفتہ عالم اسلام داشتہ وہ تمام قوام موجودیت خود در محدود رہنموائی و سنجیاں چارہ ہاہ برای عودت ترقی و عظمت اسلام می باشد۔<sup>۴۳</sup>

ترجمہ: علامہ کا ایک بڑا اور واضح وصف یہ ہے جس کی بنیاد پر ہم بے اختیار ان کی مدح کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے اپنی سعی و استعداد کو ہندوستان کے لیے مخصوص نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو بین الاقوامی طور پر اسلامی فضلا اور خادمین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اس معروف فاضل نے ماضی میں عالم اسلام کی سعادت رفتہ کی بازیابی کے لیے ایک راہ متعین فرمائی اور اپنی تمام تر سعی مسلمانوں کی آئندہ ترقی اور اسلامی عظمت کے لیے وقف کی ہے۔ تقریظ کے آخر میں علامہ کی درازی عمر کے لیے دعا کی گئی ہے۔ ان کی عظیم شخصیت کے لیے احترامات و تشکرات بجالائے گئے ہیں اور اختتام پر مسافر کا انتخاب شائع کیا ہے۔



اس انتخاب میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے توصیفی ابیات، مسافر وارد می شود بہ شہر کابل و حاضر میشود بحضورت اعلیٰ حضرت شہید، برمر از شہنشاہ باید خلا آشیان بر مزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمہ موسس ملت افغانیہ، پیش کیے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر ۶:

## وفات اقبال شاعر و فیلسوف شہیر

از سید قاسم رشتیا

حضرت علامہ کی وفات کی مناسبت سے مجلہ کابل کا تعزیتی مقالہ جو مجلے کے خصوصی اقبال نمبر مئی جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ اس مقالے میں کابل میں منعقدہ پہلی تعزیتی کانفرنس کا حوالہ بھی ہے جو حضرت علامہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے علامہ کی وفات کے صرف ایک ہفتے بعد منعقد ہوا تھا۔<sup>۴۴</sup>

اس مقالے کے مشمولات (متن مع ترجمہ) کو مقالہ لُڈا کے باب چہارم ”افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقا“ کے ضمنی عنوان پہلا دور ۲۲/ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء میں شامل کیا گیا ہے۔ یہاں مزید اس مقالے کے مشمولات کا ذکر باعثِ طوالت و تکرار ہو گا۔

مقالہ نمبر ۷:

## اقبال و افغانستان

از غلام جیلانی اعظمی

حضرت علامہ کی وفات کے آٹھویں روز کابل میں جو تعزیتی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات میں سے ایک مقالہ غلام جیلانی اعظمی کا مقالہ ”اقبال و افغانستان“ ہے جس کو بعد میں مجلہ کابل نے مئی جون ۱۹۳۸ء کے خصوصی اقبال نمبر میں شائع کیا۔

اس مقالے میں اقبال کی افغانستان کے ساتھ عمومی محبت اور مراسم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مقالے کے آغاز میں علامہ کی عالمگیر شخصیت بالخصوص مشرق میں ان کی محبوبیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعد میں جب افغانستان نے غازی امان اللہ خان کی سربراہی میں باقاعدہ طور پر اعلانِ استقلال کیا تو اس تاریخی کارنامے پر علامہ کے اظہارِ مسرت و شادمانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

موقعیکہ افغانستان تحصیلِ استقلال خود موفق گردید اقبال خود را غرق یک عالم سرور و افتخارات دید و بایک جہان مسرت و ابہتاج محافل متعدد شادمانی در منزل خود ترتیب میداد و بدوستان خود از موفقیت افغانستان تبریک میگفت و ہر جا افغانی را مصداق میشد چون جان عزیز در بر گرفتہ صمیمانہ و احترام کارانہ از وی پذیرائی می نمود۔<sup>۴۵</sup>

ترجمہ: افغانستان کے حصولِ استقلال پر علامہ اقبال بے حد خوش اور پرافتخار تھے۔ انتہائی دلی جوش و مسرت سے اپنے گھر پر کئی محافل کا انعقاد کیا تھا اور اپنے احباب کو افغانستان کے استقلال پر مبارکباد پیش کی اور جہاں کہیں بھی کسی افغان سے ملے تو نہایت خلوص و احترام کے ساتھ ان کی پذیرائی کی۔

اعظمی لکھتے ہیں:

کسانیکہ از عواطف ذاتی و احساسات فطری اقبال نسبت بہ افغانستان واقف نبودند تصوری کردند کہ اقبال بلبلی است کہ از شاخسار گلشن افغانستان پرواز نموده و در چمن ہند رحل اقامت افگندہ و این ہمہ تمایل و تپائش او نسبت با افغانستان باشی از علایق ذاتی و وحدت عرق و خون ملی است آری افکار نفیس و احساسات نجیب اقبال وی را در نظر یک افغان ہم جز افغان جلوہ نمیداد۔<sup>۴۶</sup>

ترجمہ: وہ لوگ جو افغانستان سے علامہ کی ذاتی دلچسپی اور فطری احساسات سے واقف نہیں وہ تصور کرتے ہیں کہ اقبال ایک بلبلی ہے جو گلشنِ افغانستان کے شاخسار سے پرواز کر کے چمن ہند میں اقامت پذیر ہوا ہے۔ افغانستان سے ان کی تمام ذاتی تعلقات و دلچسپیوں کا باعث ان کی قومی فکر و وحدت ہے۔ یقیناً علامہ کے نفیس ذاتی افکار اور بلند احساسات ایک افغان کی نگاہ میں افغانی جلوہ کی حد سے باہر نہیں۔

اعظمی نے تو علامہ کی فارسی شاعری کا سبب ان کے افغانستان سے عشق کو قرار دیا ہے:

اقبال در آثار قیمت داریکہ بہ زبان فارسی دارد غالباً از اظہار این عشق و علاقہ مندی نسبت بہ افغانستان خود داری توانستہ چنانچہ در اثر معروف خود پیام مشرق شہامت افغانان راستایش نمودہ میفرماید۔

ملتِ آوارہ کوه و دمن در رگ او خون شیراں موج زن  
زیرک و روئین تن و روشن جبین چشم او چون جره بازاں تیز بین  
گذر مویستی افغان را باین طور میتاید:

بسی گذشت کہ در انتظار زخمہ وریست

چہ نغمہ ہا کہ نہ خون شد بہ ساز افغانی

و در جایِ علاق سرشار خود را بہ ممالک اسلامیہ شرقی نشان دادہ میفرماید:

اگرچہ زادہ ہندم فروغِ چشم من است

ز خاکِ پاک بخارا و کابل و تبریز<sup>۴۷</sup>

اعظمی نے افغانستان کے استقلال پر علامہ کی دائمی مسرت کا ذکر آگے بڑھاتے ہوئے جاوید نامہ میں سید جمال الدین افغانی و سعید حلیم پاشاہ کے فلک عطار پر پورے مکالمے کو مقالے کی زینت بنایا ہے۔ افغانستان میں ستوی انقلاب پر علامہ کی رنجیدگی کی طرف بھی مقالے میں اشارہ کیا گیا ہے۔

موقعیکہ افغانستان در سال ۱۳۰۷ چار نفاق داخلی و گرفتار شورش خانگی گردید اقبال با پر وبال شکستہ در زاویہ آشیانہ خویش باحال پر از حزن و ملال پسر میبرد۔ وہ مصیبت افغانستان اشک حسرت می بارید، در طول آن مدت بدبختی ہر افغانیکہ اقبال را در ہند ملاقات کردہ وی را جز بحال حزن و غمگین و ریختن سیلاب اشک نہ دیدہ۔<sup>۴۸</sup>

ترجمہ: جب ۱۳۰۷ھ میں افغانستان داخلی خانہ جنگی کا شکار ہوا اقبال نے شکستہ بال و پر اور حزن و ملال سے اپنے آشیانہ کی طرف معنویت سے بھرپور سفر کیا۔ افغانستان کی مصیبت پر حسرت سے آنسو بہائے۔ اس دوران ہندوستان میں جو افغان علامہ سے ملا انھیں رنج، افسوس، غم اور آنسوؤں کے بغیر نہیں پایا۔

اعظمی کے مطابق اس دوران اقبال پوری مستعدی سے افغانستان کی امداد کے لیے سرگرم عمل رہے اور اپنے ہم وطنوں کے ایک بڑے گروہ سے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے چندہ اکٹھا کیا۔ مقالے میں افغانستان کے ستوی انقلاب کی دربدری کے دوران ایک طرف علامہ کے حزن و الم اور دوسری طرف اس ملک کی امداد اور تعاون کے پروگرام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس دوران انھیں دوبارہ افغانستان میں اپنے ایک محبوب دوست اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے افغانستان آنے اور ستوی انقلاب کے سقوط کا اثر دہ سنا یا جاتا ہے۔

پس از غایلیہ مصیبت افغانستان و نجات آن بدست حق پرست اعلیٰ حضرت شہر یار شہید اقبال نشاط تازہ پیدا کردہ دوبارہ بچمن کامرانی پروبال گشود نظر بانیکہ تحصیل استقلال وطن و بالآخر، نجات آن از اختلافات و خونریزی های داخلی بعزم مردانہ و شمشیر دلاور اند اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید صورت گرفتہ۔<sup>۴۹</sup>

افغانستان میں مصیبت سے نجات کے بعد عنانِ حکومت اعلیٰ حضرت محمد نادر خان غازی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اقبال نشاط تازہ پیدا کر کے دوبارہ چمن کامرانی کی طرف بال و پر کو پرواز کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔

اقبال اپنی ایک تصویر کے ساتھ ۱۳۱۲ھ ش میں مجلہ کابل کے لیے چند اشعار ارسال کرتے ہیں:

صبا بگوی بافغان کو ہسار از من      بمنزلے رسد آن ملتیکہ خود نگر است  
مرید پیر خراباتیان خود بین باش      نگاہ او ز عقاب گرسنہ تیز تر است  
ضمیر تست کہ نقش زمانہ تو کشد      نہ حرکتی فلک است زین نہ گردش قمر است  
دگر بہ سلسلہ کو ہسار خود بنگر      کہ تو کلیسی و صبح تجلی دیگر است۔<sup>۵۰</sup>

اعظمی دعویٰ کرتے ہیں کہ علامہ اقبال نے خود افغانستان آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا جس کے بعد انھیں افغان حکومت کی طرف سے دعوت دی گئی:

اقبال کہ قلب اور شورش خانمان پر اند از سال ۱۳۰۷ھ ش افغانستان خیلی خستہ و متاثر شدہ بود۔ پس از رفع آن بد بختی خواست تايک بار سعادت مابعد افغانستان را بچشم خود دیدہ و بزیارت نجات بخشندہ آن شہر بزیارت نجات بخشند، آن شہر یار شہید مشرف شود لہذا این

عشق و آرزو از چندی بود کہ در کانون دماغ اقبال روشن شدہ وبدستان و ارادت مند ان افغان خود ہر وقت اظہاری نمود۔

حکومت متبوع ماکہ از ارادہ مسافرت اقبال ملتفت شد مقدم اور گرامی دانستہ بہ آمدن افغانستان دعوتش فرمود آن مرحوم بلا درنگ کمال میل قلبی باد و نفر فضلاء نامور ہندی رفتاری خود علامہ سید سلیمان ندوی و فاضل مغفور سر راس مسود از طریق پشاور و جلال آباد وارد کابل گردید۔<sup>۵۱</sup>

ترجمہ: ۱۳۰۷ھ میں افغانستان کی شورش و بربادی کا اقبال کو دلی صدمہ ہوا تھا۔ لیکن ان بد بختوں کے بعد علامہ کو خواہش ہوئی کہ ایک بار اپنی آنکھوں سے افغانستان کی سعادت کا نظارہ کر سکیں۔ شہریار شہید سے مشرف ملاقات حاصل کریں لہذا ابھی عشق و آرزو علامہ کے ذہن و دماغ پر حاوی رہی اور اس کا تذکرہ اپنے افغانی ارادت مندوں اور دوستوں سے کرتے رہے۔

چنانچہ ہماری حکومت کو علامہ کی اس خواہش کا پتا چلا اور انھیں افغانستان آنے کی باضابطہ دعوت دی جو انھوں نے بلا توقف قبول فرمائی اور اپنے دو ساتھیوں علامہ سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ساتھ پشاور کے راستے جلال آباد و کابل تشریف لائے۔ مقالے کا اختتام علامہ کی انجمن ادبی کابل کی ضیافت میں تقریر کے حوالے پر ہوا ہے۔

مقالہ نمبر ۸:

## اقبال (آریانا دائرۃ المعارف)

از عبد الرزاق فراہی

افغان انسائیکلو پیڈیا ”آریانا دائرۃ المعارف“ کے لیے حضرت علامہ سے متعلق یہ مقالہ عبد الرزاق فراہی کا تحریر کردہ ہے جو پہلے آریانا دائرۃ المعارف کے فارسی ایڈیشن اسد ۱۳۳۵ھ ش<sup>۵۲</sup> میں شائع ہوا اور بعد میں دائرۃ المعارف کے پشتو ایڈیشن جو ۱۳۳۷ھ ش میں شائع ہوا۔

انسائیکلو پیڈیا کے اصولوں کے تحت سب سے پہلے علامہ کا سوانحی تذکرہ کیا گیا ہے جس کے تحت علامہ کا سنہ ولادت ۱۲۹۴ھ ق / ۱۲۵۴ھ ش / ۱۸۷۵ء لکھا گیا ہے۔<sup>۵۳</sup>

علامہ کے حصولِ علم کے مختلف مراحل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علامہ کا سفر افغانستان نومبر ۱۹۲۳ء میں بتایا گیا ہے جو کہ طبعی غلطی ہے۔ علامہ نے افغانستان کا یہ سفر اکتوبر نومبر ۱۹۳۳ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد آپ کے بعض فکری گوشوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس کے مطابق آپ اسلام اور مسلمانوں کے دلدادہ تھے:

داکتر اقبال یومتدین سپری وو او د اسلام او اسلامیانو سرہ ی ډیره مینه لرله۔ د شرقی ملتونو سرہ یی ہم علاقہ وه۔ د شرقی هیوادونو د شاتہ بیرته پاتی کیدلو په وجه ډیر غمجن وو۔ اوله دې له امله یی هڅه کول او مخصوصا د اسلام د خورای او مخ په شا او نتلی توب په حال یی ډیر ژړل لکه چې ده په خپل یوه اثر په نامه د "ارمغانِ حجاز" د اسلام دستر مشرپه دربار کې ویر او فغان کړی دی۔

مسلمان فاقہ مست وژنده پوش است زکارش جبریل اندر خروش است  
بیا نقش دیگر ملت بریزیم کہ این ملت جہاں را بار دوش است<sup>۵۴</sup>

ترجمہ: اقبال ایک سچی شخصیت کے مالک تھے۔ اسلام اور مسلمانوں سے نہایت محبت کرتے تھے۔ مشرقی ملتوں سے ان کی دلچسپی اور مشرقی ممالک کی پسماندگی کا انھیں از حد افسوس تھا۔ اسلام کے تنزل اور مسائل کی وجہ سے ہمیشہ افسردہ رہتے تھے اور انھی حسرتوں کا اظہار انھوں نے اپنی ایک تصنیف "ارمغانِ حجاز" میں کیا ہے۔

اقبال نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ سیاسی حوالے سے علامہ کی شخصیت سے متعلق قائد اعظم محمد علی جناح کا قول بھی نقل کیا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں سر آغا خان کی سربراہی میں علامہ کے اس کانفرنس کے صدر منتخب ہونے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

علامہ نے نظریہ پاکستان پیش کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک جدا مملکت کا تصور پیش کیا۔ علامہ افغانستان سے بھی محبت کرتے تھے۔ چنانچہ پیامِ مشرق میں احمد شاہ بابا کو افغان ملت کا مؤسس اور افغان ملت کو ایشیا کا دل قرار دیا ہے:

آسیا یک پیکر آب و گل است ملت افغان در آں پیکر دل است

از فساد او فساد آسیا در کشادِ او کشاد آسیا  
تا دل آزاد است آزاد است تن ورنہ کاہی در رہ باد است تن<sup>۵۵</sup>

آریانا دائرۃ المعارف علامہ کے موت کا سبب ملتِ اسلامی کا غم گردانے ہیں۔ اور لکھتے ہیں:  
دہغہ خفگان او تأثر لاملہ چہی د داکتر اقبال د مشرق او پہ تیرہ د عالم اسلام د  
بیرتہ پاتہ کیدو پہ کنبہی درد لرو پہ آخر عمر کنبہی ورتہ ضعف پیدا شو او  
مخصوصاً پہ ۱۹۳۴ کال کنبہی ناجورولو ورتہ مخہ او کپہ۔ اور ورخ پہ ورخ یی  
ناروغی ۳۰ پریدلہ خوچہی د ۱۹۳۸ اپریل پہ ۱۳۱۷۵۲۱ ہ ش د ثورلہ ۲ سرہ سم ۱۳۵۷ ہ ق د  
سہار پہ پینخہ نیمی بچود کلہی ساہ بندی۔ پہ اثر پہ ۶۲ کلنی کنبہی وفات شو۔<sup>۵۶</sup>

ترجمہ: اس پریشانی اور تاثر کی وجہ سے جو حضرت علامہ کو مشرق اور بالخصوص عالم اسلام کے  
پسماندگی سے ان کو لاحق تھی آخر عمر میں اقبال کے لیے باعثِ ضعف ثابت ہوا۔ اور خصوصاً  
۱۹۳۲ء میں صحت گرنے لگی۔ دن بدن بیماری شدت اختیار کرتی رہی اور ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء  
برطانیہ ۲ ٹور ۱۳۱۷۵۲۱ ہ ش / ۱۳۵۷ ہ ق صبح ساڑھے پانچ بجے وفات پائی۔

مقالے میں علامہ کی تصانیف کا ذکر سنہ اشاعت کی ترتیب سے لیا گیا ہے۔ تصانیفِ  
اقبال کی تفصیل کے بعد علامہ کے چند فکری جہتوں پر مباحث موجود ہیں۔

### ۱- اقبال کے فلسفیانہ افکار:

اس ضمنی عنوان کے تحت علامہ کے فلسفیانہ افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ برصغیر جو انگریز  
استعمار کے زیر تسلط رہا تھا اور جہاں کے افکار بھی غلامانہ ہو چکے تھے، اسی میں ایک مردِ خود  
آگاہ نے صد ابلند کی۔

اے ہمالہ اے اٹک اے رود گنگ زلیستن تا کے چنان بے آب و رنگ  
شرق و غرب آزاد و مانچیر غیر خشت ما سرمایہ تعمیر غیر  
زندگانی بر مراد دیگران جاویدان مرگ است نے خواب گراں<sup>۵۷</sup>  
اقبال نے اگرچہ یورپی فلسفہ پڑھا تھا لیکن اس فلسفے سے بیزار ہو کر اسلامی فلسفے کے

پرچار کا درس دیتے رہے۔

مے از میخانہ مغرب چشیدم بجان من کہ درد سر خریدم  
نشستم بانکویاں فرنگی از آن بے سود تر روزے ندیدم<sup>۵۸</sup>

اس بحث میں ایک اور مقام پر مغربی تہذیب پر علامہ لطیف کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

علم اشیا خاک مارا کیمیاست      آہ در افرنگ تاثیرش جداست  
عقل و فکرش بے عیار خوب وزشت      چشم او بے نم دل او سنگ و خشت  
آہ از افرنگ و از آئین او      آہ از اندیشہ لا دین او<sup>۵۹</sup>  
مغربی طرز معاشرت و انداز فکر پر انتقادات کے بعد مقالے میں تصوف اور اسلامی تصوف اور ان سے اقبال کے تعلق پر ایک طویل بحث ہے۔ روح کی حقیقت، انسانی حیات، فلسفہ موت اور اس موضوع سے متعلق ان کی اسرار و رموز کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اقبال پتہ خولہ او چیتیا د قام مرگ بولی پہ ہغہ اولس کنبی چہ تبلیغ او موعظت نہ وی ہغہ قام ددہ پہ نظر کنبی دمرگ سرہ مخامخ دی خہ زنگہ چہ اقبال د مولتی روم پہ ژبہ خان تہ داسی وائی:

ترجمہ: اقبال خاموشی کو اتوام کی موت سمجھتا ہے۔ وہ اتوام جو تبلیغ اور موعظت سے بے نیاز ہوتی ہیں۔ ان کے خیال میں موت سے دوچار ہو جاتی ہیں اور اقبال مولانا کے روم کے زبان میں کہتے ہیں:

آتش ہستی بزم عالم بر فروز      دیگران را ہم زسوز خود بسوز  
از نیتان ہمجونے پیغام وہ      قیس را از قوم حی پیغام وہ  
نالہ را انداز نو ایجاد کن      بزم را از ہائے و ہوے آباد کن  
خیز و جان نو بدہ ہر زندہ را      از قم خود زندہ تر کن زندہ را  
آشنای لذت گفتار شو      اے در اے کاروان بیدار شو

اقبال د حضرت جمال الدین افغانی د سوز و گداز نہ الہام واخیست او بہ ڈیرو نارو سوروی بی مسلمانان د دراندہ خوب نہ راؤینس کہہ۔ د اسلامی او لسونو مرانی توب او غلامی د باجاہانو د استبداد او خود پرستی۔ او د ملایانو د جاہ طلبی۔ پہ وجہ بولی او داسی دائی:



اقبال نے حضرت جمال الدین افغانی کے سوز و گداز سے الہام لیا اور پُر سوز نعروں سے مسلم امہ کو خواب گراں سے بیدار کیا۔ اسلامی ممالک کی غلامی کا وجہ بادشاہوں کا استبدادی رویہ، خود پرستی اور علما کی جاہ طلبی ہے۔

آہ زان قوسے کہ از پا بر فقاد  
داستان او مپرس از من کہ من  
در گلویم گریہ ہا گرد گرہ  
مسلم این کشور از خود نا امید  
لاجرم از قوت دین بد ظن است  
از سہ قرن این امت خوار و زبون  
پست فکر و دون نہاد و کور ذوق  
زشتی اندیشہ او را خوار کرد  
تا نداند از مقام و منزلش  
طبع او بے صحبت مرد خبیر  
اشتر اکیت اور اقبال کے ضمنی عنوان میں اشتر کی فلسفہ، اشتر کی ممالک کے طبقاتی تضادات اور علامہ کے نظریات پر بحث کی گئی ہے۔

مقالہ نمبر ۹:

## افغانستان و اقبال

از سرور خان گویا

جناب سرور خان گویا کا یہ مقالہ یوم اقبال ۱۹۶۷ء کے خصوصی پروگرام منعقدہ کراچی کے لیے تحریر کیا گیا تھا۔ یہ مقالہ یعقوب توفیق کے مرتب کردہ مقالات یوم اقبال (اقبال کونسل کراچی ۱۹۶۷ء) میں فارسی متن اور فاضل مشہدی کے اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس محفل کے انعقاد کو گویا نے ایک علمی سعادت قرار دیتے ہوئے لکھا تھا:

العقاد انجمن برائی یاد بود و ذکر آثار با افتخار زعیم شرق، عارف اسلام، شاعر خاور استاد و امام گویندگان فارسی و اردو علامہ اقبال در دلہا شوری و در جاہتا شیری پدید می آورد کہ زبان و بیان آزادی آں عاجز ناتوان است۔<sup>۶۱</sup>

ترجمہ: ایسی محفل کا انعقاد جس میں رہنمائے شرق، عارف اسلام، شاعر مشرق، فارسی اور اردو کے سخن پردازی کے استاد اور امام علامہ اقبال کی یاد میں اور ان کی قابلِ فخر باقیات کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو دلوں میں ایسا جذبہ اور روح میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے کہ زبان و بیان اسے لفظوں میں ادا کرنے سے عاجز ہیں۔

گویا سکی چونکہ حضرت علامہ سے گہری دوستی اور ذاتی مراسم تھے۔ علمی عشق اور ادبی عقیدت سے مغلوب ہو کر علامہ کو نہ صرف خطابات سے سرفراز فرمایا بلکہ ان کی تعریف و توصیف میں اعتراف کی حدود کو پار کرتے ہوئے تعریف کی سرحدات سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

اقبال کو کب طالع، گویندہ بزرگ، حکیم عصر، زیدہ روزگار و ودیہ زمان و فرزند گیتی و شاعر بشریت و بیدار کنندہ مشرق و دشمن استعمار و منادی آزادی و استقلال بود اقبال ستارہ فروزان بود کہ فروغ فلسفہ و دانش او بر جہاں اسلام می نافت و مقام او آثار او، قدرت قلم و قریحت او، عشق و شیدائی او فلسفہ و حکمت او بزرگترین و آزان است کہ با کلمات چند حق آن بزرگوار را تو اں گذارد۔

بقول مولانا پلّی:

یک جہاں خواہم بہ پہناے فلک

تا بگویم وصف آن رشک ملک

دریں بہار کہ بگفتہ خودوی نجوم پرین از مرغزار رستہ زمین از بہاران چون بال تذر و شدہ نگہ جز در لالہ و گل نہ پیچید و ہوا جز بسز و سنبل نہ غلتہ نواہای این مرغ بلند آشیان از کنگرہ آسمان سخن بہ گوش ما میرسد۔ نواہای کہ تادل باقی و جہاں باقی تا عشق باقی و شعر باقی تا توحید باقی و اسلام باقیست پایندہ و جاودان خواهد بود وی رموز و اسرار ارتقائی بشریت را می شناخت و بہ راز سعادت اسلام و ملل شرق آشنا بود۔ او شرفیاق را بہ برادری و برابری و حریت و آزادی و بہ خدا شناسی و خود شناسی ترغیب میکرد۔<sup>۶۲</sup>

ترجمہ: اقبال نصیب کا ستارہ، عظیم شاعر، دانائے عصر، خلاصہ روزگار، عہد کی امانت، مادرِ گیتی کا ثبوت، بشریت کا شاعر، مشرق کو بیدار کرنے والا سامراج کا دشمن، آزادی اور استقلال کا نقیب تھا۔

اقبال ایک ایسا درخشندہ ستارہ تھا کہ اس کے فلسفے اور دانش کی روشنی اسلامی دنیا میں تنویر بکھیرتی رہی۔ اس کا مقام، اس کی باقیات، اس کے قلم کی طاقت و ندرت، اس کا عشق، شگفتگی، اس کا فلسفہ و حکمت اس قدر بے پایاں ہے کہ ہم چند لفظوں کے کوزے میں اس دریا کو بند نہیں کر سکتے۔ بقول مولانا یحییٰ:

یک جہاں خواہم بہ پہنائے فلک  
تا بگویم وصف آن رشک ملک

(یہ تنگ سا جہاں نہیں) آسمان جتنی وسعت کا ایک جہاں چاہیے تاکہ اس رشک افلاک کا وصف بیان کر سکوں۔

اس موسم بہار میں جس کی تعریف میں وہی ممدوح یوں رطب اللسان ہے کہ عقدِ ثریا مرغزار سے اُبھرا۔ زمیں تازگی بہار سے تدر (چکور) کے پروں کی طرح خوش منظر ہے۔ آنکھ لالہ و گل کے سوا کہیں نہیں پڑتی۔ ہوا کی اٹھیلیوں کو سبزہ و سنبل کا فرش میسر ہے۔

اس مرغ سے بلند آشیاں (یعنی اقبال) کی نوائیں آسمان سخن کے کنگروں سے ہمارے کانوں میں زمزمہ ریز ہوتی ہیں۔ نوائیں بھی ایسی کہ جب تک دل باقی ہے، یہ جہاں باقی ہے، عشق کا نام باقی ہے، شعر کا وجود باقی ہے، توحید کا کلمہ باقی اور اسلام باقی ہے۔ یہ بھی پائندہ و جاوداں رہیں گی۔ وہ ارتقائے بشریت کے رموز و اسرار کا جاننے والا تھا۔ وہ اسلام اور مشرق کی ملتوں کی خوش طالعی کے راز سے آشنا تھا۔ وہ اہل مشرق کو اخوت، مساوات، حریت، آزادی، خدا شناسی اور خود آگہی کی ترغیب دیتا رہا۔

گویا سید جمال الدین افغانی کی پیروی میں علامہ کے عالمگیر اسلامی وحدت کے نظریے کی طرف اشارہ کرتا ہے:

علامہ اقبال مانند استاد و پیشوا ی بزرگ خود سید جمال الدین افغانی بہ توحید ملل اسلام عشق و سوز داشت ایران، ترک، افغان مسلمانان ہند عرب و تاتار در نگاہی بودند کہ از یک چمن رستہ و در یک بہار پروردہ و از یک سرچشمہ آب خوردہ باشند گو بندگان کلمہ لالہ الا للہ و

جہین سایان وادی غیر زری زرع ام القرا رہے ایک راہ دعوت میگردا و عشق و بیخودی را بر خوردہ کارهای خرد ترجیح می نہاد و معتقد بعد تا مسلمانان ام الکتاب کہ عروۃ الوثقی الہی است با ایمان غیر متزلزل و عقیدہ کامل چنگ ز نندر سنگار نخواہند شد۔<sup>۱۳</sup>

ترجمہ: علامہ اقبال اپنے استاد اور عظیم پیشوا سید جمال الدین افغانی کی طرح ”پان اسلام ازم“ کے عشق اور جذبے سے سرشار تھا۔ اس کی نظر میں ایرانی، ترک، افغان، ہندی، مسلمان، عرب اور تاتاری ایک ہی باغ ایک ہی بہار اور ایک ہی سرچشمے کے پروردہ پھول ہیں۔ وہ کلمہ لالا الہ اللہ پڑھنے والوں اور کئے کی وادی غیر ذی زرع کی خاک پر پیشانیاں رکھنے والوں کو ایک ہی مسلک پر گامزن ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ وہ عقل کی باریک بینیوں پر عشق و بے خودی کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ مسلمان جب تک ام الکتاب کو جو خدا کی مضبوط رسی ہے، سے غیر متزلزل ایمان اور کامل عقیدے کے ساتھ نہیں پکڑتے، ان کی نجات نہ ہوگی۔

سرور خان گویا کا یہ مقالہ ایک افغان ادیب کے ایسے گہرے اور سچے جذبات کا آئینہ دار ہے جو ان کے دل میں علامہ کے عشق، احترام اور پذیرائی کے لیے بے اختیار ان کے قلم سے نکلے ہیں۔ اس جذباتی تعلق کا حال آگے بھی دیکھیے:

ارادت ماہر اقبال علامہ ماہر آثار و گفتہ های آں شاعر بی حال چنان است کہ ارادت ماہر سنائی و مولوی و جامی و سید جمال الدین افغانی۔ اقبال ماہر افغانہارا از صمیم قلب دوست میداشت بردہ و دریای ماہر خارہ و خار ای ماہر کوہ و صحرا ای ماہر عرفان و ادبیات ماہر آثار و آبدات ماہر تاریخ و روایات ماہر چنان بہ عشق و محبت می دید کہ کسی بہ خانہ و آثار خویش نگاہ کند و بر افتخارات و بہ بقایای تاریخی خود ناز نماید عشق و محبت فرزند ان افغان و زادگان کو ہسار درد دل وی سخت متمد کز و نہایت راسخ بود۔ از مناظر و مریای زیبای کشور ما چنانکہ شعر او صاحب دلان ما وجد کردہ اند و لذت بردہ اندوی بہ همان اندازہ لذت بہر دو بہ شوری آمد و بر افتخارات و اعتلای کشور ما چنان کہ بزرگان ما متمتع میشدند خویش را متمتع و بر خود داری می پنداشت بر شادی ما شادی شد و بر اندوہ ما میگریست۔

حضرت علامہ پیر و پیر انصار شاگرد دبستان استاد بزرگ سنائی غزنوی و مولانا جلال الدین بلخی و مولانا عبد الرحمن جامی ہروی و سید جمال الدین افغانی و بالاخرہ یکی از مفاخر مشترک ما و ملت دوست مایا پاکستان بود۔<sup>۱۴</sup>

ترجمہ: اقبال سے ہماری ارادت مندی اور اس شاعر کیلئے کی تخلیقات کے ساتھ وابستگی اس طرح ہے جیسے سنائی مولوی جامی اور سید جمال الدین افغانی سے۔ اقبال ہم افغانوں کو صمیم قلب کے ساتھ دوست رکھتا تھا۔ ہمارے دروں اور دریاؤں کو، ہمارے پر خار جنگلوں اور چٹانوں کو، ہمارے پہاڑوں اور صحراؤں کو، ہماری عرفانیات اور ادبیات کو، ہمارے آثار اور باقیات کو، ہماری تاریخ اور روایات کو وہ ایسے لگاؤ سے دیکھتا تھا جیسے کوئی اپنے گھر بار کو دیکھے اور اپنے سرمایہ افتخار اور تاریخی روایات پر پھولا نہ سمائے۔ فرزند ان افغان اور کوسہار زادگان کا عشق اور ان کی محبت اس کے دل کے گوشے گوشے میں جاگزیں تھی۔ جس طرح ہمارے شاعر اور صاحب دل اپنی کشور حسین کے مناظر دلکش پر وجد کرتے اور لذت اندوز ہوتے ہیں عین اسی طرح اقبال بھی جھومتا اور نعرہ زن ہوتا تھا اور جس طرح ہمارے بزرگ ہماری ولایت کے افتخار و رفعت سے اپنی تئیں بہرہ مند سمجھتے تھے، اسی طرح وہ بھی اپنے آپ کو ان سے بہرہ ور سمجھتا تھا۔ اسے ہماری خوشی سے خوشی ہوئی اور ہمارے غموں پر وہ اٹھک ریز ہو جاتا تھا۔

حضرت علامہ بزرگ استاد سنائی غزنوی، جلال الدین بلخی، نور الدین جامی ہروی اور سید جمال الدین افغانی کے مکتب فکر کے طالب علم، پیر انصار کے پیرو اور بالاخرہ یہ کہ وہ ہمارے اور ہماری دوست ملت پاکستان کے مشترک افتخارات میں سے ایک تھے۔

گویا کو یہ بھی احساس ہے کہ علامہ افغانوں سے بھی عشق کرتے تھے۔ افغانوں سے عقیدت اور محبت پر مشتمل ان کے کلام کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ گویا چونکہ سفر افغانستان کے دوران حکومت کی جانب سے علامہ اور ان کے شرکائے سفر کے پروٹوکول آفیسر تھے لہذا اس مقالے میں علامہ کے سفر افغانستان کے حوالے سے اپنے بعض دلچسپ مشاہدات بھی قلمبند کیے ہیں۔ گویا لکھتے ہیں کہ اگرچہ علامہ نے اس سفر کی کیفیات منثوی مسافر میں قلمبند کی تھیں۔ مگر ہم اس عظیم افغان شناس کو مسافر تصور نہیں کرتے تھے۔

ان کی وفات پر ہم افغانوں نے بے شمار آنسو بہائے۔ ہم نے سوگ منایا اور ہمارے خطیبوں نے خطابات کیے۔

مقالے کا اختتام بھی سرور خان گویا کے علامہ سے جذباتی تعلق کا آئینہ دار ہے۔ اس میں علامہ کے مزار کے لیے افغانستان کی جانب سے بھیجا جانے والا مزار اقبال کے تعویذ کا تذکرہ بھی ہے۔

یاد اقبال در لوایتِ صدور و صفحاتِ قلوب ما چون نقش بر سنگ است نقشی کہ بہ گردشِ مہر و ماہ و  
تطورِ لیل و نہار و سیرِ قرون و اعصار در بنیاد استوار آن فتوری وارد نگردد۔

خلل بدید بود ہر بنا کہ می بینی  
بجز بنایِ محبت کہ خالی از خلل است،<sup>۶۵</sup>

ترجمہ: اقبال کی یاد ہمارے سینوں کی لوح اور دلوں کے صفحات پر اسی طرح نقش ہے جیسے پتھر پر کوئی نقش بنا ہوا ہو یعنی ایسا نقش کہ جس کی مضبوط بنیادوں میں مہر و ماہ کی گردش سے روز و شب کی توالی سے اور نہ صدیوں اور زمانوں کے گزرنے سے خلل آسکتا ہے۔ ہر بنیاد جو نظر آتی ہے اس میں ایک روز خلل آجائے گا لیکن نہیں آئے گا تو اس بنیاد میں جسے محبت سے استوار کیا گیا ہو۔

مقالہ نمبر ۱۰:

د خوشحال او اقبال د اشعار و حنیٰ مشترکہ خواوی

(خوشحال اور اقبال کے اشعار کے چند مشترک پہلو)

از عبد اللہ بختانی خدمتگار

عبد اللہ بختانی کا یہ مقالہ دراصل خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے کابل میں منعقدہ پشتو ٹولہ کے زیر اہتمام بین الاقوامی کانفرنس (از سوموار ۵، اگست ۱۹۶۶ء تا ۲۱، اگست ۱۹۶۶ء بمطابق جمعہ ۲۸، اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۱۹، اگست ۱۹۶۶ء کو پیش کیا گیا تھا۔

اس مقالے میں حضرت علامہ کے فکر و فن پر صاحبِ سیف و قلم عظیم پشتو شاعر خوشحال خان خٹک کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تقابلی جائزے میں ان دونوں حضرات کے مشترک فکری نکات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالے کے آغاز میں خوشحال اور اقبال کے درج ذیل ابیات دیے گئے ہیں:

### خوشحال:

دا رنگینی معنی چیری دی خوشحالہ

چہ را درومی لکہ گل بہ بیاض ستا

ترجمہ: یہ رنگین معنی کہاں سے ہیں خوشحال؟ جو تیری بیاض سے پھول کی مہک کی طرح اڑ رہے ہیں۔

اقبال:

برگ گل رنگین ز مضمون من است

مصرع من قطرہ خون من است

قوموں کی مجموعی تشکیل میں شاعری کے کردار و اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ خوشحال اور اقبال کے محیط، ان کے سیاسی حالات کے اشتراک اور ان کی فکری تشکیل کے حوالے سے بحثی لکھتے ہیں:

خوشحال او اقبال دواړه د مسلمانانو په جامعه کښې را پا خیدلی دی او د هغود پا خولو او وینبولو سندرې یې ویلی دی۔ دغه او لسونه نوی ژوند غواړی چې هغه یا د اسرافیل په شپیلۍ او یاد خوشحال او اقبال غوندې شاعرانو په نغمو او پیغورونو لاس ته راځی۔ خوشحال په داسی وخت کې سر او چتوی چې قوم یې د مغل د استعمار ترخه ساعتونه تیروی او اقبال د انگریز د اقتدار او استعمار په عصر کې غږ پورته کوی۔

خوشحال د خپل قوم د نجات د پارہ د شرق د سیاسی ادبیاتو په تاریخ کې د لومړی ځل د پارہ د ملیت (نیشنلزم) نغمې غږوی او اقبال د شرق د آزادۍ د پارہ د شرقی ملیت روح ژوندی کوی۔

خہ رنگہ چپی د اقبال او خوشحال د اولسونو ژوند او تاریخ تقریباً د مشابہو شرائط لاندې واقع شوی دی نو د دوا روپہ نغمو او آہنگو کې مشابہ سر او تال تر غوږہ کیږی۔ اقبال تقریباً په هغه هم محیط کښې واقع دې چې هلته د خوشحال د ادبی مکتب زور او شور تیر شوی۔ نو ارو مرو شعر یوه منبع د خوشحال د تفکر نیزه گڼلی شو۔<sup>۶۶</sup>

ترجمہ: خوشحال اور اقبال دونوں مسلم معاشرے کے پیدا کردہ ہیں۔ دونوں نے اس معاشرے کی بیداری اور حرکت کے نغے لکھے ہیں۔ یہ ملت حیات نو چاہتی ہے۔ جو یا تو اسرائیل کی صورت سے یا خوشحال و اقبال جیسے شعرا کے نغمات کے طفیل ممکن ہے۔ خوشحال ایک ایسے دور میں سر بلند کرتے ہیں جب ان کی قوم مغل استعمار کے تلخ و قوتوں کو گزار رہی ہوتی ہے اور اقبال انگریزی اقتدار کے استعمارانہ عصر میں صد ابلند کرتے ہیں۔

خوشحال اپنی قوم کی نجات کے لیے پہلی بار مشرقی ادبیات کی سیاسی تاریخ میں ملت (نیشنلزم) کے نغے بلند کرتے ہیں اور اقبال مشرق کی آزادی کے لیے مشرقی ملت کو زندہ روح عطا کرتے ہیں۔ جس طرح خوشحال اور اقبال کے ہاں ملتوں کی حیات اور تاریخ ایک جیسی تھی اسی طرح دونوں کے نغمات میں مشابہت کی آہنگ سنائی دیتی ہے۔ اقبال تقریباً اسی خطے میں پیدا ہوئے جہاں خوشحال کا ادبی مکتب زور و شور سے گزرا تھا۔ لہذا اقبال کے فکر کے ایک گوشے پر خوشحال کے فکر کا اثر ناگزیر ہے۔

بجائی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اقبال پشتو تو نہیں جانتے تھے مگر پشتونوں کی تاریخ و

ادب سے پوری طرح باخبر تھے کیونکہ ان کے اردو و فارسی کلام پر پشتونولوی کے جلوے موجود ہیں۔ بال جبریل کے حاشیے کی رو سے خوشحال خان کے بارے میں اقبال کی آگاہی کا پتا چلتا ہے کہ انھوں نے خوشحال کے تراجم پڑھے تھے۔

اس مقالے کو چودہ ضمنی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- ۱- شاعر کے نظریات، ۲- بلند ہمتی، ۳- بلند خیال، ۴- گہری فکر، ۵- غیرت اور مجاہدہ، ۶- آزادی سے عشق، ۷- ریاکاری کی مزاحمت، ۸- عام شکایت، ۹- باز (شاہین) دونوں شعرا کی مشترک علامت، ۱۰- خوشحال کا باز، ۱۱- اقبال کا شاہین، ۱۲- افغان



معاشرہ، ۱۳- اقبال کے اشعار میں خوشحال کا تذکرہ، ۱۴- اقبال کے اشعار میں خوشحال کا فکری اثر۔

ان موضوعات میں ہر موضوع پر مختصر تمہیدی نوٹ کے بعد پہلے خوشحال اور بعد میں اس موضوع سے متعلق اقبال کے ابیات دیے گئے ہیں۔ شاعر کی آئیڈیالوجی کے ذیلی عنوان کے تحت پہلے خوشحال کے درج ذیل ابیات دیے گئے ہیں:

رخنہ گرد ملک پرې مه ږده په خپل ملك كښې  
په حكمت په زرو زور په لښكرونه  
خو په تورو په توبريو په نيزو شى  
سد چندان شى په تدبير په هنرونه<sup>۶۷</sup>

ترجمہ: ملک کا رخنہ گرد اپنے خطے میں مت چھوڑ جو حکمت، دولت اور قوت کے لشکروں سے  
براجمان ہونا چاہتا ہے۔ چند تو تلواروں کلباڑوں اور نیزوں کا سہارا لیتے ہیں جبکہ سیکڑوں  
حکمت اور تدبیر کا راستہ لیے ہوئے ہیں۔

بې و تیغ له آبه نورې اوبه نشته  
چې جنگجوی سر ساړه کا تپرونه  
خو وانخلى له غليمه انتقام  
مردنه خوب کا نه خواړه کا نه آرام  
یا نیولی مخ مکې ته  
یا مغلو و سره رزم  
پښتانه چې نور څه فکر کا ناپوه دی

بې له تورې خلاصی نه شى په بل کار<sup>۶۸</sup>

تیغ کی آب کے سوا کوئی آب نہیں جو جنگ کے بعد دھڑ کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ جب تک  
مرد دشمن سے انتقام نہ لے نہ سوتے ہیں نہ کھاتے اور نہ آرام کرتے ہیں۔ (قید کے بعد یہ  
آرزو ہے) کہ یا تو مکے کا رخ کروں یا مغلوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جاؤں۔ پشتون اگر کسی اور

زاویے سے سوچتے ہیں تو یہ ان کی کوتاہ اندیشی ہے۔ تلوار کے علاوہ کسی اور شے سے نجات ناممکن ہے۔“

بختانی ان ابیات کے بعد حضرت علامہ کے درج ذیل ابیات کا حوالہ دیتے ہیں:

آدمیت زار نالید از فرنگ	زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ
پس چه باید کرد اے اقوام شرق؟	باز روشن می شود ایام شرق
در ضمیرش انقلاب آمد پدید	شب گذشت و آفتاب آمد پدید
نقش نو اندر جہان باید نہاد	از کفن دزدان چه امید کشاد؟
اصل حق رازندگی از قوت است	قوت ہر ملت از جمعیت است <sup>۶۹</sup>

بلند ہمتی کے تحت خوشحال کے درج ذیل ابیات دیے گئے ہیں:

طمع بلا دہ اسیر بندہ کا  
 بنہ بنہ سپری وی دا بی گندہ کا  
 ما ډیر لیدلی چې طمع نہ لری  
 پہ پادشاہانو پورې خندہ کیا  
 د منت دارو کہ مرم پہ کار مې نہ دی  
 کہ علاج لره مې راشی مسیحا ہم  
 بخت دې کہ طالع دہ کہ دا خپلہ فقیری دہ  
 خدای مې شپری توره برابرہ د اطلس کړہ<sup>۷۰</sup>

ترجمہ: طمع اور لالچ بڑی بلا ہے جو آزاد بندے کو غلام بناتی ہے۔ اسی نے اچھی ہستیوں کو برا بنایا ہے۔ میں نے کئی ایسے دیکھے ہیں جو لالچ سے بے نیاز ہیں اور بادشاہوں پر ہنستے ہیں۔ مجھے منت کی دوا نہیں چاہیے بے شک مر جاؤں خواہ میرے علاج کے لیے مسیحا کیوں نہ آئے۔ یہ بخت ہے یا قسمت یا کہ میری فقیری کہ پروردگار نے میری سیاہ چادر کو میرے لیے اٹلس بنایا ہے۔  
 علامہ اقبال کے درج ذیل ابیات موضوع کی مناسبت سے دیے گئے ہیں:

من فقیرم بے نیازم مشربم این است و بس  
 مومیاے خواستن نتوان شکستن میتوان

ناز شہاں نمی کشم، زخم کرم نمی خورم  
در نگر ای ہوس فریب ہمت این گدائی را  
نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرّہ پوش اقبال  
فقیر راہ نشین است و دل غنی دارد<sup>۷۱</sup>

### خوشحال:

ہغہ زر تر کانی لوتیہ لا بتردی  
چی بی و مندی پہ زمکہ نہ خرخیبری  
چی او بہ پہ خای ایساری شی خوشاشی  
صفایی بی ہم پہ دا دہ چہ بھیبری<sup>۷۲</sup>

ترجمہ: وہ سونا پتھر یا ڈھیلے سے بدتر ہے جو زمین میں دبا کے رکھ دیا جاتا ہے لیکن پھر بکتا نہیں۔ پانی  
جب ساکن رہتا ہے تو بدبودار بن جاتا ہے۔ اس کی صفائی اس کی حرکت کی مرہونِ منت ہے۔

### اقبال:

اگر کردی نگہ بر پارہ سنگ ز فیض آرزوے تو گہر شد  
بہ زر خود را مسنج اے بندہ زر کہ از گوشہ چشم تو زر شد<sup>۷۳</sup>

### خوشحال:

د درویش برخہ خوشی غم د ہغو وی  
چی پہ شمار د زرو ناست وی چون و چند کا  
ترجمہ: درویش کا حصہ فقط ان لوگوں کی غنّواری ہے جو دولت کے شمار میں چون و چند سے  
دوچار ہوتے ہیں۔

### اقبال:

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ!  
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم!

## خوشحال:

د سلیمان غوندې یی په زرگی کیږده  
 نه قارون غوندې یی ږده د زړه دننه  
 سلیمان کی طرح مال و دولت دل کے اوپر رکھ، قارون کی مانند اس کو دل  
 ترجمہ: میں نہ چھپا۔

## اقبال:

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیِ شوق  
 نہ مال و دولتِ قارون، نہ فکرِ افلاطون!  
 بلند خیالی کے تحت خوشحال اور اقبال کے درج ذیل اشعار مقالے میں دیے گئے ہیں:

## خوشحال:

کہ لوی و تہ مې گوری      ماہ و خور زما پرچم دی  
 آسمانونہ مې خیمې دی      پرې د ستورو و زینت تم دی  
 لامې لوړ باغونہ نور دی      ککې باغ مې د ارم دی<sup>۳</sup>  
 ترجمہ: اگر میرے بلندی کو دیکھنا ہے تو ماہ و خور میرے پڑوس میں ہیں۔ آسمان میرا خیمہ ہے  
 جس پر ستارے چمک رہے ہیں۔ میرے بلند تر باغ اور بھی ہیں اور باغِ تو میرا ایک چھوٹا سا  
 گلشن ہے۔

## اقبال:

بلند بال چنانم کہ بر سپہر برین  
 ہزار بار مرا نوریاں کمین کردند

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلمان کی  
 ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

مقالے میں پہلے ذکر شدہ چودہ عنوانات کے تحت ان دونوں عظیم شعرا کے افکار میں مماثلت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ نمبر ۱۱:

## فلسفہ اقبال

از پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددی

پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددی (سربراہ شعبہ ادبیات کابل یونیورسٹی) کا یہ مقالہ دراصل حضرت علامہ کے ستائیسویں یوم وفات کی مناسبت سے کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ تقریب میں سنایا گیا تھا۔ اس تقریب کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس جناب خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔ یہ مقالہ دو ماہی ادب کابل میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں اقبال ریویو کے اپریل ۱۹۶۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

مقالے کے پہلا پیرا گراف میں علامہ کے تاریخ وفات اور حاضرین کے تشکرانہ کلمات بجالانے کے بعد دوسرا پیرا گراف ذیل ہے:

علامہ اقبال ایک فیلسوف مسلمان یک متفکر متدین و خدا شناس، یک ادیب عارف و یک شاعر بشر دوست و محب آزادی است۔ اقبال بہ حضرت پیغمبر اسلام سید الانام عقیدت و اخلاص کا ملی دارد و بہ علویت و حقانیت دین مبین اسلام از صمیم قلب گرویدہ است وی بنای فلسفہ خویش را بر اصول و سیاسیات متن اسلامی استناد داده و انسان را بر تزکیہ نفس، تصفیہ ضمیر، تربیہ خودی و تنصیف شخصیت ارشاد میکند۔<sup>۷۵</sup>

ترجمہ: اقبال ایک مسلمان فلسفی، ایک پہنچے ہوئے خدا شناس مفکر، ایک عارف ادیب، ایک بشر دوست شاعر اور آزادی کے متوالے تھے۔ اقبال پیغمبر اسلام ﷺ سے انتہائی عقیدت و اخلاص رکھتے تھے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے اسلام کی بالادستی اور اس دین مبین کے حقانیت کے ماننے والے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے فلسفے کی بنیاد اسلامی اصول اور اساسات پر رکھی اور انسان کو تزکیہ نفس، تصفیہ ضمیر، پرورش خودی اور شخصیت کے نکھار کا درس دیا۔

جناب مجددی نے اپنے اس دعوے کے اثبات میں کہ علامہ نے اپنے فلسفے کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی تھی مزید دلائل دیے ہیں۔ علامہ کے کلام میں اسلامی فلسفیانہ نظریات مشرق و مغرب کے حکما سے اکتسابِ فیض کے بارے میں بحث کی ہے:

علامہ اقبال نہ تنہا برسرِ اور رموز متصوفین اسلام و سلوک ایٹان بدرستی واقف است بلکہ راجع بہ جریانات فکری و فلسفہ مشرق و مغرب در کتاب ”پیام مشرق“ خود در قسمت ”نقش فرنگ“ تبصرہ ہانمودہ و افکار عارفانہ خویش رانیز در برابر آظہار ابر میدارد۔<sup>۷۱</sup>

ترجمہ: علامہ اقبال نہ صرف اسلامی متصوفین کے افکار اور تصوف کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتے تھے بلکہ مشرق و مغرب کے جاری فکری رجحانات پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے مشرق و مغرب کے حکما اور فلاسفہ کے عقائد و نظریات پر پیامِ مشرق کے حصہ ”نقش فرنگ“ میں اظہارِ خیال کیا۔ اور اس کے ضمن میں اپنے عارفانہ افکار کو بھی بقائے دوام بخشا۔

مقالے میں جا بجا علامہ کے اشعار کے حوالے دیے گئے ہیں۔ مثلاً فلسفہ عشق کے حوالے سے درج ذیل اشعار نے جناب مجددی کے مقالے میں یہ حوالے پائے ہیں:

در بود و نبود من اندیشہ گمانہا داشت  
از عشق ہویدا شد این کلمتہ کہ ہستم من  
الحق عشق کالون فلسفہ علامہ اقبال را تشکیل میدہد:

ز شعر دلکش اقبال میتوان دریافت  
کہ درس فلسفہ میداد و عاشقی ورزید

و در ہمہ افکار و اشعارش جذبہ عشق و عاطفہ سوز و گداز محسوس است و در پیامِ مشرق

تحت عنوان ”عشق“ گوید:

عقلے کہ جہاں سوزد یک جلوہ پیاکش  
از عشق بیاموزد آئین جہان تابی  
عشق است کہ در جانت ہر کیفیت انگیزد  
از تاب و تب رومی تا حیرت فارابی

ہر معنیٰ پیچیدہ در حرف نمی گنجد  
یک لحظہ بدل در شو شاید کہ تو دریابی

در همین مضمون در جاوید نامہ گوید:

زندگی را شرع و آئین است عشق اصل تہذیب است دین، دین است عشق  
ظاہر او سوز ناک و آتشین باطن او نور رب العالمین  
از تب و تاب درونش علم و فن از جنون ذو فنونش علم و فن  
دین نگرود پختہ بے آداب عشق دین بگیر از صحبت ارباب عشق

درجائے دیگری در پیام مشرق فرماید:

پیشم عشق نگر تا سراغ او گیری جہان پچشم خرد سیمیا و نیرنگ است  
ز عشق درس عمل گیر و ہر چہ خواہی کن کہ عشق جوہر ہوش است وجان فرہنگ است ۷۷

مقالے میں عشق کے بعد علامہ کے فلسفہ خودی کا جائزہ لیا گیا ہے:

بعقیدہ اقبال خودی نام مجموعہ قوانی نہفتہ است کہ در ہر فردی از افراد کائنات (چہ ذی  
روح باشد و چہ غیر ذی روح) وجود دارد بقا و استحکام پیکر ہستی نیز مربوط بہ ظہور و انکشاف آثار  
خودی است طوریکہ گوید:

پیکر ہستی ز آثار خودی است ہر چہ می بینی ز اسرار خودی است  
وی معتقد است کہ انساں باید خویشتن را و نماید و نیروی خفتہ و نہفتہ خود  
را بیدار و آشکار سازد۔

و نمود خویش را خوے خودی است

خفتہ در ہر ذرہ نیروے خودی است

و در ارمان حجاز خود چنین افادہ میکند:

خودی را از وجود حق وجودے خودی را از نمود حق نمودے

نمی دانم کہ این تابندہ گوہر کجا بودے اگر دریا نبودے

و نیز داستان عشق و محبت را در ضمن اسرار خودی چنین اظہار میدارد:

نقطہ نورے کہ نام او خودی است زیر خاک ما شرار زندگی است

از محبت میشود پایندہ تر      زندہ تر سوزندہ تر تابندہ تر  
فطرت او آتش اندوزد ز عشق      عالم افروزی بیاموزد ز عشق  
علامہ اقبال برای بقا و قوم خودی داشتن آرزو و تقویہ آرزو لازم میدانویاس را نکو هوش  
میکند۔ چنانچہ گوید:

آرزو ہنگامہ آرائے خودی      موج بیتابے ز دریائے خودی  
آرزو صید مقاصد را کمند      دفتر افعال را شیرازہ بند  
آرزو را در دل خود زندہ دار      تا نگردد مشت خاک تو مزار  
آرزو جان جهان رنگ و بو است      فطرت ہر شی امین آرزو است<sup>۷۸</sup>  
مجددی نے اس کے بعد خودی کی تربیت اور تعامل کے لیے علامہ کے وضع کردہ درج  
ذیل تین اصولوں کا ذکر علامہ کے اشعار کے ساتھ کیا ہے۔ مرحلہ اول اطاعت، مرحلہ دوم  
ضبطِ نفس اور مرحلہ سوم نیابت الہی۔

مقالے میں سعی و جہدِ مسلسل اور علم و عمل کے حوالے سے مباحث ہیں۔ علامہ کے  
سفر افغانستان کے دوران غزنی کے حوالے سے علامہ کے اشعار دیے گئے ہیں۔ علامہ کے  
تقریباً تمام فارسی مجموعوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور جابجا ان مجموعوں کا مختصر تعارف بھی  
شامل مقالہ ہے۔

مقالے کے آخر میں علامہ کے افغانی مشاہیر سے عقیدت اور تعلق کا ذکر کیا گیا ہے۔  
علیحضرت محمد نادر شاہ غازی کے ساتھ علامہ کے مراسم اور ان کے حضور علامہ کے منظوم  
کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔ محمد ظاہر شاہ کے نام علامہ کا منظوم کلام بھی دیا گیا ہے۔ اختتام درج  
ذیل کلمات پر کیا گیا ہے۔

دربارہ مرحوم علامہ اقبال ممکن بود مطالب زیادی عرض کرد و در شرح ہر بیتی از آثار او  
صفحاتی نوشت۔ آنچه ما بیان کردیم جست جسته و بالا اختصار بود و برائی علاقندان ہمیشہ میسر  
است کہ از مطالعہ آثار این ادیب ارجمند استفادہ ہای فراوانی بنماید و از خطوط بدلیعی، تصوفی،  
عرفانی و فلسفی آہنا بقدر کافی متمتع شوند۔<sup>۷۹</sup>



د علامہ اقبال پہ باب

(علامہ اقبال کے بارے میں)

از پروفیسر عبدالشکور رشاد

پروفیسر عبدالشکور رشاد کا شمار افغانستان میں پشتو کے نامور مورخین، محققین، اساتذہ اور شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ نے یہ مقالہ ۲ ثور ۱۳۳۶ھ ش کو کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یوم اقبال کی تقریب میں پڑھا جو بعد میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے دو ماہی رسالے وژمہ میں ۱۹۶۷ء کو شائع ہوا۔

مقالے کا آغاز بانگِ درا کے اس شعر سے کیا گیا ہے:

گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو

پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

چونکہ پروفیسر رشاد بنیادی طور پر مورخ ہیں سیالکوٹ کے تاریخی پس منظر کا جائزہ یوں

لیتے ہیں:

تقریباً اتہ سوہ کالہ پخوا کله چہ د غرج و غور او زابل و کابل میپنی د لاهور له سوبی خخه په جگو غار و درنی پښتونخواه ته راستیندل د افغانی توربالیو نامتو مشر غازی شهاب الدین محمد بن سام (۶۰۲ ه ق م) د پنجاب د بنایستی او سمسوری سیمې په شمال گوټ کې د چناب سیند جنوبی غارې ته نزدې د "رچنا" په دوآبه کې د "سیال کوټ" په نامه د دیوې فوجی کلاتیرہ کښیښودله او د هغه وختد عادت سره سم ی د تیرې دا ینسودلو په وخت کښی په یوه خالصانه عجز و نیاز د سیالکوټ له پاره د سیالو زمانو دعا و کره او د هغه له پاره ی ساھو ژند له خدایه وغوښت۔

خو ورځې پس د غور شاهنشهی لښکری له غازی سلطان شهاب الدین سره د پښتونخوا لوری نه تر ایرې شوې د سیالکوټ ودانی د مخزن افغانی په قول دیوه

سیال پبستانہ جرنیل ملک ساھو لودی تہ وسپار لہ شوہ د سیالانو کوٲ د ساھو میړنی پہ پام لرنہ ودان شو او پہ دې توگہ د افغانانو د سیالکوٲ تاریخی رابطہ منخ تہ راغلہ۔<sup>۸۰</sup>

ترجمہ: تقریباً آٹھ سو سال پہلے جب غرج، غور، زابل اور کابل کے غیور لاہور کی فتح کے بعد فاتحانہ انداز میں پشتونخوا واپس لوٹ رہے تھے نامور افغان فاتح غازی شہاب الدین محمد بن سام متوفی ۶۰۲ھ ق نے پنجاب کے خوبصورت زرخیز خطے کے شمالی طرف دریائے چناب کے جنوبی کنارے ”رچنا“ کے دو آبہ میں سیال کوٹ نامی ایک فوجی قلعے کی بنیاد رکھی۔ اس وقت کی عادت کے مطابق سنگ بنیاد رکھتے ہوئے سیالکوٹ کے لیے بہترین فرزندوں کی عاجزانہ اور نیاز مندانہ دعا کی تھی۔ اس شہر کے باسیوں کے لیے پرسکون زندگی کی دعا بھی کی۔

چند دنوں کے بعد غور کا شہنشاہی لشکر غازی شہاب الدین کے ساتھ پشتونخوا کی طرف واپس آیا۔ سیالکوٹ کا قلعہ بقول مخزن افغانی ایک معزز پشتون جرنیل ملک ساھو لودی کے حوالے کیا گیا۔ (سیال پشتون لفظ ہے معنی معزز گویا سیالکوٹ کا مطلب ہے معززین کا شہر) معززین کا یہ شہر معزز ساھو کی توجہ سے آباد ہوا اور اس طرح افغانوں کا سیالکوٹ کے ساتھ تاریخی رابطہ وجود میں آیا۔

عبدالشکور نے سیالکوٹ کے افتتاح کے وقت کی گئی دعا کے ایجاب کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ سیالکوٹ کے حصے میں کئی نامور فرزند آئے:

د سیالکوٲ لومړی نابغہ زوی پیباو ړی سیال عالم اعلم العلماء عبدالحکیم (۱۰۶۷ھ ق و مر، وو چې د تذکره علمانی هند په وینا د ختیځ نامتو عارف مجدد الف ثانی شیخ احمد کابلی السرهندی (۵۹۷۱ - ۱۰۳۴ھ ق) به د پنجاب لمربالہ او همعصر پښتون نومیالی او حق ویونکی شاعر خوشحال خان خټک (۱۰۲۲ - ۱۱۰۰ھ ق) به (چې د دستار نامی په شاھدی ی له علامہ سرہ ثقافتی اړیکی درلودی) د دنیا او دین حکیم مانہ۔

ددغہ سیالکوٲ بل د فخر و زوی د اردو او پارسی ژبو منلی شاعر او د شرق صوفی مفکر علامہ محمد اقبال (۱۲۹۰ - ۱۳۵۷ھ ق) دی چې نن ی دلته مونږ په

یاد سرہ راغونڈ یو او دد د ادبی او فلسفی ارز بنت پہ درناوی سرہ هغه خپل زور  
تاریخی او ثقافتی اړیکې بیا تازه کوو۔<sup>۸۱</sup>

ترجمہ: سیالکوٹ کا پہلا نابغہ فرزند عالم اعلم العلماء عبدالحکیم (متوفی ۱۰۶۷ھ ق) تھا جسے تذکرہ  
علمائے ہند کے مطابق مشرق کے مشہور عارف مجدد الف ثانی شیخ احمد کابلی سرہندی  
(۹۷۱ - ۱۰۳۴ھ ق) آفتاب پنجاب کہتے تھے اور ان کے معاصر مشہور حق گوشتون شاعر  
خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ - ۱۱۰۰ھ ق) انھیں دنیاودین کا حکیم مانتے تھے۔

اسی سیالکوٹ کے ایک اور قابل فکر فرزند اردو اور فارسی کے مانے ہوئے شاعر صوفی مشرق  
مفکر علامہ محمد اقبال (۱۲۹۰ - ۱۳۵۷ھ ق) تھے جن کی یاد منانے کے لیے ہم یہاں آج  
اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے ادبی اور ثقافتی اعتراف کے ساتھ ہم اپنے پرانے تاریخی اور ثقافتی  
رابطوں کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

رشاد صاحب نے علامہ کی عالمگیر آفاقی شخصیت کے اعتراف کے حوالے سے ان کے  
چند ہم عصر مشاہیر کی آرا دی ہیں۔ جن میں پہلا منظوم اعتراف جالندھر کے ایک سکے زئی  
پشتون شاعر ملک الشعران غلام قادر گرامی (متوفی ۱۳۴۵ھ ق) کا ہے:

در دیدہ معنی نگلکان حضرت اقبال  
پیغمبری کہ دو پیغمبر نتوان گفت

اس کے بعد اقبال اور گرامی کے بارے میں مرحوم استاد سعید نفیسی (متوفی ۱۳۸۶ھ

ق) کا یہ تبصرہ ہے:

ترجمہ: ”اقبال اور گرامی کو فارسی شاعری میں وہ مقام حاصل ہے جس کو ہم اہل زبان قدر کی  
نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“

اور ساتھ ہی ڈاکٹر یوسف حسین خان کی یہ رائے بھی نقل کی ہے کہ:

ترجمہ: ”اقبال ہی تھا جنھوں نے مشہور جرمن مفکر شاعر گویٹے (۱۱۶۳-۱۲۴۸ھ ق) کی  
مانند اپنی شاعری کو ریالیزم، ایڈیالیزم، رومانٹیزم اور کلاسیزم کے رنگین امتزاج سے آشنا  
کیا۔“<sup>۸۲</sup>

رشاد صاحب لکھتے ہیں کہ اقبال کا ان تمام افراد کی کاوشوں کا اعتراف کرنا ضرور کسی خاص وجہ سے ہے اور یہ حصہ اقبال کی وہ لافانی شاعری ہے جو انھوں نے ایک متعین فکری نصب العین اور اہم نظریاتی بنیاد پر کی تھی۔ علامہ نے ادب کو زندگی کی رمز سے آشنا کیا۔ شاعری کو مشہور مشرقی انداز فکر سے مبرا کر کے زندگی اور کائنات کے اسرار و رموز کے انکشاف کا ذریعہ بنایا۔ اسی لیے تو انھوں نے کہا تھا:

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ

کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ!

د دغی راز دانی او لطیف احساس برکت دی چہ د علامہ بالغ نظر د قام پہ غم کھی  
شاعر تہ دببنا ستر گھی پہ ستر گہ گوری او رنبیانی شاعران د قام پہ ہر درد در دمن  
اود اولس پہ ہرہ ژپ ژپانده گنی۔ دده دا نادرہ تشببہ پہ دی بیتونو کھی او گوری۔<sup>۸۳</sup>  
ترجمہ: اسی راز دانی اور لطیف احساس کی برکت ہے کہ علامہ کی بالغ نظر قوم کے غم میں  
شریک شاعر کو چشم بینا کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور سچے شاعر ہر درد مند کے درد میں شریک اور  
ہر گریہ گر کے ساتھ مو گریہ ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو علامہ کی یہ نادر تشببہ:

محفلِ نظمِ حکومت، چہرہ زیبائے قوم

شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدہ بینائے قوم

بتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ

کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ<sup>۸۴</sup>

علامہ کے مختلف فکری گوشوں پر بحث کے بعد اختتامِ ذیل کے شعر پر کیا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

د ختیخ ستر شاعر

(مشرق کا عظیم شاعر)

از سوہبن

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں پاکستان کی طرح افغانستان میں بھی خاص تقاریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ مقالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو مجلہ کابل کے مدیر جناب سوہبن نے ادارے کے طور پر پشتوزبان میں لکھا تھا اور مجلہ کابل کے دسمبر جنوری ۷۰-۱۹۷۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

مقالے کا آغاز درج ذیل ابیات سے کیا گیا ہے:

مذہب زندہ دلاں خواب پریشاں نیست  
از ہمیں خاک جہاں دیگر ساختن است  
آسیا یک پیکر آب و گل است  
ملت افغان در آل پیکر دل است

مقالے کی ابتدا آزادی و حریت کے حوالے سے حضرت علامہ کی مساعی کو خراج تحسین پیش کرنے سے کی گئی ہے۔ استعمار اور استثمار کے خلاف علامہ کی جدوجہد کو سراہا گیا ہے!

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۳-۱۹۳۸ء) د ختیخ نپری، ہغہ لوہی مفکر او ستر شاعر دې چې په خپله پوهه او د خپلوا کی۔ په مسته مینه یی د استعمار او استثمار د جرړود و یستلو دپاره عملاً د هند په نیمه وچه کې دنورو آزادی، غنبتونکو سره د استقلال بیرغ او چت کې۔ دختیخ دې بشر دوست او په خپله خاوره مئین شخصیت د خپل هدف دپوره کیدو دپاره داسې ادبی او فلسفی افکار اقبال خپل اولس ته وړاندې کول چې د هغو په لیدلو سره ولس را بیدار شو او نن یی په علمی شخصیت علمی غونډې کېږی۔ اقبال په خپل وخت او زمانه کې د استعمار او استثمار پر ضد خپله مبارزه جاری وساتله۔ ده په دې لار کې د مرگ تروروستی، پورې خپلی

ہشی او کونبسنی ته دوام ور کړ- د استعمار او استثمار د منځه وړلو په خلاف ي ډير سخت شعرونه ووئيل او دبشر د خدمت دپاره ي خانگړی ارزښنا کی مرغلرې په ادبی بنسکلی امیل کښې وپیلې۔<sup>۸۵</sup>

ترجمہ: علامہ محمد اقبال (۱۸۷۳ - ۱۹۳۸ء) دنیائے مشرق کے وہ عظیم مفکر اور بلند پایہ شاعر ہیں جنہوں نے مجموعی طور پر اپنے تدبر سے برصغیر کے دیگر حریت پسندوں کے ساتھ مل کر پرچم استقلال بلند رکھا۔ مشرق کے اس بشر دوست اور اپنی دھرتی سے محبت کرنے والی شخصیت نے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے اپنی ملت کو ایسے ادبی اور فلسفیانہ افکار پیش کیے جن کے دیکھنے سے ان کی ملت ایسی بیدار ہوئی کہ آج ان کی علمی شخصیت پر سیدنا منعقد ہو رہے ہیں۔

اقبال نے اپنے زمانے میں استعمار اور استحصال کے خلاف اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اور استحصالی قوتوں کو ختم کرنے اور عالم بشریت کی خدمت کے لیے نہایت قیمتی موتی ادبی ہار کے ساتھ مہارت سے پرو دیے۔

جناب سو بھن نے علامہ کے افکار پر افغان مشاہیر مفکرین کے افکار کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے اور افغانستان کے ساتھ علامہ کے فکری اور قلبی تعلق کا بھی ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے افغانوں کے ساتھ علامہ کی دلچسپیوں کا جائزہ لیا ہے:

دده په دغو ادبی شاهکارونو دگران هیواد افغانستان د وتلیو او نومیالیو پوهانو د فکرونو ځلاندې پلوشې لویدلی او پوره ترې اغیز من شوی دی۔ له ټولونو زیات د سنائی غزنوی مولانا جلال الدین بلخی، د پښتو ادب لوی اتل او دتورې د میدان میړنی خوشحال خان خټک او نورالدین بن عبدالرحمن جامی ادبی، علمی، روحانی او فکری آثارونه ي پوره گټه او علمی پانگه اخیستی دده او دده په ټولو آثارو کې داټکی جوت او روڼ ځای لری۔

د ختیځې نړۍ دې ځلاند ستوری دگران هیواد افغانستان سره خاصه او خانگړی مینه درلودله۔ دده دا مینه د هغه له دې بیت نه چې د افغان ملت سره ي په وینه او مغزو کې اڅنبلې شوی وه ښه څرگندیدلی شی۔<sup>۸۶</sup>

ترجمہ: آپ کے ان ادبی شاہکاروں پر افغانستان کے مشاہیر مفکرین کے منور اثرات مرتب ہوئے ہیں اور وہ کافی حد تک ان کے افکار سے مستفید ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ سنائی غزنوی، مولانا جلال الدین بلخی، پشتو ادب کے صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک اور نور الدین بن عبد الرحمن جامی کے ادبی، علمی، روحانی اور فکری آثار سے علمی استفادہ کیا ہے۔ یہ اثرات ان کے تمام آثار پر چھائے ہوئے ہیں۔

مشرق کے اس تابندہ ستارے کی افغانستان کے ساتھ عشق و محبت مثالی تھی۔ افغان ملت کے ساتھ ان کی محبت اس بیت سے آشکارا ہے۔

آسیا یک پیکر آب و گل است  
ملت افغان در آن پیکر دل است

سو بن نے اس مقالے میں ان علل و اسباب کا بھی جائزہ لیا ہے جن کی بنیاد پر علامہ افغانوں سے عشق رکھتے تھے:

د اقبال مینہ د افغانانو سرہ له دې امله وه چې هغه ته دا بنسکاره وه چې دا توربالی ملت هیڅکله د چا ظلم او تیرې پر ځان نه منی او نه د تاریخ په اوږدو کښې د پردیو تر سلطی او استعمار لاندې راغلی دی۔ کله که پردیو پر دوی تجاوز کړی نو دهغوی د مقابلې دپاره دوی د جنگ ډگرته وروتلې او په ډیره میرانه ی په سرو وینو او د سر په قربانی۔ او تش لاس داسې ملا ماتی سخته ماتی ور کړې ده چې بیای د آسیا د پیکر دې زړه ور زړه ته د شرمه پوره نه دی کتلی او ټیټ سرونه په خپله مخه تللی۔

د افغانانو تورې میرانې او د خپلوا کی۔ سره دې مینې او ساتنې مفکرې د اقبال په زړه کې ددې غیور ملت په باب خاصه علاقه پیاوړی کړی ده او دا علت وو چې دې لوی شاعر د هر وخت له پاره افغانان او ددوی تاریخی لرغونی خاوره په خپلو شعرونو او نورو آثارو کښې په درنښت سره یاد کړې۔ او ستائیلی دی۔ زموږ ددې ټکی د ثبات دپاره د علامه اقبال د مسافر کوچنوتی اثر پوره مرسته کولای شی۔ ده په دی واره اثر کښې د افغان مل پادشاهان توربالی قهرمانان او د آسیا ددې سیمې د زړه ور اولس په تیره د پښتون ټبر هر اړخیزه کریکترونه په ډیره مینه یاد کړی او

د خپلې زیاتې مینې له مخې د گران هیواد لیدلوته راغلی دی۔ د علامه اقبال د لوړ شخصیت یادونه یوازې په څو ټکو کې نه تر سره کیږی۔ دا ځکه دې هغه بشر دوست انسان وو چې د بشری ټولنې تر منځ ی مینه، وروری، عدالت او بیوالی غوښت۔ ده خپلې انسانی اندیښنې په ډیره مینه او ویاړ سره ترتیب او منظمې کړې او په خوار خوښۍ سره یې دا نیکې هیلې د بشر د سعادت او هوساینې د پاره په یادگار پرېښودلې دی۔ د دې ټکی په یادولو سره مونږ په ډاگه وایو چې دې په خپل وخت کېښې د هند د نیمې وچې د آزادۍ دلارې هغه ستر قدرت وو چې د اولس د بیدارۍ په لار کېښې چا نه هیریدونکې، او نه ستړی کیدونکې هڅې تر سره کړې دی۔ په پای کېښې مونږ د علامه اقبال د لوړ علمي فلسفې او ادبی مقام یادونه دده په دې بیت سره ختموو او د هغه روح تل بنسټ غواړو۔

قبای زندگانی چاک تاکے

چو موران زیستن در خاک تاکے<sup>۸۷</sup>

ترجمہ: اقبال کا افغانوں کے ساتھ عشق کا سبب یہ تھا کہ ان کو پتا تھا کہ یہ غیور ملت کبھی کسی کے ظلم کو برداشت نہیں کرتی اور نہ ایسی قوم کبھی تاریخ میں کسی کی غلام رہی ہے۔ جب کبھی کسی نے ان پر ظلم کرنے کی کوشش کی ہے ان سے نبرد آزمائی کے لیے افغان میدانِ جنگ میں اترے ہیں۔ نہایت بہادری کے ساتھ سروں کی قربانی دے کر دشمن کا مقابلہ کیا ہے۔ بے سروسامانی اور وسائل سے محرومی کے باوجود دشمنوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا ہے۔ دشمن نے پھر کبھی بھی آسیا کے اس دلاوردل کو شرم کے مارے نہیں دیکھا اور یہ جھکے ہوئے سروں کے ساتھ واپس چلے گئے ہیں۔

غیرت، بہادری اور آزادی کے اسی محبت نے اقبال کے دل میں اس بہادر ملت کے ساتھ عشق پیدا کیا۔ یہی سبب ہے کہ اس عظیم شاعر نے افغانوں کی تاریخی، ثقافتی اور بہادر سرزمین کو اپنے اشعار اور دیگر آثار میں جا بجا یاد کیا ہے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت علامہ کا مختصر شعری اثر مسافر ہے۔ اس اثر میں علامہ نے افغان ملت کے بادشاہوں، بہادروں اور



آسیا کے اس خطے کے بہادر پشتون قوم کے ہمہ جہت کردار کو نہایت احترام کے ساتھ یاد کیا ہے۔ انھوں نے انتہائی محبت کے ساتھ انھوں نے افغانستان کا سفر کیا۔

علامہ کے عظیم شخصیت کا تذکرہ چند الفاظ میں نہیں کہا جاسکتا اس لیے کہ اقبال وہ بشر دوست انسان تھے جنھوں نے انسانی معاشرے کے درمیان اخوت، بھائی چارے، عدالت اور وحدت کو فروغ دیا۔ انھوں نے ان انسانی خدمات کو نہایت صمیمیت کے ساتھ ترتیب دیا ہے ان نیک خواہشات کو عالم انسانیت کی سعادت اور آرام کی خاطر یادگار چھوڑا ہے۔ اس نکتے کی یاد آوری کے ساتھ کہ انھوں نے ہندوستان کی آزادی کی خاطر گرفتار خدمات انجام دی تھیں۔ ہم علامہ اقبال کے بلند علمی، فلسفی اور ادبی مقام کے اعتراف کے ساتھ یہ تحریر ان کے اسی بیت پر ختم کرتے ہیں ان کی روح شاد ہو۔

قبائے زندگانی چاک تاکے

چو موران زبستن در خاک تاکے

مقالہ نمبر ۱۴:

## اقبال و افغانستان

از دکتور حق شناس

جناب ڈاکٹر حق شناس کا یہ مقالہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ یہ مقالہ آپ نے اس وقت لکھا جب افغانستان میں خونیں انقلاب کے بعد روسی فوجیں براجمان تھیں۔ ایک طرف سے کریملین کے سپاہی سمرقند و بخارا کی طرح غزنین و قندھار کو بھی کمیونزم کے حامی بنانے کے لیے اس سرزمین پر دندنارہے تھے تو دوسری طرف بے سروسامان ملت کے غیور فرزندان نعرہ لا الہ سے سرشار ہو کر کوہ و دامن میں جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف عمل تھے۔ علامہ پر یہ مقالہ قوس ۱۳۶۰ھ ش بمطابق ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ لہذا یہ ایک فطری امر ہے کہ اس مقالے کے مشمولات پر جاری حالات کے گہرے نقوش ثبت ہوئے۔ آغاز میں تو

اقبال کی ان قلبی بے قراریوں اور فکری اضطرابوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اقبال دوچار تھے اور جس کی بدولت انھوں نے رومی کی فکری خانقاہ میں پناہ لی:

سیری در مدارس فکری شرق و مطالعہ اندیشہ ہا و اندوختہ های حکما و عرفا و فلاسفہ اسلام  
تر در خاطرش را بہ آرامش کشانید و نور امید ی سراپایش را فر اگر گرفت و میسرش را ادامه  
داد..... و وادی ہا و صحرا ہا در ہم نور دید ہر قدر پیش میرفت نور و روشای بیشتر می شد و نقش  
قدم ہائی کاروان ہا را ہما ی تعدادی را در پھرتہ بیکران تصورات جلو حشمتش مجسم می کرد کہ  
تشخیص و تمیز و انتخاب یکی از آن ہا برایش دشوار و متعسر مینمود۔ فریاد ہای نہانی و نالہ های  
شبانگہی اش پرده های یاس را از ہم درید و قافلہ سالار معرفت و خود آگاہی حضرت مولانا جلال  
الدین بلخی رمز وراز سلوک را در گوشش فرخواند و شمعش فرار ہش افروخت کہ در پرتو آن  
اقبال رہ و رسم بندگی و زندگی را آموخت و بہ جان رسید کہ اینک از زبان خودش مطالعہ  
میفرماید:

شب دل من مایل فریاد بود	خامشی از یاریم آباد بود
شکوہ آشوب غم دوران بدم	از تہی بیگانگی نالان بدم
این قدر نظارہ ام بیتاب شد	بال و پر بشکست و آخر خواب شد
روے خود بنمود پیر حق پرست	کو بحرف پہلوی قرآن نوشت
گفت اے دیوانہ ارباب عشق	جرعہ گیر از شراب ناب عشق
بر جگر ہنگامہ محشر بزن	شیشہ بر سر، دیدہ بر نشتر بزن
تا بکہ چون غنچہ می باشی خموش	نگہت خود را چو گل ارزان فروش
در گرہ ہنگامہ داری چون سپند	محمل خود بر سر آتش بہ بند
چون جرس آخر زہر جزو بدن	نالہ خاموش را بیرون نکلن
آتش استی بزم عالم بر فروز	دیگران را ہم زسوز خود بسوز
از نیتان ہمچو نے پیغام ده	قیس را از قوم ے پیغام ده
نالہ را انداز نو ایجاد کن	بزم را از ہائے و ہو آباد کن
زین سخن آتش بہ پیرا ہن شدم	مثل نئے ہنگامہ آہستن شدم

چون نوا از تار خود برخاستم جنتے از بہر گوش آراستم<sup>۸۸</sup>  
 ڈاکٹر حق شناس کے بقول رومی نے اقبال کو مادی جہان سے بالاتر ہو کر روحانی و معنوی  
 جہان میں مسرور و مست اور محمور رہنے کا گر بتایا:

مولانا یہ گوئے ای کہ اقبال بدان اشارہ می کند در خرمن ہستی و اندیشہ اش آتش زدواز گم گستگی  
 و سرگستگی اش و ارہانید و سر حقیقت را برایش باز گفت و بر حریم اسرارش رهنمای کرد۔ اقبال  
 پس از این برخوردار روحانی دیگر شیفیہ مولانا بلخ گردید و ہمہ دشواری ہا و مشکلات فکری و فلسفی  
 خود را در دانشگاه اندیشہ اول شدہ یافت و شوری در نہارش شعلہ و ر گردید کہ آورش کران  
 تا کہ آن را فر اگر رفت و نور و گرمی اش بر روان ہاذوق و مستی بخشید و بر پیکر افسوں شدگان  
 استعمار روح تازہ دمید۔<sup>۸۹</sup>

تب اقبال کو عالمگیر فکر عطا ہوئی۔ مولانا سے تعلیمات روح و معرفت کا اکتساب حاصل  
 کرنے کے بعد اقبال مشرق کو مخاطب کرنے کے قابل ہوئے:  
 اقبال نخستین و سوسہ ہای انقلاب و اثرات الہاماتی را کہ از روح و معرفت و افکار مولانا  
 کسب می کند و اوراہ ارشاد و رهنمائی مردم بہ قیام و آزادی خواہی برمی انگیزد ہمہ جادر آثارش  
 بخوبی منعکس کرد است کہ این است نمونہ آل:

پس چه باید کرد اے اقوام شرق	باز روشن میشود ایام شرق
در ضمیرش انقلاب آمد پدید	شب گذشت و آفتاب آمد پدید
پیر رومی مرشد روشن ضمیر	کاروان عشق و مستی را امیر
منزلش برتر ز ما و آفتاب	خیمہ را از کھکشان سازد طناب
نور قرآن در میان سینہ اش	جام جم شرمندہ از آئینہ اش
از نے آن نے نواز پاک زاد	باز شوری در نهاد من فقاد
گفت جانہا محرم اسرار شد	خاور از خواب گراں بیدار شد <sup>۹۰</sup>

ڈاکٹر حق شناس لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ کو اس غیور قوم یعنی ملتِ افغانہ کے مجموعی  
 خصائل عادات و اطوار کا بخوبی علم تھا۔ اسی وجہ سے جا بجا اپنے کلام میں اس کا جائزہ لیا ہے:

ملتِ آوارہ کوه و دمن دررگ او خون شیران موج زن

زیرک و روئین تن و روشن جبین  
چشم او چون جره بازان تیز بین  
قسمت خود از جهان نیافتہ  
کوکب تقدیر او ناتافتہ  
سرزمین کبک او شاپین مزاج  
آہوے او گیرد از شیران خراج  
در فضائش جره بازان تیز جنگ  
لرزه برتن از نہیب شان پلنگ  
لیکن از بے مرکزی آشفته روز  
بے نظام و ناتمام و نیم سوز<sup>۹۱</sup>

مقالے میں اقبال کے سفر افغانستان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور مثنوی ”مسافر“ کی روشنی میں کئی امور کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مثلاً ”اقبال در کابل“ کابل سے متعلق علامہ کے اشعار اور ان اشعار پر حق شناس کا تبصرہ، ”اقبال در غزنہ و بر تربت سنائی“ غزنی اور حکیم سنائی سے متعلق ابیات، ”اقبال برویرانہ ہا و خرابھای غزنہ“ غزنی کے ویرانوں اور خرابوں میں علامہ کے کہے گئے اشعار کیفیات اور محسوسات اور ساتھ ہی غزنی کی تاریخ پر مختصر بحث، ”اقبال اور قندھار“ سے متعلق علامہ کے اشعار ہیں۔ اس کے علاوہ موجود جاری حالات کی تناظر میں اس امر پر افسوس کا اظہار ملتا ہے کہ کاش آج اقبال زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ قندھار میں آنسوؤں اور خون کے بہنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں:

دریغاکہ اقبال زندہ نیست تامی دید کہ دیگر در قندھار جز اشک و کون از انار و لالہ اثری نیست  
و آن کوی و برزن کہ وی برای عشق می ورزیدند و شیفنتہ اش بود بدست بیدار گران خون  
آشام بیہمان و رشو چہرہ در خاک کشیدہ است و جز سوگ و ماتم ذوق و حالی دیدہ نمیشود۔<sup>۹۲</sup>

اقبال بر تربت احمد شاہ۔ احمد شاہ بابا سے متعلق علامہ کے ابیات اور مقالہ نگار کا تبصرہ۔  
اقبال و ظاہر شاہ ڈاکٹر حق شناس نے اس عنوان کے تحت ظاہر شاہ کے دور حکومت پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ افغانستان میں علامہ کے تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے تو ہم آج ان مصائب و مشکلات سے دوچار نہیں ہوتے۔

مقالے کے آخر میں بحث کا نتیجہ نکالا گیا ہے اور علامہ کی ابیات میں کچھ ترمیم کر کے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

آسیا یک پیکر آب و گل است  
ملت افغان در آن پیکر دل است  
از حیات او حیات آسیا است  
از مہمات او مہمات آسیا است<sup>۹۳</sup>

روس کے ساتھ ساتھ ایشیا کی دیگر اقوام کو بالخصوص اور پوری دنیا کو بالعموم خبردار کیا ہے کہ ایشیا کی سر بلندی کا راز افغانستان کی سر بلندی سے مشروط ہے اور علامہ کی پیشین گوئی کے مصداق پر یہاں کافساد ایشیا میں فساد کا منبع ہے۔

مقالہ نمبر ۱۵:

## بزرگداشت اقبال بزرگ

از دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیان

یوم اقبال کی مناسبت سے ڈاکٹر سید خلیل اللہ ہاشمیان کا یہ تحریر کردہ مقالہ بھی افغانستان میں جہاد کے دور کی یاد گار ہے۔ خلیل اللہ ہاشمیان مشہور و معروف افغان اقبال شناس ہیں اور آپ نے علامہ کے فکر و فن سے گہرے اثرات قبول کیے ہیں۔

یہ مقالہ دو ماہی قلم میں (اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء کو) شائع ہوا۔

اس طویل مقالے کے آغاز میں مختصر آفاقی شاعری کے مختلف مکاتب فکر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جن میں مکتب ادبی خراسان (افغانستان ماوراء النہر و ایران)، مکتب ادبی عراق (اشعار فلسفی تصوفی و حماسی) اور مکتب ادبی ہند کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت علامہ کو اگرچہ مکتب ادبی ہند سے منسوب کیا گیا ہے تاہم ان کے مکتب ادبی خراسان اور مکتب ادبی عراق سے بھی تعلق بتایا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ کے درج ذیل بیت کی روشنی میں ہاشمیان نے اپنے مقالے کو ترتیب دیا ہے:

آنچه من در بزم شوق آورده ام دانی کہ چیست

یک خمخانہ می ۹۳

یک نیمستان نالہ

یک چمن گل

یراث مکتب ہند میراث عرفان مولوی بلخی میراث مکتبہای خراسان و عراق

”یک چمن گل“ صد چمن گل چمنستان، خونِ رگ گل وغیرہ ایسی سیکڑوں تراکیب و اصطلاحات اور بھی ہیں جو مکتب ہندی کی زینت بنے ہوئی ہیں۔ جس کے بہترین نمونے میرزا عبدالقادر بیدل کے اشعار میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اقبال نے بھی یک چمن گل کی ترکیب

مکتب ہندی کی پیروی میں استعمال کی ہے۔ ”یک نیستان نالہ“۔ یہ اس نالے کا تذکرہ ہے جسے مولانا رومی نے آٹھ سو سال پہلے استعمال کیا تھا:

آتشت این بانگ بای و نیست باد  
 ہر کہ این آتش ندارد نیست باد  
 (رومی)

اقبال کو چونکہ خداوند عالم نے چشم پر نور اور ”دید جان“ نصیب فرمائے تھے اس لیے جوش عشق اور درداشتیاق کے نوا کو بلند کرتے ہیں:

کو بحرف پہلوی قرآن نوشت	روے خود بنمود پیر حق پرست
جرعہ گیر از شراب ناب عشق	گفت اے دیوانہ ارباب عشق
قیس را از قوم حی پیغام ده	از نیستان ہمجونے پیغام ده
بزم را از ہاے و ہوے آباد کن	نالہ را انداز نو ایجاد کن
مثل نئے ہنگامہ آہستن شدم	زین سخن آتش بہ پیرا ہن شدم
غبار رہ گذر را کیمیا کرد	گرہ از کار این ناکارہ واکرد
مرا با عشق و مستی آشنا کرد <sup>۹۵</sup>	نی آن نی نواز پاکبازی

ہاشمیان لکھتے ہیں کہ اقبال نہ تو صوفی تھے اور نہ عارف بلکہ انھوں نے اپنے پیشوا مولانا بلخی صاحب مثنوی معنوی کی پیروی میں سب کچھ کہا ہے۔ چنانچہ اپنے استدلال کے لیے مثنوی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں:

زندہ معشوق است و عاشق مردہ ای	جملہ معشوق است و عاشق پردہ ای
او چو مرغے ماند بے پروای او	چون نباشد عشق را پروائے او
موکشانش میکند تا کوئے دوست	پر و بال ما کند عشق اوست
چون نباشد نور یارم پیش و پس	من چگونہ ہوش دارم پیش و پس
بر سر و برگردنم چون تاج و طوق <sup>۹۶</sup>	نور او در بین و یسر و تحت و فوق

اقبال دل کو مرکز عشق قرار دیتے ہوئے مولانا کے ”نالہ نے“ کو سنتے ہیں اور

افلاطونی افسوس و اندیشہ کو رد کرتے ہوئے برملا کہتے ہیں:

راہب دیرینہ افلاطون حکیم  
 رخس او در ظلمت معقول گم  
 آنچنان افسون نامحسوس خورد  
 گفت سر زندگی در مردن است  
 عقل خود را بر سر گردون رساند  
 کار او تحلیل اجزای حیات  
 فکر افلاطون زیان را سود گفت  
 فطرتش خوابید و خوابے آفرید  
 منکر ہنگامہ موجود گشت  
 قوم با از شکر او مسموم گشت  
 از گروہ گوسفندان قدیم  
 در کہستان وجود انگندہ سُم  
 اعتبار از دست و چشم و گوش برد  
 شمع را صد جلوہ از افسردن است  
 عالم اسباب را افسانہ خواند  
 قطع شاخ سرود رعنائی حیات  
 حکمت او بود را نابود گفت  
 چشم ہوش او سُر ابے آفرید  
 خالق اعیان نامشہود گشت  
 خفت و از ذوق عمل محروم گشت<sup>۹۷</sup>  
 یک خمخانہ مئی: مکتب ادبی عراق کا استعارہ جو اقبال نے شعر اور عرفا کی کیفیت شورو  
 سوز کے لیے استعمال کیا ہے۔

عطا کن شور رومی سوز خسرو  
 گبے شعر عراقی را بخوانم  
 عطا کن صدق و اخلاص سنائے  
 گبے جامی زند آتش بجانم<sup>۹۸</sup>  
 میخانہ، خمخانہ: ساغر و مینا وغیرہ ادبی عرفانی علامات سنائی، رومی، سعدی اور حافظ کے  
 افکار کے ذریعے فارسی ادبیات کے زینت بنے ہوئے ہیں۔ بقول حافظ شیرازی:  
 احوال شیخ و قاضی و شرب الیہودشان  
 کردم سوال صبحدم از پیرے فروش  
 گفتا گفت نیست سخن گرچہ محرے  
 در کش زبان و پردہ نگہ داروے ہوش<sup>۹۹</sup>  
 چھ سو سال بعد اقبال پیرے فروش کے اسرار کا پردہ چاک کر کے موج مٹی کو کسوت و  
 مینا کے ذریعے بیان کرتے ہیں:

تاہی چون غنچہ می باشی خموش  
 فاش گو اسرار پیرے فروش  
 نگہت خود را چو گل ارزان فروش  
 موج مے شو کسوت مینا بیوش<sup>۱۰۰</sup>  
 اس راہ کے راہی اقبال خواجہ حافظ شیرازی کے درج ذیل شعر کا جواب یوں دیتے ہیں:

## حافظ:

مزرع سبز فلک دیدم و داس مد نو  
یادم از گشتیم خویش آمد و ہنگامہ درو

## اقبال:

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو  
کانچہ گشتیم زخجت نتوان کرد درو<sup>۱۰۱</sup>

مقالے میں ”ایمان اقبال“ کے ضمنی عنوان کے تحت علامہ کے مذہبی افکار کا جائزہ

پیش کیا گیا ہے۔ استدلال کے طور پر جاہجاہ علامہ کے اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے:

در شبستان حرا خلوت گزید	قوم و آئین و حکومت آفرید
در جہان آئین نو آغاز کرد	مسند اقوام پیشین در نورد
از کلید دین در دنیا کشاد	ہجو او بطن ام گیتی نژاد
در نگاہ او یکے بالا و پست	با غلام خویش بریک خوان نشست
امتیازاتِ نسب را پاک سوخت	آتش او این خس و خشاک سوخت <sup>۱۰۲</sup>

اسلام کے پیچہ بنا کے حوالے سے علامہ کے درج ذیل اشعار نقل کیے گئے ہیں:

لا الہ باشد صدف گوہر نماز	قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است	قاتل فحشا و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخون زند	خیبر تن پرورے را بشکند
مومنان را فطرت افروز است حج	ہجرت آموز و وطن سوز است حج
حب دولت را فنا سازد زکوٰۃ	ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ <sup>۱۰۳</sup>

اقبال ان صوفی و ملا کے خلاف ہیں جو تلاشِ حلوا میں لگے رہتے ہیں۔

دل ملا گرفتار نغے نیست	نگاہے ہست در چشمش نے نیست
از آن بگریختم از مکتب او	کہ در ریگ جہازش زمزمے نیست <sup>۱۰۴</sup>

اس عنوان کے تحت طویل گفتگو کے بعد ہاشمیان کے مقالے کا عنوان ہے ”اقبال و

زبان دری“ ہاشمیان نے پنجابی کے بجائے اردو کو اقبال کی مادری زبان بتایا ہے جو کہ ایک



علمی سہو ہے۔ انگریزی اور جرمن زبانیں ان کی تحصیلات کے زبانیں بتاتے ہیں البتہ اقبال کے عارفانہ آثار کی زبان ”دری“ بتاتے ہیں جو کہ بقول ہاشمیان اقبال کے لیے عطیہ خداوندی آہ صبحگاہی ہے:

بامن آہ صبحگاہے دادہ اند      سطوت کوہے بہ کاہے دادہ اند  
اقبال اس زبان میں خودی کے رموز بیان کرتے ہوئے خالق کائنات سے ہمکلام ہوتے ہیں:  
عشق سوبان زد مرا آدم شدم      عالم کیف و کم عالم شدم  
حرکت اعصاب گردون دیدہ ام      در رگ مہ گردش خون دیدہ ام<sup>۱۰۵</sup>  
دری افغانوں کی زبان ہے اور اقبال اس کی اہمیت سے باخبر ہیں:

گرچہ ہندی در غدو بت شکر است      طرز گفتار دری شیرین تر است  
فکر من از جلوہ اش مسحور گشت      خامہ من شاخ نخل طور گشت  
ہاشمیان نے اس دلچسپ حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقبال اگرچہ فارسی کے بہترین سخنور تھے لیکن فارسی میں گفتگو کرنے سے قاصر تھے۔ ہاشمیان لکھتے ہیں کہ سرور خان گویا نے مجھ بتایا تھا کہ علامہ جب ۱۹۳۳ء میں افغانستان تشریف لائے تھے تو افغان شخصیات اور ادبا سے اردو اور انگریزی میں بات چیت کرتے تھے۔ ایک دوبار تو میزبانوں نے ان سے فارسی میں گفتگو کرنے کی استدعا کی تھی۔ علامہ نے خضوع اور شرمندگی کے ساتھ معذرت کی۔ اگرچہ اس سفر میں علامہ نے سنائی، محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی کے مزارات اور خرقة مبارکہ پر حاضری دی تھی اور اس سفر کا منظوم اثر مسافر فارسی ہی میں تحریر کر دیا ہے۔<sup>۱۰۶</sup>

## اقبال و افغانستان:

اس عنوان کے تحت ہاشمیان نے افغانستان سے علامہ کی مختلف دلچسپیوں کا ذکر کیا ہے۔ آزادی افغانستان کی جستجو اور ان سے قلبی تعلق کا ذکر کیا ہے:

مسلم ہندی چرا میدان گذاشت      ہمت او بوے کمراری نداشت  
مشت خاکش آنچنہاں گردیدہ سرد      گرمی آواز من کارے نکر د<sup>۱۰۷</sup>

ایک طرف اقبال کو اس مبارز ملت کی جغرافیائی موقعیت کی اہمیت کا پورا پورا احساس تھا تو دوسری طرف ہندوستان میں غلاموں کی شبِ ناتمام پر پریشان رہتے۔ اسلام، آزادی اور استعمار دشمنی کے حوالے سے علامہ افغانوں کے تمام کارناموں سے آگاہ ہیں۔ سید جمال الدین افغانی کے صادقانہ جذبات کو پیام افغان را بملت روسیہ بیان کر کے بعض حقائق کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔

مقالے کے آخر میں لکھا ہے کہ اقبال کے بارے میں جتنا بھی لکھوں بہت کم ہے۔ افغانستان میں ایک بار پھر یومِ اقبال منانے کے آرزو کا اظہار کیا گیا ہے۔ کابل یونیورسٹی کے اساتذہ کی جانب سے اپنے اس مقالے کو علامہ کے حضور نمائندگی کی حیثیت سے اہد کیا ہے۔

پر دانتن بانسان متعدی چون اقبال کہ ہر لحظہ حیات عقلانی خود را وقف تربیت ہمنوعان خود خاصہ بیداری ملت های مسلمان نموده باین مختصر نامیسرائ و آہنگی در مورد اقبال ہر قدر سخن گویم سخن مانند او گفتمہ ایم و چون ہمہ سخن را او خود گفتمہ متعال مادر مقدمہ تمام است ولی بمنظور سہم گرفتہ در روز اقبال کہ ہر سال در پاکستان تجلیل میشود و در افغانستان آزاد نیز برگرام میشود و من در آن زمان از زمرہ، استاذان پوهنتون کابل مقالاتی در سفارت پاکستان مقیم کابل خواندہ بودم ایک بہ نمائندگی استادان آوارہ پوهنتون آزاد کابل این برگ سبز را میخست نمونہ ارادت مردم آزادہ افغانستان با اقبال لاہوری و ہموطنانش تقدیم میدارم و برای ملت برادر پاکستان استحکام میانی اسلام و بقائی استقلال شانرا مثلث مینمایم۔

موفق باد جہاد و مقاومت ملی مردم افغانستان

پائندہ باد افغانستان آزاد و مؤمن

جاویدان بادر ہبری اسلام ۱۰۸

مقالہ نمبر ۱۶:

## امروز زدائی فردا

از نائل لاجورد، منشری

نائل لاجورد، منشری کا لکھا ہوا یہ مقالہ دقیق فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہے اور یہ مباحث فلسفہ زمان اور فلسفہ مستقبل سے عبارت ہیں۔ مقالے کا آغاز افغانستان میں جہاد کے

دوران جاری سفر کے حوالے سے جہدِ مسلسل اور آئندہ کے حوالے سے زمان کے بحر بیکراں میں غواصی کے اسرار و رموز سے کیا گیا ہے۔

من ہنوز میروم ہنوز در اہم سر منزل اقامت دور و ناپید است شمع در امواج بیکرانہ سیاسی در آن دور دستہای دور میلرز نمی دانم کہ آتشی کاروان رفتہ است میابہ سپیدہ ہای بامداد ”فردا“ نزدیک می شویم اما در افق میگریم ہنوز نشانی از ”رسیدن“ و بارقہ از منزل ہویدا نیست۔ ہر قدم میروم ہنوز کہ ہنوز است خود را در امروزی یایم و چون غواصی از دست رفتہ ای در امروز شناورم ”فردائی“ کہ خواهد آمد ہنوز سر بزناوی ادبیت غیب خوابیدہ است و ہنوز در سرمدیت زیبا و خاموش مکتوم است گوی ہرگز ”بیدار“ نخواہد شد و نخواہد آمد۔<sup>۱۰۹</sup>

اس طویل اور دقیق فلسفیانہ بحث کے دوران فلسفہ امروز اور فلسفہ فردا کو مختلف زاویوں سے پرکھا گیا ہے۔ اس فلسفے کی باریکیوں پر عالمانہ اور فلسفیانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ انسانی حیات کے نشیب و فراز پر فلسفہ امروز و فردا سے مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے موضوع کے نکات کے استدلال میں مشاہیر مفکرین مشرق کے افکار سے جا بجا استفادہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا حوالہ خواجہ حافظ شیرازی کا دیا گیا ہے:

بیا تا گل بر افشانیم و مے در ساغر اندازیم

فلک را سقف بشکائیم و طرح نو در اندازیم<sup>۱۱۰</sup>

نایل لاجورد، بشھری نے موضوع سے متعلق مولوی، عطار اور سنائی کے افکار کو شامل مقالہ کیا ہے۔ یوں ان مشاہیر مفکرین کے تذکرے کے ساتھ ہی علامہ کے افکار کو بھی زینت موضوع بنایا گیا ہے۔

آری، این شاعر نگر اینخای بزرگ همچون اقبال ہیجانات آتشین هیچ اثری جز کینہ با امروز برای پیروزی فردا نیا فریدہ است۔ دشمنی و تضاد این دو براہیچتہ خدا با وضع موجود و مناسبت متداوم آن ناشی از بیدار دلی درد و فہمیدن بیکرانہ ایشان از ضلالت و عمق آگاہی امروز و زیبائی و فضائل عالی فردا ہا میدا میکرد کہ هیچ و سوسہ عزیز و شیطانی نتوانستہ است جلو مبارزات مسلم ایشان را علیہ امروز در جہت فردا سر کند بنا حاسہ بزرگ این روح ہای عظیم

باب ہفتم: افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات

آنتست کہ اتمامی ذرات اشراقی و عرفانی و آثار شان را بیداری روشنائی و مبارزہ علیہ امروز برای ساختن جامعه فردا و فراہا تشکیل می دہد۔

حافظ شیرازی چون مولوی و مولوی چون سنائی و سنائی چون اقبال و اقبال چون..... رنج نامہ در جہت حکومت امروز و رہائی از حصار ”روزمرہ گی“ امروز تقدیم جامعہ انسانی کردہ اند کہ بعنوان گنجینہ تجارب فرہنگی و مبارزاتی و بعنوان دستاورد رنج و مجموعہ مینظر ”طرح نو“ ”فردا“ برای ہمہ نسلہائیکہ علیہ امروز در تداوم تاریخ مبارزہ مینماید و مبرای فردا شکوہ مند آزادی تلاش می ورزند می تواند دستور العمل کار و مبارزہ را ہکشا قرار گیرد۔<sup>۱۱۱</sup>

اس مقالے میں اگر ایک طرف مستقبل کے بارے میں مشاہیر مفکرین کے افکار کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے تو دوسری طرف موضوع سے متعلق علامہ کے افکار کا ایک عالمانہ جائزہ بھی لیا گیا ہے جو عمیق نظر اور علمی استدلال کا مظہر ہے۔ علامہ حال کو مستقبل کی کلید گردانتے ہیں۔ حال کی کامیابیاں، کامرانیوں اور سعادت کو مستقبل کی سرخروئی کا منبع قرار دیتے ہیں۔

اقبال این فرزند فردا کہ حضور امروزی دارد و متولد امروز است بحساب فردا و نفع فردا زندگی می کند او تبلور درخشان سمیای ”آئندہ“ در ”حال“ است و تجسم جامعہ رشید فردا در امروز گلوں بخت و ذلیل جفا کہ او نسل فردا و قامت افراختہ ای ”آئندہ“ در حصار متروک و خفقان انگیز ”حال“ است در اعتقاد او ”ہیچکس جز“ او ”در ساختن و باز آفریدن فردا ہمسوول نیست کہ با چنین تعبیر عظمت حالت ”کار“ برای فردا و تعہد ”نسل انسان“ در برابر جامعہ نوین را نمائش میدہد اصولا و فرزند فردا و فراہاست و او فرزند صحر او صحراہاست بنیش او در محدوده امکان و در عرصہ حیات جز تغیر و تحول نمی شناسد و روی این باور عمیق تحول و حرکت را مظہر حضور ہستی و ناموس ازلی برای حیات و وجودی فہمد و دلیل بقا و استمرار وجودی شناسد از دید گاہ او تاریخ فلسفی انسان همان با حرکت و پویائی آغاز می شود او در جوہر ہستی و در نهاد و ثرخاکی حیات بوجود مبداء تحول و منشا حرکت و ایمان دارد۔<sup>۱۱۲</sup>

اسی حرکت ہی کی بنیاد پر اقوام کامرانیوں کی منازل طے کرتی ہیں۔ اور جاودانی و سرفرازی کے اعلیٰ مقامات پر جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ یہ امر الہی بھی ہے اور منشائے ایزدی بھی۔

عشق بہ حرکت را محوریت ہستہ ای کائنات می فہمد و اصل موج بودن را قاعدہ کلی و وجہ مشترک برای مطالعہٴ خصلت ہای ذاتی و جوہری تمامی پدیدہ ہا و نمودہا می یابد۔ فلسفہٴ ادحاوی طرح بزرگ در یک ناپذیری و استمرار حرکت ابدی بہ ”الی اللہ المصیر“ است و توقف و درنگ نمی پذیرد و لحظہٴ توقف ہستی را تساوی با مرگ و نیستی می انگارد۔

آری اقبال بنیاد باور منظرہا ی فلسفی خود را بر بنای تحول فناپذیر اعماری کند و محور تغیر و حرکت را دلیل بقا و احیای جامعہ می بیند۔<sup>۱۱۳</sup>

اقبال کی فلسفیانہ نگاہ میں اثبات اور اثبات میں تغیر بھی فلسفیانہ امروز و فردا کے زمرے میں آتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں:

دید گاہای فلسفی اقبال در کلیت حال تنہا بہ اثبات ”ثبات اصل تغیر“ نمی می شود و دیگر عالم ممکن را صحنہٴ تغیر مستمر و تحول ابدی می یابد۔ علی ایحال نگوش فلسفی اقبال در اعمار تفکر فرہنگی و تغیر بنای بنگہای سلیمی و اجتماعی او حیثیت مامتہٴ محوری دارد کہ ناگزیر جہان و ہستی را موجود ”ہر لحظہٴ شونده“ و اسیر ”بیروت“ دائمی می فہمد۔<sup>۱۱۴</sup>

علامہ کائنات کی اس دید گاہ میں آدمی ہی کو حرکت، فلسفہٴ زمان، فلسفہٴ مکان، فلسفہٴ عشق، فلسفہٴ امروز اور فلسفہٴ فردا وغیرہ کا مرکزی کردار تصور کرتا ہے۔ وہ ان تمام فلسفوں سے وابستہ کیفیات اور محسوسات، حقائق اور اسرار اور موز کو انسان ہی سے وابستہ بتاتے ہیں:

اقبال آدمی را مجموعہٴ بینظیر ہیا ہوا، ہیا ناہا و سازہا و آہنگہا می انگارد کہ با عبور از معتبر تحول و تکامل ہنگمی سبوی ”شدن“ و ”رشد“ در حرکت و بیقراریت، دائرۃٴ المعارف شناخت اقبال ”آدمیت“ آدمی را موج شتاب آلود ”گذشتن“ و ”رفتن“ می فہمد کہ اگر بیقراری و اضطراب و حرکت را از وحذف کنند بہ مبدای حیوانی خود باز میگردد و سقوط می کند۔ و آنجا کہ میگوید:

موج زخود رفتہ تیز خرامید و گفت  
ہستم اگر میروم گر نروم نیستم<sup>۱۱۵</sup>

## افغانستان در آئینہ قرآن

از احمد جان امینی

احمد جان امینی کے اس مقالے کا عنوان اگرچہ افغانستان در آئینہ قرآن ہے لیکن اس مقالے میں جا بجا قرآن و احادیث کے علاوہ صرف اور صرف علامہ کے اشعار و افکار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر ہم اس مقالے کو شامل کر رہے ہیں۔ یہ مقالہ دو ماہی قلم (فروری مارچ ۱۹۹۲ء) میں شائع ہوا ہے۔

مقالے کا آغاز علامہ کی اس رباعی سے ہوا ہے:

عرب از سرشک خونم ہمہ لالہ زار بادا      عجم رمیدہ بورا نفسم بھار بادا  
تپش است زندگانی تپش است جاودانی      ہمہ ذرہ ہائے خاکم دل بے قرار بادا<sup>۱۱۶</sup>  
مقالے کی ابتدا میں کائنات کی تشکیل اور اس میں انسانی زندگی کے ارتقا سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس خاکسری سرزمین پر اقوام اور ملتوں کے آغاز تہذیب، تمدن اور شاندار ترقی کے مختلف ارتقائی مدارج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ افغانستان کے تذکرے کے ساتھ ہی اس مملکت کی تاریخی جغرافیائی اہمیت کا ذکر ملتا ہے اور ساتھ ہی علامہ کے اشعار دیے ہیں:

حال با تحلیل مشخص از موقیعت فرد۔ اجتماع و پدیدہ های طبیعی بسراغ کشور و مردم خودمان  
افغانستان قهرمان و مسلمان می بر آیم می بینم افغانستان ظاہراً مواضع کوچک بشکل مشقت گرہ  
خوردہ را بیناید کہ در خریطہ و اطلس های جہان قرار گرفته است اما مطالعہ و ادواج بہ متون  
تاریخی این خطہ در ہر مقطع از زمان این رانشان میدہد کہ خصوصیت تسلیم ناپذیری جنگ و  
درہم کو بیدن متجاوزین طاغوظیان و افکار ناسازگار و ناسالم حاکم بر زمان خصوصیات فطری این  
سامان بودہ و پیوستہ بیدینگام نہفت های مترقی و آزادی بخش جہان بودہ است کہ باین سئلہ کوچک  
معنویت و کیفیت بخصوص بخشیدہ است کہ چون قلہ شاخ تبارز و چون نگین در عرشہ اطلس  
جہان تلؤو میکند۔

حضرت علامہ اقبال لاہوری شاعر و صوفی باکرامت اسلام و مشرق نقش افغانستان را در آسیا  
چہ موزون تحلیل و پیچگی کردہ است۔

آسیا یک پیکر آب و گل است ملتِ افغان در آن پیکر دل است  
 از فسادِ او فسادِ آسیا در کشادِ او کشادِ آسیا<sup>۱۷</sup>  
 چونکہ یہ مقالہ افغانستان میں روسی مداخلت کے دوران لکھا گیا ہے لہذا مقالہ نگار کے اندازِ تحریر پر اس وقت کے حالات کے مطابق جذبہٴ جہاد غالب نظر آتا ہے۔ افغانوں کے حق خود ارادیت کی بحالی اور افغانستان کی خود مختاری ان کی اولین ترجیح ہے۔ اس بنیاد پر ایک بار پھر علامہ کے اشعار سے استدلال بھی پیش کرتے ہیں:

گویا حقیقتاً محدودہٴ جغرافیائی این کشور حرم سرای آزادگان و باشندگانی آن پاسداران امین بودہ  
 اندکہ در طول تاریخ بہ جنایت کاران متجاوزین و بیگانگان و لجام گسپنجان فرصت و اجازہٴ آن  
 راندادہ اندکہ پای کثیف و جنایت کرشاں حریم پاک این خطہٴ آزادگان مسلمان راملوث سازد  
 حضرت اقبال صاحب بازم در لابلدی اشعارش شخصیت ها و حتی حیوانات افغانستان را چنین  
 تشریح و تشبیہ نموده است۔

خیر از مردان حق بیگانه نیست در دل او صد ہزار افسانہ ایست  
 سرزمین کبک رو شاہین مزاج آہوے او گیرد از شیران خراج  
 در فضائش جبرہ بازان تیز چنگ لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ<sup>۱۸</sup>  
 مقالے میں افغانستان پر روسی مداخلت کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ متجاوز قوتوں کو اپنے عبرت ناک انجام سے بھی خبردار کیا گیا ہے اور واقعی حالات نے یہ سچ ثابت کر دیا کہ افغانستان پر حملے کے بعد کمیونزم کا انہدام ظہور پذیر ہوا۔ روسی ایسے شکست سے دوچار ہوئے کہ صفحہ ہستی سے U.S.S.R کے نقوش مٹ گئے۔

اولین و آخرین موردِ نبودہ است کہ ملت مسلمان افغانستان بانیروی ایمان و عقیدہ در قرن بسیت امپراطوری روسیہ متجاوز ہم پیمانان آن رادر میدان نظامی سیاسی و فکری شکست و چرخ تمدن جہان را بہ سود مسلمین و آزادی خواہاں پیش بردہ و ریکارد جدیدی رادر تاریخ معاصر برقرار نموده است بلکہ این ملت با ایمان در ہر مقطع از زمان و در ہر شرائط نامہوار علمبردار نھضت های مترقی بودہ است چنانچہ بہ شواہد تاریخ بیریق جہان کشائی اسکندر مقدونی در تعرض بہ ہمین خاک مابزمین اقتید و از پیشروی بعدی بازماند۔

باب ہفتم: افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات

طلسم جھان کشائی و انسان کشی چنگیز خان مغل در تعرض قرن ششم صبری بدست همین پد ران قهرمان مائست۔

امپراطوری جھان کشائی انگلیس کہ باصطلاح آفتاب در نہای افقہای آن جای غروب نہ اشد در قرن ۱۹، ۲۰ در زمین ماغروب کرد۔

واینکہ این ملت و این زمین پیوستہ علمبردار نھضت ہائی اسلامی و سببول آزادیگی بودہ است بی گمان نصرت الہی فطرت مسلمہ این اولادہائی آدم بودہ است۔ ملت ما بر صبر و استقامت و توصل بہ کلمہ توحید و قربانی جگر گوشہ ہا و عزیزان و نثار خون پاک خویش در طول انقلاب اسلامی و مقاومت علیہ امپراطوری خون آشام روسیہ شوروی آیہ ہائی قرآنی و احادیث نبوی ﷺ را تفسیر و ترجمہ عملی و واقعی نمودہ اند۔<sup>۱۱۹</sup>

موضوع کی مناسبت سے مجاہد اسلام سید قطب شہید کا قول پیش کرتے ہیں۔ جابجا جہاد، ہجرت اور صبر و استقامت کے بارے میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں۔ روسی آتشی طاقت کو آتش نمرود سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور خلیل کی ایمانی قوت کی طاقت سے لیس افغانی ملت کو نوید کامرانی سناتے ہوئے ایک بار پھر علامہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں:

با آنکہ در آتشکدہ ہای نمرودی زمان روسیہ از شش جھت مورد اذیت و آلام قرار میگرفت بہ رجوع بہ بارگاہ خدا مردانہ استقامت کردند و یکبار دیگر این ملت ابراہیمی داستان ہائی ابراہیم خلیل رادر عصر مازندہ و مجسم ساخت و سنگر اسلام را حفظ نمود مولانا اقبال می فرماید:

زمانہ باز بر افروخت آتش نمرود کہ آشکار شود جوہر مسلمانی  
در آہ سجدہ و یاری ز خسروان مطلب کہ روز فقر نیاگان ما چینس کردند<sup>۱۲۰</sup>

افغانوں کو اپنے دشمن کے مقابلے میں وسائل کے لحاظ سے کمزوری کے دلدل سے نکال کر ایمان کی دولت سے مالا مال گردانتے ہیں اور یہی مسلمان کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ دوسروں کے آگے سر کو خم نہیں کرتا۔

در قیام و روند مبارزاتی تان همچون خدا شناسان سست عنصر و اندوہ ناک نباشد و این ایہ کریمہ را پیوستہ بخاطر بیاورید۔ وَ لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿٤٠﴾  
(القرآن، النساء ۱۳۱: ۴)



(وہر گز نگر داند خد او ند کا فران را بر مومنان را ہی برای غلبہ) و اگر در سنگر حجرہ و ضف و ہر کجائی قرار دارید باز مزہ این اشعار مولانا اقبال لاہوری و جدان و شعور حلیم خویش را بیدار و برقص می آورید:

مسلمانے کہ داند رمز دین را      نسايد پيش خلق اللہ جبين را  
اگر گردون بکام او نگرود      بکام خود بگرداند زمين را<sup>۱۱</sup>  
مقالے کا اختتام اسلام کی بالادستی اور کمیونزم کے انہدام کی امید، دعا اور یقین کے الفاظ پر کیا گیا ہے۔

مقالہ نمبر ۱۸:

## ساعتی در خدمت علامہ اقبال

از سید قاسم رشتیا

سید قاسم رشتیا کا شمار افغانستان کے مشاہیر اہل قلم، پیشہ ور سیاست دانوں اور مقتدر خواص میں ہوتا ہے۔ آپ کو نہ صرف کابل میں علامہ کی میزبانی کا شرف حاصل رہا بلکہ لاہور میں بھی علامہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس آخری ملاقات کے احوال پر مشتمل رشتیا کا یہ مقالہ ہفت روزہ وفا میں شائع ہوا (۱۱ اجدی ۱۳۷۵ھ ش)۔

اس مقالے کے آغاز میں علامہ کے ۱۹۳۳ء کے سفر افغانستان کا ذکر کیا گیا ہے:

علامہ اقبال در خزان ۱۹۳۳ء بہ معیت دو تن دیگر از دانشمندان ہندی سید سلیمان ندوی و سر راس مسعود بنا بہ دعوت افغانستان از کابل و چند شہر دیگر افغانستان دیدن نمود کہ خاطر ات این سفر دلچسپ اور مجموعہ بہ نام ”مسافر“ در قالب شعر در اور دہ شدہ است و از ہر حیثیت قابل خواندن است۔<sup>۱۲</sup>

ترجمہ: ۱۹۳۳ء کے خزان میں علامہ اقبال دو دیگر ہندی زعماء سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ساتھ افغان حکومت کی دعوت پر یہاں تشریف لائے۔ کابل اور چند دیگر شہروں کی سیاحت کی۔ اس سفر کی یادوں کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر مجموعہ مسافر رقم کیا جو کہ ہر اعتبار سے پڑھنے کے قابل ہے۔

قاسم رشتیا لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں وہ انجمن ادبی کابل کے ممبر تھے۔ انھوں نے علامہ سے ملنے کے علاوہ اس سفر کی غرض و غایت پر مزید تفصیلات دی ہیں:

من در آن زمان در جملہ اعضاء انجمن ادبی کابل بودم و از حسن اتفاق درصہیت پذیرائی این مہمانان عالی قدر نیز اشتراک داشتم۔ سفر آٹھا اساساً بہ غرض مشورہ در بارہ چگونگی تاسیس اولین پوہنتون افغانستان بود کہ از آرزوہائی اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ بہ شمار میرفت چنانچہ پوہنتی اول آن را بہ نام فاکولتہ طب قبلاً تاسیس کردہ بودند ولی اندکی پس از بازگشت دانشمندان بلند پایہ ہندی کہ ہر یک در رشتہ خود مقام برجستہ رادر کشور خود حایز بودند اعلیٰ حضرت نادر شاہ بہ شہادت رسید و پروگرام تاسیس پوہنتون تا چندین سال بہ تصویق افتاد۔<sup>۱۳۳</sup>

ترجمہ: میں اس زمانے میں انجمن ادبی کابل کارکن تھا۔ اور خوش قسمتی سے ان معزز مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے وفد میں شامل تھا۔ یہ سفر دراصل اس مشاورت کے سلسلے میں تھا جو اعلیٰ حضرت کی آرزو کے مطابق تھی کہ کس طرح افغانستان میں پہلی یونیورسٹی کی ابتدا کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ابتدائی ادارہ فاکولتہ طب کے نام سے کھولا گیا لیکن ان دانش مندوں جن میں سے ہر ایک اپنے میدان میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، کے جانے کے تھوڑے ہی عرصے بعد اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید ہو گئے اور کابل یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ چند سال تک التوا میں پڑا رہا۔

اس تمہیدی نوٹ کے بعد رشتیا نے ۱۹۳۵ء میں اپنے سفر لاہور اور وہاں حضرت علامہ سے ملاقات کا ذکر نہایت شد و مد سے کیا ہے:

در سال ۱۹۳۵ء من بہ معیت مادرم کہ مریض بود برای بار اول بہ شبہ قارہ مسافرت نمودم و تداوی مادرم در لاہور صورت میگرفت در خلال مدت سہ ماہی کہ در آن شہر بہ سر میردم تا یک اندازہ لسان اردو را یاد گرفتہ کہ برای محاورہ عادی کافی بود در صہین بین بہ فکر افتادم تا از علامہ اقبال کہ در کابل بہ حضور شان معرفی شدہ بودم دیدن نمایم سراغ منزل شان را گرفتہ یک روز بہ انجا رفتہ منزل علامہ اقبال از عمارت یک کوچک روی پایہ چوبی نصب شدہ بود کہ روی آن این عبارت سادہ خواندہ میشد ”محمد اقبال وکیل دعوای“۔ زنگ دروازہ رافشار

دادم شخصی بہ دروازہ ظاہر شد پرسید چه میخواهی کارت خود را کہ در زیر نام آرزوی خود را بر ای ملاقات علامہ بہ قلم نوشتہ بودم بر امیش دادم کی بعد برگشتہ مرا بہ داخل عمارت رہنمائی کرد۔ ترجمہ: ۱۹۳۵ء میں، میں نے اپنی والدہ محترمہ جو کہ بیمار تھی کے ساتھ پہلی بار بر صغیر کا سفر کیا۔ والدہ کے علاج کے لیے لاہور گیا۔ وہاں اپنے تین ماہ کے قیام کے دوران میں نے تھوڑی سی اردو بھی سیکھ لی جو کہ روزمرہ بول چال کے لیے کافی تھی۔ اس دوران میں نے سوچا کہ علامہ اقبال جن سے کابل میں تعارف ہوا تھا سے ملاقات کر لوں۔ ان کے گھر کا پتہ معلوم کیا۔ علامہ کا نو تعمیر شدہ مکان لاہور شہر کے ایک رہائشی علاقے میں واقع تھا۔ دروازے کے تختے پر ان کے نام کا ایک سادہ سا لوحہ لگا تھا۔ جس پر یہ تحریر درج تھی: محمد اقبال وکیل دعویٰ (ایڈوکیٹ)۔ دروازے کی گھنٹی بجائی ایک شخص باہر آیا۔ آنے کا غرض پوچھی۔ میں نے اپنے تعارفی کارڈ پر نام کے نیچے علامہ سے ملاقات کی آرزو لکھ کر ان کو دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص باہر آیا میری رہنمائی کرتے ہوئے مجھے اندر لے گیا۔

رشتی آنے علامہ سے اپنی اس ملاقات کے پہلے تاثر کو یوں محفوظ کیا ہے:

علامہ اقبال کہ در یک اطاق سادہ وہی حوا بہ روی بستر افتادہ بود بہ دیدن من روی بستر نشست و با من مصافحہ کرد ازین کہ از یک جوان افغان در منزل خود پذیرائی مینماید اظہار خوشنودی نمود۔ صحبت ما بہ زبان اردو البتہ از طرف من بہ صورت شکستہ و ابتدای ادامہ یافت علامہ با تبسم تشویق آمیز فرمود ”اگر نمی دانستم کہ افغان استید فکر میکردم با یک کشمیری صحبت میکنم ازین لطف و حسن نظرشان تشکر کردم۔

ترجمہ: علامہ اقبال چونکہ ایک سادہ سے کمرے میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بستر پر بیٹھ گئے۔ مجھ سے مصافحہ کیا۔ اپنے مکان میں ایک نوجوان افغان کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ ہماری گفتگو اردو زبان میں ہوئی۔ البتہ میری طرف سے گفتگو کا آغاز شکستہ اور ٹوٹی پھوٹی اردو میں ہوا۔ میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے علامہ نے مسکرا کر کہا اگر میں یہ نہ جانتا کہ تو ایک افغان ہے تو میرا خیال ہوتا کہ ایک کشمیری سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ان کے اس حسن ظن سے میں نے ان کا شکر یہ ادا کیا۔

علامہ کے ساتھ رشتی کی گفتگو کا موضوع کیا تھا، اس کا جواب رشتی کے مقالے میں

بعد سخن راجانب افغانستان دور دادہ گفت من از اول جوانی بہ افغانستان عشق و علاقہ خاصی داشتم طبیعت کو ہستانی و مردم آزادہ و تاریخ پر ماجرای آن مرا بیش از ہر کشور دگر بہ سوی افغانستان جلب میگرد جہاں بزرگ شمشیر و قلم را کہ از این سر زمین مرد خیز برخاستہ بہ حیثیت پیشوایان خود محسوب مینمودم محمود غزنوی شیر شاہ سوری و احمد شاہ درانی ہمیشہ قہرمان خیالی من بودہ اند در حالی کہ مولانا ی بلخی و سنائی غزنوی و سید جمال الدین افغانی را مرشدان راہ طریقت خود میدانم دور دورہ معاصر جنگھائی بیدریغ مردم افغانستان بر ضد امپریالیزم انگلیس بہ خاطر دفاع از آزادی شان تازمان حصول استقلال کامل این کشور الھام بخش اکثر سرودھائی من میباشد بزرگ مردان مانند غازی امان اللہ خان و افکار روشن و آرزوھای والای او برای آزادی و سر بلندی مشرق زمین در قلب من صوورہ جایگاہ بلندی دارد مسرورم کہ یک فرزند والا گہر دگر افغان اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ را ہم شخصاً کمی بیش از شہادت شان زیارت کردم خلاصہ من شیفتہ کشور شاہ و دوستدار مردمان نجیب آن میباشد و بر ایم مایہ خوشی است کہ در این شامگاہ زندگانی بار دیگر بہ دیدار یک جوان افغانی نایل گردیدم تا احساسات درونی و عشق و علاقہ عمیق قلبی خود را توسط او بہ مردم باجوہر افغانستان برسانم۔<sup>۱۲۴</sup>

ترجمہ: اس کے بعد علامہ نے موضوع افغانستان کی طرف موڑ کر فرمایا: میں ابتدائے جوانی ہی سے افغانستان کے ساتھ انتہائی عشق اور تعلق رکھتا ہوں۔ افغانوں کا کوہستانی مزاج اور حریت پسندی اور ان کی ماجرائی تاریخ نے میری توجہ مملکت افغانستان کی طرف مبذول کرائی۔ اس مردم خیز سر زمین کے ارباب قلم کو میں اپنے لیے رہنما تصور کرتا ہوں۔ محمود غزنوی، شیر شاہ سوری اور احمد شاہ درانی میرے خیالات کے ہیرو رہے۔ مولانا بلخی، سنائی، غزنوی اور سید جمال الدین افغانی کو راہ طریقت میں اپنے مرشد گردانتا ہوں۔ موجودہ حالات میں انگریز استعمار کے مقابلے میں افغانوں کی بے دریغ جنگیں مادر وطن کے دفاع اور حصول استقلال تک ان کی جدوجہد حریت میرے اکثر منظومات کے لیے الھام بخش ثابت ہوئے۔ اس سر زمین کے باہمت مرد میرے لیے قابل احترام ہیں۔ جیسے: غازی امان اللہ خان آزادی اور سر بلندی مشرق کے لیے بلند مقام کے حامل ہیں۔ اور خوش ہوں کہ ایک اور قابل قدر افغان فرزند اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ سے ان کی شہادت سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے بذات خود شرفِ ملاقات حاصل کر چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ میں آپ کی مملکت کا شیدائی اور آپ کے

غیور عوام کا مداح ہوں اور یہ امر بھی میرے لیے باعث مسرت ہے کہ زندگی کی ان آخری شاموں میں ایک بار پھر ایک افغان نوجوان سے ملاقات کر رہا ہوں تاکہ اپنے اندرونی احساسات، اپنا عشق و محبت اور گہری دلی وابستگی اس جوان کے ذریعے افغانستان اور ان کے باسیوں تک پہنچا سکوں۔

ایک طرف عاشق افغانستان اپنے معشوق مملکت کے باسیوں کے لیے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اور دوسری طرف ایک جوان افغان اپنے محسن و مربی کی ان باتوں کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش تھا۔

علامہ اقبال این جملات صمیمانہ رادر حالی کہ ہر دم صرفہ گلوبش رامیگرفت یکی بعد در بالحن پرھیجانی یکا یک ادا میگرد و من سراپا سکوت و محو گفتار سرگوش مانند این مرد بزرگ بودم و تنها سر خود را بہ علامت اظہار امتنان شور میدادم این کہ گفتار بلند بالای او بہ پایان رسید مثل این کہ از عوالم دگری بہ زمین فرمود آمدہ باشد بانگاہ پرشش آمیزی بہ من نگر سیتہ گفت بجنشید انقدر از دیدن شما حظ بردم و بہ بیان احساسات و اندیشہ های درونی خود مشغول گردیدم کہ فراموش کردم بہرسم شما چای ہندی را میپسندید یا بہ چای انگلیسی عادت دارید۔

من بدون تامل جواب دادم کہ چای ہندی را میپسندم بہ زودی ملازم سینی چای را مقابلہم قرار داد من در حالی کہ هنوز گفتار محبت آمیز و خوش ایند او در ذہنم طنین انداز بود خواستم یک قاشق کلان بورہ را بہ بیالی چای بریزم کہ صدای علامہ بہ گوشم رسید کہ میگوید احتیاط کنید این شکر نیست نمک است و بعد با تبسم معنی داری بہ من نگر سیتہ افزود اکنون دانستم کہ شما بہ چای ہندی اشنا نیستید اجازہ بدہید برای تان چائی انگلیسی فرمائش بدہم از این پیش آمد ناراحت شدم اما علامہ اقبال کہ ضمناً چای بہ اصطلاح انگلیسی را فرمائش دادہ بودہ۔<sup>۱۲۵</sup>

ترجمہ: ”علامہ اقبال یہ عقیدت مندانہ جملے ایک ایسی حالت میں ادا کرتے رہے جب ان کے گلے اور سینے میں تکلیف بھی تھی اور اس وجہ سے ان کی آواز بھی لرز جاتی مگر وہ یہ جملے مسلسل ادا کرتے رہے اور میں سراپا خاموش اس مرد دانائی اس گفتگو میں ڈوب رہا اور صرف عقیدت اور تشکر اسے بلاتا رہا یہاں تک کہ ان کی بلند و بالا اور گراں قدر گفتگو پایہ تکمیل تک پہنچی۔ ایسے جیسے کسی اور عالم سے اس زمین پر آئے۔ دفعتاً مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ معاف کیجئے گا آپ کے آنے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ اپنے خیالات اور اندرونی

کیفیات کے بیان نے مجھے اس قدر مصروف رکھا کہ آپ سے پوچھوں آپ ہندی چائے پسند کریں گے یا انگریزی۔ میں نے توقف کیے بغیر کہا میں ہندی چائے پسند کرتا ہوں۔ ملازم نے جلدی سے چائے میرے سامنے رکھ دی۔ میں ابھی تک ان کی محبت آمیز گفتگو کے اثر میں اس قدر محو رہا اور چاہا کہ ایک بڑا چمچہ چینی اپنی چائے میں ڈالوں، علامہ سمجھ گئے اور کہا کہ احتیاط کریں۔ یہ چینی نہیں نمک ہے اور معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا کہ اب میں سمجھ گیا کہ تو ابھی تک ہندی چائے سے آشنا نہیں۔ اجازت دیجئے کہ آپ کے لیے انگریزی چائے کا آرڈر دے دوں۔ مجھے ان کو دوبارہ تکلیف دینے کی کوفت ہوئی۔ علامہ نے بہ اصطلاح انگریزی چائے کا آرڈر دے کر موضوع بدل دیا۔ علامہ نے رشتیا سے افغانستان میں ان کی زیادہ پڑھی جانے والی کتب کے بارے میں پوچھا۔ آخر میں رشتیا کو آٹوگراف کے طور پر درج ذیل رباعی ان کی نوٹ بک میں لکھ کر دی:

ز انجم تا بہ انجم صد جہان بود      خرد ہر جا کہ پرزد آسماں بود  
و لیکن چو بہ خود نگریم من      کراں بیکراں در من نہاں بود<sup>۱۳۶</sup>

مقالہ نمبر ۱۹:

## قلب آسیا گزر گاہ و نظر گاہ

### علامہ اقبال

از سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار

عبداللہ بختانی خدمتگار پشتو و فارسی کے ممتاز شاعر، محقق اور مورخ ہیں۔ آپ نے افغانستان میں علامہ کے فن و شخصیت پر پہلی باقاعدہ تالیف ترتیب دی تھی۔ اس کے علاوہ فارسی میں منظوم خراج تحسین اور دیگر مقالات کے ساتھ فارسی میں یہ مقالہ بھی لکھا۔ یہ مقالہ ویسے تو ہفت روزہ وفا (۱۰ جنوری ۱۳۷۶ھ ش) میں شائع ہوا لیکن آپ نے اس کو کابل کے خیر خانہ میں ۲۰ سرطان ۱۳۷۴ھ ش بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۹۵ء لکھا تھا۔

مقالے کا آغاز علامہ کے ابیات، تراکیب، مفہام اور اصطلاحات کی ترتیب سے مزین ہے:

زندگی ساہدار کعبہ و بتخانہ نالید تا از بزم عشق دانای راز برون آمد رموز بجنودی ربانی پرده گفت اسرار خودی رافاش ساخت مغز قرآن برداشت زبور عجمش نامید با بانگِ دراپیام مشرق راز با گفت۔

پس چه باید کرد اے اقوام مشرق<sup>۱۲۷</sup>

ترجمہ: زندگی مدتوں تک کعبہ و بتخانے میں روتی رہی کہ بزم عشق سے ایک دانائے راز باہر آیا۔ انھوں نے خودی کے اسرار کو فاش کیا۔ قرآن کی روح سے آگاہی کو زبورِ عجم سے موسوم کیا بانگِ در سے ”اہل مشرق“ کو ”پیام“ دیا اور کہا کہ اے ”اقوام مشرق“ اب کیا کرنا چاہیے۔

مقالے میں اقبال کی اس دنیا میں آمد کو عالم انسانی کے لیے باعثِ سعادت قرار دیا: ستارہ اقبال در شب تیرہ و تار در جہان مشرق درخشید۔ بر مغرب نیز پر تو افگند گویا ستارہ بخت انسان و نور انسانیت بود نوری بہ سان عاطفہ انسانی۔ باری این کو کب در خشان از افق مشرق مہین ماطالع گردید دانای راز راز دار ماشد۔ آں کہ مشرق و غرب رانیک میدانیست واز سرشت سرگذشت ملل آگاہ بود، شمشیر ناموس عالم در بغل داشت ہر کہ کج میکوشید ہر منکری را باد ستائش تغیر دہد۔ بالیمان راسخ قلم بہ دست میگرفت دم را با قلم یار میساخت۔ برانچہ منکر است انگشت میگذاشت حرف حق را بھرا س میگفت چیزی را در دل نگہ نمیداشت د میکوشید کہ تادرجہ..... الا ایمان تنزل نکند او بود کہ با خطرناکترین منکرات زمین و زمانش از امید از قبیل استعمار استعمار نادانی بزودی گمراہی و بیراہی۔<sup>۱۲۸</sup>

ترجمہ: اقبال کا ستارہ فلکِ مشرق کی تاریکیوں میں اس طرح چمکا کہ اس کا پر تو مغرب میں بھی جلوہ گزیر رہا۔ گویا یہ ستارہ انسانی سعادت اور انسانیت کے لیے نور کی وجہ بنا۔ انسانی وجدان پر اس روشن ستارے کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور یہ سعادت ہماری مملکت کے حصے میں بھی آئی۔ یہ دانائے راز ہمارا راز دار بنا۔ مشرق و مغرب کا یہ بھی خواہ ملتان کے آغاز و انجام سے باخبر عالمی عزت کا شیشہ بغل میں لیے آیا۔ جس نے بھی کج روی کا مظاہرہ کیا تو اقبال نے خونِ دل کا پیالہ پیا۔ اقبال نے ہر منکر کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ روح کو قلم سے آشنا کیا۔ ہر منکر پر تنقید کی اور حرفِ حق کو بلا خوف بیان فرمایا۔ کسی چیز کو دل میں پنہاں نہیں رکھا اور حتی الامکان کوشش کی کہ ایمان کو زوال نصیب نہ ہو کیونکہ وہ زمین اور

زمان کے خطرناک ترین دور میں جی رہا تھا۔ اور وہ استعمار، استعمار کی نادانی، بزدلی، گمراہی اور بے راہی کا دور تھا۔

جناب بختانی اس دور میں اقبال کی آمد کو علم و ادب اور سیاست حال، ماضی اور مستقبل کے لیے خوش بختی کا باعث گردانتے ہیں۔ اقبال نے پیر مغرب جرمن نکتہ داں گونے کے جواب میں پیام مشرق لکھی۔ بختانی نے افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خان کے نام اس کتاب کے انتساب کو قابل تحسین اقدام قرار دیا۔

بلی علامہ محمد اقبال نور خورشید آسماں علم ادب و سیاست، کہ ماضی، حال و آئینہ امم را با بیان تند، شیرین و روشن در میان میگذاشت سخنوری کہ بہ جواب پیر مغرب نکتہ داں المانی گویتہ پیام مشرق را سرودہ و این ہدیہ ار جانش راہ پادشاہ افغانستان اعلیٰ حضرت امان اللہ خان پیشکش نمود و در مقدمہ تصویر عین امت اسلامی را چنین کشید:

دیدہ اے خسرو کیوان جناب	آفتاب ما توارت بالحباب
ابطحی در دشت خویش از راہ رفت	از دم او سوز الا اللہ رفت
مصریان افتادہ در گرداب نیل	سست رگ تورانیاں ژندہ پیل
ال عثمان در شلنج روزگار	مشرق و مغرب زخونش لالہ زار
عشق را آئین سلمانی نماند	خاک ایران ماند و ایرانی نماند
سوز و ساز زندگی رفت از گلش	آن کہن آتش فسر د اندر دلش
مسلم ہندی شکم را بندہ	خود فروشی دل ز دیں بر کندہ <sup>۱۲۹</sup>

جناب بختانی حضرت علامہ کے مادی اقدار سے بالاتر معنوی شخصیت سے کافی متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے نظریات کو سراہتے ہوئے ان کے نژادی نسلی قیودات کے فلسفے سے بالاتری کو تحسین پیش کرتے ہیں:

شاعر مسلمان ہندی و ترکی جازی، و مصری، ایرانی و تورانی را با صراحت انتقاد کرد تا تو انہی مادی معنوی و روانی شان را تشخیص داد قانونمندی تا تو انہی دریافت آن را عمومیت بخشید و انتقادش را خلاصہ کرد۔

در مسلمان شأن محبوبی نماند خالد و فاروق و ایوبی نماند



مگر در ہمین فضا خطاب شاہ مالت مار استود

اے ترا فطرت ضمیر پاک داد از غم دین سینہ صد چاک داد  
تازہ کن آئین صدیق و عمر چون صبا بہ لالہ صحرا گذر<sup>۱۳۰</sup>  
بختانی اس کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت علامہ نے پشتونوں کی پسماندگی کی علت  
نادانانی، ناداری اور جہالت قرار دے کر درست تشخیص کی ہے اور شاہ افغانستان کو مشورہ دیا  
ہے کہ اس غیور ملت کے کوهساروں کے مکینوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر دیں۔

گویا حکیم مشرق مشخص ساخت کہ علت الملل پسمانیہای ملت افغان ناداری و نادانی است و بہ  
شاہ کشور مشورہ داد کہ برای تہذیب این ملت غیور علم را از سینہ احرار و ثروت را از سینہ کہسار  
مینخش برگیرد۔<sup>۱۳۱</sup>

بختانی صاحب اگرچہ تحقیق کے اسرار و رموز سے آگاہ ہیں اور سر محقق کے علمی رتبے  
تک پہنچ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود چونکہ وہ بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں اس لیے وہ علامہ  
کے سفر افغانستان (۱۹۳۳ء) کو ایک شاعرانہ احساس کے ساتھ پرکھتے ہیں۔ اس مقالے میں  
سفر افغانستان کا جائزہ اگرچہ ایک اپنے شاعرانہ انداز سے پیش کیا ہے تو دوسری طرف جا بجا  
علامہ کی شعری کیفیات کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے:

بلی شاید در آرزوی سیر و گلگشت کہسار مانیز بود تا در اکتوبر ۱۹۳۳ء ہفتاد و دو سال قبل از امروز  
چون صبا بر لالہ صحرا خرامید در درہ خیر باور ہائیش را بہ تداعی گرفت و باز دریافت۔

خیر از مردان حق بیگانہ نیست در ضمیرش صد ہزار افسانہ ایست  
جادہ کم دیدم ازو پیچیدہ تر یا وہ گردد در خم و پچیش نظر<sup>۱۳۲</sup>

بختانی صاحب نے علامہ کے اس براہ راست سفر کے علاوہ اس دلچسپ روحانی و تخیلی  
سفر کا ذکر بھی کیا ہے جس میں علامہ کا روحانی مرشد بلخی آگے آگے ہیں اور مرید ہندی سر اپا حیرت  
سر اپا عقیدت ان کے پیچھے پیچھے اس حیرت کدے کے اسرار و رموز کا مشاہدہ کرتے ہیں:

شاعر سفر دگری نیز دارد و ان عروج روحانی و یا سفر تخیلی و سیت بہ اونج جہان، کیشان و فراتر  
از اسماہا اقبال در اثر جاودان خویش مثنوی جاوید نامہ داستان سفر شاعرانہ اش را با بداعت

تام بہ سر رسائیدہ است اور عالم خیال بہ سیر سیاحت و سفر دور و درازی پر داخنتہ و در جریان سیر بہ عالم بالا توانستہ است با روح بزرگان دین و دولت اسلامی گفت و شنود ہائی داشته باشد۔  
تعب نہاید کرد شاعر در این سفر خیالی خوشترن راہ زندہ اود نامیدہ و رومی یعنی مولانا جلال الدین بلخی را مرشد راہبر و رہنمائی سفرش معرفی کردہ است۔<sup>۱۳۳</sup>

پھر بختانی کا مقصد اپنے موضوع سے متعلق افغان شخصیات سے علامہ کی ملاقاتوں کا تذکرہ ہے۔ پہلے فلک عطار دپرسید جمال الدین افغانی کا حال ہے جو سعید حلیم پاشا کا امام بنا ہے۔ قصر سلطین میں ابدالی سے ملاقات کی دلچسپ روداد کو بیان کیا گیا ہے۔  
مقالے کے آخر میں افغانستان کے حالات کے پیش نظر علامہ کی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں افغانستان کی آبادی ایشیا کی آبادی اور افغانستان کی بربادی ایشیا کی بربادی سے تعبیر کی گئی ہے۔ بختانی نے جہان عالم بالخصوص اقوام ایشیا سے اس عظیم فلسفی کی اس پیش گوئی سے عبرت حاصل کرنے کی اپیل کی ہے۔

مقالہ نمبر ۲۰:

اقبال د خوشحال ر بنستینی مینہ وال

(اقبال خوشحال کا حقیقی شیدائی)

از محمد آصف صمیم

جناب محمد آصف صمیم کا یہ مقالہ اقبال کی خوشحال سے عقیدت، محبت اور ان کے اثرات سے متعلق ہے جو مجلہ سپیدہ میں ۱۳۷۸ھ ش ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔  
مقالے کا آغاز اقوام عالم میں مشاہیر کے ابدی و آفاقی احسانات سے متعلق ہے اور پشتون معاشرے میں خوشحال خان کی خدمات کی تعریف سے مشتق ہے:

د نړۍ ولسونہ په خپل تاریخ کښې ځنې داسې ستې او میړونه لری چې د مرگ ټکی ورته څوک پر خوله نه راوړی خوزمانه پر ولسونو د داسې میړو په بښنه کښې پیالی

نیولی او موتی کری لاس (بخل) کاراخلی چہ دد غسپی ناویاتو لورو نیویہ بیلگہ ہم د پبنتنی افغانی او انسان نپی، مفکر او مبلغ خوشحال خٹک دہ-۱۳۴

ترجمہ: اقوام عالم کی تاریخ میں بعض ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کے لیے موت کا لفظ استعمال کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ مگر زمانہ پھر بھی ان ہستیوں کے اعتراف و کمال کی تحسین کے لیے بجل سے کام لیتا ہے۔ اس طرح کی نامور ہستیوں میں ایک پشتون افغانی اور انسانی معاشرے کا مفکر و مبلغ خوشحال خان خٹک ہے۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں فاضل مقالہ نگار نے خوشحال خان کے مختلف کارناموں پر روشنی ڈالی ہے اور ساتھ ساتھ ان کے کلام کی روشنی میں ان کے مختلف افکار کا جائزہ لیا ہے۔ مغلوں کے خلاف ان کی نبرد آزمائی، افغانوں کو متحد و متفق کرانا، حریت، غیرت اور استقلال کے پرچم کو سر بلند رکھنا خوشحال خان کے مقاصد میں شامل تھا۔

مقالہ نگار نے پوہاند عبدالشکور رشاد کے مقالے سے براہ راست استفادہ کیا ہے جن کے مباحث پر پہلے تحقیق کی جا چکی ہے اور نبوغ اور ذہانت کے اعلیٰ اوصاف کی زنجیر کی کڑیوں کا سلسلہ خوشحال سے شروع کر کے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور پھر حضرت علامہ سے ملایا۔ خوشحال خان خٹک اور علامہ کے زمانے کے سیاسی ماحول کے اشتراک کے نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

علامہ اقبال دا سہی مہال سترگہی غرولی چہی د خوشحال خان د عصر پہ خیر پبنتانہ مسلمانان د گورگانی شکیلا کگرو و د نارو او پہ بتیو کنبی ورتیدہ د علامہ د سر راہسکولو پر وخت ہم اسلامی ملت او د نیمی وچہ مسلمانان د پیرنگی زور واکو د تیری او بلوسی پہ سیخانو کنبی پیدلی وو۔ علامہ د غوبلوسو او پیرنگی مریتیبوہ د مسلمانان د ژ غورنی لپارہ د درملنی پہ فکر کنبی وو۔ او در ملنہ یی دا گنلہ چہی دنپی مسلمانان د توحید پہ مزبوتہ رسی۔ منگولپی ولگوی او بیاد توحیدی و خپراوی لپارہ د خدمت او ژمنی ملا و تپی۔<sup>۱۳۵</sup>

ترجمہ: علامہ اقبال نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جب خوشحال خان خٹک کے دور کے مانند پشتون اور مسلمان گورگانی استعمار گروں کے ظلم و جبر کی بھٹیوں میں بھن رہے تھے۔

علامہ فرنگی استعمار کے خلاف مسلمانوں کے احیا کے لیے ہر وقت متفکر رہتے تھے۔ مسلمانوں کا علاج ان کے خیال میں صرف اور صرف توحید کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی صورت میں ممکن تھا کہ مسلمان متحد ہونے کے بعد توحید کی اشاعت اور اسلام کی خدمت و حفاظت کے لیے کوشاں رہے۔

مقالے میں جا بجا حضرت علامہ کے اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے منظوم پشتو تراجم کی طرف بھی رجوع کیا گیا ہے۔ شیر محمد مینوش کا منظوم پشتو ترجمہ ضربِ کلیم، ضربِ کلیم از سید محمد تقویم الحق کا کاخیل، پس چہ باید کرد از سید محمد تقویم الحق کا کاخیل، جاوید نامہ از امیر حمزہ شینواری، بال جبریل از قاضی عبدالحلیم اثر، پلوشی (بال جبریل) از عبد اللہ جان اسیر۔

متذکرہ بالا حضرات کے منظوم تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ علامہ نے خوشحال کے خیالات و افکار سے شناسائی ان سو منظومات کے ذریعے حاصل کی تھی جس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ تب ان کے فن و شخصیت سے متاثر ہو کر علامہ نے ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد دکن کے ”اسلامی کلچر“ کے سہ ماہی رسالے میں Khushal Khan Khattak, the Afghan Warrior Poet کے عنوان سے شائع کیا۔

علامہ دراوڑی د غورڈبار ولیو نظمونو پہ لؤستو دومره اغیز من شوچی پہ ”اسلامی فرهنگ“ کنبی پہ دغه خپرہ شوی لیکنہ کنبی ی د افغانستان له پوهنی وزیر نه غوستنه و کړه چې یو افغان پوهمن او خپرونکی د خوشحال د شاعری او نقادانه افکار و تر خپرنې وروسته د خوشحال پر ادبی او علمی کارنامو باندې یو کاب لیکلوته و هوماری۔ د اعلیٰ حضرت غازی امان الله خان له حکومت نه دد غسې غوښتنې لامل دا وو چې هغه د نیمې وچې د مسلمانانو په زړونو کنبی خان ته ځای درلود او یو ټول منلی مسلمان واکمن ی گانه او ترې هیله من ووچې له پیرنگی مریتوبه به ی د همدہ متی راوباسی۔<sup>۱۳۶</sup>

ترجمہ: علامہ راورٹی کے ان منظوم تراجم سے اس قدر متاثر ہوا کہ ”اسلامک کلچر“ کے اپنے مقالے میں افغانستان کے وزیر معارف سے اپیل کی کہ کسی افغان اسکالر، محقق اور عالم کو خوشحال خان خٹک کے نقادانہ افکار پر تحقیق اور ان کے ادبی اور علمی کارناموں پر کتاب لکھنے کا علمی فریضہ سونپے۔ اعلیٰ حضرت امان اللہ خان کی حکومت سے اس طرح کی اپیل کی وجہ یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں امان اللہ خان کے لیے انتہائی عقیدت موجود تھی۔ اور انھیں ایک متفقہ مسلمان حکمران تصور کرتے تھے اور تمام مسلمان ان سے توقع رکھتے تھے کہ وہ انگریز کی غلامی سے نجات دلائیں گے۔

مقالے میں جا بجا حضرت علامہ کے مقالے کے حوالے دیے گئے ہیں۔ جن میں خوشحال خان کی علمی ادبی اور جرأت مندانه شخصیت کا جائزہ مختلف حوالوں سے لیا ہے اور ساتھ ہی جا بجا علامہ کے افکار پر خوشحال کے اثرات کا بھی تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

### خوشحال:

چہی خرگندہ سربازی کاندی پہ تورو  
 زہ خوشحال ختیک تر ہسہی ہنر جارشم  
 ترجمہ: جو تلوار پر سربازی کا ہنر جانتا ہے میں خوشحال اس پر قربان ہوں۔

### اقبال:

وہی ہے بندہ خُر جس کی ضرب ہے کاری  
 نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری!

### خوشحال:

لکہ باز پہ لوہی لوہی بنسکار زما نظروی  
 نہ چہ گرخئی گونگ نیبی باد خورک یم  
 ترجمہ: باز کی طرح بڑے بڑے شکار پر میری نظر مرکوز ہے۔ میں کوئی کمزور پرندہ نہیں جو گذر بسر پر گزرا کرتا ہے۔

## اقبال:

نگاہِ عشقِ دلِ زندہ کی تلاش میں ہے!  
شکارِ مُردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

## خوشحال:

دسپری چچی فرشتہ وی ہم شیطان وی  
کہ سپری و خپل عمل تہ نگران شی  
یو پہ بد عمل کچی تحت الثری تہ  
بل پہ بنہ عمل د پاسہ د آسمان شی  
کہ دوزخ لره خوک بیایی کہ جنت لہ  
بلہ نہ وینم پہ منخ کنہی خپل اعمال دی<sup>۱۳۷</sup>

ترجمہ: اگر کوئی اپنے عمل کا نگران بن جائے تو اس کی بدولت وہ فرشتہ یا شیطان بن جاتا ہے۔ کوئی بد عمل کی وجہ سے تحت الثری چلا جاتا ہے اور کوئی بہتر عمل کی وجہ سے آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔ عمل کسی کو جنت لے جاتا ہے کسی کو دوزخ۔ ان کے درمیان اپنے اعمال کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

## اقبال:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی  
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے  
مقالے کے اختتام میں ماخذات کی تفصیل دی گئی ہے جن کی تعداد ۱۵ ہے۔ متذکرہ  
منظوم تراجم کے علاوہ مقالہ نگار کے ماخذات میں درج ذیل کتب شامل ہیں۔ کلیات  
خوشحال خان خٹک ۲ جلد، فراق نامہ، گام پہ گام لہ خوشحال سرہ، پبستانہ د  
علامہ اقبال پہ نظر کنہی، خوشحال او اقبال، خوشحال او اقبال، تقویم تاریخی،  
شاعر اسلام<sup>۱۳۸</sup> وغیرہ۔

## مآخذات باب ہفتم:

افغانستان و اقبال، ص ۲۱۳۱	۱
اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، ص ۴۴	۲
اقبال کی صحبت میں، ص ۱۸۳	۳
اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۴ - ۳۰۵	۴
آثار اردوی اقبال، جلد ۱، ص ۸	۵
افغانستان و اقبال، ص ۱	۶
ایضاً، ص ۲ - ۳	۷
ایضاً، ص ۳	۸
ایضاً، ص ۱۲	۹
ایضاً، ص ۱۳	۱۰
ایضاً، ص ۱۵	۱۱
ایضاً، ص ۱۵	۱۲
ایضاً، ص ۱۷	۱۳
مجلہ کابل، ۲۲ مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۱۹	۱۴
ایضاً، ص ۱۹ - ۲۰	۱۵
ایضاً، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲	۱۶
اقبال ممدوح عالم، ص ۴۳۹	۱۷
مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲	۱۸
افغانستان و اقبال، ص ۳۸	۱۹
اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۰	۲۰
مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۲	۲۱
ایضاً، ص ۱۶	۲۲
اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۴	۲۳
مجلہ کابل، شماره جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۶	۲۴

۲۵ اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۴ - ۴۴۵

۲۶ نیرنگ خیال، طبع ثانی، ص ۲۳۳، مقالہ پیام مشرق (از ڈاکٹر نکلسن)

۲۷ مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۸

۲۸ اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۶

۲۹ مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۹

۳۰ اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۷

۳۱ مجلہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص ۱۹

۳۲ اقبال ممدوح عالم، ص ۴۴۸

۳۳ بانگِ دراء، ص ۲۷۰

۳۴ مجلہ کابل، شمارہ جون ۱۹۳۲ء، ص ۲۰

۳۵ ایضاً، ص ۲۱

۳۶ مجلہ کابل شمارہ مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۵۹

۳۷ مجلہ کابل، شمارہ دسمبر ۱۹۳۲ء، ص ۱۲

۳۸ ایضاً، ص ۱۲ - ۱۳

۳۹ ایضاً، ص ۱۳

۴۰ اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۹

۴۱ مجلہ کابل، ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء، ص ۸۴

۴۲ ایضاً، ص ۸۵

۴۳ مجلہ کابل، ص ۸۵

۴۴ مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۸

۴۵ ایضاً، ص ۸۳

۴۶ ایضاً، ص ۸۳

۴۷ ایضاً، ص ۸۳ - ۸۴

۴۸ مجلہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۸۴

۴۹ ایضاً، ص ۸۴

۵۰ ایضاً، ص ۸۵



ایضاً، ص ۸۵	<u>۵۱</u>
آریانا دائرۃ المعارف، فارسی، جلد ۳، ص ۶۷۲ - ۶۸۱	<u>۵۲</u>
آریانا دائرۃ المعارف، پشتو، جلد ۳، ص ۹۱۴	<u>۵۳</u>
ایضاً، ص ۹۱۴	<u>۵۴</u>
ایضاً، ص ۹۱۵	<u>۵۵</u>
ایضاً، ص ۹۱۵	<u>۵۶</u>
ایضاً، ص ۹۱۵	<u>۵۷</u>
ایضاً، ص ۹۱۵	<u>۵۸</u>
ایضاً، ص ۹۱۵	<u>۵۹</u>
ایضاً، ص ۹۲۱	<u>۶۰</u>
مقالات یوم اقبال، ص ۲۷	<u>۶۱</u>
ایضاً، ص ۲۷	<u>۶۲</u>
ایضاً، ص ۲۸	<u>۶۳</u>
ایضاً، ص ۲۸	<u>۶۴</u>
مقالات یوم اقبال، ص ۳۱	<u>۶۵</u>
تنگیالی پستون، ص ۴۶ - ۴۷	<u>۶۶</u>
ایضاً، ص ۴۸	<u>۶۷</u>
ایضاً، ص ۴۸	<u>۶۸</u>
ایضاً، ص ۴۸ - ۴۹	<u>۶۹</u>
تنگیالی پستون، ص ۴۹	<u>۷۰</u>
ایضاً، ص ۴۹	<u>۷۱</u>
ایضاً، ص ۵۰	<u>۷۲</u>
ایضاً، ص ۵۰	<u>۷۳</u>
ایضاً، ص ۵۱	<u>۷۴</u>
اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۵	<u>۷۵</u>
ایضاً، ص ۱۶۶	<u>۷۶</u>

ایضاً، ص ۱۶۶	<u>۷۷</u>
ایضاً، ص ۱۶۷	<u>۷۸</u>
ایضاً، ص ۱۷۰	<u>۷۹</u>
دوہ میاشتہ، ویدمہ، کابل، ۱۹۶۷ء، ص ۱۱ - ۱۲	<u>۸۰</u>
ایضاً، ص ۱۲	<u>۸۱</u>
ایضاً، ص ۱۳	<u>۸۲</u>
ایضاً، ص ۱۴	<u>۸۳</u>
ایضاً، ص ۱۵	<u>۸۴</u>
مجلہ کابل، دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء، ص ۲	<u>۸۵</u>
ایضاً، ص ۲	<u>۸۶</u>
مجلہ کابل، دسمبر ۸-۱۹۷۷ء، ص ۳ - ۴	<u>۸۷</u>
مجلہ میناق خون، سال دوم، شمارہ ۱۳، قوس ۱۳۶۰ھ ش، ص ۱۸	<u>۸۸</u>
ایضاً، ص ۱۸	<u>۸۹</u>
ایضاً، ص ۱۹	<u>۹۰</u>
ایضاً، ص ۱۹	<u>۹۱</u>
مجلہ میناق خون، سال دوم، شمارہ ۱۳، قوس ۱۳۶۰ھ ش، ص ۲۱	<u>۹۲</u>
ایضاً، ص ۲۲	<u>۹۳</u>
مجلہ قلم، اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۵۰	<u>۹۴</u>
ایضاً، ص ۵۱	<u>۹۵</u>
ایضاً، ص ۵۲	<u>۹۶</u>
ایضاً، ص ۵۳ - ۵۴	<u>۹۷</u>
ایضاً، ص ۵۴	<u>۹۸</u>
ایضاً، ص ۵۵	<u>۹۹</u>
ایضاً، ص ۵۶	<u>۱۰۰</u>
ایضاً، ص ۵۶	<u>۱۰۱</u>
ایضاً، ص ۵۷	<u>۱۰۲</u>

	<u>۱۰۳</u>
ایضاً، ص ۵۸	
	<u>۱۰۴</u>
ایضاً، ص ۵۹	
	<u>۱۰۵</u>
ایضاً، ص ۶۴	
	<u>۱۰۶</u>
ایضاً، ص ۶۶	
	<u>۱۰۷</u>
ایضاً، ص ۶۷	
	<u>۱۰۸</u>
ایضاً، ص ۷۲	
	<u>۱۰۹</u>
مجلد مینٹاق خون، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۱۸	
	<u>۱۱۰</u>
ایضاً، ص ۲۰	
	<u>۱۱۱</u>
ایضاً، ص ۲۱	
	<u>۱۱۲</u>
ایضاً، ص ۲۲	
	<u>۱۱۳</u>
ایضاً، ص ۲۲	
	<u>۱۱۴</u>
مجلد مینٹاق خون، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۳	
	<u>۱۱۵</u>
ایضاً، ص ۲۳	
	<u>۱۱۶</u>
دوماہی قلم، فروری مارچ ۱۹۹۲ء، ص ۲۲	
	<u>۱۱۷</u>
ایضاً، ص ۲۴	
	<u>۱۱۸</u>
ایضاً، ص ۲۵	
	<u>۱۱۹</u>
ایضاً، ص ۲۶	
	<u>۱۲۰</u>
ایضاً، ص ۲۷	
	<u>۱۲۱</u>
ایضاً، ص ۲۹	
	<u>۱۲۲</u>
ہفت روزہ وفاء، اجدی ۱۳۷۵ھ ش، ص ۴	
	<u>۱۲۳</u>
ایضاً، ص ۴	
	<u>۱۲۴</u>
ایضاً، ص ۴	
	<u>۱۲۵</u>
ایضاً، ص ۴ - ۲۱	
	<u>۱۲۶</u>
ایضاً، ص ۲۱	
	<u>۱۲۷</u>
ہفت روزہ وفاء، اجدی ۱۳۷۶ھ ش، ص ۱۳	
	<u>۱۲۸</u>
ایضاً، ص ۱۳	

۱۲۹	ایضاً، ص ۱۳
۱۳۰	ایضاً، ص ۱۳
۱۳۱	ہفت روزہ وفا، ۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش، ص ۱۳
۱۳۲	ایضاً، ص ۱۳
۱۳۳	ایضاً، ص ۱۸
۱۳۴	مجلد سپیدہ شماره یازدہم ۱۳۷۸ھ ش، ص ۴
۱۳۵	ایضاً، ص ۵
۱۳۶	مجلد سپیدہ شماره یازدہم ۱۳۷۸ھ ش، ص ۶
۱۳۷	ایضاً، ص ۸
۱۳۸	ایضاً، ص ۹



# کتابیات

## (الف): اردو

- ۱- محمد اقبال علامہ، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۹ء
- ۲- محمد اقبال علامہ، بالِ جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۱ء
- ۳- محمد اقبال علامہ، ضربِ کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء
- ۴- محمد اقبال علامہ، ارمغانِ حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سنہ ندارد
- ۵- ابوالحسن علی ندوی، نقوشِ اقبال، اردو ترجمہ شمس تبریز خان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء
- ۶- احمد میاں قاضی اختر جوناگڑی، اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۵۵ء
- ۷- اختر راہی، اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۷۸ء
- ۸- اقبال احمد صدیقی، علامہ محمد اقبال: تقریریں، تحریریں اور بیانات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۹ء
- ۹- اکرام اللہ شاہد، اقبال اور افغانستان، ادارہ اشاعت مدارالعلوم مردان نومبر ۲۰۰۲ء
- ۱۰- اللہ بخش یوسفی، سرحد اور جدوجہدِ آزادی، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء

- ۱۱- انعام الحق کوثر ڈاکٹر، علامہ اقبال اور بلوچستان، اقبال اکادمی، لاہور / سیرت اکادمی کوئٹہ، طبع ثانی، ۱۹۹۸ء
- ۱۲- ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد ۱، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۸۹ء
- ۱۳- ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد ۲، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۸۹ء
- ۱۴- دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد ۲، دانش گاہ، پنجاب لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۱۵- دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد ۷، دانش گاہ، پنجاب لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۱۶- دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد ۹، دانش گاہ، پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۱۷- دائرۃ المعارف اسلامیہ، جلد ۱۱، دانش گاہ، پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۱۸- سلیم اختر ڈاکٹر، اقبال ممدوح عالم، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ۱۹- سلیم اختر ڈاکٹر، ایران میں اقبال شناسی، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۳ء
- ۲۰- سلیمان ندوی سید، سیر افغانستان، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سنہ ندارد
- ۲۱- صبا لکھنوی، اقبال اور بھوپال، اقبال اکادمی، پاکستان لاہور، طبع سوم، ۲۰۰۰ء
- ۲۲- ضیاء الدین لاہوری، جوہر تقویم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ۲۳- طاہر تونسوی، اقبال اور عظیم شخصیات، تخلیق مرکز، لاہور، ۱۹۷۹ء
- ۲۴- طاہر فاروقی پروفیسر، سیرت اقبال، قومی کتب خانہ لاہور، طبع سوم، ستمبر ۱۹۳۹ء
- ۲۵- عبد الحمید عرفانی ڈاکٹر خواجہ، اقبال ایرانیوں کی نظر میں، اقبال اکادمی، پاکستان کراچی، ۱۹۵۷ء
- ۲۶- عبد السلام خورشید ڈاکٹر، سرگذشت اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع دوم، ۱۹۹۶ء
- ۲۷- عبد السلام ندوی مولانا، اقبال کامل، میٹنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

- ۲۸- عبدالسلام ندوی مولانا، حکمائے اسلام، جلد ۲، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء
- ۲۹- عبدالسلام ندوی مولانا، امام رازی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء
- ۳۰- عبدالصمد میر، اقبال اور افغان، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۱۹۹۰ء
- ۳۱- عبدالقدوس ہاشمی، تقویم تاریخی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم ۱۹۸۷ء
- ۳۲- عطاء اللہ شیخ و محمد اشرف، مرتبین، اقبال نامہ، جلد ۱، لاہور، ۱۹۴۵ء
- ۳۳- عطاء اللہ شیخ و محمد اشرف، مرتبین، اقبال نامہ، جلد ۲، لاہور، ۱۹۴۵ء
- ۳۴- لطیف احمد خان شیروانی، مرتب، حرف اقبال، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، سنہ ندارد
- ۳۵- محمد اکرام چغتائی، اقبال افغان اور افغانستان، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء
- ۳۶- محمد حسین خان، افغان بادشاہ، مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور سنہ ندارد
- ۳۷- محمد حمزہ فاروقی، اقبال کا سیاسی سفر، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۲ء
- ۳۸- محمد حمزہ فاروقی، سفر نامہ اقبال، اقبال اکادمی، پاکستان لاہور، ۱۹۹۸ء
- ۳۹- محمد خالد ابوالنصر، تقویم ہجری و عیسوی، انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی، ۱۹۷۴ء
- ۴۰- محمد ریاض ڈاکٹر پروفیسر، مکتوبات و خطباتِ رومی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸ء
- ۴۱- محمد عبداللہ چغتائی ڈاکٹر، اقبال کی صحبت میں، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء



- ۴۲- محمد عبد اللہ چغتائی ڈاکٹر، روایات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع ثانی، ۱۹۸۹ء
- ۴۳- محمد عبد اللہ قریشی، روح مکاتیب اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ۴۴- مصطفیٰ کمال پاشا، فتح افغانستان، جنگ پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء
- ۴۵- میکمن لیفٹننٹ جنرل سر، افغانستان دارا سے امن اللہ تک، ترجمہ ریاض صدیقی، یونائیٹڈ پرنٹرز کوئٹہ، ۱۹۸۷ء
- ۴۶- نعمت اللہ ہروی، تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، ترجمہ ڈاکٹر محمد شیر حسین، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۱۹۸۲ء
- ۴۷- وحید الدین خان سید فقیر، روزگار فقیر جلد دوم، لائن آرٹ پریس، کراچی، بار دوم، ۱۹۶۵ء

### (ب): پشتو کتب

- ۴۸- آریا دائرہ المعارف، پښتو، دریم ټوک، د آریانا دائرہ المعارف، ټولنه دولتی مطبع، کابل، ۱۳۳۷هـ ش
- ۴۹- آریانا دائرہ المعارف، پښتو، شپږم ټوک، مطبع دولتی، کابل افغانستان، ۱۳۵۵هـ ش.
- ۵۰- آریانا دائرہ المعارف، پښتو، اووم ټوک، مطبع دولتی، کابل افغانستان، ۱۳۵۵هـ ش.
- ۵۱- احمد صمیم، د شاعر فریاد، د کوتی چاپ، ۱۳۳۷هـ ش.
- ۵۲- حبیب اللہ رفیع، پښتو کتاب بنود، بهقی کاب خپرولو مؤسسہ، کابل ۱۳۵۶هـ ش.
- ۵۳- حبیب اللہ رفیع پښتو پانگه، جلد ۲، پښتو ټولنه دولتی مطبع، کابل، ۱۳۵۶هـ ش.

- ۵۴- حبیب الله رفيع، د وړمونځبڼې د جهاد ادبي کتاب بنود، د افغانستان د اوسني ادبياتو د پرمختيا ټولنه، ۱۳۶۹ ه.ش.
- ۵۵- حبیب الله رفيع، دوړموبهیر، جهادی خپرونې، پېښور، ۱۳۶۹ ه.ش.
- ۵۶- خوشحال خان خټک، کلیات، جلد ۱، د افغانستان د علومو اکاډمۍ، کابل، ۱۳۵۸ ه.ش.
- ۵۷- د افغانستان کالنی، ۱۳۳۹-۳۸ ه.ش، عمومی مطبع، کابل، ۱۳۳۹ ه.ش.
- ۵۸- د افغانستان کالنی، ۱۳۴۳-۴۲ ه.ش، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۳ ه.ش.
- ۵۹- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ ه.ش، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۳ ه.ش.
- ۶۰- د افغانستان کالنی، ۱۳۵۳-۵۲ ه.ش، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۵۳ ه.ش.
- ۶۱- راز محمد ویش، پښتو کتاب شود پښتو ټولنه کابل، ۱۳۳۷ ه.ش.
- ۶۲- زرین انځور، د افغانستان د ژور نالیزم مخکښان، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۶۵ ه.ش / ۱۹۸۷ء زلمی هیواد مل مرتب. د حمزه بابا یاد. دولتی مطبع کابل، ۱۳۶۶ ه.ش.
- ۶۳- زلمی هیواد مل سر محقق، په هند کښې د پښتو ژبې دودې او ایجاد پړاونه، طبع دوم شرکت پریس، لاهور، ۱۳۷۳ ه.ش.
- ۶۴- سرفراز خان خټک، خوشحال نامه، تدوین و تحقیق زلمی هیواد مل وزارت اقوام و قبائل افغانستان، کابل، ۱۳۶۵ ه.ش.
- ۶۵- سعید افغانی، دکتور، د شرق نابغه، وزارت اطلاعات و کلتور، بهقی کتاب خپرولو مؤسسه، کابل، ۱۳۵۵ ه.ش.
- ۶۶- سیلاب صافی، خیبر، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۷ ه.ش.
- ۶۷- شهزاده زیارن محقق و مهتم، پښتو څیړنې، جلد ۱، د افغانستان د علومو اکاډمۍ، کابل، ۱۳۶۷ ه.ش.

- ۶۸- شہزادہ زیارن محقق و مہتمم، پښتو څیړنې، جلد ۲، د افغانستان د علومو اکاډمی، کابل، ۱۳۶۷ هـ ش.
- ۶۹- شیر علی زمانی، تیر وختونه، دانش کتابتون، پېښور، ۱۹۹۹ء.
- ۷۰- صالح محمد صالح، دارغند د خپوڅبه، پښتویون، نیویارک، ۱۳۸۰ هـ ش/ ۲۰۰۱ء.
- ۷۱- عبدالباری شهرت تنگیال، د افغان مجاهد آواز، پېښور، ۱۳۵۹ هـ ش.
- ۷۲- عبدالباری شهرت تنگیال، وینه په قلم کښې، د افغان د جهادی څیړنو مرکز، پېښور، ۱۳۶۸ هـ ش.
- ۷۳- عبدالحئی حبیبی علامه، د افغانستان پېښلیک، د بیهقی کتاب خپرولو مؤسسہ، کابل، ۱۳۵۳ هـ ش.
- ۷۴- عبدالرؤف بینوا، خوشحال خان خټک څه وائی، پښتو ټولنه، کابل، ۱۳۲۹ هـ ش.
- ۷۵- عبدالرؤف بینوا، اوسنی لیکوال، جلد ۱، دولتی مطبع کابل، ۱۳۴۰ هـ ش.
- ۷۶- عبدالرؤف بینوا، اوسنی لیکوال، جلد ۲، دولتی مطبع کابل، ۱۳۴۱ هـ ش.
- ۷۷- عبدالرؤف بینوا، اوسنی لیکوال، جلد ۳، دولتی مطبع کابل، ۱۳۴۶ هـ ش.
- ۷۸- عبدالرؤف بینوا، ژ باره گیانجلی د رابندر ناته ټاکور، د ادبیاتو د پوهنځی د پښتو څانگه، کابل، ۱۳۵۴ هـ ش.
- ۷۹- عبدالرؤف بینوا، د افغانستان نومیالی، جلد ۳، وزارت اطلاعات و کلتور، آمریت ترقی پښتو، کابل، ۱۳۵۴ هـ ش.

- ۸۰- عبدالرؤف بینوا، آریائی پښتو پارسی ویرنی، د افغانستان د علومو اکادمۍ، ۱۳۶۲ هـ ش.
- ۸۱- عبدالکریم پتنگ مهتمم، د پښتو ټولني تاريخچه، پښتو ټولنه دولتي مطبع، کابل، ۱۳۵۶ هـ ش.
- ۸۲- عبدالله بختانی خدمتگار، پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، پښتو ټولنه کابل، ۱۳۳۵ هـ ش.
- ۸۳- عبدالله بختانی خدمتگار، پښتانه شعرا، جلد ۴، د افغانستان د علومو اکادمۍ د پښتو ټولنی انستیتیوت کابل، ۱۳۵۷ هـ ش.
- ۸۴- عبدالله بختانی خدمتگار، پښتانه شعرا، جلد ۵، د افغانستان د علومو اکادمۍ د پښتو ټولنی انستیتیوت کابل، ۱۹۸۸ء.
- ۸۵- عبدالله بختانی خدمتگار، ویرنی، دانش کتابخانه، پېښور، ۲۰۰۳ء.
- ۸۶- گل باچا الفت، ملی قهرمان، ریاست مستقل قبائل کابل، جوزا ۱۳۴۴ هـ ش.
- ۸۷- لال پاچا ازمون، رښتینی خدمتگار، مطبوعه، پېښور، ۱۳۸۲ هـ ش.
- ۸۸- محمد ابراهیم ستوده او احمد ضیا مدرسی، خوشحال خان خټک د مطبوعاتو په هنداره کی دولتی مطبع کابل ۱۳۵۸ هـ ش.
- ۸۹- محمد اسماعیل یون پوهیالی، پښتو کتاب ښود، دانش کتابتون، پېښور، ۱۳۷۶ هـ ش.
- ۹۰- محمد اکبر معتمد، ننگیالی پښتون، پښتو ټولنه، کابل، ۱۳۴۵ هـ ش/ ۱۹۶۶ء.
- ۹۱- محمد داؤد وفا، ستوری د آداب په آسمان کښې، دانش کتابتون، پېښور، ۱۳۷۹ هـ ش.

- ۹۲- محمد شیرین سنگری مہتمم، توریالی پبنتون، پبنتو ٹولنہ، کابل، ۱۳۵۰ھ ش / ۱۹۷۱ء.
- ۹۳- محمد ولی زلمی، د قندھار مشاہیر، حبیب اللہ، حمد اللہ، صحافان، ارگ بازار قندھار، طبع دوم، ۱۳۶۸ھ ش.
- ۹۴- محمد هوتک، پتہ خزانہ، تصحیح تحشیہ او تعلق عبدالحئی حبیبی، پبنتو ٹولنہ، کابل، ۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ء.
- ۹۵- محی الدین ہاشمی، د افغانستان مشاہیر، جلد ۲، داریک گرئندہ کتابونو اداره، پبنتور، ۱۳۷۹ھ ش.
- ۹۶- محی الدین ہاشمی، د افغانستان مشاہیر، جلد ۳، داریک گرئندہ کتابونو اداره، پبنتور، ۱۳۷۹ھ ش.

### (ج): فارسی کتب:

- ۹۷- محمد اقبال علامہ، اسرار خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع چہاردہم، ۱۹۹۰ء
- ۹۸- محمد اقبال علامہ، رموز بیخودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع چہاردہم، ۱۹۹۰ء
- ۹۹- محمد اقبال علامہ، پیام مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نوزدہم، ۱۹۸۹ء
- ۱۰۰- محمد اقبال علامہ، زبور عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، یازدہم، ۱۹۸۹ء
- ۱۰۱- محمد اقبال علامہ، جاوید نامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، یازدہم، اگست ۱۹۸۶ء
- ۱۰۲- محمد اقبال علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد امے اقوام شرق مع مسافر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع نہم، ۱۹۸۵ء
- ۱۰۳- محمد اقبال علامہ، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع پانزدہم، ۱۹۹۱ء

- ۱۰۴- آریانا دائرة المعارف، فارسی، جلد ۳، انجمن آریانا دائرة المعارف افغانستان، مطبع عمومی، کابل، ۱۳۳۵هـ ش
- ۱۰۵- اسد الله محقق، علامه اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۳۸۲هـ ش ۲۰۰۵ء
- ۱۰۶- امین الله درتج، افغانستان در قرن بیستم، انجمن نشراتی دانش، پشاور، ۱۳۷۹هـ ش / ۲۰۰۳ء
- ۱۰۷- بهاء الدین اورنگ، یادنامه اقبال، خانه فرهنگ ایران، لاهور، ۱۳۵۷هـ ش
- ۱۰۸- حسین وفا سلجوقی، علامه صلاح الدین سلجوقی، سلسله نشرات اتحادیه ژورنالستان، مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۶هـ ش
- ۱۰۹- خال محمد خسته، عبدالشکور حمیدزاده، عتیق الله خواجه زاده، گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراهیم خلیل، چاپ لاله زار تهر ان، ۱۳۴۱هـ ش
- ۱۱۰- خلیل الله خلیلی استاد، آثار هرات، جلد ۳، مطبعه فخریه سلجوقی، چارباغ، هرات، قوس ۱۳۱۰هـ ش
- ۱۱۱- خلیل الله خلیلی استاد، سلطنت غزنویان، مطبع عمومی، کابل، ۱۳۳۳هـ ش
- ۱۱۲- خلیل الله خلیلی استاد، کلیات خلیل الله خلیلی، بکوشش عبدالحی خراسانی، نشر بلخ تهر ان، ۱۳۷۸هـ ش
- ۱۱۳- خلیل الله خلیلی یار آشنا، پیش گفتار و حواشی، عارف نوشاهی کتابخانه استاد خلیل الله خلیلی نستیتوت شرقشناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمهوری تاجیکستان دوشنبه ۱۳۸۹هـ ش / ۲۰۱۰ء
- ۱۱۴- زلمی هیواد مل، فرهنگ زبان و ادبیات، پشتو، جلد ۲، انتشارات کمیته دولتی مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۵هـ ش

- ۱۱۵- زلمی ہیواد مل، رشد زبان و ادب دری در گستره، فرہنگی پشتو زبانان اتحادیہ  
نوسیندگان، افغانستان، آزاد، پشاور، ۱۹۹۷ء
- ۱۱۶- سرور ہمایون پوہنوال، حکیم سنائی و جہان بینی او، وزارت اطلاعات و  
کلتور مؤسسہ انتشارات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۱۷- سعید- ڈاکٹر، اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال، انجمن حمایت از  
انکشافات اجتماعی مطبع فجر کابل ۱۳۸۹ھ ش ۲۰۱۰ء
- ۱۱۸- صدیق رھپو، افغانستان و اقبال، وزارت اطلاعات و کلتور مؤسسہ انتشارات  
بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء
- ۱۱۹- عبدالحمن مینہ پال، تپش قلب آسیا، کتابخانہ دانش، پشاور، ۱۳۷۷ھ ش
- ۱۲۰- عبدالحئی حبیبی علامہ، افغانستان بعد از اسلام، انجمن تاریخ افغانستان، کابل،  
۱۳۴۵ھ ش
- ۱۲۱- عبدالحئی حبیبی علامہ، تاریخ مختصر افغانستان، سازمان مہاجرین مسلمان  
افغانستان، ۱۹۸۹ء
- ۱۲۲- عبدالحئی حبیبی علامہ، درد دل و پیام عصر، مرکز تحقیقات علامہ حبیبی ادارہ  
خدمات کلتوری، افغانستان، ۲۰۰۰ء
- ۱۲۳- عبدالرؤف خان رفیقی، سیر اقبال شناسی در افغانستان، اقبال اکادمی  
پاکستان لاہور ۲۰۰۴ء
- ۱۲۴- عبداللہ بختانی خدمتگار، ترنم دل، کتابخانہ دانش، پشاور، ۲۰۰۲ء
- ۱۲۵- عبد الہادی داوی، آثار اردوی اقبال، جلد ۱، وزارت اطلاعات و کلتور، مؤسسہ  
نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۲۶- عبد الہادی داوی، آثار اردوی اقبال، جلد ۲، وزارت اطلاعات و کلتور، مؤسسہ  
نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

- ۱۲۷- علی اصغر بشیر، مرتب، کلیات اشعار حکیم سنائی غزنوی، وزارت اطلاعات و کلتور، مؤسسه نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۲۸- غلام محمد غبار میر، تاریخ ادبیات افغانستان، کتابخانہ آرش، پشاور، طبع دوم، ۱۳۷۸ھ ش
- ۱۲۹- محمد بن حسین بیہقی خواجه ابوالفضل، تاریخ بیہقی، تصحیح دکتور علی اکبر فیاض، مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۲ھ ش
- ۱۳۰- محمد حسین نہفت، مرتب گزیده اشعار سنائی، وزارت اطلاعات و کلتور مؤسسه نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۳۱- محمد رضا شیخ، ریاض الوداع غزنه، انجمن تاریخ افغانستان مطبع دولتی، کابل، ۱۳۲۶ھ ش
- ۱۳۲- محمد صدیق فرہنگ، افغانستان در پنج قرن آخر، جلد اول، قسمت دوم مؤسسه مطبوعاتی اسماعیلیان قم ایران، چاپ جدید، ۱۳۷۱ھ ش
- ۱۳۳- محمد قوی کوشان، مرتب خاطرات سیاسی سید قاسم رشتیآ، (۱۳۱۱ھ ش، ۱۹۳۲ء / ۱۳۷۱ھ ش، ۱۹۹۲ء)، کتابخانہ دانش، پشاور، سنہ ندارد
- ۱۳۴- محی الدین ہاشمی، مشاہیر افغانستان، جلد ۲، مترجم ادیبار، کتابخانہ سیار اریک، پشاور، ۱۳۷۹ھ ش
- ۱۳۵- نعمت حسین، سیماها و آورہا، جلد ۱، مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۷ھ ش
- ۱۳۶- ہارون نچیل، آفرید های مہجور علامہ حبیبی، اکادمی علوم افغانستان، کابل، ۱۳۶۷ھ ش / ۱۹۸۸ء
- (د): رسائل، مجلات:**
- ۱۳۷- آریانا ماہنامہ فارسی انجمن تاریخ افغانستان کابل میزان توس ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۳۸- آریانا ماہنامہ فارسی انجمن تاریخ افغانستان و کابل دورہ ۴ شمارہ مسلسل ۲۶۸



- ۱۳۹- آریانا ماہنامہ (فارسی)، انجمن تاریخ افغانستان، کابل، ستمبر، ۱۳۷۶ھ ش
- ۱۴۰- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، جون جولائی ۱۹۶۷ء
- ۱۴۱- ادب دو ماہی کابل (فارسی و پشتو) میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش
- ۱۴۲- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، ۲۲ جون ۱۹۹۸ء
- ۱۴۳- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء
- ۱۴۴- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، ۲۳ اگست ۱۹۹۸ء
- ۱۴۵- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء
- ۱۴۶- ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء
- ۱۴۷- افغانستان، سہ ماہی (پشتو و فارسی)، سرطان ۱۳۷۵ھ ش
- ۱۴۸- افغانستان، سہ ماہی (پشتو و فارسی)، جولائی ۱۹۹۶ء
- ۱۴۹- اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۶۷ء
- ۱۵۰- اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۶۸ء
- ۱۵۱- اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، جنوری ۱۹۷۶ء
- ۱۵۲- اوقاف، ماہنامہ، کابل، (پشتو و فارسی)، ادارہ عالی اوقاف، کابل، صفر المظفر، ۱۳۹۲ھ ش

- ۱۵۳- بیان، دو ماہی (پشتو و فارسی)، پشاور، اپریل ۲۰۰۲ء
- ۱۵۴- پشتو (ماہنامہ) پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، دسمبر ۱۹۸۲ء
- ۱۵۵- پشتو، (ماہنامہ) پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۸۳ء
- ۱۵۶- پیام حق، (ماہنامہ) کابل پشتو و فارسی ریاست مطبوعات، ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء
- ۱۵۷- پیام حق، اپریل ۱۹۵۹ء
- ۱۵۸- پیام حق، مئی ۱۹۵۹ء

- ۱۵۹- دانش (سه ماہی) (فارسی، اردو) رانیرنی فرہنگی جمهوری اسلامی ایران، اسلام آباد،  
زمتان، ۱۳۶۶ھ ش
- ۱۶۰- دانش سه ماہی (فارسی اردو) رانیرنی فرہنگی جمهوری اسلامی ایران اسلام آباد شماره  
۵۷-۵۸-۱۳۷۸ھ ش
- ۱۶۱- د شہید پیغام، ماہنامہ، (پشتو فارسی)، کمیته فرہنگی، اتحاد اسلامی مجاہدین  
افغانستان، عقرب ۱۳۶۱ھ ش
- ۱۶۲- د شہید پیغام، دلو ۱۳۶۹ھ ش
- ۱۶۳- د شہید پیغام، شعبان، ۱۴۰۳ھ ش
- ۱۶۴- د شہید زیرې، جمعیت اسلامی مجاہدین، افغانستان، میزان ۱۳۶۰ھ ش
- ۱۶۵- د شہید زیرې، صفر المظفر ربیع الاول، ۱۴۰۲ھ ق
- ۱۶۶- سپیدہ (ماہنامہ) کابل مرکز فرہنگی عرفان، ۱۳۷۸ھ ش
- ۱۶۷- سپیدی (سه ماہی)، پشتو و فارسی، اسد ۱۳۶۳ھ ش
- ۱۶۸- سپیدی، عقرب ۱۳۶۳ھ ش
- ۱۶۹- سپیدی، جون ۱۹۸۵ء
- ۱۷۰- سیمای شہید (دو ماہی)، فارسی، حزب اسلامی افغانستان، میزان عقرب،  
۱۳۶۰ھ ش
- ۱۷۱- شفق، (دو ماہی) (پشتو فارسی) کمیته فرہنگی حزب اسلامی، افغانستان، دلو حوت  
۱۳۵۹ھ ش
- ۱۷۲- شفق، حمل ثور ۱۳۶۰ھ ش
- ۱۷۳- شفق، جوزا سرطان، ۱۳۶۰ھ ش
- ۱۷۴- شفق، قوس جدی، ۱۳۶۰ھ ش
- ۱۷۵- شفق، جوزا ۱۳۶۵ھ ش

- ۱۷۶- شفق، سال دوم، شمارہ اول دوم، ۱۳۶۵ھ ش
- ۱۷۷- عرفان، کابل (فارسی) فوق العادہ، شمارہ ۵ / اسد ۱۳۴۷ھ ش
- ۱۷۸- قلم، (دوماہی)، (پشتوفارسی)، د افغانستان د جہادی خیرونو مرکز، پبسنور،  
اپریل مئی ۱۹۸۷ء
- ۱۷۹- قلم، عقرب ۱۳۶۶ھ ش
- ۱۸۰- قلم، اپریل مئی ۱۹۸۸ء
- ۱۸۱- قلم، فروری مارچ ۱۹۸۹ء
- ۱۸۲- قلم، جون جولائی ۱۹۸۹ء
- ۱۸۳- قلم، اگست ستمبر ۱۹۸۹ء
- ۱۸۴- قلم، عقرب قوس ۱۳۶۹ھ ش
- ۱۸۵- قلم، دلوحوت ۱۳۷۰ھ ش
- ۱۸۶- کابل، (ماہنامہ) (پشتوفارسی)، مطبع دولتی، کابل، ۵/ مارچ ۱۹۳۱ء
- ۱۸۷- کابل، ۲۲/ جون ۱۹۳۲ء
- ۱۸۸- کابل، ۲۲/ اگست ۱۹۳۲ء
- ۱۸۹- کابل، عقرب ۱۳۱۲ھ ش
- ۱۹۰- کابل، ۲۲/ دسمبر ۱۹۳۳ء
- ۱۹۱- کابل، ۲۱/ جنوری ۱۹۳۴ء
- ۱۹۲- کابل، ۲۰/ فروری ۱۹۳۴ء
- ۱۹۳- کابل، ۲۳/ دسمبر ۱۹۳۴ء
- ۱۹۴- کابل، ۲۲/ مارچ ۱۹۳۵ء
- ۱۹۵- کابل، ۲۱/ اپریل ۱۹۳۵ء
- ۱۹۶- کابل، ۲۳/ مئی ۱۹۳۵ء

- ۱۹۷- کابل، جنوری فروری ۱۹۳۷ء
- ۱۹۸- کابل، اگست ستمبر ۱۹۳۷ء
- ۱۹۹- کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء
- ۲۰۰- کابل، ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء
- ۲۰۱- کابل، فروری ۱۹۴۰ء
- ۲۰۲- کابل، دلو ۱۳۲۳ھ ش
- ۲۰۳- کابل، نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء
- ۲۰۴- کابل، دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء
- ۲۰۵- کابل، سالنامہ، (پشتو فارسی) مطبع دولتی کابل، ۱۱-۱۳۱۲ھ ش
- ۲۰۶- کابل، سالنامہ، ۱۳۱۳-۱۳۱۴ھ ش
- ۲۰۷- کابل، سالنامہ، ۱۳۱۷ھ ش
- ۲۰۸- کابل، سالنامہ، ۱۳۱۸ھ ش
- ۲۰۹- کندھار ماہنامہ شمارہ مسلسل ۱۸۲۲ ادارہ طلوع افغان کندھار جولائی ۱۹۴۵ء
- ۲۱۰- کندھار، ماہنامہ، ادارہ طلوع افغان، قندھار، جنوری فروری ۱۹۶۶ء
- ۲۱۱- ”لمر“ کابل قوس ۱۳۵۰ھ ش
- ۲۱۲- منبع الجہاد، ماہنامہ (پشتو فارسی)، مجاہدین افغانستان، اسد سنبلہ ۱۳۷۰ھ ش
- ۲۱۳- منبع الجہاد، ماہنامہ، میزان ۱۳۷۰ھ ش
- ۲۱۴- منبع الجہاد، عقرب قوس، ۱۳۷۰ھ ش
- ۲۱۵- میثاق خون، ماہنامہ (پشتو فارسی)، جمعیت اسلامی افغانستان، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش
- ۲۱۶- نقوش (اردو)، اقبال نمبر ۲، ادارہ فروغ اردو، لاہور، دسمبر ۱۹۷۷ء
- ۲۱۷- نیرنگ خیال (اردو)، اقبال نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، طبع ثانی، نومبر ۱۹۷۷ء

- ۲۱۸- ویدمہ، ماہنامہ (پشتو)، کابل یونیورسٹی پبلسٹی، ادبیات، ۱۹۶۷ء
- ۲۱۹- ہجرت، ماہنامہ (اردو)، کلچرل کمیٹی اتحاد اسلامی مجاہدین، افغانستان، جنوری ۱۹۸۳ء
- ۲۲۰- ہجرت، فروری مارچ، ۱۹۸۴ء
- ۲۲۱- The WUFA Incidental Issue1, July / August 1994, The  
 (Writer Union of Free Afghanistan (WUFA).

### (و): اخبارات:

- ۲۲۲- ”افغانان“، ہفت روزہ، (پشتو فارسی)، ۹-۶-۱۳۷۹ھ ش
- ۲۲۳- ”افغانان“، ۲۴ عقرب ۱۳۷۹ھ ش
- ۲۲۴- ”چٹان“، (اردو)، ہفت روزہ، ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء
- ۲۲۵- ”د جہاد ہندارہ“، ہفت روزہ (پشتو فارسی)، ۱۰ امیزان ۱۳۷۰ھ ش
- ۲۲۶- ”د جہاد ہندارہ“، یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش
- ۲۲۷- ”شہادت“، ہفت روزہ، (پشتو فارسی)، عقرب ۱۳۶۶ھ ش
- ۲۲۸- ”قلب آسیا“، (پشتو فارسی)، سرطان ۱۳۶۴ھ ش
- ۲۲۹- ”وفا“، ہفت روزہ، (پشتو فارسی)، ۱۰ جدی ۱۳۷۳ھ ش
- ۲۳۰- ”وفا“، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش
- ۲۳۱- ”وفا“، ۱۰ جدی، ۱۳۷۶ھ ش

### (ھ): غیر مطبوعہ کتب:

- ۲۳۲- عبدالرؤف رفیق، شکرستان روہ پشتونوں کی فارسی شاعری
- ۲۳۳- بہار جانان ملا جانان کاکڑ قندھاری

### (خ): غیر مطبوعہ مقالات:

- ۲۳۴- اکرام اللہ شاہد، اقبال اور افغانستان، مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء

۲۳۵- عبدالرؤف رفیقی، پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات، مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

### (و): مکتوبات:

۲۳۶- مکتوب احمد صمیم، بنام مقالہ نگار، محررہ ۵ / ستمبر ۱۹۹۸ء

### (ز): انٹرویو:

۲۳۷- خوشی محمد مرحوم کے صاحبزادے حاجی اللہ دتہ باوامرحوم سے انٹرویو، ۶ اگست ۱۹۹۶ء

۲۳۸- پروفیسر خاطر غزنوی کے ساتھ مقالہ نگار کا انٹرویو، ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء، بمقام دفتر صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی



حضرت علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان ادبا، شعر اور دانشور

نمبر شمار	نام ملاقات کنندہ	تاریخ ملاقات	مقام ملاقات	مقصد ملاقات	مآخذ	کیفیت
		۱-	شہزادہ احمد علی خان	ہربائی نس شاہ ولی خان کے استقبال کے موقع پر علامہ سے ملاقات	انقلاب لاہور ۸ دسمبر ۱۹۲۹ء	فاتح کابل کا پر جوش استقبال
		(۲) ۹ جنوری ۱۹۳۰ء	نیڈو ہوٹل لاہور	شہزادہ اسد اللہ کی طرف سے دعوت چائے	انقلاب لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۳۰ء	غازی امان اللہ خان کے بھائی کی طرف سے لاہور کے معززین شہر کو چائے کی ضیافت
		(۳) ۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء	لاہور ریلوے اسٹیشن	شہزادہ محمد ظاہر خان کا استقبال	انقلاب لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء	
		(۴) ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء تاکیم نومبر ۱۹۳۳ء	کابل ہوٹل کابل	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	مجلد کابل ۲۲ جون ۱۹۳۲ء و ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء	اسلامیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل اور انجمن ادبی کابل کے روح رواں
۲-	سرور خان گویا	۲۳ تا ۲۸ اکتوبر نومبر ۱۹۳۳ء	سفر افغانستان کے دوران	کابل غزنی قندھار	سیر افغانستان، ص ۷	سفر افغانستان کے دوران افغان حکومت کا پروٹوکول آفیسر
۳-	علامہ صلاح الدین سلجوقی	۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء	افغان کونسل خانہ بمبئی	یورپ جاتے ہوئے قیام	خطوط اقبال، ص ۲۰۴	
		۲۳ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	افغان کونسل خانہ بمبئی	تیسری گول میز کانفرنس جاتے ہوئے قیام	اقبال کی صحبت میں، ص ۲۶۷	



			۲۴/۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	اقبال کا سفر افغانستان	اقبال کی صحبت میں، ص ۳۷۷
			۸ مارچ ۱۹۳۵ء	افغان کونسل خانہ دہلی	بھوپال جاتے ہوئے قیام	مکتوبات اقبال، ص ۲۶۲
			۱۵ جون ۱۹۳۵ء	لاہور	علامہ کی رفیقہ حیات کی تعزیت	اقبال نامہ، جلد ۱، ص ۳۶۴
			مارچ ۱۹۳۸ء	افغان کونسل خانہ دہلی	بھوپال سے واپسی پر قیام	مکتوبات اقبال، ص ۳۳۵
۴-	عبدالحی حبیبی	کتدھار	یکم نومبر ۱۹۳۳ء	سفر افغانستان	سیر افغانستان، ص ۴۹	حبیبی آس وقت قندھار کے ”افغان“ رسالہ کے مدیر تھے
۵-	غلام جیلانی اعظمی	کابل	۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	مجلہ کابل ۲۲ جون ۱۹۳۲ء	اعظمی اس وقت انجمن ادبی کابل کے معاون تھے۔
۶-	ملک الشعر اقلاری عبداللہ	کابل	۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	ایضاً	ایضاً	خیر مقدمی فارسی منظوم اشعار سنائے
۷-	سید محمد قاسم رشتی	کابل	۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	”وفا“ اجدی ۱۳۷۵ھ ش	
		لاہور	۱۹۳۵ء	والدہ کے علاج کے سلسلے میں کابل سے لاہور آمد	ایضاً	
۸-	خلیل اللہ خلیلی	کابل	۲۴ تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء	اقبال کا سفر افغانستان	مجلہ دانش زمستان ۱۳۶۶ھ ش، ص ۲۵	

## اقبال سے ملاقات کرنے والے افغان خواص، زعماء، ارباب اختیار اور دیگر حضرات

نمبر شمار	نام ملاقات کنندہ	تاریخ ملاقات	مقام ملاقات	مقصد ملاقات	ماخذ	کیفیت
۱-	نادر خان جزل (نادر شاہ)	۲۸ فروری ۱۹۲۹ء	ریلوے سٹیشن لاہور	ستوی انقلاب کے بعد افغانستان جاتے ہوئے علامہ کاسفر افغانستان	اقبال اور عظیم شخصیات ص ۱۶۵	اقبال نے افغانستان کی تعمیر نو کے لیے پانچ ہزار روپے کا عطیہ پیش کیا۔
		۲۳-۲۷ / اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل		اقبال ریویو اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۳۹	جزل نادر کی اقتدا میں نمازِ عصر ادا کی ۲۷ اکتوبر نمازِ جمعہ جزل نادر کے ساتھ پلِ خشتی مسجد میں ادا کی۔
۲-	اعلیٰ حضرت محمد طاہر خان	۱۵ جولائی ۱۹۲۳ء	نیڈو ہوٹل لاہور	والد اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں کی ساتھ پیرس جاتے ہوئے	اقبال، افغان، افغانستان ۱۹	اس وقت محمد طاہر خان کی عمر تقریباً دس سال تھی۔
		۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء	لاہور	ریلوے سٹیشن پر شاندار استقبال	انقلاب لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء	
		۲۳ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	علامہ کاسفر افغانستان	---	
۳-	سردار شاہ ولی خان فاتح کابل اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے بھائی	جمعہ ۶ دسمبر ۱۹۲۹ء	لاہور	اقبال کی قیادت میں مسلمانانِ لاہور کا استقبال	اقبال اور افغانستان، ص ۱۳۱	
۴-	سردار گل محمد خان سابق سفیر افغانستان	۱۷ نومبر ۱۹۲۹ء	لاہور	خان سعادت علی خاں رئیس اعظم لاہور فنا نفل سیکرٹری افغانستان بلال احمد فنڈ کی	انقلاب ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء	

		طرف سے دعوت چائے			
۵-	شہزادہ اسد اللہ خان برادر غازی امان اللہ خان	شہزادہ اسد اللہ خاں کی طرف سے دعوت چائے	نیڈو ہوٹل لاہور	۹ جنوری ۱۹۳۰ء	
۶-	سردار محمد نعیم خان برادر زادہ اعلیٰ حضرت محمد نادر خان	شہزادہ اسد اللہ خاں کی طرف سے دعوت چائے	نیڈو ہوٹل لاہور	۹ جنوری ۱۹۳۰ء	
۷-	ہدایت اللہ خان سفیر اعلیٰ افغانستان درہند	دہلی سے لاہور تشریف لائے	رہائش گاہ اقبال لاہور	۲۸ جنوری ۱۹۳۰ء	رات کے کھانے کا اہتمام حضرت علامہ کے گھر ہوا تھا۔
۸-	محمد فاضل میر منشی تو نصل خانہ افغانستان	دہلی سے سفیر افغانستان کے ساتھ لاہور آئے تھے	رہائش گاہ اقبال لاہور	۲۸ جنوری ۱۹۳۰ء	
۹-	شہزادہ صالح محمد خان	بمبئی سے پشاور جاتے ہوئے لاہور میں قیام	لاہور	۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء	
۱۰-	شہزادہ محمد یوسف خان	" "	"	"	
۱۱-	سردار عبدالرحمان محمد زکی	" "	"	"	
۱۲-	سردار احمد علی خان وزیر مختار دولت افغانستان انگلستان	سا لگرہ تاج پوشی محمد نادر شاہ غازی	انگلستان	۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء	سفر نامہ اقبال، ص ۵۳
۱۳-	امیر امان اللہ خان غازی	انقلاب افغانستان کے بارے میں گفتگو	روم	۲۵ نومبر ۱۹۳۱ء	سفر نامہ اقبال، ص ۱۳۵
		ایضاً	روم	۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء	ایضاً، ص ۱۳۵
۱۴-	سردار عنایت اللہ خان اعلیٰ حضرت امان اللہ خان	گول میز کانفرنس سے واپسی پر	روم	۲۵ نومبر ۱۹۳۱ء	ایضاً، ص ۱۳۵

					کابینائی مقیم ایران	
	ایضاً، ص ۱۳۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً	عبدالوہاب طرازی ولد سردار محمود طرازی امان اللہ خان کاسالا	-۱۵
ہاشم خان نے عشائیہ دیا اور ۲۸ اکتوبر کو دوبارہ مہانوں سے ملنے گئے۔	ایضاً، ص ۴۱	ایضاً	کابل	۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء	سردار ہاشم خان صدر اعظم افغانستان	-۱۶
کئی ملاقاتیں۔ آپ نے علامہ کی بعض رباعیات کا منظوم فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔	ایضاً، ص ۴۱	ایضاً	کابل	۲۳ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ	-۱۷
پہلی ملاقات لاہور میں بھی ہوئی تھی۔	ایضاً، ص ۴۲	ایضاً	کابل	جمعہ ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء	فضل عمر نور المشائخ ملاشور بازار	-۱۸
	ایضاً، ص ۴۲-۴۳	ایضاً	کابل	ایضاً	اللہ نواز خان وزیر فوائد عامہ	-۱۹
	ایضاً، ص ۴۳	ایضاً	کابل	ایضاً	مولانا سیف الرحمن	-۲۰
	ایضاً، ص ۴۳	ایضاً	کابل	ایضاً	مولانا محمد میاں منصور انصاری مؤلف علمائے ہند کاشاندار ماضی	-۲۱
	ایضاً، ص ۴۳	ایضاً	کابل	ایضاً	مولانا بشیر صدر جماعت مجاہدین	-۲۲

۲۳-	شاہ محمود خان وزیر جنگ	۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً، ص ۲۳
۲۴-	سردار احمد خان وزیر دربار	۲۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	شام کی دعوت ۲۶ اکتوبر کو سردار ہاشم خان کی ضیافت میں بھی موجود تھے۔ (سیر افغانستان، ص ۷)
۲۵-	میر شمس الدین سابق ناظم انجمن حمایت اسلام	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً، ص ۲۸
۲۶-	ملا قربان	۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء	غزنی	ایضاً	غزنی کی قدیم خانقاہوں کا ماہر حضرت داتا گنج بخش کے والد کا مزار بتانے والا
۲۷-	گورنر قندھار	یکم نومبر ۱۹۳۳ء	قندھار	ایضاً	ایضاً، ص ۵۰
۲۸-	شہزادہ اسد اللہ خان کمانڈر افواج شاہی	۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	امیر امان اللہ خان کے سوتیلے بھائی۔ سردار ہاشم خان کے عشاہیے میں موجود تھے۔
۲۹-	میر عطا محمد خان صدر مجلس عیال	ایضاً	کابل	ایضاً	سیر افغانستان، ص ۷
۳۰-	شاہ جی سید عبد اللہ نائب سالار	۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً، ص ۱۰
۳۱-	مقبول الحق غازی پوری	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً، ص ۱۰

## افغانستان کے پشتون اقبال شناس

نمبر شمارہ	نام	ولادت	پیدائش		وفات		تصانیف	اقبالیاتی خدمت	کیفیت
			تاریخ	مقام	تاریخ	مقام			
۱	حبیب اللہ رفیع	مولانا نصر اللہ نقشبند	۱۳۶۴ھ ق	صوبہ وردگ	حیات ہیں۔		سوانح میں ملاحظہ ہو	اقبال سے متاثر و منظوم خراج تحسین	
۲	خلیل اللہ خلیلی	محمد حسین خان	نومبر ۱۹۰۷ء	باغ جہان آرا کابل	۳۱ مئی ۱۹۸۷ء	اسلام آباد	ایضاً	بار آشنا کتاب۔ چھ منظوم خراج	پشاور میں دفن ہیں۔
۳	سرور خاں گویا	اعتماد الدولہ عبدالقدوس خان	--	--	--	--	ایضاً	افغانستان میں بانی اقبال شناسوں میں ہے	سفر افغانستان کے دوران علامہ کے پروٹوکول آفیسر
۴	عبدالباری شہرت ننگیال	-	۱۳۳۷ھ ش	وردگ چک	حیات ہیں۔		ایضاً	سیر افغانستان کا پشتو ترجمہ و منظوم خراج تحسین	
۵	عبدالحی حبیبی	ملا عبدالحق کاکڑ	۱۲۸۹ھ ش	قندھار	۱۹۸۲ء	کابل	ایضاً	اقبال سے ملاقات۔ درودل و پیام عصر علامہ کے زیر اثر لکھا ہے۔	
۶	عبدالرحمن پژواک	قاضی عبداللہ خان	۱۲۹۷ھ ش	غزنی	-	پشاور	ایضاً	اقبال سے کافی متاثر ہیں۔	

۷	عبدالرؤف بیّنآ	عبداللحق علیزئی	۱۲۹۲ھ ش	قدھار	۱۹۸۵ء	نیو جرسی امریکہ	ایضاً	مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ
۸	عبداللہ بخٹائی	ملا آغا جان	۱۳۰۵ھ ش	سرخ رود ننگرہار	حیات ہیں		ایضاً	پنبتانہ علامہ اقبال بہ نظر کنبہ، خوشحال اور اقبال کا تقابلی جائزہ، قلبِ آسیا گزر گاہ و نظر گاہ، علامہ اقبال - بہ استقبال اقبال (فارسی نظم)
۹	عبدالہادی داوئی	عبدالاحد خان	۱۳۱۳ھ ق (۱۸۹۵ء)	باغ علی مردان کابل	۱۳۰۲ھ ق (۱۹۸۲ء)	کابل	ایضاً	افغانستان میں اقبال پر پہلی فارسی کتاب علامہ کے اردو کلام کا فارسی منظوم ترجمہ
۱۰	عزیز الدین وکیل	-	-	-	حیات ہیں۔		ایضاً	اقبال کی رباعیات خطاطی کیں
۱۱	غلام دستگیر مہمند	-	-	-	-	-	-	۱۹۳۸ء میں اقبال کا فارسی مرثیہ لکھا
۱۲	قیام الدین خادم	ملاحسام الدین	۱۳۲۵ھ ق	ننگرہار	۱۳۹۹ھ ق	کابل	ایضاً	۱۹۳۸ء میں اقبال کا پشتو مرثیہ لکھا، اقبال کے فارسی تراجم کیے۔
۱۳	گل باچا الفت	سید باچا	۱۲۸۸ھ ش (۱۹۰۹ء)	عزیز خان کچ لغمان	۲۸ قوس ۱۳۵۶ھ ش	کابل	ایضاً	ایضاً
۱۴	محمد رحیم الہام	فضل الدین مومند	۱۳۱۰ھ ش	رشیور کابل	-	-	ایضاً	اقبال کی مثنوی مسافر کا جواب لکھا
۱۵	محمد صادق فطرت ناشناس	-	-	قدھار	حیات ہیں۔	-	ایضاً	اقبال کی کئی اردو فارسی نظموں کو موسیقی میں گایا

## افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس

نمبر شمارہ	نام	ولدیت	پیدائش		وفات		تصانیف	اقبالیتی خدمت	کیفیت
			مقام	تاریخ	مقام	تاریخ			
۱	دکتر اسد اللہ محقق		۱۳۳۹ھ ش	--	--	--	علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان	افغانستان میں اقبال پر پہلی ڈاکٹریٹ کرنے والے سکالر	یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد ۲۰۰۲ء
۲	حیدری وجودی	--	--	--	--	--	علامہ پر ۴۲ مقالات	۲۰۰۲ء فاکو اند شریعیات دانش گاہ بلخ میں استاد	
۳	رحمت اللہ منطقی	--	--	بلخ	--	--	علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین	۲۰۰۲ء میں کابل میں نشرات و ادستانی کے رئیس	
۴	ڈاکٹر سعید	--	--	--	--	--	اکسیر خودی جو ہر پیام علامہ اقبال	علامہ کے پیام خودی کی تحقیقی و تنقیدی تشریح میں مشکل کتاب	مطبوعہ جون ۲۰۱۰ء
۵	صدیق ربیو	محمد حسین طرازی	۱۵ صحت ۱۳۲۱ھ	کوچہ شور بازار	-		ایضاً	افغانستان و اقبال	اقبال کے صد سالہ



					کابل	ش				تقریبات کے موقع پر کابل سے شائع ہوئی۔	(۳الیف)
۶	صلاح الدین سلجوقی	مفتی سراج الدین سلجوقی	۱۳۱۳ھ ق (۱۸۹۶ء)	گاذر گاہ ہرات	دارالامان کابل	ایضاً	حضرت علامہ کا دوست	دفن شہدائے صالحین کابل	۱۶ جوا / ۱۳۲۹ھ ش (۶ جون ۱۹۷۰ء)		
۷	صوفی عبدالحق بیتاب	ملا عبد الاحد عطار	۱۳۰۶ھ ق	گذر قصاب کابل	کابل	ایضاً	منظوم خراج تحسین	اقبال کو علامہ مشرق کا خطاب	۲۰ حوت ۱۳۳۷ھ ش (۱۱ مارچ ۱۹۶۹ء)		
۸	ملک اشعراء قاری عبداللہ	حافظ قطب الدین	۱۲۸۸ھ ق (۱۸۷۰ء)	کابل	کابل	ایضاً	اقبال کا خیر مقدم اور مرثیہ	اقبال سے ملاقات	۱۹۳۵ء		
۹	عزیز اللہ مجددی	--	--	کشمیر خٹشان	--	--	علامہ کوفارسی میں منظوم خراج تحسین کے رہنمائی	وزارت عدلیہ میں قضا کے رہنمائی	۲۰۰۳ء میں افغان		
۱۰	غلام جیلانی اعظمی	خوشدل خان	۱۳۱۶ھ ش	کابل	کابل	ایضاً	اقبال و افغانستان پر پہلا مقالہ		۲۶ قوس ۱۳۳۴ء		
۱۱	غلام حسن مجددی پروفیسر						اقبال پر مقالات	اقبال ڈے کابل ۱۹۶۷ء میں سنائے گئے			

پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل	علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین	--	--	--	--	--	--	غلام ربانی ادیب	۱۲
	اقبال کو منظوم خراج تحسین	قنفوس و دیگر				ہرات	۱۳۰۱ھ ش	غلام رضاماکل ہرودی	۱۳
	اقبال کو منظوم خراج تحسین	سواخ میں ملاحظہ ہو۔			گذ قاضی فیض اللہ کابل	۱۳۱۲ھ ش	میرزا فضل احمد	محمد ابراہیم خلیل	۱۴
اقبال پر مقالات	اقبال سے کابل ولاہور میں ملاقاتیں							سید محمد قاسم رشتیآ	۱۵
	علامہ کو منظوم خراج تحسین	کلیلہ و دمنہ و سعید انداز لقمان حکیم	--	--	بدخشان	۱۳۱۵ھ ش	--	میر بہادر واصفی	۱۶

## مجلہ کابل کی اقبالیاتی خدمات

نمبر شمارہ	عنوان	از	نثر/نظم	سنہ اشاعت	سال و شمارہ		صفحہ نمبر		کیفیت
					سال	شمارہ	از	ت	
۱	دکتور اقبال	سرور خان گویا	نثر	۱۵ صحت ۱۳۱۰ھ ش / ۵ مارچ ۱۹۳۱ء	۱	۱۰	۱۹	۲۳	افغانستان میں اقبال پر دوسری تحریر
۲	علامہ اقبال	احمد علی خان درانی	نثر	کیم سرطان ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ جون ۱۹۳۲ء	۲	۱	۱۲	۲۰	
۳	پیام بملت کو ہسار	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	ایضاً	۲	۱	۱۰	-	حضرت علامہ کی اپنی تحریر سے مجلہ کابل کو ارسال کردہ نظم۔
۴	افغان و ایران	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	کیم سنبلہ ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ اگست ۱۹۳۲ء	۲	۳	۱۷	-	جاوید نامہ کے آں سوے افلاک میں ابدالی کے ضمنی عنوان کے اشعار
۵	ملت افغان	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	ایضاً	۲	۳	۳۷	-	
۶	تنزل و انحطاط اسلام	محمد سکندر خان معلم	نثر	کیم جدی ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء	۲	۷	۳۲		
۷	ورد و معارف ہند	انجمن	نثر	عقرب ۱۳۱۲ھ ش	۳	۵			اقبال اور انکے ہم سفران افغانستان کی خیر مقدمی و خوش تہنیتی خبر۔
۸	افغانستان از نقطہ نظر فضلاء ہندوستان	انجمن	نثر	کیم جدی ۱۳۱۲ھ ش /	۳	۷	۸۱	۸۲	

					۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء			
	۸۳	۸۳	۷	۳	ایضاً	نثر	انجمن	سواد بیانیہ رئیس انجمن ادبی
	۸۶	۸۵	۷	۳	ایضاً	نظم	قاری عبداللہ	خیر مقدم
	-	۸۷	۷	۳	ایضاً	نثر	سر اس مسعود	ترجمہ نطق
	۹۱	۸۸	۷	۳	ایضاً	نثر	سید سلیمان ندوی	ترجمہ نطق
	۹۲	۹۲	۷	۳	ایضاً	نثر	علامہ سر محمد اقبال	ترجمہ نطق
۹	۷۱	۶۵			دلو ۱۳۱۳ھ ش/ ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء	نظم	عبدالحی حبیبی	قطرات سرنیک در بارگاہ محمود ستائی یا بر خرابہ زار شہرستان غزنی
۱۰	۸۹	۸۴	۷	۴	یکم جدی ۱۳۱۳ھ ش/ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء	نثر	انجمن ادبی کابل سرور خان گویا	تقریظ بر مسافر
۱۱	۹۰	۸۶	۱۰	۴	اول حمل ۱۳۱۴ھ ش/ ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء	نثر	تقریظ از علامہ سر محمد اقبال	افغانستان یک نظر اجمالی
۱۲					ثور ۱۳۱۴ھ ش/ ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء	نظم	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال	ساقی نامہ کے پہلے تیرہ ابیات
۱۳			۴	۳	نظم بہاریہ جوزالہ ۱۳۱۴ھ ش/ مئی ۱۹۳۵ء	نظم		فہرست مندرجات دورہ چہارم افغانستان یک نظر اجمالی
۱۴	۱۰۸۹				جنوری فروری ۱۹۳۷ء	نظم	پشتو ترجمہ قیام الدین خادم	پیام مشرق کی نظم زندگی کا منظوم پشتو ترجمہ

۱۵	وفات واکثر اقبال شاعر و فیلسوف شبیر	سید قاسم رشتیآ	نثر	جوزا ۱۳۱۷ھ ش / مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۷۸	-	علامہ کی وفات اور کابل میں پہلی تعزیتی تقریب کی رپورٹ
۱۶	اقبال	احمد علی خان درانی	نثر	جوزا ۱۳۱۷ھ ش / مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۷۹	۸۲	نمبر شمارہ ۲۲ تا ۲۸ / اپریل ۱۹۳۸ء / ۸ / ثور ۱۳۱۷ھ ش کو کابل میں حضرت علامہ کی وفات کے مناسبت سے تعزیتی پروگرام میں سنائے گئے۔
۱۷	تصدیہ در مرثیہ فیلسوف وطن خواہ پروفیسر اقبال غفر اللہ	ملک الشعراء قاری عبداللہ	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۲	-	
۱۸	اقبال و افغانستان	غلام جیلانی اعظمی	نثر	ایضاً	۸	۳	۸۳	۸۵	
۱۹	مختصات اشعار اقبال	سرور خان گویا	نظم	ایضاً	۸	۳	۸۶	۹۱	
۲۰	د اقبال پہ وفات (پشتو)	قیام الدین خادم	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۲	-	پشتو میں حضرت علامہ کا مرثیہ
۲۱	د اقبال ویر (پشتو)	گل باچا الفت	نظم	جوزا، ۱۳۱۷ھ ش، مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۲	-	پشتو میں حضرت علامہ کا مرثیہ
۲۲	رثائی اقبال (فارسی)	غلام دستگیر خان مہمند	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۳	-	علامہ کا فارسی مرثیہ
۲۳	خودی در نظر اقبال	مترجم قیام الدین خادم	نثر	میزان ۱۳۱۸ھ ش / ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء	۹	۷	۲۲	۲۰	ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ
۲۴	خطاب بہ ادو قیانس	علامہ اقبال مرحوم	نظم	دلو ۱۳۲۳ھ ش	۱۴	۱۰	آخر		سید جمال الدین افغانی کی جسدِ خاکی

کی کابل منتقلی کی مناسبت سے									
حضرت علامہ کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے		-	۱	۹	قوس ۱۳۵۶ھ ش / نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء	نثر	محمد داؤد خان	صدر افغانستان کا پیام جہور رئیس	۲۵
علامہ کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے مجلہ کابل کا ادارہ		۳	۱	۱۰	مرغومی ۱۳۵۶ھ ش / دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء	نثر	سویمن	د ختیج نثر شاعر	۲۶

## دیگر مطبوعات کی اقبالیاتی خدمات (نثری)

نمبر شمارہ	عنوان	نگارندہ	اخبار جریدہ	نثر / نظم	سنہ اشاعت	سال و شمارہ		صفحہ نمبر		کیفیت
						سال	شمارہ	از	تا	
۱	پیام مشرق	پروفیسر عبدالہادی خان داوودی	اخبار امان افغان کابل	نثر		-	۱ تا ۹	-	-	افغانستان میں علامہ کی کتاب پر پہلا باقاعدہ تبصرہ صدیق رحیب کی تالیف افغانستان میں اقبال میں شامل، ص ۷۳ تا ۷۳
۲	وفات (علامہ اقبال) (فارسی)		اخبار اصلاح کابل	نثر	۴ ثور یکشنبہ ۱۳۱۷ھ ش	-	-	-	-	ایضاً ص ۷۳ تا ۷۶
۳	وفات (علامہ اقبال) (فارسی)	-	اخبار انیس کابل	نثر	۱۴ ثور چار شنبہ ۱۳۱۷ھ ش	-	-	-	-	ایضاً
۴	پہ خان و بیاد علامہ اقبال پہ نظر کی (پشتو)	عبداللہ بختانی	مجلہ زیریں کابل	نثر	۱۳۳۱ھ ش	-	-	-	-	ریشتمنی خدمتگار، ص ۱۳۶
۵	اقبال (پشتو / فارسی)	عبدالرزاق فراہی	آریانا دائرۃ المعارف	نثر	اسد ۱۳۳۵ھ ش جلد ۳ (فارسی) جوڑا ۱۳۳۳ھ ش (پشتو)	-	جلد ۳	فارسی ۶۷۲ پشتو ۹۱۴	۶۸۱ ۹۴۱	
۶	فلسفہ اقبال (فارسی)	پروفیسر غلام حسن	دومانی ادب کابل	نثر	اپریل جون ۱۹۶۵ء	-	-	-	-	اقبال ممدوح عالم، ص ۲۸۸

								مجددی			
۷	یادبود علامه اقبال (فارسی)	پروفیسر غلام حسن مجددی	دومانی ادب کابل	نشر	جون جولائی ۱۹۶۵ء	-	-	-	۳۰	۳۸	اقبال مدوح عالم، ص ۲۸۸
۸	خودی و اقبال	پروفیسر غلام حسن مجددی	دومانی ادب کابل	نشر	۱۳۴۰ھ ش	-	آخر	۱	۲		
۹	اقبال او قندھار	-	مجلہ کندھار	نشر	جنوری فروری ۱۹۶۶ء	۶	۱۱-۱۰	۶	۷		
۱۰	د علامہ اقبال پہ باب (پشتو) رشاد	پروفیسر عبدالشکور رشاد	مجلہ درمہ کابل	نشر	۱۹۶۷ء	-	-	۱۱-۱۵			
۱۱	خودی و بیخودی در اندیشہ اقبال (فارسی)	عبدالحی حیدری	-	-	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	-	-	-	-	-	پشتو، پشاور ستمبر ۱۹۸۴ء، ص ۲۷
۱۲	اقبال شخصیتی علمی ادب و فکری جہان	عبدالسلام عظیمی	دومانی ادب کابل	نشر	میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	-	-				
۱۳	معنی عشق نزد اقبال	دکتر روان فرهادی	آریانا کابل	نشر	میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	۳۵	۳				
۱۴	جلوہ های سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال	آقای حیدری وجودی	ماہنامہ مدنی کابل	نشر	اسد ۱۳۵۶ھ ش	۲	۲				
۱۵	اقبال او افغانستان (فارسی)	دکتر حق شناس	مجلہ بیثاق خون	نشر	قوس ۱۳۶۰ھ ش	۲	۱۳	۱۷	۲۲		
۱۶	برگزاشت اقبال بزرگ (فارسی)	دکتر خلیل اللہ ہاشمیان	مجلہ قلم	نشر	میزان ۱۳۶۶ھ ش / نومبر ۱۹۸۷ء	۲	۴	۴۸	۷۲		



۱۷	امروز برای فردا (فارسی)	ناگل لاجورد پھنشنہری	مجلہ بیثاق خون	نشر	جوزا ۱۳۶۶ھ ش	۳۳	۱۸	۲۴	
۱۸	اتحاد بین المسلمین (پشتو)	پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی	مجلہ قلم	نشر	سرطان ۱۳۶۸ھ ش / جون جولائی ۱۹۸۹ء	۱	۲	۱۱	۱۴
۱۹	افغانستان در آئینہ قرآن (فارسی)	احمد جان امینی	مجلہ قلم	نشر	حوت ۱۳۷۰ھ ش / فروری مارچ ۱۹۹۲ء	۶	۳	۲۲	۳۰
۲۰	اسرار خودی و رموز بجنودی از دید گاہ اقبال	آقای حیدری وجودی	جریدہ مجاہد	نشر	۱۳۷۲ھ ش	۳	۷	۲۰	۲۷
۲۱	ساعتی در خدمت علامہ اقبال (فارسی)	سید قاسم رشتیا	اخبار وفا	نشر	۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش	-	-	-	-
۲۲	قلب آسیا گزر گاہ و وز گاہ علامہ اقبال (فارسی)	عبداللہ بختانی	اخبار وفا	نشر	۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش	-	-	-	-
۲۳	اقبال د خوشحال رشتنی مینہ وال (پشتو)	عبداللہ بختانی	مجلہ سپیدہ کابل	نشر	۱۹۹۹ء	-	-	۹-۴	

## افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (فارسی)

نمبر شمارہ	نظم	شاعر	مطبوعہ	سنہ اشاعت	سال و شمارہ		صفحہ نمبر		کیفیت
					سال	شمارہ	از	تا	
۱	خیر مقدم	ملک الشعراء قاری عبداللہ	مجلدہ کابل	یکم جدی ۱۳۱۲ھ ش / ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء	۳	۷	۸۵	۸۶	اکتوبر ۱۹۳۳ء کابل میں حضرت علامہ کے حضور سنایا گیا۔
۲	مرثیہ اقبال	ایضاً	ایضاً	جوزا ۱۳۱۷ھ ش / مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۲	-	
۳	رثائی اقبال	غلام دستگیر خان مہمند	ایضاً	ایضاً	۸	۳	۹۳	-	
۴	بیاد علامہ محمد اقبال	محمد ابراہیم خلیل	پشتانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی	۱۳۳۵ھ ش	-	-	۶۷	-	۱۳۳۱ھ ش کابل کے شعبہ مطبوعات میں یوم اقبال کی تقریب میں سنائی گئی۔
۵	علامہ مشرق	عبدالحق بیٹاب	ایضاً	ایضاً	-	-	۶۵	-	
۶	بیاد اقبال	مانل ہروی	افغانستان و اقبال	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	-	-	-	-	
۷	خطاب بہ اقبال	عبدالہادی داوی	سالنامہ کابل	۱۳۵۸ / ۵۹ھ ش	-	-	۳۶-۳۵	۱۰۰۸	
۸	جواب مسافر	دکتر محمد رحیم بہام	اخبار وفا	۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش	-	-	-	-	
۹	بہ پیشگاہ علامہ دکتر محمد اقبال	ایضاً	ایضاً	ایضاً	-	-	۵۰	۵۲	

۱۰	آموزگار بزرگ بر مزار اقبال	خلیل اللہ خلیلی	کلیات استاد خلیل اللہ خلیلی	-	-	۱۵۳	۱۵۴
۱۱	کعبہ و اقبال	ایضاً	ایضاً	-	-	۱۸۲	۱۸۳
۱۲	بر آرامگاہ عارف مشرق علامہ اقبال لاہور	ایضاً	ایضاً	-	-	۳۸۲	۳۸۳
۱۳	غزل حکیم مشرق علامہ اقبال	ایضاً	ایضاً	-	-	۵۸۰	-
۱۴	دہلی با اقبال	ایضاً	ایضاً	-	-	۵۸۴	۵۸۵
۱۵	امام مشرق و شاعر مشرق	عبدالحی حبیبی	درد دل و پیام عصر	-	-	۱۰۸	۱۱۰
۱۶	علامہ اقبال مرحوم	ایضاً	ایضاً	-	-	۱۱۳	-
۱۷	با استقبال اقبال	سر محقق عبداللہ بختانی	ترنم دل	-	-	۶۹	۷۲
۱۸	اقبال لاہور	میر بھادروا صفی	علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان	-	-	۱۸۹	۱۹۰
۱۹	علامہ اقبال	غلام ربانی ادیب	" "	-	-	۱۹۰	-
۲۰	علامہ اقبال	عزیز اللہ مجددی	" "	-	-	۱۹۱	-
۲۱	چوں بحر بیکراں علامہ اقبال	استاد رحمہ اللہ منطقی	" "	-	-	۱۹۱	۱۹۲

جدول نمبر ۷ (ب):

## افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (پشتو)

نمبر شمار	نظم	شاعر	مطبوعہ	سنہ اشاعت	سال و شمارہ		صفحہ نمبر		کیفیت
					سال	شمارہ	از	تا	
۱	داقبال پہ وفات	قیام الدین خادم	مجلد کابل	جوزا ۱۳۱۷ھ ش / مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۱		
۲	داقبال ویر	گل باچا الفت	مجلد کابل	ایضاً	۸	۳	۹۲	۹۳	
۳	داقبال پہ مزار	عبدالباری شہرت نگلیال	دافغان مجاہد آواز	۱۳۵۹ھ ش	-	-	۳۶	-	
۴	د آسپارہ	حبیب اللہ رفیع	ماہنامہ پشتو پشاور	دسمبر ۱۹۸۲ء			۷	-	

## علامہ کاسفر افغانستان

نمبر شمار	بمقام	بروز	مقام	خاص خاص پروگرام	مآخذ
۱	۱۲ اگست ۱۹۲۰ء	بدھ	لاہور	مولوی صالح محمد کوکابل جانے کے امکان سے متعلق خواہش کا اظہار	روح مکاتیب اقبال، ص ۲۰۵
۲	۲ نومبر ۱۹۳۲ء	جمعہ	لاہور	سعید نفیسی (مشہور ایرانی رسالہ) کے نام مکتوب میں سفر افغانستان کا تذکرہ	ایضاً، ص ۲۰۴
۳	۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	سید سلیمان ندوی کے نام سفر افغانستان کی تیاری سے متعلق مکتوب	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۰۴
۴	۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص ۲۰۶، ۲۰۵
۵	۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء	بدھ	لاہور	ایضاً	روح مکاتیب اقبال، ص ۲۷۵
۶	۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعہ	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص ۲۷۶
۷	۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء	ہفتہ	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص ۲۷۷
۸	۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	ایضاً	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۰۷
۹	۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء	منگل	لاہور	حضرت علامہ اور سر راس مسعود کو پاسپورٹ ملے	ایضاً، ص ۲۲۷
۱۰	۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	بدھ	لاہور	سید سلیمان ندوی کے نام سفر افغانستان کی تیاری سے متعلق مکتوب	روح مکاتیب اقبال، ص ۲۷۸
۱۱	۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	ایضاً	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۰۷
۱۲	۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	پروفیسر محمود شیرانی کے نام مکتوب میں سفر افغانستان کا تذکرہ	روح مکاتیب اقبال، ص ۲۷۸
۱۳	۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	مجوزہ افغان یونیورسٹی سے متعلق اخباری بیان کی اشاعت	حرف اقبال، ص ۲۰۲
۱۴	۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعہ	لاہور/پشاور	پروفیسر ہادی حسن، سر راس مسعود اور بیورسٹر غلام رسول خان کے ساتھ لاہور سے	اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۳۸

	روانگی۔ ڈین ہوٹل پشاور میں قیام				
۱۵	۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء	پشاور/ جلال آباد	ہفتہ	پشاور سے روانگی، رات جلال آباد میں قیام	سرگذشت اقبال، ص ۳۴۸
۱۶	۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء	جلال آباد/ کابل	اتوار	جلال آباد سے روانگی، کابل آمد	ایضاً
۱۷	۲۳ تا ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	سوموار تا بدھ	تعلیمی مشورے کے چند اجلاس، افغانستان میں جنرل نادر خان سے پہلی ملاقات	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۵۰
۱۸	۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	جمعرات	سردار ہاشم خان صدر اعظم افغانستان کی شینہ ضیافت	ایضاً، ص ۲۵۳
۱۹	۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	جمعہ	- جنرل نادر خان کے ساتھ کابل کے جامع مسجد پل خشتی میں نماز جمعہ کی ادائیگی - چینی ترکستان کے وفد اور نور المشائخ فضل عمر مجددی سے ملاقاتیں - برصغیر کے مسلمانوں کی جانب سے کھانے کا انتظام	ایضاً، ص ۲۴۵ تا ۲۵۸
۲۰	۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ہفتہ	- صدر اعظم افغانستان سردار ہاشم خان سے ملاقات۔ وزیر جنگ سردار شاہ محمود خان کی دعوت چائے	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۵۸ تا ۲۶۵
۲۱	۲۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	اتوار	- انجمن ادبی کابل کی جانب سے کابل ہوٹل میں رات کی ضیافت کا پروگرام باغ باہر میں مزار برابر پر حاضری۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی سے آخری ملاقات، رات مختلف شخصیات سے ملاقاتیں	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۶۵
۲۲	۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل/ غزنی	سوموار	کابل سے روانگی۔ غزنی آمد۔ حکیم سنائی غزنوی، سلطان محمود غزنوی، حضرت علی ہجویری کے والد ماجد عثمان الہجویری اور لائے خوار (محبوب غزنوی) کے مزارات پر حاضری	ایضاً، ص ۲۶۶ تا ۲۶۷

۲۳	۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء	منگل	غزنی / مقرر (قدیم بہق)	غزنی سے روانگی۔ مقرر (پرانے بہق) میں ابو الفضل بہق اور ابو النصر مشکانی کے مزارات کا دیدار۔ رات قلات میں قیام	ایضاً، ص ۲۶۸ و سیر افغانستان، ص ۳۱
۲۴	یکم نومبر ۱۹۳۳ء	بدھ	قلات / قندھار	قلات سے روانگی۔ قندھار آمد۔ افغان سکالر عبدالحی حبیبی، گورنر قندھار اور معززین شہر سے ملاقاتیں، خرقة مقدسہ کی زیارت، احمد شاہ ابدالی اور بابا ولی قندھاری کے مزارات پر حاضری، چہل زینہ کی سیر	سیر افغانستان، ص ۳۰ تا ۳۶ و اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۶۹ - ۲۷۱
۲۵	۲ نومبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	قندھار / چمن / کوئٹہ	صبح قندھار سے روانگی۔ چمن آمد۔ معززین شہر اور اپنے پرانے ہندو کلاس فیلو سے ملاقاتیں۔ شام کو چمن سے روانگی۔ درہ خوجک میں سید سلیمان ندوی کے ساتھ اپنی قرآن فہمی پر گفتگو۔ کوئٹہ آمد	ایضاً و علامہ اور بلوچستان، ص ۴۳
۲۶	۳ نومبر ۱۹۳۳ء	جمعہ	کوئٹہ	کوئٹہ سے بذریعہ ریل براستہ ملتان لاہور روانگی (رات کوئٹہ میں قیام ڈاک بنگلہ میں رہا)	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص ۲۷۳
۲۷	۶ نومبر ۱۹۳۳ء	سوموار	لاہور	اپنے ہم سفروں کی ایماہ پر اپنے دورہ افغانستان سے متعلق اخباری بیان	حرف اقبال، ص ۲۰۴

## افغانستان میں اقبالیاتی کتب

نمبر شمار	نام	مؤلف	زبان	سنہ اشاعت	ادارہ اشاعت	تعداد صفحات	کیفیت
۱	پنستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کنبی	عبداللہ بختانی	پشتو	۱۳۳۵ھ ش	پشتو ٹولہ کابل	۶۸	
۲	آثار اردوی اقبال جلد اول	عبدالہادی داوی	فارسی	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	وزارت اطلاعات و کلتور مؤسسہ انتشارات بیہقی کابل	۱۳۶	
	آثار اردوی اقبال جلد دوم	عبدالہادی داوی	فارسی	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	ایضاً	۱۰۲	
۳	افغانستان و اقبال	صدیق رھپو	فارسی	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	ایضاً	۷۸	
۴	یار آشنا	خلیل اللہ خلیلی	فارسی	۱۹۸۲ء	جمعیت اسلامی افغانستان	۸۰	
	یار آشنا (بار دوم) پیش گفتار و حواشی عارف نوشای	خلیل اللہ خلیلی	فارسی	۱۳۸۹ھ ش / ۲۰۱۰ء	کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انسٹیٹیوت شرق شناسی و میراث فرہنگی اکادمی علوم جمہوری تاجکستان دوشنبہ	۱۶۴	
۵	از سنائی تا مولانا و اقبال	--	فارسی	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	کابل یونیورسٹی نشرات پوهنزی		
۶	لالہ ریختہ	عبدالہادی داوی	فارسی	غیر مطبوعہ	--	--	علامہ کے اردو کلام کا پہلا باضابطہ فارسی منظوم ترجمہ ۳۳ ستمبر ۱۹۷۷ء
۷	معنی عشق نزد علامہ اقبال	ڈاکٹر روان فرہادی	فارسی	۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء	--	--	ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیو ریم



میں علامہ سے متعلق منعقدہ							
سیمینار کے مقالات	--	مرکز انتشارات صبور پشاور	۱۳۷۶ھ ش	فارسی	م۔ لمر احسان	افغانستان از زبان علامہ اقبال	۸
ڈاکٹر اسد اللہ محقق کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ	۳۴۵	مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد	۱۳۸۴ھ ش / ۲۰۰۵ء	فارسی	ڈاکٹر اسد اللہ محقق	علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان	۹
	۱۸۸	انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی مطبوعہ فجر کابل	۱۳۸۹ھ ش / ۲۰۱۰ء	فارسی	ڈاکٹر سعید	اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال	۱۰

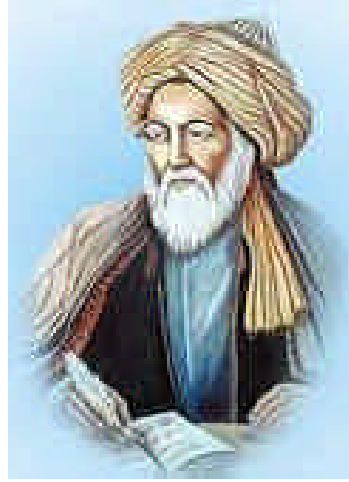
## جدول نمبر ۹ (ب):

## افغانستان سے باہر افغانستان میں اقبال شناسی کے اہم مصادر

نمبر شمار	نام	مؤلف	زبان	سنہ اشاعت	ادارہ اشاعت	تعداد صفحات	کیفیت
۱	اقبال اور افغان	میر عبدالصمد	اردو	۱۹۹۰ء	یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور		
۲	اقبال اور افغانستان	اکرام اللہ شاہد	اردو	نومبر ۲۰۰۲ء	ادارہ اشاعت مدرالعلوم مرادی	۲۸۱	اکرام اللہ شاہد کے ایم فل کا مقالہ
۳	سیر اقبال شناسی در افغانستان	عبدالرؤف رفیقی	فارسی	۲۰۰۳ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور	۲۶۳	افغانستان میں علامہ فارسی مقالات
۴	اقبال اور پشتو شاعری	عبدالرؤف رفیقی	پشتو	۲۰۰۳ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور		عبدالرؤف رفیقی کے مقالہ ایم فل کے چند ابواب
۵	اقبال، افغان اور افغانستان	محمد اکرام چغتائی	اردو	۲۰۰۳ء	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور	۱۰۵۶	
۶	افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت	ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی	اردو	۲۰۱۱ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور		ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ مع اضافہ



احمد شاه ابدالی



حکیم سنائی غزنوی



اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی



غازی امان اللہ خان



التوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ



ہزہائی نس مارشل شاہ ولی خان



صلاح الدین سلجوقی



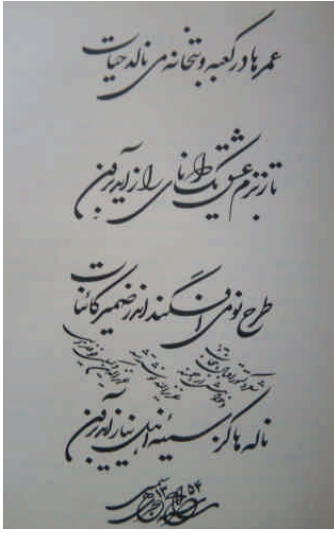
عبدالہادی داوی پریشان



حضرت علامہ اور ان کے رفقا کے اعزاز میں انجمن ادبی کابل کی جانب سے باغ بابر میں ضیافت  
 باغ بابر کابل ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء شام ساڑھے سات بجے شب  
 انجمن ادبی کابل کی وہ ضیافت جس میں ملک الشعراء قاری عبداللہ نے ان مہمانوں کا منظوم استقبال کیا



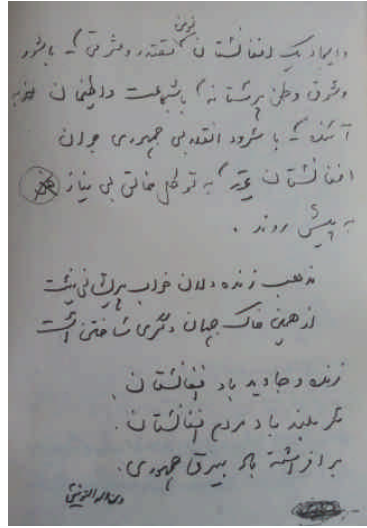
حضرت علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کابل اکتوبر ۱۹۳۳ء



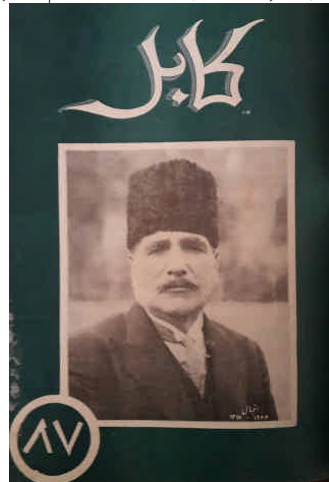
عزیز الدین و کیلی پو پلاز ای خطاط ہفت قلمی  
افغانستان کا خطاطی کردہ کلام اقبال



مجلہ کابل میں شائع ہونے والا کلام اقبال بہ قلم اقبال  
پیام اقبال بملت کو ہمار محرمہ ۲۴ مارچ  
۱۹۳۲ لاہور مطبوعہ مجلہ کابل  
۲۲ جون ۱۹۳۲، اول سرطان ۱۳۱۱ھ ش



افغانستان کے سابق صدر محمد داود خان شہید کا ریڈیو  
افغانستان کابل سے ان کے ہاتھ کی تحریر کردہ پہلی  
نثری تقریر میں حضرت علامہ کے زبور عجم کا شعر



حضرت علامہ کی وفات پر مجلہ کابل کا خصوصی اقبال  
نمبر بابت ماہ مئی ۱۹۳۸ء



کابل میں افغانستان کی وزارت اطلاعات و ثقافت کی عظیم الشان عمارت پر آیت قرآنی اور قومی ترانہ کے درمیان حضرت علامہ کا شعر منظوم پشتو ترجمہ از عبدالباری جهانی سابق وزیر اطلاعات و ثقافت و شاعر قومی ترانہ افغانستان





سرور خان گویا



شہزادہ احمد علی خان درانی



علامہ عبدالحی چشتی

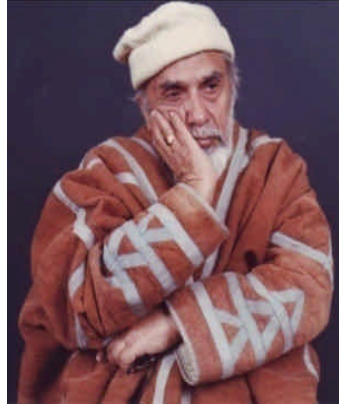


ملک الشعرا قاری عبد اللہ

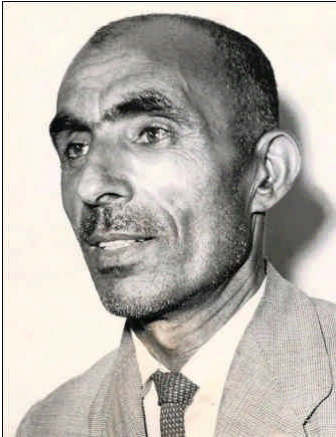




خال محمد خسته



خليل الله خليلي



قيام الدين خادم



پروفیسر غلام حسن مجردی



عبدالروف بينوا



گل باچا الفت



علامہ عبدالشکور رشاد



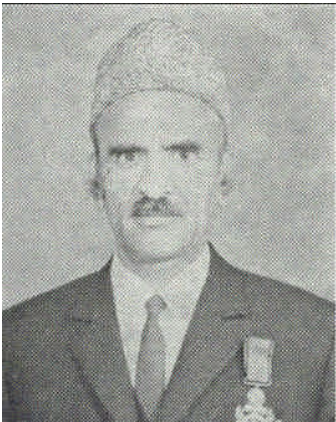
سید محمد قاسم رشتیا



سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار



عبدالرحمان پژواک



عزیز الدین وکیلی پو پلزی ای خطاط هفت  
قلمی افغانستان



ڈاکٹر خلیل اللہ ہاشمیان سید



احمد صميم



حبيب الدر فيج



عبد الباري شهرت ننگيال



محمد آصف صميم